بحار الانوار

۵/۲

مع حالات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی ● مارٹن روڈ کراچی

فون: ۴۲۴۲۸۶

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

حصّہ ۴ چہارم

حصّہ ۵ پنجم

بحار الانوار

مُلّا محمّد باقر مجلسی رحمہ اللہ

مترجمین

جلد چہارم ڈاکٹر محمّد حبیب الثقلین النقوی

جلد پنجم مولانا سیّد حسن امداد ممتاز الافاضل

درحالات

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام

حضرت امام علی ابنِ موسیٰ الرّضا علیہ السّلام

محفوظ بُک ایجنسی

اِمام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵

فون: ۴۲۴۲۸۶

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 098146
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

حِصّہ ۴ چہارم

بحار الانوار

مُلّا مُحَمَّد باقر مجلسی رحمہ اللہ

مترجم

ڈاکٹر محمّد حبیب الثّقلین النّقوی

در حالات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

محفوظ بُک ایجنسی
اِمام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

فہرست تراجم اخبار و احادیث بحار الانوار

در حالات حضرت امام محمدؐ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام

عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر
پہلا باب	
مقام وتاریخ ولادت وشہادت	۵
وقت رحلت سے آگہی، وصال و وصیت	۶
نسبی امتیاز وامام کے چند مخصوص احوال وکوائف	۸
حکمران دور امامت	۹
اقوال دربارہ تاریخ ولادت وشہادت	۱۰
دوسرا باب	
حضرت امام کے "باقر" لقب کی وجہ تسمیہ	۱۳
نقش خاتم امامت	۱۳
حضرت کا حلیہ مبارک	۱۴
تیسرا باب	
فضائل ومناقب	۱۵
حضرت امام "باقر العلوم" ہیں	۱۶
رسول اللہؐ کا امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام	۱۸
چوتھا باب	
ثبوت امامت، وارث علم وتبرکات	۲۱
آپ کا حق امامت ولایت	۲۲

عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر
وصیت امام زین العابدینؑ	۲۲
لوح محفوظ میں آئمہ کے اسماء کا اندراج	۲۳
پانچواں باب	
معجزات امام محمد باقر علیہ السلام	۲۵
الواح توریت کی حضرات ائمہ کے پاس موجودگی	۲۶
معرفت اسم اعظم	۲۷
اعجازات امام	۲۸
اطاعت پرندگان ودرندگان	۲۹
امام کی قدرت	۳۱
قابیل پر عذاب الٰہی	۳۲
امام کی پہچان اور ان کا درجہ ومقام	۳۵
اہلبیت سے دشمنی کا انجام	۳۶
عالم اسماء الٰہی	۳۸
عباسی حکومت کے بارے میں حضرت امام کی پیش گوئی	۳۹
شیعان اہلبیتؑ کی ذمہ داریاں	۴۰
پیش گوئی امام	۴۱
مدینہ پر حملہ، امام کی پیش گوئی	۴۳
دائرہ علم امامت	۴۴
آل محمدؐ پر ظلم ڈھانے والوں کی رحمت خداوندی سے محرومی	۴۵

عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر
اٰلِ محمدؐ کی اپنے حقیقی دوستوں کی تکلیف میں بے چینی	۴۶
احترام کعبہ کی تلقین	۴۷
زوالِ بنی امیہ کی پیش گوئی	۴۹
سیر عالمین	۵۲
دلیل امامت	۵۳
اہلبیتؑ ہی مرجع خلائق ہیں	۵۵
عالم الغیب	۵۶
صحائف ائمہ میں اسمائے شیعان کا اندراج و آپکا عظیم معجزہ	۵۸
ہشام کی حکومت اور امام کی پیش گوئی	۶۴
جناب جابر کی پیش گوئی	۶۵
جنات اور خدمت گزاری امام	۶۶
مستجیب الدعوات	۶۷
چھٹا باب	
در بیان مکارمِ اخلاق و سیرت، علم و فضل	۶۹
تلاشِ رزقِ حلال	۷۰
امام وارث علوم انبیاء ہیں	۷۱
ایک عیسائی کا قبول اسلام	۷۲
تواضع امام	۷۳
زینت برائے ازواج	۷۴
حقوقِ زوجین	۷۵
حضرت امام اور نشر علوم	۷۶
حق کی نعمتوں کے بارے میں باز پرس	۷۷
سنتِ امام	۷۸
درجۂ تسلیم و رضا	۸۰
صبر جمیل کیا ہے؟	۸۱

عنوان مضامین احابث واخبار	صفحہ نمبر
قلبِ انسانی پر قرآن مجید کے اثرات	۸۲
امام کا غلاموں کے کام میں ہاتھ بٹانا	۸۳
غسل جنابت میت	۸۴
ساتواں باب	
معجزات امام اور سفر شام	۸۷
حضرت امام کا سفر شام	۹۶
امیر المومنین کے اسلام پر احسانات	۹۹
آٹھواں باب	
مدارج فاطمۃ الزہراؑ	۱۰۱
حضرت امام کو فدک کی واپسی	۱۰۴
ہر منزل پر امام کی اپنے دوستوں کی رہنمائی	۱۰۶
شہادتِ امامؑ	۱۰۷
عبدالملک کا بھیانک انجام	۱۱۰
بروز قیامت جنتیوں اور دوزخیوں کی حالت	۱۱۱
عمر بن عبدالعزیز کی اپنے اسلاف سے بیزاری	۱۱۲
عترتِ رسولؐ ہی وارث رسولؐ ہے۔	۱۱۳
عمر بن عبدالعزیز اور حق خلافت	۱۱۴
کردار کی بلندی اہلبیت کی پیروی کا نام ہے	۱۱۶
مومنِ کامل ہی احادیث اہلبیت کا بار اٹھا سکتا ہے	۱۱۸
بنو عباس کی حکومت کا قیام اور اس کے زوال کی پیشگوئی	۱۱۹
اصحاب امام اور ان کا مختصر تعارف	۱۲۱
نواں باب	
عبداللہ بن نافع کا امام سے مناظرہ	۱۲۳

صفحہ نمبر	عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر	عنوان مضامین احادیث و اخبار
۱۲۵	تفسیر قرآنی آیات	۱۳۷	حضرت امام کی نادر اخبار و روایات
۱۲۷	طاؤس یمانی کے سوالات اور انکے مدلل جوابات	۱۳۸	حضرت خضر سے جناب امام کی ملاقات
۱۳۰	کائنات میں سب سے بڑا عالم	۱۳۹	حضرت امام کے یہاں مجلس گریہ و ماتم
۱۳۱	جناب ابو حنیفہ اور امام		
۱۳۲	مُتعہ		**گیارھواں باب**
۱۳۳	قتادہ بن دعامہ بصری سے مباحثہ	۱۴۱	اولادِ امام علیہ السلام
۱۳۴	شراب دوسرے گناہوں کی طرف مائل کر دیتی ہے		باطل عقیدہ کی بناپر حضرت امام کی زوجہ
۱۳۵	جنازے کی تعظیم اور آل محمد علیہم السلام	۱۴۲	کی طلاق
		۱۴۲	زوجۂ امام کا علمی مقام
	دسواں باب		

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تاریخ اشاعت ______ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۶ ہجری

ناشر ______ محفوظ بک ایجنسی کراچی

مُصنّف ______ علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ

مترجم ______ ڈاکٹر محمد حبیب الثقلین النقوی

کتابت ______ محمد یعقوب گوندل

مطبوعہ ______ سندھ آفسٹ پریس کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

١ مقام و تاریخِ ولادت و شہادت

تاریخ ولادت کتاب اعلام الوریٰ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یکم ماہِ رجب ۵۷ ہجری بروز جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام کی تاریخ ولادت ماہ صفر ۵۷ ہجری کی تیسری تاریخ ہے۔ مصباحین میں جناب جابر جعفی سے مروی ہے کہ آپ کی ولادت یکم ماہ رجب ۵۷ ہجری بروز جمعہ ہوئی (مصباح المتہجد ص ۵۵۷)

تاریخِ وفات و مدّت عمر بیان کیا گیا ہے کہ ماہ ذی الحجۃ ۱۱۴ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی اور عمر ستاون سال۔ اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں چار سال اور اپنے پدر بزرگوار حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی حیات میں انتالیس سال گزارے۔

والدہ ماجدہ آپ کی والدہ ماجدہ اُمِ عبداللہ دخترِ حضرت امام حسن علیہ السلام تھیں۔

مدّت امامت آپ کا زمانۂ امامت اٹھارہ سال رہا۔

سلاطین دورِ امامت آپ کا دورِ امامت ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک کے زمانہ حکومت میں گزرا اور اسی ہشام کے دورِ حکومت میں آپ کی وفات ہوئی۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۵۹)

وقتِ رحلت سے آگہی اور دوسرے جہاں سے تعلق

(۲) کتاب بصائر الدرجات میں سدیر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پدر بزرگوار سخت بیمار ہو گئے جس سے ہم سب پریشان تھے کہ کہیں آخری وقت قریب نہ آ گیا ہو۔ گھر والوں نے آپ کے سرہانے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ پریشانی کی بات نہیں ہے میں اس بیماری میں نہیں مروں گا۔ میرے پاس دو شخص آئے اور انہوں نے بتایا کہ اس بیماری میں میری موت واقع نہ ہو گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ تندرست ہو گئے اور بحمد للہ ایک مدت تک زندہ رہے اور ایسا لگتا تھا کہ آپ کو کوئی بیماری ہی نہ تھی۔ پھر ایک دفعہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہ دو اشخاص جو میری اس بیماری کی حالت میں آئے تھے انہوں نے مجھے بتا دیا تھا کہ میں فلاں روز وفات پاؤں گا۔ یہی ہوا کہ پدر بزرگوار نے ان دونوں کے بتائے ہوئے دن وفات پائی۔ (بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۹ حدیث ۲)

(۳) بصائر الدرجات میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے روز ان کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے مجھے اپنے غسل و کفن اور قبر میں داخل کرنے کے بارے میں کئی وصیتیں فرمائیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو آج آپ کو سب دنوں سے بہتر پاتا ہوں اور موت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا "بیٹا"، کیا تم نے دیوار کے پیچھے سے میرے پدر بزرگوار حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی آواز نہیں سنی کہ فرماتے تھے "محمدؑ" آنے میں جلدی کرو۔ (نفس المصدر جلد ۱۰ باب ۹ حدیث ۶)

یہی روایت کشف الغمہ میں بھی درج ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۴۹)

وصال، وصیت، قبر و جانشین

(۴) بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی رحلت کی شب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام مناجات اور دعاؤں میں مصروف ہیں۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میں ٹھہر جاؤں میں رکا رہا۔ جب مناجات سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا "بیٹا"، آج رات کو میرا انتقال ہو جائے گا اور یہی وہ شب ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا کہ ان کے پدر بزرگوار حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام شب رحلت میں میرے پاس ایک شربت لائے اور

مجھے پینے کا حکم دیا اور فرمایا بیٹا یہی وہ رات ہے جس میں میری رحلت ہوجائے گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی شب میں میرے پدر بزرگوار دنیا سے رخصت ہوئے۔
(بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۹ حدیث ۷)

۵ ــــــــ کافی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آپہنچا تو فرمایا کہ جب میں دنیا سے انتقال کرجاؤں تو میری قبر کھودنا اور مجھے اس میں دفن کر دینا اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر تیار کرالی تھی تو کہنے والا سچا ہے۔ (کافی جلد ۳ ص ۱۶۶)

۶ ــــــــ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک دن اپنی بیماری کے زمانہ میں مجھ سے فرمایا کہ بیٹا مدینہ کے قریش کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں انہیں گواہ بنالوں چنانچہ میں نے قریش کے لوگوں کو بلایا اور پھر پدر بزرگوار نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں رحلت کر جاؤں تو میرا غسل وکفن کرنا اور میری قبر کو چار انگل کے برابر اونچا رکھنا اور اس پر پانی چھڑک دینا۔ جب لوگ چلے گئے تو میں نے پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ اس بارے میں آپ کا جو حکم ہوتا میں اُسے ضرور بجا لاتا آپ نے یہ کس لیے چاہا کہ آپ لوگوں کو گواہ بنائیں تو ارشاد فرمایا بیٹا یہ اس لیے کہ میرے بعد کوئی نزاع نہ ہو۔
(نفس المصدر جلد ۳ ص ۲۰۰)

وضاحت اس روایت میں جہاں غسل وکفن اور دوسرے امور کے بارے میں حضرت امام کی وصیت کا اظہار ہوتا ہے ایک خاص مقصود یہ تھا کہ لوگ اس سے آگاہ رہیں کہ امام کی تجہیز و تکفین امام ہی کیا کرتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں اور یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کے بعد آپ کے جانشین اور امام خلق ہیں جس کے بارے میں کسی طرح کا اختلاف نہ ہونے پائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایک امام کا اپنے بعد کے لیے وصیت کرنا اور اپنا جانشین مقرر کرنا دلائل امامت میں سے ہے۔

۷ ــــــــ کافی میں جناب زرارہ وغیرہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ماتمی اخراجات کے لیے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی اور آپکے نزدیک ایسی وصیت سُنت کا درجہ رکھتی تھی اس لیے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اولاد جعفر کے لیے موت کے کھانے کا انتظام کرو چنانچہ لوگوں نے اس کام کو انجام دیا۔ (المصدر السابق جلد ۳ ص ۲۱۷)

۸ ــــــــ کافی میں ابو جعفر الفراء سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک داڑھ ٹوٹ گئی تھی تو آپ نے اُسے مٹھی میں رکھ کر فرمایا الحمد للہ پھر اپنے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے دفن کرو تو اسے بھی میرے ساتھ دفن کر دینا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد

دوسری داڑھ بھی ٹوٹ گئی تو آپ نے اُسے بھی مٹھی میں لے کر الحمدللہ فرمایا اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی وصیت کی کہ میرے ساتھ اسے بھی قبر میں دفن کر دینا (المصدر السابق جلد ۳ ص ۲۱۷)

نسبی امتیاز

(۹) مناقب ابن شہر آشوب میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہاشمیوں میں ہاشمی علویوں میں علوی اور فاطمیوں میں فاطمی تھے۔ اس لیے آپ وہ پہلی ہستی ہیں جن میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام دونوں کا خون شامل ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحب زادی ہیں اور باعتبار اوصاف آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صادق سب سے زیادہ خوب رو اور سب سے زیادہ عطا کرنے والے اور سخی تھے۔ (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۳۸)

(۱۰) دعوات الراوندی میں منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ دیوار کے قریب تشریف فرما تھیں کہ اچانک دیوار گر پڑی اور ہم نے دھماکہ کی آواز سنی والدہ ماجدہ نے دیوار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "نہیں نہیں! حق جناب مصطفےٰ کی قسم خُدا نے تجھے گرنے کی اجازت تو نہیں دی" یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ دیوار معلق رہ گئی یہاں تک کہ میری والدہ ماجدہ وہاں سے ہٹ گئیں اور حضرت امام نے راہ خُدا میں ایک سو دینار اُن کی سلامتی کے صدقے میں دیئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہی جدہ ماجدہ کے بارے میں ایک دن یوں فرمایا کہ آپ صدیقہ تھیں اور اولاد حضرت امام حسن علیہ السلام میں کوئی اُن کا مثل و نظیر نہ تھا۔

امامؑ کے چند مخصوص احوال و کوائف

(۱۱) صاحب مناقب نے جناب امام کا اسم گرامی محمد اور کنیت صرف ابو جعفر بیان کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ کا لقب باقر علم ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ دختر حضرت امام حسن علیہ السلام تھیں اور بعض لوگوں نے آپ کو ام عبدہ کہا ہے۔ حضرت امام مدینہ میں منگل کے دن پیدا ہوئے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی ولادت کی تاریخ یکم ماہ رجب یا ماہ صفر کی تیسری تاریخ ۵۷ ہجری ہے۔

آپ کی وفات ماہ ذی الحجۃ اور ایک دوسرے قول کی بنا پر ربیع الثانی ۱۱۴ ہجری میں واقع ہوئی۔ اپنے جد بزرگوار اور پدر نامدار کی طرح آپ کی عمر ستاون سال ہوئی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جدامجد حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں تین یا چار سال گزارے اور اپنے پدر بزرگوار جناب زین العابدین علیہ السلام کی زندگی میں مکمل چونتیس سال اور ۱۰ ماہ گزرے اور ایک قول کے مطابق انتالیس سال اور اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد انیس سال یا اٹھارہ برس بقید حیات رہے جو حضرت امام کی امامت کا زمانہ ہے۔

حکمرانانِ دورِ امامت

آپ کے دورِ امامت میں مندرجہ ذیل حکمراں گزرے۔

(۱۲) ═══ ولید بن عبدالملک سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید اور ابراہیم بن ولید بن یزید اسی ابراہیم کے زمانہ حکومت میں امام نے رحلت فرمائی۔

ابوجعفر ابن بابویہ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ولید بن یزید نے آپ کو زہر سے شہید کیا۔ قبر مبارک جنت البقیع یا بقیع الفرقد میں ہے۔ (المصدر السابق جلد ۳ صن ۳۴۰)

فیروز آبادی نے لغت "القاموس" میں لکھا ہے کہ فرقد بڑے تنا ور درخت کو کہتے ہیں یا وہ ایک بڑا افریقن درخت ہے جس کی مدینہ کے قبرستان میں کثرت ہے اس لیے لوگوں نے اسے بقیع الفرقد کا نام دے دیا ہے۔ (القاموس جلد ۱ صن ۳۲۰)

(۱۳) ═══ کافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر ہوں اور لوگ ہر طرف سے اس پر چڑھ رہے ہیں بہت سے لوگ اس پر پہنچے تو وہ ان کو لے کر آسمان کی طرف بلند ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر لوگ دہشت کے مارے پہاڑ سے نیچے گرنے لگے اور اس پر صرف چند لوگ باقی رہ گئے اس طرح پانچ بار وہ آسمان کی طرف بلند ہوا لوگ اُس کے اوپر سے گرتے رہے اور یہی چند لوگ باقی بچ گئے۔ اُن بچنے والوں میں قیس بن عبداللہ عجلان بھی تھے۔ تقریباً پانچ سال نہ گزرے تھے کہ حضرت امام نے رحلت فرمائی۔ (کشف الغمہ میں بھی یہی نقل کیا گیا ہے رجال الکشی صہ ۱۵۸ کافی جلد ۸ صہ ۱۸۲)

(۱۴) کافی میں جناب ابوبصیر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک شخص مدینہ سے کچھ میل دور تھا کہ وہ سو گیا اور اُس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اُس سے کہہ رہا ہے کہ جلدی کرو اور حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو فرشتے انہیں بقیع میں غسل دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ شخص وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام رحلت فرما چکے ہیں۔ (الکافی جلد ۸ صہ ۱۸۶)

کفن کی واجب چیزیں اور مستحب پارچہ جات

(۱۵) ـــــــ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنی وصیت میں تحریر فرمایا کہ میں انہیں تین کپڑوں میں کفن دوں ایک تو وہ آپ کی یمنی چادر تھی جسے پہن کر آپ نماز جمعہ بجا لاتے رہے اور ایک اور کپڑا تھا اور ایک قمیض تھی۔ میں نے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ اس کو تحریر میں لانے کی کیا ضرورت ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ لوگ تم پر غالب آجائیں اگر وہ یہ کہیں کہ حضرت امام کو چار یا پنچ کپڑوں کا کفن دو تو ایسا نہ کرنا میرے عمامہ باندھ دینا اور یہ سمجھ لینا کہ عمامہ کفن کا جزنہ ہوگا کفن میں وہ پارچے شمار ہوتے ہیں جو جسم پر لپیٹے جائیں۔

(الکافی جلد ۳ ص ۱۴۴)

(۱۶) ـــــــ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا اے جعفر تم میرے لیے میرے مال میں سے ان سوگوار عورتوں کو اتنا دے دینا کہ دس سال تک بمقام منیٰ منیٰ کے دنوں میں وہ میرا ماتم منائیں۔ (الکافی جلد ۵ ص ۱۱۷)

(۱۷) ـــــــ کافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا تھا تو جواب دیا کہ "ہاں" کافی جلد ۴ ص ۳۲۲)

اقوال دربارہ تاریخ ولادت وشہادت

(۱۸) ـــــــ بحوالہ روضۃ الواعظین حضرت امام کی ولادت منگل یا جمعہ کے دن ۲/۷ ماہ صفر ۵۷ ہجری کو مدینہ میں ہوئی اور ماہ ذی الحجۃ یا ماہ ربیع الاوّل میں آپ کی شہادت واقع ہوئی اور ایک دوسرے قول کے مطابق ماہ ربیع الثانی میں ۱۱۴ ہجری یہ واقعہ ہوا اور اس وقت حضرت کی عمر ستاون سال تھی۔ (روضہ الواعظین ص ۲۴۸ مطبوعہ ایران)

بحوالہ کافی حضرت امام کی ولات ۵۷ ہجری میں اور شہادت ۱۱۴ ہجری میں مدینہ میں ہوئی، وقت شہادت ستاون سال کی عمر تھی۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد انیس سال دو ماہ بقید حیات رہے۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۶۹، نفس المصدر جلد ۱ ص ۴۷۲)

بحوالہ مصباح کفعمی حضرت کی ولادت پیر کے دن ۳ ماہ صفر ۵۹ ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی اور ۷ ماہ ذی الحجۃ ۱۱۶ ہجری پیر کے دن شہادت پائی کل عمر ستاون سال کی ہوئی ہشام بن عبد الملک نے آپ کو زہر سے شہید کیا۔ (مصباح الکفعمی ص ۵۲۱)

جناب مولف علیہ الرحمۃ تاریخ الغفاری کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت امام یکم ماہ رجب جمعہ کے دن پیدا ہوئے اور فصول المہمہ کے مطابق ۳ ماہ صفر ۵۷ ہجری آپ کی

تاریخ ولادت ہے اور ۱۱۷ ہجری سال شہادت۔ عمر اٹھاون سال ہوئی اور ایک دوسرے قول کے مطابق ساٹھ سال۔ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کے دور میں زہر دیئے جانے کی وجہ سے شہادت پائی۔ (الفصول المہمہ ص ۱۹۶-۹۷)

بحوالہ شواہد النبوۃ حضرت امام ۳ ماہ صفر ۵۷ ہجری بروز جمعہ پیدا ہوئے اور بحوالہ دروس ۳ ماہ صفر ۵۷ ہجری پیر کے دن تاریخ ولادت بیان کی گئی ہے اور ۷ ذی الحجۃ ۱۱۴ ہجری پیر کے دن دنیا سے رحلت فرمائی (۱۱۴ ہجری بھی وارد ہوا ہے) والدہ ماجدہ اُم عبداللہ دختر حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام ہیں۔ (الدروس ص ۱۵۴ مطبوعہ ایران)

بحوالہ کشف الغمہ کمال الدین بن طلحہ کہتے ہیں کہ ۵۷ ہجری بتاریخ ۳ ماہ صفر مدینہ میں حضرت امام کی ولادت ہوئی یعنی شہادت امام حسین علیہ السلام سے تین سال پہلے پیدا ہوئے (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۱۸) ۱۱۷ ہجری میں رحلت فرمائی اور اس سے آگے کی تاریخ بھی بیان کی گئی ہے۔ تیس سال سے کچھ زیادہ اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ گزارے۔ قبر مبارک اپنے پدر بزرگوار اور ان کے عم نامدار امام حسن علیہ السلام کے قریب جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

حافظ عبدالعزیز الجنابذی نے حضرت امام کے بارے میں یوں کہا ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم باقر کہ جنکی مادر گرامی اُم عبداللہ دختر امام حسن بن علی بن ابی طالب ہیں اور اُم عبداللہ کی والدہ قاسم بن محمد بن ابی بکر کی صاحبزادی ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام کثیر العلم شخصیت ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ امام محمد باقر علیہ السلام جناب فاطمہ دختر امام حسین علیہ السلام سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوقاف کے بارے میں مصروف گفتگو تھے تو میں نے حضرت کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اس سال میری عمر کے اٹھاون سال پورے ہو گئے چنانچہ اسی سال حضرت کی رحلت ہو گئی۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت امام نے ۱۱۷ ہجری میں رحلت فرمائی اور آپ کی عمر اٹھتر سال کی ہوئی۔ ایک دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۸ ہجری میں ہوئی۔

نفس المصدر جلد ۲ ص ۳۲۲

ابونعیم الفضل بن دکین نے کہا ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے

ارشاد فرمایا کہ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اٹھاون سال کی عمر میں شہید ہوئے اور امام حسین علیہ السلام بھی اسی عمر میں قتل کیے گئے اور امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی اٹھاون سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور میں بھی اٹھاون سال کا ہو چلا ہوں ۔

(المصدر السابق جلد ۲ ص ۳۲۳)

محمد بن سنان کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام شہادت امام حسین علیہ السلام سے تین سال پہلے پیدا ہوئے اور ۱۱۴ ہجری میں وفات کے وقت آپ کی عمر ستاون سال تھی اور آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ چونتیس سال اور آٹھ ماہ کی مدت گزاری اور اپنے پدر بزرگوار کے بعد انیس سال بقید حیات رہے اور آپ کی عمر ستاون سال ہوئی ایک روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اڑتیس سال رہے اور ۵۶ ہجری آپ کا سال ولادت ہے ۔

(المصدر السابق جلد ۲ ص ۳۴۵)

دوسرا باب

حضرت امام کے "باقر" لقب کی وجہ تسمیہ

(۱) ═══ عمر بن شمر سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جعفر جعفی سے پوچھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو باقر کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے جواب دیا اس لیے کہ انہوں نے علم کو پھیلایا اور اس کی نشر و اشاعت کی اور آپ کی ذات سے علم کی روشنی ہر طرف پھیل گئی۔
(علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۳۳)

معانی الاخبار میں بھی یہ روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے (معانی الاخبار ص ۶۵)

مولف فرماتے ہیں کہ ہم اس خبر کو آگے پیش کریں گے جس میں جناب جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام سے اس طرح خطاب کیا کہ آپ درحقیقت باقر ہیں اور آپ ہی علوم کو اس طرح نشر فرمائیں گے جیسا کہ اُن کے پھیلانے کا حق ہے۔

(۲) ═══ الارشاد میں جناب جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ تم میرے ایک فرزند سے ملو گے جو حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا اور جس کا نام محمد ہوگا وہ علم دین کو وسعت دے گا جب تم اس سے ملو تو اسے میرا اسلام کہنا۔ (الارشاد ص ۲۸۰)

کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت امام کا اسم مبارک محمد اور کنیت ابوجعفر تھی اور آپ کے تین القاب تھے "باقر العلم، شاکر اور ہادی" جن میں باقر بہت زیادہ مشہور ہے جس کی یہ وجہ ہے کہ آپ نے علم کو شگافتہ کیا اور اسے وسعت دی۔ (کشف الغمہ جلد ۶ ص ۳۱۸)

فیروز آبادی نے القاموس میں لکھا ہے کہ بقر کے معنی شگافتہ کرنے اور وسعت دینے کے ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام کا باقر لقب اسی لیے ہوا کہ علم میں کمال کی حد پر پہنچے ہوئے تھے۔

نقش خاتم امامت

(۳) ═══ امالی میں حسین بن خالد سے منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے

فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام کی مہر اور انگشتری کا نقش "اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ" تھا اور امام زین العابدین علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی انگشتری پہنتے تھے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی اپنے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی پہنی جس پر وہی نقش کندہ تھا۔

(امالی الصدوق ص ۴۵۸)

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی مہر اور انگشتری پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

ظَنِّیْ بِاللّٰہِ حَسَنٌ وَبِالنَّبِیِّ الْمُؤْتَمَنْ
وَبِالْوَصِیِّ ذِی الْمِنَنْ وَبِالْحُسَیْنِ وَالْحَسَنْ

کشف الغمہ اور تفسیر ثعلبی میں یہ روایت مذکور ہے (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۲۲)

مکارم الاخلاق کی کتاب اللباس میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش "اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ جَمِیْعًا" تھا۔ مکارم الاخلاق ص ۱۰۲)

کافی میں بھی یہی روایت بیان کی گئی ہے جس میں لفظ جمیعًا نہیں ہے

(الکافی جلد ۶ ص ۴۷۳)

نفس المصدر اور تہذیب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار کی مہر کا نقش اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ جَمِیْعًا تھا۔

(نفس المصدر جلد ۶ ص ۴۷۳ تہذیب جلد ا ص ۳۲)

حضرت امام کا حلیہ مبارک

(۴) فصول المہمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا چہرہ درمیانی گندمی رنگ کا تھا

(الفصول المہمہ ص ۱۹۷)

تیسرا باب

فضائل ومناقب

بزبان جناب جابر بن عبداللہ انصاری

(۱) امام صدوقؒ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ تم میرے فرزند محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) سے ملاقات کرلو جو توریت میں باقر کے لقب سے مشہور ہیں جب تم ان سے ملو تو میرا اسلام پہنچانا چنانچہ جناب جابر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جناب محمد جو ابھی نو عمر تھے۔ اپنے پدر بزرگوار کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر جناب جابر نے اِن صاحبزادے سے کہا ذرا قریب تو آیئے پھر کہنے لگے ذرا پیٹھ پھیریے ، دیکھ کر جابر کہنے لگے رب کعبہ کی قسم آپ میں تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتیں اور خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد جناب جابر نے امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ صاحبزادے کون ہیں تو امام نے فرمایا کہ یہ میرے فرزند اور میرے بعد امر امامت کے وارث محمد باقر ہیں۔ یہ سن کر جابر کھڑے ہو گئے اور امام محمد باقر کے قدموں میں گر پڑے اور انہیں بوسہ دیا۔ پھر کہنے لگے کہ فرزند رسول میں آپ کے قربان جاؤں اپنے جد بزرگوار کا سلام لیجئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سن کر پدر بزرگوار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا اے جابر جب تک آسمان و زمین باقی ہیں میرے نانا کو میرا اسلام پہنچے تم نے مجھے سلام پہنچایا لہٰذا تم پر بھی میرا اسلام ہو۔ (امالی صدوق ص۲۵۳)

امالی ابن شیخ طوسی میں منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جابر بن عبداللہ میرے پاس آئے جب کہ میں حلقہ درس و تدریس میں بیٹھا ہوا تھا تو جابر

مجھ سے کہنے لگے کہ ذرا شکم مبارک سے کپڑا تو ہٹایئے چنانچہ میں نے کپڑا ہٹایا تو انہوں نے اپنا سینہ میرے سینے سے ملا دیا اور کہا کہ مجھے جناب رسالتمآب صلی اللہ و آلہ وسلم کا حکم ہے کہ میں آپ کو اُن کا سلام پہنچاؤں۔ (امالی ابن شیخ طوسی صـ۴۷)

امالی شیخ طوسی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُن کے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ ہم جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس پہنچے اور وہ نابینا ہو چکے تھے جب اُن کے قریب آئے تو انہوں نے ہماری قوم کے بارے میں دریافت کیا وہ بھی میرے قریب آگئے تو میں نے کہا کہ میں محمد بن علی الحسین (علیہم السلام) ہوں تو انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا اور اوپر کی قمیض اور نیچے کا کپڑا نبیان وغیرہ اتارا پھر میرے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کہ مرحبا بک واھلاً اے بھتیجے جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھو تو میں نے ان سے کچھ باتیں دریافت کیں پھر نماز کا وقت آگیا تو جناب جابر ایک بُنا ہوا کپڑا اوڑھ کر کھڑے ہوئے جب انہوں نے اسے اپنے دوش پر ڈالا تو اس کے چھوٹے حصہ کی طرف سے اس کے کنارے ڈال دیئے اور اُن کی ردا اُن کے پہلو میں کھونٹی پر پڑی ہوئی تھی انہوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی تو میں نے اُن سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ آلہ وسلم کے حج وعمرہ کے بارے میں تو بتایئے تو انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور نو دفعہ اِسے بند کیا۔ (امالی شیخ طوسی صـ۲۵۶)

توضیح: مطلب یہ ہے کہ اِس کے باوجود ردا ان کے پہلو کے قریب تھی لیکن انہوں نے اِسے نہیں اوڑھا اور اِس بنے ہوئے کپڑے کو کافی سمجھا۔ رہا یہ کہ ساتھ میں نماز ادا کی تو اِس سے مقصود یہ ہے کہ حضرت امام نے نماز میں امامت فرمائی۔ اس میں قدرے اشکال ہے ہو سکتا ہے کہ اُن کا لحاظ کیا ہو اور حضرت امام اور جابر نے برابر کھڑے ہو کر نماز ادا کی ہو اور ایسا بھی ممکن ہے کہ حضرت امام نے انکی بزرگی اور اُن کے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کو پیش نظر رکھا ہو اس لیے کہ امام معصوم کسی غیر معصوم کی اقتدا نہیں کرتا ائمہ اہل بیت خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب ایک حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت امام باقر العلوم ہیں

(۲) ═ عمرو بن شمر کی روایت باب دوم میں بیان کی جا چکی ہے جس میں جابر بن یزید جعفی نے اِس سوال پر کہ امام محمد باقر کو باقر کیوں کہا جاتا ہے یہ جواب دیا کہ حضرت امام کو باقر اِس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ہی نے علوم کو نشر کیا اور انہیں ہر طرف پھیلایا اسی ضمن میں وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اے جابر تم اِس وقت تک زندہ رہو گے کہ فرزند محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (علیہ السّلام) سے جن کا نام توریت میں باقر مشہور ہے ملاقات کرو جب اُن سے ملنا تو میرا سلام کہہ دینا۔ ایک دفعہ جناب جابر حضرت امام سے مدینہ کے ایک راستہ میں ملے تو پوچھنے لگے کہ اے صاحبزادے آپ کون ہیں تو جواب دیا کہ میں محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں تو جابر کہنے لگے کہ ذرا آگے بڑھیے تو آپ آگے بڑھے پھر بولے ذرا پیچھے ہٹیے تو آپ پیچھے کی طرف ہٹے جابر کہنے لگے کہ رب کعبہ کی قسم اِن میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تمام عادتیں پائی جاتی ہیں پھر کہا بیٹا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سلام کہا ہے یہ سُن کر حضرت امام نے جواب میں فرمایا کہ جب تک آسمان وزمین قائم ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر میرا بھی سلام ہو اور تمھیں بھی میرا سلام کہ تم نے مجھے سلام پہنچایا اس کے بعد جناب جابر نے تین بار اے باقر اے باقر اے باقر کہا بے شک آپ ہی باقر ہیں آپ ہی علم کو وسعت دیں گے اِس کے بعد جناب جابر حضرت امام کی خدمت میں آتے رہے اور آپ کے سامنے بیٹھتے تھے اور حضرت امام انہیں تعلیم دیتے تھے جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث کے بیان کرنے میں ان سے مغالطہ ہوتا تو حضرت امام انہیں صحیح بات بتاتے اور اِسے یاد دلاتے تھے اور جناب جابر اسے تسلیم کرتے تھے اور آپ ہی کے ارشادات کا اعتراف کرتے تھے اور یہی کہتے رہے کہ اے باقر اے باقر اے باقر میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ بچپن ہی میں علم وحکمت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ (علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۳)

مولف رح فرماتے ہیں کہ اسی طرح کی بہت سی روایات و اخبار حضرات ائمہ اثنا عشر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

(۳) ═══ خرائج میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب جابر بن عبداللہ انصاری آخری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تھے جو زندہ تھے اور ہم اہل بیت کے بڑے عقیدت مند تھے مسجد نبوی میں عمامہ اوڑھ کر تشریف فرما ہوتے تو باقر باقر پکارتے تھے یہ دیکھ کر اہل مدینہ کہا کرتے کہ جابر کو ہذیان ہو گیا ہے اور یہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں جس کے جواب میں وہ فرماتے کہ خدا کی قسم مجھے ہذیان نہیں ہوا میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جابر تم اِس مرد سے ملو گے جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کی عادتیں اور خصلتیں میری جیسی ہوں گی وہ علم کو پوری طرح پھیلائے گا یہی وجہ ہے کہ میں اِس طرح پکارتا رہتا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِسی دوران میں ایک دن جناب جابر مدینہ کے راستہ میں رک کر کھڑے ہو گئے اِدھر سے امام محمد باقر علیہ السّلام گزرے جب ان پر جابر رضی اللہ عنہ،

کی نظر پڑی تو کہنے لگے اے صاحبزادے ذرا آگے بڑھیے حضرت امام آگے بڑھے پھر کہا ذرا پیچھے ہٹیے آپ پیچھے ہٹے تو جابر کہنے لگے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں جابر کی جان ہے یہ تو سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عادات اور خصلتیں ہیں یہ فرمایئے کہ آپ کا نام کیا ہے تو امام نے فرمایا کہ میرا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے یہ سُن کر جابر نے آپ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو سلام کہا ہے حضرت امام نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کو میرا سلام پہنچے اس کے بعد حضرت امام باقر علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات سنائی آپ متحیر ہوئے اور فرمایا بیٹا کیا جابر نے ایسی بات کی تو عرض کیا "جی ہاں"، تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا بیٹا گھر کے اندر رہا کرو۔ چنانچہ جناب جابر صبح وشام جناب امام کے پاس آتے تھے جس پر اہل مدینہ کہنے لگے کہ "تعجب ہے کہ جابر ان صاحبزادے کے پاس دونوں وقت آتے ہیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آخری صحابی ہیں جو باقی رہ گئے ہیں"۔ جناب جابر کا یہ سلسلہ جاری رہا کہ امام زین العابدین کی رحلت ہو گئی اور امام محمد باقر علیہ السلام جابر کے پاس اُن کے صحابی رسول ہونے کے پیش نظر آتے رہتے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام لوگوں سے خدا تعالیٰ کے بارے میں گفتگو فرماتے تو اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ان سے زیادہ نڈر اور بے باک کسی کو نہیں دیکھا جب جناب امام نے ان کی ان باتوں کو سُنا تو آپ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث بیان فرمانے لگے تو مدینہ والے یوں کہنے لگے کہ ہم نے ان سے زیادہ کسی کو (معاذ اللہ) جھوٹا نہیں پایا جو ان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جنہیں انہوں نے دیکھا تک نہیں جب حضرت امام نے ان کی یہ بات بھی سنی تو آپ نے جناب جابر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی روایت کردہ احادیث بیان کرنا شروع کر دیں جس پر لوگوں نے آپ کی تصدیق کی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جابر میرے پدر بزرگوار کے پاس آتے رہے اور ان سے علم حاصل کرتے رہے۔

(الکافی جلد ۱ ص ۴۶۹)

یہی روایت الاختصاص اور رجال الکشی میں بھی مذکور ہے (الاختصاص ص ۶۲ رجال الکشی ص ۲۷)

وضاحت مذکورہ روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے امام محمد باقر علیہ السلام سے جناب جابر کی باتیں سُننے کے بعد فرمایا کہ گھر سے باہر نہ جایا کرو، ممکن ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ آپکو اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ کے لوگ حسد کی وجہ سے آپ کو ایذائیں دینے لگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا امام باقر علیہ السلام کو سلام

(۴) الارشاد میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پدر بزرگوار نے فرمایا کہ میں جابر بن عبداللہ کے پاس آیا تو میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب سلام دیا اور مجھ سے پوچھا آپ کون ہیں اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب جناب جابر کی بینائی جاتی رہی تھی تو میں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں تو وہ بولے ذرا میرے قریب آئیے میں اُن کے قریب ہوا تو انہوں نے میرا ہاتھ چوما پھر میرے قدموں کی طرف جھکے کہ ان کا بوسہ لیں تو میں ذرا پیچھے ہٹا جناب جابر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے میں نے جواب میں کہا کہ آنحضرت جدامجد پر بھی برکات اور سلامتی کا خدا کی طرف سے نزول ہو۔ حضرت امام نے جناب جابر سے دریافت فرمایا کہ یہ کب کی بات ہے تو انہوں نے کہا کہ ایک دن میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا تو مجھ سے ارشاد فرمایا اے جابر تم اِس وقت زندہ رہو گے کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند سے ملاقات کرو جن کا نام محمد بن علی بن الحسین ہو گا اور خداوند عالم انہیں نور و حکمت عطا فرمائے گا جب ان سے ملو تو میرا سلام کہنا۔ (الارشاد صـ ۲۷۹)

(۵) کشف الغمہ میں ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام اِن کے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے جو ابھی بچے تھے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ بیٹا اپنے چچا کے سر کا بوسہ لو یہ سُن کر امام محمد باقر علیہ السلام جناب جابر کے قریب آئے اور اُن کے سر کو چوما جس پر جناب جابر نے کہا کہ آپ کون ہیں اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جابر رض بینائی سے محروم ہو چکے تھے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے بیٹے محمد ہیں چنانچہ جابر نے انہیں اپنے سینے سے لپٹا لیا اور کہنے لگے اے محمد۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے چنانچہ وہاں موجود بعض لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوا تو جناب جابر نے جواب دیا کہ ایک دن میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت امام حسین ان کی گود میں تھے کہ آپ ان سے کھیل رہے تھے تو فرمایا کہ اے جابر میرے فرزند حسین ع کا ایک فرزند پیدا ہو گا جس کا نام علیؑ ہو گا جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی آواز دے گا کہ سید الساجدین کھڑے ہو جائیں تو حسینؑ کے بیٹے علیؑ کھڑے ہو جائیں گے اور انہی علیؑ کے ایک فرزند محمد ہوں گے اے جابر جب تم ان سے ملو تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی جان لو کہ تمہاری زندگی اِن سے ملاقات کے بعد بہت تھوڑی ہو گی چنانچہ یہی ہوا کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جابر رض تھوڑے دنوں زندہ رہے اور پھر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (کشف الغمہ صـ ۳۲۱)

لیث کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جناب جابر نے مجھ سے

کہا کہ آپ تمام مخلوق میں بہترالنسان کے فرزند ہیں آپ کے جد بزرگوار جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور آپ کی جدہ ماجدہ تمام عالموں کی عورتوں کی سردار ہیں۔

(۶) ــــــ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے کہ ایک دن جابر رضی اللہ عنہ، میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ذرا اپنے شکم مبارک سے کپڑا تو ہٹایئے تو میں نے ایسا ہی کیا جس پر انہوں نے اپنا سینہ و شکم میرے سینہ و شکم سے ملا دیا اور کہا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو ان کا سلام پہنچاؤں۔ (نفس المصدر، صـ۳۲۳)

مطالب السؤول میں بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ (صـ۸۱)

(۷) ــــــ الاختصاص میں ہشام بن سالم سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جتنے فضائل میرے پدر بزرگوار کے ہیں اتنے کسی کے نہیں ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ سے فرمایا تھا کہ جب تم میرے فرزند سے ملو تو انہیں میرا سلام کہنا۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب جابر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو آپ نے اُن سے امام محمد باقر علیہ السلام سے ملنے کی درخواست کی تو حضرت امام نے فرمایا کہ وہ باہر چلے گئے ہیں میں ابھی کسی کو بھیج کر انہیں بلاتا ہوں۔ ہشام کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے کسی کو انہیں بلانے کے لیے بھیجا جب وہ تشریف لائے تو جناب جابر نے انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچایا اور ان کے سر کو چوما اور گلے سے لگا لیا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جد محترم پر اور تم پر بھی سلام ہو اس کے بعد جابر نے حضرت امام سے درخواست کی کہ بروز قیامت آپ میری شفاعت فرمائیں تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اے جابر میں ضرور شفاعت کروں گا۔ (الاختصاص صـ۶۲)

رجال الکشی میں بھی مذکورہ روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے (صـ۲۸)

مولف فرماتے ہیں کہ اس باب کی مناسبت سے جناب جابر کی اخبار و روایات باب نصوص الرسول در بارہ ائمہ اثنا عشر میں بیان کی گئی ہیں۔

چوتھا باب

ثبوت امامت، وارثِ علم و تبرکات

(۱) عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے والد اور دادا سے روایت کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی رحلت کے وقت اپنے فرزندوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کے پاس جمع تھے پھر آپ نے اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف رُخ کر کے فرمایا اے محمد یہ ایک صندوق ہے اسے اپنے گھر لے جاؤ اور یہ سمجھ لو کہ اس میں نہ دینار ہیں نہ درہم بلکہ یہ صندوق خزانہ علم سے معمور ہے۔ (البصائر جلد ۴ باب ۱ ص ۴۴)

اعلام الوریٰ میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے (ص ۲۶۰) اور کافی میں بھی اسی طرح یہ روائت مذکور ہے۔ (جلد ۱ ص ۳۰۵)

البصائر میں اس طرح مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو اس سے پہلے کہ آپ دنیا سے مفارقت فرمائیں آپ نے ایک جامہ دان یا صندوق جو آپ کے پاس محفوظ تھا منگوایا اور امام محمد باقر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اس صندوق کو اٹھا کر لے جاؤ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ صندوق اتنا بھاری تھا کہ اُسے چار آدمیوں نے مل کر اٹھایا جب امام زین العابدین علیہ السلام رحلت فرما گئے تو امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس اُن کے بھائی حاضر ہوئے اور صندوق میں رکھی ہوئی چیزوں کے دعویدار ہوئے اور کہنے لگے کہ اس صندوق کی چیزوں میں سے ہمارا حصّہ ہمیں دیجیے تو حضرت امام نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اس میں تمہارا کوئی حصّہ نہیں اور اگر اس میں تمہارا کچھ بھی حصّہ ہوتا تو پدر بزرگوار اس صندوق کو میرے حوالے نہ فرماتے اور سب کو اُن کے حصے تقسیم فرما دیتے اس صندوق میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کچھ ہتھیار اور اسلحہ ہے اور آپ کی کتابیں ہیں۔ (البصائر جلد ۴ ص ۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی یہی روایت اعلام الوریٰ میں بیان کی گئی ہے (ص۲۶) اور کافی میں بھی اسی طرح ہے جلد ا ص۳۰۵

وضاحت مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ صندوق کو چار آدمیوں نے مل کر اٹھایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھاری تھا اس لیے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تبرکات نبوت اسلحہ اور کتابیں اور صحائف تھے۔

(۲) ــــ خرائج میں ابو خالد سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد کون امام ہوں گے تو فرمایا کہ میرے فرزند محمد ہوں گے جو ہر سو علم کو پھیلائیں گے۔ (الخرائج والجرائح ص۱۹۵)

آپ کا حق امامت و ولایت

(۳) ــــ اعلام الوریٰ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ابن حزم کو خط میں لکھا کہ حضرت علی علیہ السلام اور جناب عمرؓ و عثمانؓ کے اوقاف کا حساب و کتاب مجھے بھیج دیا جائے۔ ابن حزم نے زید بن امام حسن علیہ السلام سے جو اولادِ امام میں بلحاظ عمر بڑے تھے رابطہ قائم کیا اور اس کے بارے میں پوچھا تو زید نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حق ولایت امام حسنؑ کو حاصل ہوا اور ان کے بعد امام حسینؑ اور پھر امام علی بن الحسین کو یہ حق پہنچا اور ان کے بعد امام محمد بن علی باقر کو یہ حق ولایت حاصل ہوا۔ لہٰذا یہ انہی کے پاس بھیجیے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابن حزم نے میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے مجھے اس کے لیے ایک خط دیکر روانہ کیا تو میں نے ابن حزم کو جا کر وہ خط دے دیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ اس بات کو امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے سمجھتے ہیں تو ابن حزم نے کہا یہ تو ایسا ہی ہے جسے یہ معلوم ہے کہ یہ رات ہے بس وہ ان سے حسد میں گرفتار ہیں اگر وہ حق کو حق کی صورت میں طلب کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا لیکن وہ دنیا کے طلب گار ہیں۔

(اعلام الوریٰ ص۲۶)

وصیت امام زین العابدین

(۴) ــــ کفایۃ الاثر میں عثمان بن خالد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ایک بار امام زین العابدین ایسے بیمار ہوئے کہ اس میں ان کی رحلت واقع ہو گئی چنانچہ حضرت امام نے اپنے آخری وقت اپنے فرزندوں امام محمد باقرؑ حسن عبد اللہ عمر زید اور حسین کو جمع کیا اور اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور انہیں باقر کا لقب عطا کیا اور سب لوگوں کے معاملات کو امام محمد

باقرؑ کے سپرد فرمایا اور اِس طرح وصیت فرمائی کہ بیٹا علم عقل کا رہنما ہے اور عقل علم کی ترجمان ہے اور یہ جان لو کہ علم ایک بہتر محافظ ہے اور زبان بہت زیادہ غلط گو بکواس کرنے والی چیز ہے۔ بیٹا دنیا کی پوری کی پوری اچھائی دو باتوں میں آگئی ہے یہ سمجھو کہ معیشت و معاشرت کی نیکی اور اصلاح ایک پیمانہ بھر ہے جس کا دو تہائی سمجھ بوجھ اور دانائی و ہوشیاری ہے اور ایک تہائی حصہ بے التفاتی اور تغافل ہے اور انسان اِسی چیز سے غفلت برتتا ہے جس سے واقفیت رکھتا ہے۔ بیٹا یہ بھی جان لو کہ زندگی گزارنے والے لمحات تمہاری زندگی کو کم کر رہے ہیں اور تمہیں کوئی نعمت اِس وقت تک نہیں ملتی جب تک دوسری چلی نہ جائے لہذا بڑی بڑی امیدوں اور آرزوں سے بچتے رہو کتنے ایسی آرزو رکھنے والے لوگ ہیں جن کی آرزو پوری نہیں ہوتی اور کتنے ایسے مال کے جمع کرنے والے ہیں کہ انہوں نے اِس میں سے کچھ بھی نہیں کھایا اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو دل میں رنج لیے ہوئے دولت کو یوں ہی چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں شاید انہوں نے وہ مال ناجائز طور پر جمع کیا ہو اور کسی کا حق مار لیا ہو اور وہ مال حرام کی کمائی ہو پھر اسے وراثت میں چھوڑا ہو ایسے آدمی اِس کا بوجھ اٹھائیں گے اور خدا کی طرف یہ بار لے کر جائیں گے یقیناً یہ ایک کھلا ہوا گھاٹا ہو گا۔ (کفایۃ الاثر ص ۳۱۹)

(۵) ـــــ کفایۃ الاثر میں مالک بن امین سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ بیٹا میں نے تمہیں اپنے بعد اپنا جانشین اور امام مقرر کیا ہے جو بھی میرے اور تمہارے درمیان امامت کا دعوی کرے گا تو خداوند عالم قیامت کے دِن اِس کے گلے میں آگ کا طوق ڈال دے گا۔ تمہیں خدا کی حمد اور اِس کا شکر بجا لانا چاہیئے۔ بیٹا اِس شخص کا شکریہ ادا کرو جو تم پر احسان کرے اور جو تمہارا شکریہ ادا کرے اُس پر احسان کرو جب تک شکر ادا کرتے رہو گے نعمت زائل نہ ہو گی اور جب ناشکری اور کفرانِ نعمت کرنے لگو تو نعمت جاتی رہے گی اور اِس نعمت کا شکر ادا کرنے والا جس کا شکر واجب ہے اپنے شکر کی بجا آوری کی وجہ سے بڑا خوش قسمت ہے۔ اس کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (سورہ ابراہیم آیت ۷)

"اگر تم میرا شکر کرتے رہو گے تو میں نعمتوں میں زیادتی کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو میرا عذاب سخت ہے" (کفایۃ الاثر ص ۳۱۹)

لوح محفوظ میں ائمہ کے اسما کا اندراج

(۶) ـــــ کفایۃ الاثر میں زہری سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اِس بیماری کے دوران میں حاضر ہوا جس میں حضرت نے رحلت فرمائی۔ آپ کے سامنے ایک پلیٹ رکھی ہوئی

تھی جس میں روٹی اور کاسنی تھی حضرت امام نے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول میں کھانا کھا چکا ہوں تو آپ نے فرمایا یہ ہندبا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہندبا کی کیا فضیلت ہے کہ ہندبا کا کوئی پتّا ایسا نہیں جس پر جنت کے پانی کا کوئی قطرہ نہ ہو اس میں ہر مرض کی شفا ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ پھر کھانا بڑھا لیا گیا اور روغن لایا گیا اور حضرت امام نے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ یہ روغن تناول کرو تو میں نے عرض کیا کہ میں روغن کھا کر حاضر ہوا ہوں حضرت امام نے فرمایا کہ یہ روغن بنفشہ ہے جس پر میں نے دریافت کیا کہ روغن بنفشہ کی تمام دوسرے روغنوں پر کیا فضیلت ہے تو فرمایا ایسی فضیلت ہے جیسے اسلام کو دوسرے دینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس کے بعد حضرت کے صاحبزادے محمد تشریف لائے تو آپ نے اُن سے ایک رازدارانہ طویل گفتگو فرمائی جس میں سے کچھ باتیں میں نے بھی سُنیں۔ فرمایا کہ بیٹا دوسروں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول اگر حکم الٰہی یہی ہے تو اس سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں اور اس وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ آپ اپنی موت کی اطلاع دے رہے ہیں تو یہ فرمائیے کہ آپ کے بعد خلافت کا منصب کس طرف پلٹے گا تو ارشاد فرمایا کہ یہ منصب میرے اس فرزند کو ملے گا اور امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ میرے وصی و جانشین اور میرے علم کے صندوق ہیں علم کا معدن اور اس کے وسیع کرنے والے ہیں۔

زہری کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ فرزند رسول باقر العلم کے کیا معنی ہیں تو فرمایا کہ میرے خالص دوست اور پیروی کرنے والے ان کی طرف رجوع کریں گے اور یہ علم کو شگفتہ اور وسیع کریں گے اس کے بعد حضرت امام نے اپنے فرزند امام محمد علیہ السلام کو ایک کام کے لیے بازار کی طرف روانہ کیا۔ جب صاحبزادے واپس آئے تو میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول کیا آپ نے اپنی اولاد میں سے سب سے بڑے کو وصیت نہیں فرمائی تو جواب دیا کہ اے ابو عبداللہ امامت کے لیے چھوٹے اور بڑے کا کوئی فرق نہیں اور ہمیں یہی حکم رسول ملا ہے اور ایسا ہی ہم نے لوح اور صحیفہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے میں نے پھر دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عہد کتنے افراد کے بارے میں ہے جو ان کے بعد وصی و جانشین ہوں گے امام نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے لوح و صحیفہ میں بارہ نام لکھے ہوئے دیکھے ہیں اور ان کے ماں باپ کے نام بھی ان میں درج ہیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ میرے فرزند محمد باقر کی نسل سے سات وصی ہوں گے جن میں حضرت امام مہدی (عجل اللہ فرجہ) بھی شامل ہیں۔

کفایۃ الاثر صـ ۳۱۹

پانچواں باب

معجزات امام محمد باقر علیہ السلام

امالی شیخ رح میں محمد بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شامی جس کی رہائش مدینہ میں تھی جناب ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آتا جاتا تھا اور آپ کی صحبت میں بھی بیٹھا کرتا تھا ایک دن آپ سے کہنے لگا کہ "اے محمد مجھے آپ کی مجلس میں شرم آتی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے زیادہ آپ اہل بیت سے دشمنی رکھنے والا روئے زمین پر کوئی اور دوسرا ہو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کی دشمنی میں خدا اور رسولؐ اور امیرالمومنین کی اطاعت ہے لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ صاحب فصاحت و بلاغت ہیں اور ادب و حسن کلام میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں اور میرا یہ آنا جانا اسی وجہ سے ہوتا ہے۔" حضرت امام نے اِس کے لیے اچھے الفاظ استعمال کیے اور فرمایا کہ خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شامی بیمار ہوگیا جب بیماری کی تکلیف بڑھ گئی تو اُس نے اپنے ایک قریبی عزیز سے کہا کہ جب تم مجھ پر کپڑا ڈال دو تو امام محمد باقر علیہ السلام کو بلانا اور ان سے درخواست کرنا کہ وہ میرے جنازے کی نماز پڑھیں اور انہیں یہ بھی بتا دینا کہ میں نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے جب آدھی رات ہوئی تو عزیزوں کو یقین ہوگیا کہ یہ ٹھنڈا ہے اور مر چکا ہے۔ جب صبح ہوگئی تو اُس کا وارث مسجد میں آیا جب حضرت امام نماز سے فارغ ہو ہو چکے تو اس نے امام کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شامی نے انتقال کیا اور اس کی آپ سے یہ درخواست تھی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں تو امام نے فرمایا ہرگز نہیں شام کا علاقہ تو سرد اور ٹھنڈا ہے اور حجاز میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ لہٰذا تم جاؤ اور دیکھو دفن میں جلدی نہ کرنا پھر حضرت امام اپنی جگہ سے اٹھے اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ میں چلے گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اُس شامی کے مکان پر تشریف لائے اسے آواز دی تو اس

نے جواب دیا حضرت امام اُس کے پاس بیٹھے اور اسے سہارا دے کر بٹھایا اور ستو منگا کر اسے پلایا اور اِس کے اہل خانہ سے فرمایا کہ اِسے شکم سیر کرو اور ٹھنڈی غذا اسے اس کے سینہ کو ٹھنڈک پہنچاؤ اِس کے بعد امام واپس تشریف لے آئے ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ شامی تندرست ہو گیا اور خدمت امام میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں حضرت نے اِس کا موقع دیا تو شامی کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور اس کا وہ دروازہ ہیں جو آنے کا صحیح راستہ ہے جو شخص آپ کے سوا کسی دوسرے دروازے سے آیا وہ نامراد اور گھاٹے میں رہا اور گمراہ ہو گیا۔

حضرت امام نے اس سے پوچھا کہ تجھ پر کیا گزری تو کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ میری روح اس سے باخبر ہے اور میں نے آنکھوں سے بھی دیکھا اور انہوں نے مجھے حیرت میں نہیں ڈالا کہ ایک آواز دینے والے کو میں نے اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سُنا جب کہ میں نیند کے عالم میں بھی نہ تھا کہ اِس کی روح کو لوٹا دو کہ اِس لیے کہ ہم سے جناب امام محمدؑ بن علیؑ نے اس بارے میں سوال کیا ہے اِس پر حضرت امام نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے لیکن اِس کے عمل سے بغض رکھتا ہے اور بندہ سے بغض رکھتا ہے اور اس کے عمل کو دوست رکھتا ہے محمد بن سلیمان کہتے ہیں کہ پھر وہ شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہو گیا۔ امالی طوسی ص۲۶ مناقب بن شہر آشوب میں بھی مذکورہ روایت نقل کی گئی ہے۔ (جلد ۳ ص۳۲۰)

الواح توریت کی حضرات ائمہ کے پاس موجودگی

(۲) البصائر میں ابن مسکان نے لیس مرادی سے نقل کیا ہے جسے انہوں نے سدیر کے حوالے سے بیان کیا اور کہا کہ جب میں نے یہ بات سُنی تو میں سدیر کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ لیث مرادی نے آپ سے ایک حدیث کو روایت کر کے مجھ سے بیان کیا ہے تو سدیر کہنے لگے کہ وہ حدیث کیا ہے میں نے کہا کہ میں آپ پر قربان وہ حدیث یمانی ہے تو کہنے لگے اچھا سنو میں ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یمنیوں کا ایک شخص آیا تو حضرت ان سے یمن کے بارے میں پوچھنے لگے اور وہ جوابات دیتے رہے حضرت نے پوچھا کہ تم یمن میں فلاں فلاں گھر کو جانتے ہو تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہاں میں نے اِس گھر کو دیکھا ہے پھر حضرت امام نے فرمایا کہ اس کے پاس اس طرح کی چٹان ہے کیا تم اِس سے واقف ہو؟ تو اس یمنی نے عرض کیا کہ حضور میں نے اُسے بھی دیکھا ہے پھر وہ یمنی کہنے لگے کہ میں نے آپ سے زیادہ شہروں کے حالات کا جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا جب وہ یمنی جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت امام نے مجھ سے فرمایا اے ابوالفضل یہی وہ چٹان ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ نے غصّہ کی حالت

میں توریت کی تختیاں پھینک دی تھیں لیکن اس چٹان نے توریت کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں کیا۔ جب خداوند عالم نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو وہ تختیاں آپ کی طرف آئیں جو اب ہمارے پاس ہیں۔ (البصائر جلد ۳ باب ۱۰ ص۳۶)

معرفت اسم اعظم

(۳) ـــــ نفس المصدر میں عمر بن حنظلہ سے منقول ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یہ سمجھ لوں کہ آپ کی نگاہ میں کوئی میرا مقام ہے؟ تو حضرت امام نے فرمایا ہاں ایسا ہے عمر بن حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ حضور میری ایک حاجت ہے پوچھا وہ کیا حاجت ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے اسم اعظم تعلیم فرمادیں جس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں اس کی برداشت کی طاقت و صلاحیت ہے! میں نے عرض کیا ہاں حضور طاقت ہے تو امام نے فرمایا اچھا اس مکان کے اندر تو آؤ عمر بن حنظلہ کہتے ہیں کہ حضرت امام گھر میں داخل ہوئے اور زمین پر اپنا ہاتھ رکھا تو مکان میں اندھیرا چھا گیا یہ دیکھ عمر بہت گھبرائے اور کپکپاہٹ طاری ہوگئی جس پر حضرت امام نے فرمایا اب کیا کہتے ہو کیا میں تمہیں اس حالت میں اسم اعظم کی تعلیم دوں تو انہوں نے عرض کیا کہ "نہیں" پھر حضرت امام نے اپنے ہاتھ کو اس جگہ سے اٹھایا تو گھر سے اندھیرا جاتا رہا۔ (نفس المصدر جلد ۴ باب ۱۲ ص۵۶)

مناقب ابن شہر آشوب میں عمر بن حنظلہ کی یہی روایت اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے جلد ۳ ص۲۲

(۴) ـــــ بصائر میں ابو بصیرؒ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے ایک صحابی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے آج تک امام محمد باقر علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل نہیں کیا یہ سُننا تھا کہ میں نے جلدی سے ایک خط نکالا جو حضرت امام سے میری ملاقات کا ثبوت تھا جو حج سے پہلے زمانے کا تھا پھر میں مدینہ گیا اور حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ تمہاری اس جھنجلاہٹ کا کیا بنا تو میں نے کہا کہ حضور فلاں شخص نے خواہ مخواہ مجھ سے یہ کہا کہ تم نے آج تک حضرت امام سے شرف ملاقات حاصل نہیں کیا۔ (البصائر جلد ۵ باب ۱۱ ص۶۷)

(۵) ـــــ البصائر میں عبداللہ بن عطاء مکی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ مجھے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کا شوق ہوا اس وقت میں مکّہ میں تھا چنانچہ میں مدینہ پہنچا اور میں حضرت امام کی زیارت کے شوق میں ہی مدینہ آیا تھا لیکن اس رات میں شدید بارش ہوگئی اور سخت سردی تھی چنانچہ آدھی رات گئے حضرت امام کے دروازے پر پہنچا اور اپنے دل میں کہا کہ اس وقت تو دروازے پر دستک نہیں دوں گا اور صبح ہونے کا انتظار کروں گا میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے حضرت امام کی آواز سُنی کہ کنیز سے فرمارہے تھے کہ ابن عطا کے لیے دروازہ کھول دو اس وقت وہ سردی اور

تکلیف میں مبتلا ہیں چنانچہ اُس کنیز نے دروازہ کھولا اور میں حضرت امام کی خدمت میں پہنچ گیا۔
(البصائر جلد ۵ باب ۱۴ صف۷)

کشف الغمہ اور مناقب بن شہر آشوب میں اسی طرح مروی ہے کشف الغمہ جلد ۲ ص۳۴۹ مناقب جلد ۳ ص۳۲۱)

اعجازات امامؑ

(۶) البصائر میں عبدالرحمن بن کثیر سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک وادی سے گزر ہوا آپ نے وہاں ایک خیمہ لگایا پھر حضرت ایک درخت خرما کے قریب تشریف لائے وہاں آپ نے کچھ اس طرح حمد الٰہی کی کہ میں کچھ نہ سمجھ سکا پھر فرمایا اے درخت جو کچھ تجھے خدا نے دیا ہے اس میں کھانے کے لیے مجھے بھی کچھ پھل دے امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ اس میں سے سُرخ اور زرد کھجوریں گرنے لگیں آپ نے انہیں تناول فرمایا اور ابوامیہ انصاری نے بھی جو آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ کھجوریں کھائیں پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیہ مبارکہ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (سورۂ مریم آیت ۲۵) (خرمے کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر پکے پکے تازہ خرمے جھڑ پڑیں گے) ہمارے لیے اسی طرح ہے جس طرح حضرت مریم کے لیے نازل ہوئی (البصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۳ ص۶۹)

مناقب ابن شہر آشوب میں یہ روایت عبدالرحمن سے اسی طرح بیان کی گئی ہے (جلد ۳ ص۳۲۱)

(۷) البصائر میں عبداللہ بن عطا سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ایک دفعہ رات کے قریب پہنچا اور طواف و سعی سے فارغ ہوا ابھی کچھ رات باقی تھی کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کے لیے سوچا کہ رات کا باقی حصہ حضرت سے بات چیت میں گزار دوں چنانچہ حضرت امام کے دروازہ پر پہنچا اور دستک دی تو میں نے حضرت امام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر عبداللہ آئے ہیں تو انہیں اندر آنے دو پھر آواز آئی کہ دروازے پر کون ہے تو میں نے جواب دیا کہ عبداللہ بن عطا حاضر ہوا ہے تو فرمایا اندر آ جاؤ۔ (البصائر جلد ۵ باب ۱۴ ص۷۱)

(۸) البصائر میں جناب ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں امام محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں؟ تو فرمایا ہاں ہاں تو میں نے عرض کیا کہ آنحضرت تمام انبیاء کرام کے وارث ہیں اور ہر اس امر کے عالم ہیں جس کا انہیں علم تھا تو ارشاد فرمایا ہاں ہاں ایسا ہی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ کیا آپ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کر دیں اور پیدائشی نابینا اور جذام و برص میں مبتلا آدمی کو شفا عطا فرمائیں فرمایا ہاں خداوند عالم کے اذن اور اس کی مرضی سے ہم اس کی قدرت رکھتے ہیں پھر فرمایا ابو محمد ذرا قریب آؤ

میں قریب ہوا تو آپ نے میری آنکھوں اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو میں بینا ہوگیا اور میں نے سورج آسمان و زمین پورا گھرا اور گھر کی ہر چیز کو آنکھوں سے دیکھ لیا پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسی حالت میں رہ کر بروز قیامت عام لوگوں کی طرح امید و بیم میں رہو یا جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو جاؤ اور جنت تمہارے لیے ہو میں نے عرض کیا کہ میں پہلی حالت میں رہنا چاہتا ہوں تو حضرت نے پھر میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو میں پہلے کی طرح نابینا ہوگیا۔

علی بن الحکم کہتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کا ابن ابی عمیر سے ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سب کچھ اسی طرح حق ہے۔ جیسے دن کا ہونا حق ہے۔ (نفس المصدر جلد ۶ باب ۳ صـ۵)

یہی روایت اعلام الوریٰ (صـ۲۶۲) مناقب (جلد ۳ صـ۳۱۸) اور الخرائج والجرائح (صـ۱۹۶) میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔

رجال الکشی میں یہی مذکورہ روایت علی بن حکم سے بیان کی گئی جس میں تھوڑا سا فرق پایا جاتا ہے (صـ۱۱۶)۔

(۹) البصائر میں علی بن معبد سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حبابہ والبیہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت امام نے پوچھا حبابہ کیا بات ہے کہ تم ایک عرصہ کے بعد یہاں آئی ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے سر کے بالوں کی سفیدی بڑھاپے اور غموں کی زیادتی نے ایسا بنا دیا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ ذرا میں بھی تو دیکھوں حبابہ کہتی ہیں کہ میں حضرت کے قریب ہوئی تو آپ نے میرے سر کے درمیان میں اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا ذرا آئینہ تو لاؤ میں نے آئینہ لیا اور اس میں دیکھا کہ میرے سر کے درمیان سارے بال سیاہ ہو گئے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور میری خوشی سے حضرت امام بھی خوش ہوئے۔ (البصائر جلد ۶ باب ۳ صـ۷۵)

اطاعت پرندگان و درندگان

(۱۰) البصائر میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ قمری کا ایک جوڑا خدمت امام میں آیا اور دونوں اپنی بولی میں کچھ کہنے لگے حضرت امام نے اسی بولی میں انہیں جواب دیا پھر وہ اوڑھ کر ایک دیوار پر جا بیٹھے تو نر نے مادہ سے اپنی زبان میں کچھ کہا اور وہ دونوں اڑ گئے یہ دیکھ کر میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان یہ پرندوں کا کیا معاملہ ہے تو فرمایا اے ابن مسلم ہر چیز کو خدا نے پیدا کیا ہے خواہ وہ پرندوں میں سے ہو یا چوپایوں میں سے ہو یا کوئی اور جاندار ہو اولاد آدم سے زیادہ ہماری بات سنتے ہیں اور ہماری اطاعت کرتے ہیں اس جوڑے میں نر کو اپنی مادہ کی طرف سے بدگمانی ہوگئی تھی جس پر مادہ نے قسم کھائی کہ

اِس نے اِس طرح کا کوئی کام نہیں کیا جسے نر نے قبول نہیں کیا تو مادہ نر سے کہنے لگی کہ کیا تو حضرت امام محمد بن علی بن الحسین کے فیصلہ پر راضی ہے تو دونوں مجھ پر رضا مند ہو گئے اور میں نے نر کو بتایا کہ وہ اپنی مادہ پر ظلم کر رہا ہے تو نر نے مادہ کو سچّا سمجھا۔

(نفس المصدر جلد ۶ باب ۳ صـ۹۸)

مناقب ابن شہر آشوب میں محمد بن مسلم سے اِسی طرح مذکور ہے (جلد ۳ صـ۳۲۴)

(۱۱) البصائر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ہجین کی طرف گزر ہوا اور آپ کے رفیق ابوامیہ انصاری محمل میں آپ کے ساتھ تھے کہ ایک قمری پر نظر پڑی جو آپ کی محمل کے ایک طرف آبیٹھا تھا ابوامیہ نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے اڑانا چاہا جس پر امام نے فرمایا اے ابوامیہ یہ پرندہ اہل بیت کے ذریعہ اپنی حفاظت کی تلاش میں آیا ہے اور میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اِس سے سانپ کو دور کرے جو ہر سال آتا تھا اور اِس کے بچوں کو کھا جاتا تھا چنانچہ وہ سانپ اِس سے دور ہو گیا۔ (بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۴ صـ۹۹)

(۱۲) الاختصاص میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں مکّہ اور مدینہ کے درمیان امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ سفر کر رہا تھا میں گدھے پر سوار تھا اور حضرت امام خچر پر کہ اچانک ایک بھیڑیا پہاڑ سے اُترا اور حضرت کی طرف بڑھا آپ نے خچر کو روک لیا اور بھیڑیا قریب آگیا اور زین کی نشست کے اگلے حصّہ پر اپنا پنجہ رکھ دیا اور اپنی گردن کو امام کے کان کے قریب لے گیا اور حضرت امام نے تھوڑی دیر کے لیے اپنے کان اِس بھیڑیے کے قریب کر دیئے پھر فرمایا جا میں نے کر دیا یہ سُن کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا چلا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان میں نے عجیب بات دیکھی تو حضرت نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے اِس سے کیا کہا میں نے عرض کیا کہ خُدا اور اُس کا رسول اور فرزند رسول زیادہ بہتر سمجھتے ہیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اِس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ فرزند رسول میری مادّہ اِس پہاڑ پر ہے اور اس پر بچہ کا جننا دشوار ہو گیا ہے لہٰذا آپ بارگاہ الٰہی میں دُعا فرمایئے کہ وہ اِس تکلیف کو اُس سے دُور کرے اور میری نسل میں سے کسی کو آپ کے شیعوں پر مسلط نہ کرے تو میں نے اُس سے کہا تھا کہ میں نے دُعا کر دی۔ (بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۵ صـ۱۰۱)

کشف الغمہ میں بھی محمد بن مسلم سے یہی روایت بیان کی گئی ہے۔ (جلد ۲ صـ۳۴۸)

(۱۳) مناقب ابن شہر آشوب میں مندرجہ بالا روایت مذکور ہے لیکن کچھ اضافہ کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ حسن بن علی بن ابی حمزہ نے دلالات میں اِس خبر کو امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور مزید یہ کہا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سفر کے دوران میں اپنی کھیتی کی زمین پر ایک ماہ تک قیام فرمایا اور جب واپس ہوئے تو وہی بھیڑیا اور اُس کی مادہ اور اِس

کا بچہ سامنے آئے اور اپنی بولی میں حضرت امام سے کچھ کہا آپ نے بھی انہیں اِس سے ملتی جلتی زبان میں جواب دیا پھر ہم سے فرمایا کہ اِس کے زچہ بچہ پیدا ہوا ہے اور یہ سب تمہارے اور میرے لیے خدا سے اچھی رفاقت اور دوستی کی دُعا کرتے ہیں اور میں نے بھی ان کے لیے یہی دُعا کی ہے جیسے انہوں نے ہمارے لیے دُعا کی اور میں نے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ ہمارے کسی دوست اور میرے اہل بیت کو اذیت نہ پہنچائیں چنانچہ اُنہوں نے مجھے اِس کی ضمانت دی ہے۔ (المناقب جلد ۳ صہ ۳۲۲)

امامؑ کی قدرت

(۱۴۷) الاختصاص میں جناب جابر سے منقول ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تنگ دستی اور محتاجی کی شکایت کی تو فرمایا اے جابر میرے پاس اس وقت ایک درہم بھی نہیں جو میں تمہیں دُوں تھوڑی دیر میں کمیت شاعر آگئے اور خدمت امام میں عرض کرنے لگے کہ میں آپ پر قربان اگر اجازت ہو تو میں ایک قصیدہ پیش کروں حضرت نے فرمایا ہاں ہاں پڑھو چنانچہ انہوں نے قصیدہ پڑھا اور امام نے غلام سے فرمایا کہ گھر کے اندر جاؤ اور تھیلی لے آؤ وہ تھیلی لے آیا اور آپ نے وہ تھیلی کمیت کو دی کمیت نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں اگر اجازت ہو تو ایک دوسرا قصیدہ پیش خدمت کروں حضرت امام نے فرمایا ہاں ہاں پڑھو تو انہوں نے دوسرا قصیدہ پڑھا اور حضرت نے غلام سے فرمایا جاؤ اور اندر سے تھیلی لے آؤ کہ وہ تھیلی کمیت کو دُوں چنانچہ غلام تھیلی لے آیا اور امام نے وہ تھیلی بھی کمیت کو دے دی۔ کمیت نے پھر عرض کیا کہ میں آپ پر قربان اگر اجازت ہو تو تیسرا قصیدہ پیش کروں حضرت نے اجازت دی اور انہوں نے قصیدہ پیش کیا حضرت امام نے غلام کو پھر تھیلی لانے کے لیے حکم دیا تاکہ کمیت کو دی جائے غلام تھیلی لایا اور حضرت نے کمیت کو دی جس پر کمیت نے امام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں خُدا کی قسم کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے آپ سے محبت نہیں رکھتا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس کا صلہ چاہتا ہوں یہ تو مجھ پر ایک حق ہے جو خدا نے واجب قرار دیا ہے۔

جابر کہتے ہیں کہ حضرت امام نے اُن کے لیے دُعا فرمائی پھر غلام سے ارشاد فرمایا کہ اِس تھیلی کو اِس کی جگہ پر جا کر رکھ دو اُن کا بیان ہے کہ میرے دِل میں یہ خیال آیا کہ حضرت امام فرما چکے ہیں کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں اور کمیت کے لیے تیس ہزار درہم کا حکم دیا۔ کمیت تو چلے گئے اور میں نے حضرت امام سے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں اور کمیت کے لیے تیس ہزار درہم کا حکم دے دیا تو حضرت نے فرمایا کہ جابر گھر کے اندر جاؤ چنانچہ میں گھر میں داخل ہوا تو وہاں میں نے کچھ بھی نہ پایا پھر میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر راز ہم نے تم سے چھپائے ہیں اِس سے کہیں زیادہ ہم نے ظاہر کر دیئے ہیں یہ فرما کر حضرت

امام کھڑے ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے اندر لے گئے اور اپنا پاؤں زمین پر مارا تو فوراً اونٹ کی گردن سے مشابہ سونے کی ایک چیز زمین سے نکلی پھر فرمایا جابر اِسے دیکھو اور سوائے اپنے دوستوں کے جن پر تمہیں بھروسہ ہے کسی کو خبر نہ ہونے پائے خداوند عالم نے ہمیں ہر اِس شے پر قدرت وطاقت عطا کی ہے جو ہم چاہیں اگر ہم یہ چاہیں کہ زمین کو اِس کی مہاروں کے ذریعے ہانک دیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں۔

(بصائر الدرجات جلد ۸ باب ۲ صـ ۱۰۹)

یہی روایت مناقب بن شہر آشوب میں بھی مذکور ہے۔

(۱۵) قابیل پر عذاب الٰہی

البصائر میں زرارہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مدینہ میں ایک ایسا آدمی تھا جو اس مقام پر آیا جہاں آدم کا بیٹا قابیل تھا اِس نے اسے معقول آدمی سمجھا کہ اِس کے ساتھ اِس کے دس موکل تھے جو موسم گرما میں اسے سورج کے سامنے کر دیتے اور اِس کے گرد آگ روشن رکھتے تھے اور جب سردی کا موسم آتا تو اس پر ٹھنڈا پانی ڈالتے تھے جب اِن دس آدمیوں میں سے کوئی مر جاتا تو بستی والے کسی دوسرے آدمی کو اس کی جگہ لے آتے تھے چنانچہ اس شخص نے دریافت کیا کہ اے بندہ خُدا یہ تیرا کیا معاملہ ہے اور کس وجہ سے تو اس میں مُبتلا ہے تو آدم کے بیٹے نے کہا کہ تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی تو سب سے زیادہ بیوقوف ہے یا پھر تو بہت چالاک آدمی ہے۔ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام سے دریافت کیا کہ کیا اسے آخرت میں عذاب دیا جائے گا تو ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم اِسے دنیا و آخرت دونوں میں عذاب دے گا۔

(البصائر جلد ۸ باب ۱۲ صـ ۱۱۶)

اختصاص میں بھی ابن بکیر سے اِسی طرح مذکور ہے (صـ ۳۱۶)

الاختصاص میں سدیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اہل مدینہ میں سے ایک شخص کو جانتا ہوں جو طلوع و غروب آفتاب سے پہلے اس باقی جماعت کے پاس نہائش کے لیے پہنچا جن کے بارے میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (سورہ اعراف آیت ۱۵۹) قوم موسیٰ میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق بات کی ہدایت بھی کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ (معاملات میں) انصاف بھی کرتے ہیں وہ انکے پاس اسی جھگڑے کی وجہ سے پہنچا تھا جو ان لوگوں کے درمیان تھا چنانچہ اس نے ان کی باہمی صلح کرا دی اور لوٹ آیا وہ کہیں نہیں بیٹھا بلکہ تمہارے چشمے سے گزرتے ہوئے اس نے پانی پیا اس کے بعد تمہارے دروازے پر آ کر زنجیر کھٹکھٹائی اور بغیر کسی جگہ رکے ہوئے واپس آ گیا۔ (الاختصاص صـ ۳۱۶)

الاختصاص و بصائر میں سدیر صرفی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام

یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں اِس شخص کو پہچانتا ہوں جو زمین کے بعض طبقوں کے دوسرے طبقوں سے بند ہونے سے پہلے اس گروہ کی طرف پہنچ گیا جس کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے "وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (سورہ اعراف آیت ۱۵۹) قوم موسیٰ میں سے ایک ایسی جماعت ہے جو حق بات کی ہدایت بھی کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ (معاملات میں) انصاف بھی کرتے ہیں، جو ایک جھگڑے کے سبب سے تھا جو ان لوگوں کے درمیان تھا چنانچہ اُس نے اُن کے درمیان صلح کرائی اور لوٹا اور بیٹھا نہیں پھر وہ تمہارے چشموں سے گزرا اور اُن سے پانی پیا۔ اور وہ فرات تھا پھر وہ اے ابوالفضل تمہارے پاس سے گزرا اُس نے تمہارا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُس آدمی کے پاس آیا جس پر کمبل اور ٹاٹ پڑا ہوا تھا اور بندھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ دس موکل تھے وہ موسم گرما میں سورج کی گرمی میں رہتا تھا اور اُس کے گرد آگ بھڑکتی رہتی تھی اور جدھر سورج پھرتا تھا وہ اُسے اُسی طرف پھیرتے رہتے تھے جب ان دس موکلوں میں سے کوئی مرجاتا تو بستی والے اس کی جگہ پر دوسرا لے آتے تھے اور دس کی تعداد کم نہ ہوتی تھی تو ایک شخص اس کے پاس سے گزرا اور اُس نے پوچھا کہ تیرا کیا قصہ ہے تو اُس نے جواب دیا کہ اگر تو عالم ہے تو میرے معاملہ کو خوب جانتا ہے بتایا جاتا ہے کہ وہ گرفتار عذاب آدم کا بیٹا قابیل ہے جس نے ہابیل کو قتل کیا۔ (نفس المصدر ص ۳۱۸)

محمد بن مسلم کا قول ہے کہ قابیل سے اس کے قصے کو دریافت کرنے والے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔ (بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۸ ص ۱۴۸)

(۱۶) ——— الاختصاص میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک اعرابی آیا اور دروازہ مسجد پر کھڑا ہو گیا اور دل ہی دل میں کچھ اندازہ لگانے لگا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر اُس کی نظر پڑی تو اُس نے اپنی اونٹنی کو باندھا اور دوزانو بیٹھ گیا وہ جبہ پہنے ہوئے تھا امام نے فرمایا کہ اے اعرابی کہاں سے آرہے ہو تو کہنے لگا میں بہت دور کے شہروں سے آرہا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ دنیا میں بڑے بڑے شہر تو بہت ہیں یہ تو بتاؤ کہ کس جگہ سے آرہے ہو تو وہ کہنے لگا کہ میں عاد کے ریتیلے لانبے اور پیچ دار جگہوں سے آرہا ہوں حضرتؑ نے فرمایا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کیا تم نے وہاں بیری کا درخت دیکھا ہے؟ کہ جب وہاں سے تاجر گزرتے ہیں تو اس کے سائے میں بیٹھ جاتے ہیں تو وہ اعرابی کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ کو یہ کیسے پتہ چلا تو امام نے جواب دیا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس سے پتہ چلا ہے اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے اور کیا کیا دیکھا تو اس اعرابی نے عرض کیا کہ میں نے ایک تاریک وادی دیکھی ہے جس میں اُلو بلائے جاتے ہیں اور اس کی گہرائی دکھائی نہیں دیتی امام نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ وہ کیا وادی ہے اُس نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا تو حضرت نے فرمایا وہ وادی برہوت ہے جس میں کافروں کی روحیں ہیں پھر فرمایا تم کہاں پہنچ گئے وہ اعرابی بھونچکا

رہ گیا اور امام نے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں کے مجمع میں جا پہنچے کہ جن کا کھانا پینا ان کی بکریوں کے دودھ کے علاوہ کچھ نہیں پھر حضرت نے آسمان کی طرف نظر کی اور عرض کیا کہ اے خدا اس پر لعنت فرما۔

حاضرین نے کہا کہ ہم آپ پر قربان ہوں یہ شخص کون ہے تو امام نے فرمایا یہ قابیل ہے جسے سورج کی گرمی اور سخت ترین سردی کا عذاب دیا جاتا ہے اتنے میں ایک اور شخص آگیا جس سے آپ نے یہ پوچھا کہ کیا تم نے جعفر کو دیکھا ہے؟ تو وہ اعرابی کہنے لگا یہ جعفر کون ہیں جن کے بارے میں یہ سوال کر رہے ہیں تو ان سے بتایا گیا کہ یہ ان حضرت کے صاحبزادے ہیں یہ سُن کر اعرابی نے کہا سبحان اللہ یہ عجیب شخص ہیں کہ ہمیں تو آسمان کی باتیں بتاتے ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ اُن کے فرزند کہاں ہیں۔ (بصائر الدرجات جلد۔ا باب ۱۸ صـ ۱۴۸)

وضاحت ۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے دعا کی کہ اے خُدا قابیل پر لعنت فرما جس سے لوگوں کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ کرنا مقصود تھا کہ قابیل دنیا میں وہ پہلا شخص تھا جس نے ظلم اور حسد کی بنیاد ڈالی اور اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے وہ آج تک عذاب میں مبتلا ہے اور وہ عذاب علیحدہ رہا جو اسے آخرت میں دیا جائے گا اس کے علاوہ حضرت نے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ وہ ان لوگوں کے قریہ میں مُبتلائے عذاب ہے۔

(۱۷) ——— خرائج میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور دوسرے لوگ بھی وہاں آ جا رہے تھے تو حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ ذرا ان لوگوں سے یہ تو دریافت کرو کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ ابو بصیر کا بیان ہے کہ جس شخص سے بھی میں ملا میں نے اُس سے یہی پوچھا کہ کیا تم نے امام ابو جعفر (علیہ السلام) کو دیکھا ہے تو ہر ایک نے یہی کہا کہ نہیں۔ امام کھڑے تھے کہ ابو ہارون مکفوف داخل ہوئے تو حضرت نے ابو بصیر سے فرمایا کہ ان سے بھی پوچھ دیکھو تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے امام ابو جعفر (علیہ السلام) کو دیکھا ہے؟ تو وہ کہنے لگے کیا یہ کھڑے نہیں ہیں جس پر ابو بصیر نے کہا کہ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا تو ابو ہارون نے جواب دیا کہ مجھے کیسے معلوم نہ ہو گا وہ تو ایک چمکتا ہوا نور ہیں۔

(۱۸) ——— ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام کو ایک افریقی باشندے سے یہ پوچھتے ہوئے سُنا کہ راشد کا کیا حال ہے تو اُس افریقی نے جواب دیا کہ میں اسے صحت مند اور تندرست چھوڑ کر آیا ہوں اور اُس نے آپ کو سلام کہا ہے تو امام نے فرمایا کہ خدا اسے غریق رحمت کرے اس شخص نے دریافت کیا کہ حضور کیا وہ مرگیا تو حضرت نے فرمایا ہاں وہ مرگیا۔ وہ شخص پوچھنے لگا کہ کب؟ تو فرمایا کہ تمہارے وہاں سے نکلنے کے دو دن کے بعد وہ مرا جس پر افریقی نے عرض کیا کہ خُدا کی قسم اسے تو کوئی بیماری بھی نہ تھی تو امام نے فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری دیکھنے والی آنکھیں اور سُننے والے کان

نہیں ہیں اگر ایسا سمجھتے ہو تو کتنی بری بات ہے۔ خدا کی قسم تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں تم یہ سمجھ لو کہ ہم تمہارے سامنے موجود رہتے ہیں اپنے آپ کو نیک کاموں کا عادی بناؤ اور نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ میں اپنے فرزند کو اور اپنے تمام شیعوں کو اسی کا حکم دیتا ہوں۔ (الخرائج والجرائح ص۲۳۹)

(۱۹) امام کی پہچان اور ان کا درجہ و مقام

خرائج میں حلبی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے امام کے درجہ و منزلت کے بارے میں دریافت کیا تو امام نے فرمایا کہ اس کا بلند مقام ہے جب امام کے پاس آؤ تو ان کی تعظیم و تکریم کرو اور جو کچھ وہ کہیں اُس پر ایمان لاؤ اور سر تسلیم خم کرو ان کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ تمہیں صحیح راستہ دکھائیں ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب تم اُن کے پاس آؤ گے تو تم ان کے رعب و جلال کی وجہ سے ان سے آنکھ نہ ملا سکو گے۔ جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت رہی وہی امام کی کیفیت ہے۔

حلبی نے عرض کیا کہ کیا امام اپنے شیعوں کو پہچان لیتے ہیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے شیعہ ہیں تو فرمایا ہاں ہاں تم سب ہمارے شیعہ ہو تو وہ لوگ کہنے لگے کہ حضور اس کی علامت بیان فرمائیں تو امام نے فرمایا کہ میں تمہارے نام تمہارے باپ دادا اور تمہارے قبیلوں کے نام بتا سکتا ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور ارشاد فرمائیں تو حضرت نے انہیں سب کچھ بتا دیا جس پر وہ کہنے لگے کہ بالکل سچ فرمایا پھر جناب امام نے ان سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس کی بھی خبر دے سکتا ہوں جس کے بارے میں تم سوال کرنا چاہتے ہو اور وہ اس ارشاد الٰہی کے بارے میں ہے "کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (سورہ ابراہیم آیت ۲۴) شجرہ طیبہ کی مثال ایسی ہے کہ اس کی اصل زمین میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ ہم اپنے شیعوں میں جس کو چاہتے ہیں علم عطا کرتے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ کیا اتنا کہہ دینا تمہیں مطمئن کر دے گا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور ہم تو اس سے کم میں بھی مطمئن ہیں۔

(الخرائج والجرائح ص۲۲۹)

وضاحت: مذکورہ روایت سے ایک بات تو یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت امام کو اس سوال کا پہلے سے ہی علم تھا جو ان لوگوں کے دل میں تھا جو یہ واضح کرتا ہے کہ امام رازوں کا عالم ہوتا ہے اور یہ کہ وہ شجر علم ہے جس طرح درخت سے لوگ پھل حاصل کرتے ہیں اسی طرح امام کے علم سے فیض حاصل ہوتا ہے لیکن پیاسی کو ملتا ہے جو اس کا اہل ہو ہر کس و ناکس کو نہیں اور امام ہی بہتر جانتا ہے کہ ان علوم میں سے کس کو عطا کیا ہے۔

(۲۰) اہلبیت سے دشمنی کا انجام

خرائج میں ابو عتیبہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں شام کا رہنے والا ہوں اور آپ حضرات سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور میرے والد بنی امیہ سے محبت کرتے تھے اور مال دار بھی تھے میرے علاوہ ان کا کوئی بیٹا بھی نہیں اور ان کی جائے رہائش رملہ میں تھی (رملہ فلسطین کے ایک شہر کا نام ہے جس کے اور بیت المقدس کے درمیان اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے) اس کا ایک باغ تھا جس میں وہ تنہائی میں اٹھتا بیٹھتا تھا وہ مرگیا تو میں نے اس کے مال کو تلاش کیا لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس نے اپنے مال کو زمین میں دبا دیا ہے اور مجھ سے چھپایا ہے حضرت امام نے سُنا اور فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے باپ سے ملو اور معلوم کرو کہ مال کہاں رکھا ہوا ہے تو اس شامی نے کہا کہ خدا کی قسم حضور میں ایک غریب و محتاج ہوں اور یہی چاہتا ہوں یہ سن کر حضرت نے ایک خط لکھا اور اس پر اپنی مہر ثبت کی پھر فرمایا کہ آج رات اس خط کو لے کر بقیع کی طرف چلے جاؤ جب بقیع کے درمیان میں پہنچو تو درجان درجان کہہ کر آواز دینا تو تمہارے پاس ایک شخص آئیں گے جو عمامہ پہنے ہوئے ہوں گے انہیں میرا یہ خط دینا اور کہنا کہ میں محمد بن علی بن الحسین کا قاصد ہوں پھر تمہارا باپ تمہارے پاس آئے گا تم اس سے اپنے معاملہ کے بارے میں دریافت کرنا چنانچہ شامی وہ خط لے کر روانہ ہوگیا۔

ابو عتیبہ کا بیان ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تاکہ اس مرد شامی کا حال معلوم کروں دیکھا تو وہ دروازے پر اندر آنے کے لیے اجازت کا منتظر کھڑا ہے چنانچہ اسے اجازت ملی اور ہم دونوں ساتھ ساتھ اندر پہنچے اور وہ شامی کہنے لگا کہ خدا ہی بہتر سمجھتا ہے کہ وہ کسے اپنے علم کا مقام قرار دے "حضور والا" میں شب گزشتہ وہاں پہنچا اور آپ کے حکم کے مطابق میں نے عمل کیا تو میرے پاس ایک شخص آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہیں ٹھہرے رہو کہ میں اسے تمہارے پاس لے آؤں چنانچہ وہ ایک بہت کالے آدمی کو لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یہ تمہارا باپ ہے میں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو میرے باپ نہیں ہیں تو شخص بولے کہ دوزخ کی آگ کے شعلوں اور دھوئیں نے اس کی شکل کو بدل ڈالا ہے تو میں نے ان کالے آدمی سے کہا کہ کیا تم میرے باپ ہو تو جواب ملا کہ ہاں میں تیرا باپ ہوں پھر میں نے پوچھا کہ تمہاری صورت اور شکل کیوں بدل گئی تو انہوں نے جواب دیا بیٹا میں بنی امیہ سے محبت رکھتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اہل بیت پر انہیں فضیلت دیتا تھا تو خدا تعالیٰ نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا چونکہ تو اہل بیت

سے محبت رکھتا تھا لہٰذا میں تجھ سے دشمنی رکھنے لگا اور میں نے اپنے مال سے تجھے محروم کر دیا اور اسے پوشیدہ کر دیا آج اپنے کیے پر شرمندہ ہوں لہٰذا بیٹا میرے باغ میں جاؤ اور زیتون کے درخت کے نیچے کھدائی کرو اور ایک لاکھ درہم نکال کر پچاس ہزار درہم امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور باقی تیرے لیے ہیں پھر بولا کہ میں خود چلتا ہوں تاکہ مال کو نکالوں اور تیرے حوالہ کروں۔

ابو عتیبہ کہتے ہیں کہ جب پھر موقع ملا تو میں نے حضرت امام سے دریافت کیا کہ اس مال والے آدمی کے معاملہ کا کیا رہا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ وہ پچاس ہزار درہم لے کر میرے پاس آئے تھے تو میں نے اِن سے اپنا قرض ادا کیا اور خیبر کے اطراف میں ایک زمین خریدی اور کچھ رقم اپنے اہل بیت کے ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دی۔ (الخرائج والجرائح ص۲۳)

(۲۱) ـــــــ خرائج میں عبداللہ بن معاویہ جعفری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جسے میں نے اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا کہ اولاد مروان میں سے ایک شخص مدینہ کا حاکم ہوا اس نے ایک دن مجھے بلا بھیجا جب میں اس کے پاس پہنچا اُس وقت وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا اُس نے کہا اے پسر معاویہ میں نے تمہیں قابل اعتماد آدمی سمجھ کر بلایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے علاوہ میری بات کا کسی کو پتہ نہ چلے گا میری خواہش یہ ہے کہ تم اپنے دونوں چچاؤں حضرت محمد بن علی باقرؑ اور زید بن امام حسن علیہ السلام سے ملو اور کہو کہ جو کچھ مجھے تمہاری طرف سے معلوم ہوا ہے اس سے باز رہو یا پھر سزا کے لیے تیار ہو جاؤ چنانچہ میں امام باقر علیہ السلام کے پاس پہنچنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں نے حضرت امام سے ملاقات کی جب کہ آپ مسجد کی طرف جا رہے تھے جب میں حضرت کے قریب پہنچا تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اس ظالم نے تجھے ترغیب دی ہے اور تجھے بلایا تھا اور کہا تھا کہ اپنے چچاؤں سے ملاقات کرو اور ان سے ایسا ایسا کہو چنانچہ حضرت نے وہ گفتگو اس طرح بتا دی جیسے حضرت وہاں موجود تھے پھر امام نے ارشاد فرمایا بھتیجے کل کے بعد اِس کا معاملہ صاف ہو جائے گا یہ معزول ہوگا اور مصر کے شہروں کی طرف جلاوطن ہو جائے گا خدا کی قسم نہ میں جادوگر ہوں اور نہ کاہن مجھے تو خدا کی طرف سے یہ سب کچھ بتایا گیا ہے۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ دوسرا دن آنے بھی نہ پایا کہ وہ معزول ہوا اور مصر کی جانب شہر بدر کر دیا گیا اور ایک دوسرا شخص مدینہ کا حاکم مقرر ہوا۔ (الخرائج والجرائح ص۲۳)

(۲۲) ـــــــ خرائج میں ابو بصیرؒ سے منقول ہے کہ ایک خراسانی سے امام محمد باقر علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارے باپ کا کیا حال ہے تو اس نے جواب دیا کہ بالکل ٹھیک ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ جب تم خراسان سے روانہ ہوئے تھے اور جرجان کے راستے میں تھے تو تمہارے والد کا انتقال ہو چکا تھا پھر پوچھا تمہارے بھائی کا کیا حال ہے تو خراسانی نے جواب دیا کہ حضور انہیں بخیر و عافیت چھوڑ کر چلا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ انہیں ان کے ایک پڑوسی نے قتل کر ڈالا جس کا نام صالح ہے اور فلاں دن اور فلاں وقت اس کا قتل ہوا تو وہ خراسانی رونے لگا اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حضرت امام نے

فرمایا مر کر وہ جنت میں پہنچ گئے اور انکے لیے جنت اِس دنیا سے کہیں بہتر ہے پھر خراسانی نے کہا کہ میں اپنے فرزند کو سخت درد میں مُبتلا چھوڑ کر آیا ہوں لیکن حضور نے اِس بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھا تو امام نے فرمایا وہ تندرست ہوگیا اور اس کے چچا نے اپنی بیٹی سے اِس کا نکاح کر دیا جب تم وہاں پہنچو گے تو اس کا لڑکا دیکھو گے جس کا نام علی ہوگا وہ ہمارے شیعوں میں سے ہوگا لیکن تیرا بیٹا ہمارا شیعہ نہیں ہے بلکہ ہمارا دشمن ہے تو خراسانی نے عرض کیا کہ حضور اِس کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ وہ دشمن ہے اور دوزخ کا ایندھن ہے۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور یہ کون ہیں تو فرمایا کہ یہ خراسان کے ایک شیعہ مردِ مومن ہیں (المصدر السابق صـ۲۳)

مناقب بن شہر آشوب میں مشعل اسدی کی ابوبصیر سے یہی روایت بیان کی گئی ہے۔ (جلد ۳ صـ۳۲۵)

(۲۳) ═══ عالم اسمارِ الٰہی

خرائج میں جناب جابر جعفی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا اور سفر کے دوران میں ایک پرندہ قمری آپ کی محمل کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا اور کچھ بولنے لگا میں نے اُسے پکڑنا چاہا لیکن حضرت امام نے روک دیا اور فرمایا اے جابر اس نے ہم اہل بیت سے پناہ اور مدد طلب کی ہے جس پر میں نے عرض کیا کہ اسے کیا شکایت ہے تو فرمایا اس نے یہ شکایت کی ہے کہ یہ تین سال سے اِس پہاڑ میں اپنے بچے نکالتا ہے لیکن ایک سانپ وہاں آکر انہیں کھا جاتا ہے تو اس قمری نے مجھ سے کہا ہے کہ میں بارگاہ الٰہی میں دُعا کروں کہ اس سانپ کو مار ڈالے میں نے دعا کی تو خدا نے اِس سانپ کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ہم چل پڑے جب صبح ہونے لگی تو حضرت امام نے مجھ فرمایا کہ جابر اترو تو میں اتر گیا اور اونٹ کی مہار کو پکڑا حضرت امام اترے اور راستہ کو چھوڑ کر ہٹے اور زمین کے ایک ریتیلے حصہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا جب وہاں آئے تو داہنے بائیں ریت ہی ریت نظر آیا زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ پالنے والے ہمیں سیراب فرما اور طہارت کے لیے پانی مہیا فرما ناگہاں ریت کے درمیان ایک سفید وشفاف پتھر نمودار ہوا حضرت نے اس پتھر کو ہٹایا تو وہاں سے صاف شفاف پانی کا چشمہ نکلا حضرت نے اِس میں سے پانی پیا اور وضو فرمایا۔

ہم پھر چل پڑے اور ایک آبادی اور کھجوروں کے باغ کے قریب پہنچے تو حضرت امام سوکھی کھجوروں کے ایک درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور قریب آکر فرمایا کہ اے کھجور کے درخت جو پھل تجھے خدا نے عنایت فرمائے ہیں ان میں سے ہمیں بھی کھانے کے لیے دے جابر بیان کرتے ہیں کہ وہ درخت جھکا اور ہم نے اس کے پھل حاصل کیے اور کھائے ایک اعرابی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہنے لگا کہ آج تک میں نے ایسا جادوگر نہیں

دیکھا یہ سن کر حضرت نے اعرابی سے فرمایا کہ ہم اہل بیت پر جھوٹا الزام نہ لگا ہم میں نہ کوئی جادوگر ہوتا ہے اور نہ کاہن۔ ہمیں خدائے تعالیٰ کے مخصوص نام تعلیم کیے گئے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے ہم سوال کرتے ہیں اور عطا کیے جاتے ہیں دُعا کرتے ہیں تو دُعا قبول ہوتی ہے۔ (الخرائج والجرائح ص۲۳۱)

(۲۴) ——— خرائج میں عباد بن کثیر بصری سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ خدا پر مومن کا کیا حق ہے تو آپ نے اپنا رُخ پھیر لیا اور میں نے یہی سوال تین بار دہرایا تو ارشاد فرمایا کہ خدا پر مومن کا یہ حق ہے کہ اگر وہ اِس کھجور کے درخت سے کہے کہ اس کی طرف چلا آئے تو وہ آجائے عباد کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے درخت کو دیکھا جو قریب تھا کہ حرکت کرے تو امام نے اشارہ فرمایا کہ رک جا اِس سے تو مقصود نہ تھا۔ (نفس المصدر ص۱۹۶)

(۲۵) ——— خرائج میں ابو صباح کنانی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی تو ایک جوان خادمہ نکل کر آئی میں نے اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں تو حضرت امام نے گھر کے آخری حصہ سے آواز دی کہ تمہاری ماں نہ رہے اندر آجاؤ میں گھر میں پہنچا تو میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس سے میرا ارادہ برائی کا نہ تھا بلکہ اپنا یقین بڑھانا چاہتا تھا تو امام نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ دیواریں ہماری نگاہوں کے سامنے اِسی طرح پردہ بن جائیں گی جیسے کہ تمہاری نظروں کے سامنے حائل ہو جاتی ہیں تو پھر تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہ رہا دیکھو اب آئندہ ایسی بات نہ ہو پائے۔ (کشف الغمہ ۳۵۲)

(۲۶) ═══ عباسی حکومت کے بارے میں حضرت امام کی پیش گوئی

خرائج میں ابو بصیرؒ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مسجد نبوی میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دوانیقی اور داؤد بن سلیمان داخل ہوئے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ اولاد عباس کی طرف حکومت نہیں آئی تھی داؤد حضرت امام کے پاس جا بیٹھے تو امام نے فرمایا دوانیقی کو کس بات نے یہاں آنے سے روک دیا تو انہوں نے جواب دیا وہ سخت مزاج ہے حضرت نے فرمایا کہ زیادہ دن نہ گزریں گے کہ اسے حکومت ملے گی اور یہ لوگوں کی گردنیں اڑائے گا اور مشرق و مغرب میں اس کی حکومت ہوگی اور اس کی عمر بھی طویل ہوگی اور یہ اتنی دولت جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کی ہوگی یہ سُن کر داؤد کھڑے ہوئے اور دوانیقی کو ساری بات بتائی تو وہ دوانیقی حضرت امام کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے رعب و جلال نے مجھے آپ کے پاس آنے سے روک دیا تھا اور یہ سب کیا ہے جس کی داؤد نے مجھے اطلاع دی ہے حضرت نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہونے والا ہے تو کہنے لگا کہ کیا ہماری حکومت آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی امام نے فرمایا "ہاں" پھر اس نے سوال کیا کہ کیا میرے بعد میری اولاد میں سے کسی کو یہ حکومت ملے گی تو حضرت نے جواب دیا کہ ہاں

ایسا ہوگا پھر بولا کہ بنی امیہ کی حکومت کی مدت زیادہ رہے گی یا ہماری حکومت کی ؟ تو امام نے جواب دیا کہ تمہاری مدت حکومت بہت طویل ہوگی اور تمہارے بچے حکومت کو اچکیں گے اور اس سے اس طرح کھیلیں گے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو میرے پدر بزرگوار نے مجھے بتائی ہیں چنانچہ جب دوانیقی کو سلطنت ملی تو اسے امام محمد باقر علیہ السلام کی باتوں سے بہت ہی تعجب ہوا۔ (المصدر السابق ص۱۹۶)

(۲۷) —— خرائج میں جابرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم پچاس آدمیوں کے قریب خدمت امام محمد باقر علیہ السلام میں حاضر تھے کہ کثیر النوا (کھجور کی گٹھلیاں بیچنے والا) وہاں آگیا اور وہ مغیرہ بن سعید عجلی کے اصحاب میں سے تھا اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر کہنے لگا کہ کوفہ میں مغیرہ بن عمران کا یہ خیال ہے کہ آپ کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہے جو آپ کو مومن سے کافر کی اور آپ کے دشمنوں سے آپ کے دوستوں کی پہچان کراتا ہے تو حضرت نے پوچھا کہ تیرا پیشہ کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ گیہوں فروخت کرتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے جس پر وہ کہنے لگا کہ کبھی کبھی جو بھی بیچتا ہوں حضرت نے فرمایا جو تو کہہ رہا ہے یہ بھی درست نہیں تو گٹھلیوں کی تجارت کرتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا تو فرمایا کہ اس فرشتے نے بتایا ہے جو میرے شیعوں کی میرے دشمنوں سے پہچان کراتا ہے اور تو سرگشتہ و گمراہ مرے گا۔

جابر کہتے ہیں کہ ہم جب کوفہ لوٹے تو میں کچھ لوگوں کے پاس گیا کہ پوچھوں تو انہوں نے ایک بڑھیا کا پتہ دیا اس نے بتایا کہ تین دن ہوئے وہ گمراہ اور پاگل ہو کر مر گیا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۵۵)

وضاحت: مغیر یہ مغیرہ بن سعید عجلی کے اصحاب کو کہا جاتا ہے جس نے یہ دعوی کیا تھا کہ امام محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام کے بعد محمد بن عبداللہ بن الحسن امام ہیں اور اس کا یہ خیال تھا کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے۔

(۲۸) —— خرائج میں ابوبصیرؒ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس حاضر تھا کہ عمر بن عبدالعزیز مسجد میں آئے جو گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اپنے غلام کا سہارا لئے رکھا تھا۔ حضرت امام نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ لڑکا عنقریب تخت حکومت پر بیٹھے گا اور عدل وانصاف کو نمایاں کرے گا اور چالیس برس زندہ رہیگا اس کی موت پر اہل زمین روئیں گے لیکن اہل آسمان نہیں پھر فرمایا کہ یہ اس جگہ بیٹھے گا جس کا یہ حق دار نہ ہوگا۔ چنانچہ انہیں حکومت ملی اور انہوں نے عدل وانصاف کو نمایاں کیا۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۶)

(۲۹) —— شیعان اہل بیت کی ذمہ داریاں

رجال الکشی میں جناب محمد بن حنیفہ کے غلام اسلم سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ زمزم پر اس کے عقب میں بیٹھا ہوا تھا کہ محمد بن عبداللہ بن امام حسنؑ طواف کعبہ کرتے ہوئے ہمارے سامنے سے گزرے تو جناب امام نے مجھ سے فرمایا کیا تم اس جوان کو پہچانتے ہو میں نے

عرض کیا کہ یہ محمد بن عبداللہ بن حسنؑ ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہ خروج کریں گے اور قتل ہوں گے اور جان بیکار تلف ہوگی پھر فرمایا اے اسلم یہ بات کسی کو نہ بتانا یہ تمہارے پاس ایک امانت ہے اسلم کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات معروف بن خرّبوذ سے کہہ دی اور ان سے وہی وعدہ لیا جو حضرت امام نے مجھ سے لیا تھا کہ کسی سے نہ کہیں اسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم چار اہل مکہ صبح وشام حضرت امام کے پاس رہتے تھے تو معروف نے حضرت امام سے درخواست کی کہ آپ مجھ سے وہ بات خود فرمادیں جو اسلم نے مجھ سے کہی ہے میں آپ کی زبان مُبارک سے سُننا چاہتا ہوں تو حضرت اسلم سے مخاطب ہوئے جس پر اسلم نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان میں نے ان سے بھی یہی وعدہ لیا ہے جیسا آپ نے مجھ سے کسی سے نہ کہنے کا وعدہ لیا تھا جس پر جناب امام نے فرمایا کہ اگر تمام لوگ ہمارے شیعہ ہوتے تو ان میں تین چوتھائی شکی ہوتے اور ایک چوتھائی احمق اور بے وقوف (رجال الکشی صہ ۱۳۴)

(۳۰) ــــــ پیش گوئی امامؑ

خرائج میں محمد بن ابی حازم سے منقول ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السّلام کے پاس بیٹھا تھا کہ جناب زید بن علیؑ ادھر سے گزرے تو جناب امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کوفہ میں خروج کریں گے قتل ہوں گے اور ان کے سر کو ہر طرف گھمایا جائے گا پھر انہیں لایا جائے گا اور بانس کی ایک لکڑی پر گاڑ دیا جائے گا حضرت نے اس جگہ کی طرف اشارہ فرمایا جہاں انہیں سولی دی جائیگی محمد بن ابی حازم کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرے کانوں نے سُن لیا اور آنکھوں نے دیکھ لیا کہ جناب زید نے خروج کیا اور قتل کیے گئے پھر یہ بھی دیکھا کہ ان کا سر ہر طرف گھمایا گیا اور اس جگہ بانس کی کرٹی پر انہیں گاڑا گیا جس سے ہم تعجب میں رہ گئے۔

اور ایک طرف روایت میں منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد میرے بھائی زید خروج کریں گے اور لوگوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیں گے اور میرے فرزند امام جعفر سے علیحدہ ہو جائیں گے اور قتل کر دیئے جائیں گے۔ پھر ان کی لاش سولی پر لٹکائی جائے گی اور آگ میں جلا دیا جائے گا اور خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور ان کے ناک کان وغیرہ اس طرح کاٹے جائیں گے کہ ان سے پہلے کسی کے جسم کے اعضاء اس طرح نہیں کاٹے گئے۔

(۳۱) ــــــ خرائج میں مروی ہے کہ ایک دن امام محمد باقر علیہ السّلام اپنے اصحاب سے کچھ اہم اور ضروری احادیث بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا جس کا نام نضر بن قرواش تھا اس کے اس موقع پر آجانے اور احادیث کے سُننے سے اصحاب امام افسردہ ہوئے یہاں تک کہ وہ کھڑا ہو گیا تو اصحاب نے کہا خیر جو کچھ اس نے سنا وہ تو سُن لیا یہ ایک خبیث آدمی ہے حضرت امام نے فرمایا کہ اگر تم اس سے یہ پوچھ لو

کہ آج میں نے کیا کہا تھا تو اُسے بالکل یاد نہ ہوگا۔ انہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اس کے بعد میں اس آنے والے شخص سے ملا اور اس سے کہا کہ وہ حدیثیں جو تو نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سُنی تھیں چاہتا ہوں کہ انہیں میں بھی سُن لوں تو وہ شخص کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تو ان احادیث میں سے تھوڑا نہ زیادہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔

(۳۲) ـــــ مناقب بن شہر آشوب میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حالت عمرہ میں تھا اور حجرہ اسود کے پاس بیٹھا تھا کہ ناگہاں ایک جن اژدہے کی شکل میں دکھائی دیا وہ مشرق کی سمت سے آیا تھا اور حجر اسود کے قریب پہنچا میں نے جو اس پر نگاہ ڈالی تو وہ دیر تک وہاں ٹھہرا رہا پھر اس نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا اس کے بعد مقام ابراہیم میں جا کر اپنی دم کے بل سیدھا کھڑا ہوا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ زوال شمس ہو چکا تھا چنانچہ عطا اور اس کے ساتھیوں نے اُسے دیکھا وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ نے ایسا ایسا جن دیکھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے اسے بھی دیکھا اور جو کچھ اس نے کیا اسے بھی حضرت فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ان سے کہا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ محمد بن علیؑ نے تجھے حکم دیا ہے کہ یہاں کعبہ کے اندر ہر طرح کے بندگان خدا آتے ہیں لہٰذا تجھے اس وقت لوگوں کے پاس سے چلا جانا چاہیئے پھر یہ کہ تو اپنی عبادت پوری کر چکا اور لوگ خائف ہیں۔ بہتر ہے کہ تو لوگوں کے آنے سے پہلے یہاں سے چلا جائے حضرت فرماتے ہیں کہ اُس نے مسجد کی نالی سے کنکریوں کا ڈھیر لگایا جس پر اُس نے اپنی دم رکھی اور پھر ہوا میں غائب ہو گیا۔

(۳۳) ـــــ خرائج میں سدیر سے مروی ہے کہ ایک بار کثیر النوا امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مغیرہ بن سعید کا یہ خیال ہے کہ آپ کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہے جو آپ کو مومن و کافر کی پہچان کراتا ہے حضرت نے اس سے کچھ باتیں دریافت کیں جو اس کے پیشہ سے متعلق تھیں جن میں وہ جھوٹا ثابت ہوا جب وہ چلا گیا تو امام نے وہاں موجود لوگوں سے فرمایا کہ یہ شخص ولد الحرام ہے اس بات کو کوفہ کے لوگوں نے بھی سُنا وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم کوفہ واپس لوٹے تو چاہا کہ کثیر کے بارے میں اس بری خبر کی معلومات حاصل کریں چنانچہ ہم ایک شخص کے پاس گئے اور اسکے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہی۔ اس شخص نے ہمیں ایک نیک بڑھیا عورت کا پتہ دیا تاکہ اس بارے میں پتہ تو چلے جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ابو اسماعیل کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو وہ کہنے لگی کہ کیا کثیر کے بارے میں پوچھتے ہو ہم نے جواب دیا ہاں اسی کے بارے میں: تو بولی کیا اس کی شادی و بیاہ کا ارادہ ہے تو ہم نے کہا ہاں ایسا ہی ہے جس پر وہ کہنے لگی کہ ایسا نہ کرنا اس کی شادی کا خیال اپنے دل سے نکال دو اس لیے کہ اس کی ماں نے اس گھر میں چار زنا کاریوں کے بعد اُسے جنا تھا اور بڑھیا نے قریب کے مکانوں

میں سے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔

(۳۴) ——— خرائج میں مروی ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت نے خدمت امام محمد باقر علیہ السلام میں حاضر ہونا چاہا جب وہ لوگ امام کے دروازے کی دہلیز پر پہنچے تو ان کا یہ بیان ہے کہ یکایک ہمیں سریانی میں قرأت کی آواز آئی جو ایک اچھی آواز میں ہو رہی تھی کہ پڑھنے والا پڑھنے کے ساتھ رو رہا ہے اس قرأت نے ہم پر ایسا اثر کیا کہ ہمارے بھی آنسو نکل آئے حالانکہ ہم سمجھتے بھی نہ تھے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے یہی خیال کیا کہ شاید حضرت کے پاس کچھ اصحاب بیٹھے ہوں اور آپ ان سے قرأت کر رہے ہوں جب آواز رُکی تو ہم اندر آئے تو دیکھا کہ حضرت امام کے پاس کوئی شخص نہیں ہم نے عرض کیا کہ حضور ہم ابھی درد بھری آواز میں سریانی قرأت سُن رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایلیا نبی ؑ کی مناجات کے پڑھنے میں رونے لگا تھا

(الخرائج والجرائح ص۱۹۷)

(۳۵) ——— مدینہ پر حملہ، امام کی پیش گوئی

مناقب بن شہر آشوب میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار مجلس میں تشریف فرما تھے کہ کچھ دیر تک آپ زمین کی طرف سر کو جھکائے بیٹھے رہے اور پھر سر کو اٹھا کر فرمایا کہ اے لوگو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ایک شخص تمہارے اس شہر پر چار ہزار کے لشکر سے حملہ کرے گا اور تین دن تک قتل عام کرے گا اور کسی کا حال نہ پوچھے گا اور تم اس بلا ومصیبت میں پڑ جاؤ گے کہ اپنا دفاع نہ کر سکو گے اور ایسا ہونے والا ہے لہٰذا اپنی حفاظت کے لیے تیار رہو اور سمجھ لو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ہو کر رہے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے پدر بزرگوار کے اس ارشاد پر کوئی توجہ نہیں کی اور کہنے لگے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا سوائے بنی ہاشم اور تھوڑے سے لوگوں کے کسی نے پناہ تلاش نہ کی یہ لوگ مدینہ سے باہر نکل آتے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آپ کا قول درست اور حق ہے جب وہ وقت آپہنچا تو امام محمد باقر علیہ السلام کے عیال کے اور بنی ہاشم شہر سے باہر چلے گئے نافع بن ازرق نے اچانک مدینہ پر حملہ کر دیا مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کی بے عزتی کی جس کے بعد اہل مدینہ نے کہا کہ اب ہم حضرت امام کی کسی بات کو بھی رد نہ کریں گے اور جو کچھ آپ سے سنیں گے اس پر عمل کریں گے وہ اہل بیت نبوت ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں حق ہوتا ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص۳۲۵) (الخرائج والجرائح ص۱۹۷)

(۳۶) ——— الجرائح میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہر اُس شخص سے کہیں زیادہ جاننے اور پہچاننے والا ہوں جو سمندر کے کنارے پر کھڑا ہو اور پانی کے جانوروں ان کی ماؤں

ان کی پہپھیوں اور خلاؤں کو جانتا ہو۔

(۳۷) ـــــــ الخرائج میں اسود بن سعید سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس سے پہلے کہ میں آپ سے کچھ دریافت کرتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم حجت خدا اور اس کی مخلوق میں عین اللہ ہیں اور اس کے بندوں میں اس کے امر کے حاکم اور ولی ہیں پھر فرمایا کہ ہمارے اور کل روئے زمین کے درمیان ہمواری اور توازن قائم رکھنے کا ایک سوت ہے جیسا کہ معمار کے پاس ہوا کرتا ہے جب ہمیں خدا کی طرف سے زمین پر کسی امر کے جاری کرنے کا حکم ملتا ہے تو ہم اس سوت کو پکڑ لیتے ہیں اور پوری زمین مع اپنے شہروں اور بازاروں کے ہماری طرف چلی آتی ہے تاکہ ہم خدا کے حکم کا نفاذ کریں جس طرح ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی اس طرح خدا نے اس کو محمد و آل محمد علیہ السلام کے تابع بنا دیا ہے۔

(بصائر الدرجات صـ۱۵۰)

(۳۸) ═══ دائرہ علم امامت

الخرائج میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم تمہیں نہیں دیکھتے اور تمہاری بات چیت نہیں سنتے تو یہ تمہارا برا گمان ہے اگر تمہارا یہی خیال ہے کہ ہم تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو پھر تم پر ہماری افضلیت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ دکھائیں کہ میں اسے ایک دلیل بنا سکوں اور میرے یقین میں اضافہ ہو تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے ایک ساتھی کے درمیان ربذہ میں ایک واقعہ گزرا تھا اور اس نے ہمارے اور ہماری محبت و معرفت کے بارے میں تم پر طنز کیا تھا اور اندازہ لگایا تھا، بتاؤ کیا ایسا نہیں ہوا تو میں نے عرض کیا بے شک خدا کی قسم ایسا ہوا تھا پھر حضرت نے فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ میں نے خدا کی طرف سے اطلاع ملنے پر ہی سب کچھ بتایا میں نہ جادوگر ہوں نہ کاہن اور دیوانہ یہ سب کچھ علم نبوت کا نتیجہ ہے اور ہم جو کچھ ہونے والا ہے اسے بھی بتا دیتے ہیں جس پر میں نے عرض کیا کہ حضور وہ کون ہے جو ہمارے بارے میں آپ کو بتا دیتا ہے کہ ہمارا ایسا ایسا حال ہے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وقتاً فوقتاً ایسی چیزیں ہمارے دلوں میں اترتی رہتی ہیں اور کانوں میں آواز کی صورت میں آتی رہتی ہیں اور اس کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ مومن جنات میں سے کچھ ہمارے خدمت گار بھی ہیں جو ہمارے شیعہ ہیں اور وہ تم سے زیادہ ہمارے فرمانبردار ہیں تو میں نے عرض کیا کہ حضور کیا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ جن رہتا ہے تو ارشاد فرمایا ہاں وہ ہمیں تمہارے بارے میں ہر بات کی خبر دیتا رہتا ہے۔

(۳۹) ـــــــ الخرائج میں حسن بن مسلم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے کھانے پر بلایا میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک پرندہ قمری جس کے بال اور پر نچے ہوئے تھے اڑتا ہوا جناب امام کے پاس آکر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ دوسرا قمری پرندہ بھی تھا اس نے اپنی آواز میں کچھ کہا اور امام نے

اسی طرح اس کا جواب دیا پھر وہ پرندہ اڑ گیا تو ہم نے عرض کیا کہ حضور انہوں نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے کیا فرمایا حضرت امام نے جواب دیا کہ اس نے اپنی مادہ پر اپنے غیر کے ساتھ ہونے کا الزام لگایا تھا اور اس کے سر کو نوچنا اور یہ چاہا کہ وہ اسے میرے آگے لعان (ایک دوسرے پر لعنت کرنا) کے لیے لائے چنانچہ اس نے اپنی مادہ سے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان وہی فیصلہ کریں گے جو داؤد اور آل داؤد کی طرح فیصلہ کرتے ہیں اور جانوروں کی بولی کو سمجھتے ہیں اور جنہیں گواہ کی بھی احتیاج نہیں ہے چنانچہ میں نے اسے بتا دیا کہ مادہ کے بارے میں تیرا گمان درست نہیں ہے پھر وہ دونوں باہمی رضامندی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ (الخرائج والجرائح ص۱۹۷)

(۴۰) آلِ محمدؐ پر ظلم ڈھانے والوں کی رحمت خداوندی سے محرومی

تفسیر العیاشی میں فضیل بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آل جعفر کے لیے بھی ایک جھنڈا ہوگا اور فلاں کی آل کے لیے بھی حضور فرمائیں کہ اس کی کیا حقیقت ہے تو امام نے جواب دیا کہ آل جعفر کے لیے کوئی جھنڈا نہیں رہی فلاں کی اولاد تو انہیں حکومت ملے گی اور اس عہد میں بیگانے حکومت کے مقرب ہوں گے اور قریبی لوگ دور رہیں گے ان کی بادشاہت میں تنگی رہے گی اور نرمی و آسائش بالکل نہ ہوگی نیکی کی پہچان جاتی رہے گی اور مصیبتوں پر مصیبتیں آتی رہیں گی جب یہ سلسلہ ختم ہوگا اور وہ خدا کی طرف سے اپنے مکر و فریب کی سزا اور اس کے عذاب سے بے خوف ہو جائیں گے اور یہ سمجھنے لگیں گے کہ وہ اب مضبوط ہو گئے تو ان میں چیخ پکار پڑ جائے گی جسے کوئی سننے والا بھی نہ ہوگا اور نہ کوئی انہیں متحد کر سکے گا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (سورہ یونس آیت ۲۴) یہاں تک کہ جب زمین نے فصل کی چیزوں سے اپنا بناؤ سنگھار کر لیا اور آراستہ ہو گئی اور کھیت والوں نے سمجھ لیا کہ وہ اب اس پر یقیناً قابو پا گئے یکایک ہمارا حکم رات یا دن کو آ پہنچا ہم نے اس کھیت کو ایسا کٹا ہوا بنا دیا گویا کل اس میں کچھ تھا ہی نہیں جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے ہم آیتوں کو یوں تفصیل وار بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام نے فرمایا کہ ظالموں میں کوئی ایسا نہیں کہ اس پر رحم و کرم نہ ہو سکے سوائے فلاں کی اولاد کے کہ ان پر کسی طرح کا رحم نہ ہوگا فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں کہ کیا ایسے لوگوں پر رحم نہ ہوگا تو فرمایا ہاں ان پر خدا کی کوئی رحمت نہ ہوگی انہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے شیعوں کے مظالم میں گرفتار رہے۔

(تفسیر العیاشی جلد ۲ ص ۱۲۱)

(۴۱) آلِ محمدؐ کی اپنے حقیقی دوستوں کی تکلیف میں بے چینی

مناقب ابن شہر آشوب میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ محمد بن مسلم بیماری میں مبتلا ہیں یہ سُن کر جناب نے غلام کے ہاتھ ان کے پاس ایک شربت بھجوایا تو غلام نے ان سے کہا کہ حضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک وہاں سے نہ لوٹوں جب تک آپ اس شربت کو پی نہ لیں یہ سُن کر محمد بن مسلم کو بڑا تعجب ہوا اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ ان میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی جوں ہی انہوں نے وہ شربت پیا اور وہ معدہ میں پہنچا تو ایک دم ایسے تندرست ہو گئے جیسے کسی بندھن سے چھٹکارا پا لیا ہو فوراً درِ امام پر حاضر ہوئے اندر آنے کی اجازت چاہی اجازت ملی جب اندر پہنچے تو حضرت کو روتے ہوئے سلام کیا اور ہاتھوں اور سرِ مبارک کے بوسے لیے تو حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا تم تندرست ہو گئے ہو روتے کیوں ہو انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھے میری غربت، وطن سے دوری نے اور اتنی قدرت حاصل نہ ہونے پر کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کروں رلا دیا یہ سُن کر جناب امام نے فرمایا کہ جہاں تک کم مائگی کی بات ہے تو خدا نے ہمارے دوستوں اور عقیدت مندوں کو ایسا ہی قرار دیا ہے اور انہیں جلدی جلدی بلا و امتحان سے مخصوص کیا ہے اور تم نے جو وطن سے دوری کا ذکر کیا تو اس میں حضرت ابو عبداللہ الحسین صلوات علیہ کی ذات اقدس تمہارے لیے ایک نمونہ ہے جو اس زمین میں آرام فرما رہے ہیں جو ہم سے دور فرات کے کنارے پر واقع ہے رہا مسافت کی دوری کا معاملہ تو یہ سمجھو کہ اس دنیا میں ہر مومن غریب الوطن ہے اور اس مخلوق کے درمیان رہ کر بالکل تہ و بالا ہے یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے نکل کر خدا کی رحمت سے ہم آغوش ہو۔ اب رہی تمہاری محبت کی وجہ سے ہماری قربت اور ہماری جانب تمہاری توجہ تو تم اس کے حق کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔ کوئی بات نہیں تمہارے دل میں ہماری جتنی بھی محبت ہے اس کی جزا تمہیں مل کر رہے گی۔ (المناقب جلد ۳ صـ ۳۱۶)

(۴۲) ـــــ مناقب ابن شہر آشوب میں حسین بن مختار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوبصیرؒ نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ ایک عورت کو میں قرآن مجید پڑھا رہا تھا تو میں نے اس سے کچھ مذاق اور دل لگی کر لی جب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا اے ابوبصیر تم نے اس عورت سے کیا کہا تھا وہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ سُن کر میں نے شرم کے مارے اپنے ہاتھ سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تو حضرت نے فرمایا دیکھو ایسا عمل پھر نہ ہونے پائے۔

حفص البختری کی روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا کہ اس عورت کو میرا سلام پہنچاؤ اور یہ کہو کہ تو ابوبصیر سے نکاح کر لے ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں اس عورت کے پاس پہنچا اور ساری بات اسے بتائی تو وہ کہنے لگی کہ کیا امام ابوجعفر نے یہ حکم دیا ہے تو میں

نے اس سے قسم کھائی کہ ہاں حضرت نے ہی حکم دیا ہے چنانچہ اس نے مجھ سے شادی کرلی۔

(۴۳) احترام کعبہ کی تلقین

مناقب ابن شہر آشوب میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ ایک سال امام محمد باقر علیہ السلام حج کے لیے تشریف لائے اور ہشام بن عبدالملک بھی آیا تھا حضرت امام کے گرد لوگوں کا بڑا مجمع تھا تو عکرمہ نے کہا کہ یہ کون ہیں کہ جن کی پیشانی پر علم کی روشنی اور چمک ہے میں ان کی جانچ کروں گا جب حضرت امام سامنے تشریف لائے تو وہ کانپنے لگا اور حواس باختہ ہوگیا اور شرمندہ ہوا کہنے لگا کہ فرزند رسول میں ابن عباس وغیرہ جیسے لوگوں کی مجلسوں میں شریک ہوا ہوں لیکن ایسا رعب مجھ پر کبھی طاری نہیں ہوا یہ سن کر حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے اہل شام کے غلام تو ان بیوت کے سامنے ہے جن کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں خدائے تعالیٰ کا نام لیا جائے (مناقب جلد ۳ ص ۳۱۷)

(۴۴) ——— مناقب ابن شہر آشوب میں جابہ والبیہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے مکہ میں ایک شخص کو دیکھا جو باب و حجر کے درمیان اونچائی پر دعا کر رہے تھے اور صوف کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور یہ شام کا وقت تھا کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر سورج دکھائی دے رہا تھا انہوں نے اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف بلند کر رکھی تھیں اور دعا میں مصروف تھے لوگ ان کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے اور مشکل سے مشکل سوالات کر رہے تھے اور وہ بے تامل جوابات دے رہے تھے اور ہزاروں مسائل کے جوابات دے دیئے جب وہ اپنی سواری کی طرف چلے تو کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ ایک چمکتا ہوا حسین نور ہیں نسیم رحمت ہیں جو خوشبودار ہے اور یہ وہ حق ہے جو لوگوں میں حرکت پیدا کرے۔ کچھ لوگوں نے پوچھا کہ آخر یہ کون بزرگ ہیں تو جواب ملا کہ یہ محمد بن علی باقر العلوم ہیں یہ علم کا جھنڈا ہیں اور شعور و عقل سے بولنے والے ہیں یہ محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ (المناقب جلد ۳ ص ۳۱۷)

ابو بصیر کی روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ یہ رسولوں کے علم کو پھیلانے والے اور حق کی راہوں کے ظاہر کرنے والے ہیں یہ اصحاب سفینہ کے بہترین لوگوں میں سے ہیں یہ حضرت فاطمہ زہرا کے فرزند اور زمین میں خدا کی بقیہ ہستی ہیں یہ زمانہ میں خدا کے رازوں کا خزانہ ہیں یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ حضرت امیر المومنین علی اور حضرت فاطمہ زہرا کے فرزند ہیں یہ دین قائم کے مینار ہیں۔

(۴۵) وارث بقیہ آل موسیٰ و ہارون

مناقب ابن شہر آشوب میں جابر بن یزید جعفی سے منقول ہے کہ جب شیعوں نے بنی امیہ کے مظالم کی شکایت امام زین العابدین علیہ السلام سے کی تو آپ نے امام محمد باقر علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا

کہ اس دھاگے کو لو جو جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لائے تھے اور اسے حرکت دو جابر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے رخسار کو خاک پر رکھ کر کچھ کلمات کہے اور سر اٹھایا اور اپنی آستین سے ایک باریک دھاگا نکالا جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی اس کا ایک کنارہ مجھے دیا تو میں آہستہ آہستہ چل پڑا پھر فرمایا جابر ذرا ٹھہرو اور اسے ہلکی سی ایک حرکت دو اس کے بعد جابر سے فرمایا ذرا باہر جا کر دیکھو کہ لوگوں کا کیا حال ہے میں مسجد سے نکلا تو لوگوں میں ہر طرف چیخ پکار مچی ہوئی تھی اور رونے پیٹنے کی صدا بلند تھی سخت زلزلہ آیا ہوا تھا مکانات گر رہے تھے لوگ دب دب کر مر رہے تھے تیس ہزار آدمی ان کے نیچے دب کر ہلاک ہوئے تھے اس کے بعد حضرت امام منارہ پر تشریف لے گئے اور باآواز بلند فرمایا اے جھوٹے گمراہو۔ جابر کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ آسمانی آواز ہے تو منہ کے بل زمین پر گر پڑے ان کے دل بیٹھ گئے اور سب کے سب سجدہ میں گر کر کہنے لگے الامان الامان وہ حق کی آواز کو سن رہے تھے لیکن کہنے والا نظر نہ آتا تھا پھر حضرت امام نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (سورہ نحل آیت نمبر ۲۶) جب حضرت امام منارہ سے نیچے اترے اور ہم مسجد سے باہر نکلے تو میں نے اس دھاگے کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ بقیہ ہے میں نے پوچھا حضور بقیہ کیا؟ تو امام نے فرمایا آل موسیٰ و آل ہارون کا بقیہ ہے اور جبرئیل نے ہمیں دیا ہے۔

(المناقب جلد ۳ ص ۲۱۷)

(۴۶) ——— نفس المصدر میں مفضل بن عمر سے مروی ہے کہ ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر میں تھے کہ آپ ایک قافلہ سے ملے کہ حاجیوں میں ایک شخص اس بات پر رو رہا تھا کہ اس کا گدھا مر گیا ہے خداوند عالم سے دعا فرما دیجئے کہ اس گدھے کو زندہ کر دے حضرت نے دعا فرمائی اور خدا نے اس گدھے کو زندہ کر دیا۔ (نفس المصدر جلد ۳ ص ۳۱۸)

(۴۷) ——— مناقب ابن شہر آشوب میں مروی ہے جس کے راوی ابوبصیر ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس سال بڑی کثرت سے حاجی آئے تھے اور بڑا شور و غل تھا تو حضرت امام نے فرمایا اچھا بہت شور و غل رہا لیکن ان میں حاجی بہت کم تھے کیا تم پسند کرو گے کہ میں اس کی حقیقت سے تمہیں آگاہ کروں اور تم خود آنکھوں سے دیکھ لو۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا اور کچھ دعائیہ کلمات زبان پر لائے تو ان کی بصارت لوٹ آئی اور فرمایا اے ابوبصیر اپنی آنکھوں سے حاجیوں کو دیکھ لو وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بہت زیادہ لوگ بندر اور سور بن گئے ہیں اور ان میں مومن اس طرح نظر آرہے ہیں جیسے اندھیرے میں کوئی ستارہ چمک رہا ہو میں نے عرض کیا کہ مولا آپ نے بالکل سچ فرمایا کہ حاجی کتنے کم ہیں اور شور و غل کتنا زیادہ ہے اس کے بعد امام نے پھر کچھ دعائیہ

کلمات زبان پر جاری کیے اور میں پھر نابینا ہوگیا۔

ابوبصیر نے حضرت سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو امام نے فرمایا کہ اے ابوبصیر ہم نے تمہارے ساتھ بخل سے کام نہیں لیا اور خدا نے بھی تم پر کوئی ظلم نہیں کیا اس نے تمہیں فضیلت عطا فرمائی لیکن ہم لوگوں کے فتنوں سے ڈرتے ہیں اور اِس کا خوف ہے کہ لوگ ہم پر خدا کی عطا کردہ فضیلت کو نہ سمجھیں اور ہمیں خدا کے علاوہ معبود ٹھہرالیں ہم تو خدا کے بندے ہیں اور اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے ہم تو خدا کے مطیع و فرماں بردار ہیں حضرت امام کا مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنی نادانی اور کم علمی کی وجہ سے ہماری فضیلتوں کو دیکھ کر ہمیں خدا نہ کہنے لگیں اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم بہت سے حقائق آشکار کردیتے۔

(۴۸) ـــــ حلیتہ الاولیا میں ابوحمزہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور کچھ چڑیاں چہچہا رہی تھیں تو حضرت امام نے فرمایا ابوحمزہ تم سمجھتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں میں نے عرض کیا مولا میں نہیں جانتا تو فرمایا کہ یہ خدا کی تسبیح بجالارہی ہیں اور اپنی آج کی روزی کا سوال کررہی ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ صـ۱۸۷)

(۴۹) ـــــ مناقب ابن شہر آشوب میں جابر بن یزید جعفی سے مروی ہے کہ ایک بار میں عبداللہ بن حسن کی مجلس میں پہنچا تو وہ کہنے لگے کہ محمد بن علی بن الحسینؑ کو مجھ پر فضیلت کی وجہ کیا ہے یہ سن کر میں وہاں سے اٹھا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضرت کی مجھ پر نظر پڑی تو مسکرائے اور فرمایا جابر بیٹھو اور اِس دروازہ سے پہلے آنے والے عبداللہ بن حسن ہوں گے میں دروازہ کو دیکھتا رہا تاکہ ارشاد امام کی تصدیق ہو کہ فوراً عبداللہ بن حسن مغرورانہ چال میں آپہنچے حضرت نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم ہی وہ شخص ہو جو یہ کہتے ہو کہ محمد بن علی بن الحسینؑ کو مجھ پر کون سی فضیلت حاصل ہے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ان کے دادا ہیں اسی طرح میرے بھی ہیں اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا اے جابر ایک گڑھا تو کھودو اور اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ روشن کرو۔ جابر کہتے ہیں میں نے حکم کی تعمیل کی اور جب دیکھا کہ اس میں انگارے ہوگئے تو حضرت امام عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر تمہیں برابری ہی کا دعویٰ ہے تو اس گڑھے میں کود جاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو یہ آگ تمہیں نہیں جلائے گی یہ سن کر ان کی کٹ حجتی ختم ہوگئی اور حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ یعنی کافر ہکا بکا رہ گیا اور جواب نہ دے سکا

(المناقب جلد ۳ صـ۳۱۸)

(۵۰) ـــــ زوال بنی امیہ کی پیش گوئی

نزاہتہ القلوب میں ثعلبی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار ہشام بن عبدالملک نے مجھے طلب کیا جب میں اِس کے پاس پہنچا تو اس کے گرد بہت سے

بنی امیہ کو بیٹھا ہوا پایا مجھ سے کہنے لگے کہ اے ترابی ذرا قریب آؤ تو میں نے کہا کہ اس سے انکار نہیں ہم سب مٹی ہی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹیں گے پھر اس نے مجھے اپنے قریب بٹھایا اور بولا کہ کیا تم ہی وہ ابوجعفر ہو جو بنی امیہ کو قتل کرے گا میں نے جواب دیا کہ نہیں پھر کہنے لگا تو پھر وہ ایسا کون آدمی ہے تو میں نے کہا کہ وہ ہمارا چچازاد بھائی ابوالعباس بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہوگا یہ سُن کر اُس نے میری طرف نگاہ ڈالی اور کہنے لگا کہ میں نے تمہارے جھوٹ کو آزمایا نہیں اچھا یہ بتاؤ کہ ایسا کب ہوگا تو فرمایا کہ چند برسوں میں خدا کی قسم یہ وقت دور نہیں ہے۔ (نفس المصدر جلد ۳ صد ۳۲۰)

جابر جعفی سے کچھ اس طرح منقول ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ بنی امیہ کی حکومت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک ہماری اس مسجد کی دیوار نہ گرے گی اور اس سے حضرت امام کی مراد مسجد جعفی تھی چنانچہ حضرت نے جیسی خبر دی تھی ویسا ہی ہوا۔

(۵۱) —— معتب سے منقول ہے کہ ایک بار امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ ان کی مزروعہ زمین پر آیا جب حضرت امام اس زمین پر پہنچے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کہ ایک دن میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہا تھا ابھی آپ تسبیح الٰہی میں مصروف تھے کہ اسی کے دوران ایک لانبے قد کے بزرگ آئے جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے انہوں نے پدر بزرگوار کو سلام کیا کہ ایک جوان ان کے پیچھے سے آیا اور اس نے بھی پدر بزرگوار کو سلام کیا اور ان بزرگ کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ ٹھہرو تمہیں اس کا حکم نہیں ہے جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے پدر بزرگوار سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون تھے اور دوسرے جوان کون تھے تو ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم وہ بزرگ ملک الموت تھے اور وہ جوان جبرئیل تھے۔ (المصدر السابق جلد ۳ صد ۳۲۱)

(۵۲) —— مناقب ابن شہر آشوب میں جابر بن یزید جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ہر شخص کو دیکھ کر اس کے ایمان اور نفاق کی صورت کو پہچان لیتے ہیں چنانچہ ایک بار امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے عمر بن بجنہ الکندی کا ذکر آ گیا لوگوں نے اس کے نفس کی پاکیزگی کی تعریف کی تو جناب امام نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تمہیں لوگوں کے بارے میں کچھ علم نہیں میں نے پہلی نظر میں تاڑ لیا تھا کہ یہ خبیث ترین آدمی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ بعد میں ایسا ہی ثابت ہوا کہ اُس نے کوئی حرام کام نہیں چھوڑا اور بدکار نکلا

(المناقب جلد ۳ صد ۳۲۱)

(۵۳) —— بیان کیا گیا ہے کہ جب جناب زید بن علی بن الحسین علیہ السلام نے لوگوں سے اپنی بیعت چاہی تو امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا ہم اہل بیت میں ظہور امام زمانہ حضرت مہدی سے قبل خروج کرنا ایسا ہے جیسے کسی پرندہ کا بچہ اس سے پہلے کہ اس کے بال و پر نکلیں اپنے گھونسلے سے باہر آ جائے اور نیچے گر پڑے اور بچے اُسے پکڑ لیں اور اس سے کھیلنے لگیں لہٰذا اے زید خدا سے ڈرو کہ کل تمہیں کناسہ میں سولی پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام نے جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔

۵۴ ابو بکر حضرمی کہتے ہیں کہ جب امام محمد باقر علیہ السلام کو ہشام بن عبد الملک کے پاس شام میں لایا گیا اور آپ اس کے دروازے پر پہنچے تو ہشام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب میں حضرت امام سے گفتگو کرتے ہوئے رک جاؤں تو تم لوگ ان کی ملامت و مذمت شروع کر دینا چنانچہ حضرت کو اندر آنے کی اجازت ملی جب آپ اندر تشریف لائے تو آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام علیکم کہا گویا تمام حاضرین کو سلام کیا پھر آپ بیٹھ گئے ہشام کو اس پر غصہ آیا کہ آپ نے اسے خلیفہ کہہ کر خصوصی سلام کیوں نہیں کیا اور اس کی اجازت کے بغیر بیٹھ گئے تو کہنے لگا کہ اے محمد تم میں ہمیشہ ایک ایسا شخص رہا ہے جس نے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کی اور انہیں اپنی ہی طرف دعوت دی اور اس نے یہی سمجھا کہ وہ باوجود نادانی اور کم علمی کے امام ہے چنانچہ اس نے سخت لہجہ میں آپ کی ملامت شروع کر دی جب خاموش ہو گیا تو لوگوں میں سے یکے بعد دیگرے ہر شخص آتا رہا اور امام کی مذمت کرتا رہا جب سب اپنی اپنی بک چکے اور خاموش ہوئے تو حضرت امام کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم کس خیال میں ہو اور کدھر بہکے جا رہے ہو تم سے پہلے لوگوں کو ہمارے ذریعہ سے ہدایت ملی اور اس کا خاتمہ بھی ہمارے ہی ساتھ ہوگا کوئی بات نہیں اگر تمہیں جلدی حکومت مل گئی ہے تو کیا ہوا ہماری حکومت دیر سے ہی سہی لیکن ہماری حکومت کے بعد پھر کسی کی حکومت نہ ہوگی اگر تمہارے لیے ملک معجل (دنیا) ہے تو ہمارے لیے ملک موجل (آخرت) ہے اس لیے کہ آخر والے ہم ہی ہیں جس کے بعد کوئی حکومت نہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (سورہ قصص آیت ۸۳) انجام کار تو متقیوں کے لیے ہے) یہ سن کر ہشام نے حضرت کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔

جب امام قید خانہ میں آئے اور قیدیوں سے کچھ بات چیت ہوئی تو کوئی قیدی ایسا نہ تھا جو آپ کا گرویدہ نہ ہو گیا ہو۔ قید خانہ کے نگران نے اس کی خبر ہشام کو پہنچا دی تو اس نے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے بارے میں حکم دے دیا کہ انہیں مدینہ روانہ کر دیا جائے اور یہ بھی حکم ہوا کہ انہیں بازاروں کے اندر سے نہ لیجایا جائے اور ان کو کھانے پینے سے ترسایا جائے چنانچہ تین دن تک سفر میں انہیں کھانے پینے کے لیے کچھ نہ ملا بمشکل مدینہ پہنچے وہاں شہر کا دروازہ بند پایا اور امام کے ساتھیوں نے بھوک پیاس کی شکایت کی۔ ابو بکر حضرمی کہتے ہیں کہ حضرت پہاڑ پر تشریف لے گئے اور لوگوں پر نظر ڈال کر بلند آواز میں فرمایا اے ظالم مدینہ والو سنو میں خدا کا بقیہ ہوں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ اگر تم مومن ہو تو تمہارے لیے خدا کا بقیہ بہتر ہے اور میں تمہارا ٹھیکیدار نہیں ہوں۔

ابو بکر حضرمی کہتے ہیں کہ ان میں ایک بوڑھا آدمی تھا جو ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ لوگو خدا کی قسم یہ شعیب علیہ السلام کا سا بلانا ہے اگر تم نے اس ہستی کے لیے کھانے پینے کا سامان نہیں کیا تو تمہارے اوپر نیچے سے عذاب آئے گا تم میری بات کو سچ جانو میرا کہنا مانو میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں چنانچہ انہوں نے فوراً

حضرت امام اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بازار کھول دیئے۔ (نفس المصدر جلد ۳ صہ ۳۲۳)

کافی میں بھی اِسی طرح یہ روایت مذکور ہے (جلد ا صہ ۱۷۴)

(۵۵) مناقب ابن شہر آشوب میں حلبی سے منقول ہے کہ کچھ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامت امامت دریافت کی آپ نے انہیں حضرت ائمہ کے نام بتائے اور جو وہ سوال کرنا چاہتے تھے اسے بھی بتا دیا کہ تم قرآن مجید کی اِس آیت کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہو کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا (سورہ ابراہیم آیت ۲۴ – ۲۵) گویا ایک پاکیزہ درخت کہ اِس کی جڑ مضبوط ہے اور اِس کی ٹہنیاں آسمان میں لگی ہوں اور اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھلا پھولا رہتا ہے) تو وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ نے درست فرمایا ہم اِس کے بارے میں سوال کرنا چاہتے تھے پھر حضرت امام نے فرمایا کہ ہم ہی وہ درخت ہیں جس کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے کہ اِس کی جڑ مضبوط ہے۔

(۵۶) ——— علی بن ابی حمزہ اور ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم آپس کے وعدہ کی صورت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے (یعنی ابو بصیر اور ابو یعلیٰ علی بن حمزہ) تو امام نے اپنی کنیز سکینہ سے فرمایا کہ ذرا چراغ تو لاؤ وہ چراغ لے آئی پھر فرمایا جاؤ اور بقچہ یا ٹوکری جو فلاں جگہ رکھی ہے اٹھا لاؤ وہ کنیز اس بقچہ یا ٹوکری کو جو ہندی یا سندھی تھی لے آئی امام نے اِس کی مہر توڑی اور اِس میں سے زرد رنگ کا لکھا ہوا کاغذ نکالا۔ علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ امام نے اِس کاغذ کو اوپر کی طرف سے تو تہ کیا اور نیچے کے حصّہ کو پھیلا دیا یہاں تک کہ آپ اِس کے تہائی یا چوتھائی حصّہ تک پہنچے تو میری طرف نظر کی میں خوف سے کانپنے لگا جب حضرت نے میری یہ حالت دیکھی تو میرے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم ڈر گئے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ایسا ہی ہے تو حضرت فرمانے لگے کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں میرے قریب آؤ میں قریب ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے اِس میں کیا دیکھا میں نے عرض کیا کہ حضور اپنا اپنے باپ اور اولاد کے نام دیکھے ہیں جنہیں میں پہچانتا بھی نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ اے علی اگر میرے نزدیک تمہارا یہ مرتبہ نہ ہوتا جو کسی دوسرے کے لیے نہیں تو میں تمہیں یہ بات نہ بتاتا علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ اِس کے بعد میں بیس سال تک زندہ رہا اور میری اتنی ہی اولاد ہوئی جتنی میں نے اس کاغذ پر لکھی ہوئی دیکھی تھی۔ (المناقب جلد ۳ صہ ۳۲۵)

(۵۷) ═══ سیر عالمین

جابر بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اِس ارشاد کے بارے میں دریافت کیا وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ (سورۃ انعام آیت ۷۵) ہم ابراہیم کو تمام آسمانوں کی سلطنت کا انتظام دکھاتے رہے تو حضرت امام نے اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اپنا سر اوپر اٹھاؤ

میں نے سر کو اٹھایا تو دیکھا کہ چھت کے حصے الگ الگ ہوگئے اور میری نظر ایک شگاف پر پڑی تو ایسا نور نظر آیا کہ میری آنکھیں حیران رہ گئیں پھر حضرت نے فرمایا کہ اس طرح حضرت ابراہیم نے آسمانوں کی سلطنت کا انتظام دیکھا تھا اس کے بعد جناب امام نے فرمایا کہ زمین کی طرف نظر کرو اور پھر اپنے سر کو اوپر کی طرف اٹھاؤ جب میں نے اپنے سر کو بلند کیا تو چھت کو اس کی پہلی حالت میں پایا پھر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر سے باہر لے گئے اور میرے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا اور فرمایا ذرا اپنی آنکھیں بند کرو اور یہ بتایا کہ تم اس تاریک سمندر میں کھڑے ہو جسے ذوالقرنین نے دیکھا تھا جب میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے کچھ دکھائی نہ دیا پھر حضرت نے قدم بڑھایا اور فرمایا کہ تم حضرت خضر کے آب حیات پر کھڑے ہو پھر ہم اس عالم سے نکلے یہاں تک کہ ہم پانچ عالموں سے گزرے تو امام نے ارشاد فرمایا کہ یہ زمین کی حکومت ہے پھر آنکھیں بند کرنے کے لیے فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑا تو یہ دیکھا کہ ہم اسی گھر میں کھڑے ہیں جہاں پہلے تھے حضرت نے میرے اوپر سے وہ کپڑا اتار لیا جو اوڑھا دیا تھا میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں دن کا کتنا حصہ گزر گیا؟ تو فرمایا صرف تین ساعتیں گذری ہیں۔

(المناقب جلد ۳ ص ۳۲۶)

(۵۸) —— کشف الغمہ میں یزید بن حازم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ہمراہ ہشام بن عبد الملک کے محل کی طرف سے گزرا جو تعمیر ہو رہا تھا حضرت امام نے فرمایا کہ بخدا یہ گھر گرایا جائے گا اور اس کے ڈھیر کی مٹی بھی اٹھائی جائے گی اور یہ بھی سن لو کہ مقام احجار زیت نظر آجائے گا جو نفس زکیہ کے قتل کی جگہ ہے۔ یزید بن حازم کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں تعجب میں رہ گیا اور کہنے لگا کہ بھلا ہشام کا محل کون ڈھائے گا لیکن میں نے دیکھ لیا کہ ولید نے اس محل کے ڈھانے کا حکم دیا اور اس کے ڈھیر کی مٹی دوسری جگہ منتقل کی گئی یہاں تک کہ پتھر صاف نظر آنے لگے تھے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۴۶)

(۵۹) ==== دلیل امامت

• کشف الغمہ میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ان وصیتوں میں سے میرے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے کی تھیں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ میری وفات کے بعد سوائے تمہارے مجھے کوئی غسل نہ دے اس لیے کہ امام کو امام ہی غسل دیا کرتا ہے بیٹا یہ سمجھ لو کہ تمہارا بھائی عبداللہ میرے بعد لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دے گا لہٰذا تم ان سے کوئی تعرض نہ کرنا اور دور رہنا اس لیے کہ ان کی عمر بھی تھوڑی ہوگی حضرت فرماتے ہیں کہ جب میرے پدر بزرگوار کی رحلت ہوئی تو میں نے ان کی وصیت کے مطابق انہیں غسل دیا اور عبداللہ نے بھی امامت و نیابت کا دعویٰ کیا اور وہی ہوا جو پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا تھا عبداللہ تھوڑے عرصے تک زندہ رہے اور مر گئے۔ یہی تو امامت کی دلیل ہے کہ کسی امر کی پہلے سے اطلاع دے دی جائے اور اسی سے امام کی پہچان ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ـــــــ فیض بن مطر ناقل ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہتا تھا کہ محمل میں نماز شب پڑھنے کے بارے میں حضرت سے دریافت کروں تو سوال کرنے سے پہلے ہی امام نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواریوں پر جدھر اس کا رخ ہوتا تھا نماز شب ادا فرماتے تھے۔

(نفس المصدر جلد ۲ ص ۳۴۷)

یہی خرائج میں سعد الاسکاف سے مروی ہے۔

(۶۱) ـــــــ جنّات کی حاضری

کشف الغمہ میں سعد الاسکاف سے منقول ہے کہ ایک بار میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو مجھے بتایا گیا کہ ذرا ٹھہریں اس لیے کہ حضرت کے پاس تمہارے بھائیوں میں سے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر میں میرے سامنے بارہ افراد اندر سے نکل کر باہر آئے جو ہندی نسل کے معلوم ہوتے تھے اور جو تنگ شروانیاں گاڑھے کپڑے اور ہلکے جوتے پہنے ہوئے تھے انہوں نے سلام کیا اور گزر گئے اس کے بعد میں خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو نہیں پہچانا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنوں میں سے تمہارے ہی بھائی تھے۔ سعد الاسکاف کہتے ہیں کہ میں نے خدمت امام میں عرض کیا کہ کیا یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے ہیں تو حضرت نے جواب میں فرمایا ہاں یہ مسائل حلال و حرام دریافت کرنے کے لیے اسی طرح آتے جاتے ہیں جیسے تم لوگ آتے جاتے ہو۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۴۸)

کافی میں اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جلد ۱ ص ۳۹۵)

(۶۲) ـــــــ کشف الغمہ میں مالک جہنی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ کو بغور دیکھنے لگا اور آپ کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ خداوند عالم نے آپ کو کیسی عظمت و بزرگی عطا فرمائی ہے اور آپ کو اپنی تمام مخلوق پر اپنی حجت قرار دیا ہے یہ کلمات سن کر امام میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اے مالک معاملہ تو اس سے بھی بہت زیادہ بڑا ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔

(۶۳) ـــــــ ابو الہذیل سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو الہذیل شب قدر ہم سے پوشیدہ نہیں ہے اس شب میں ہم پر فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۵۰)

(۶۴) ـــــــ مولف علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو وزیر سعید موید الدین ابو طالب محمد بن احمد بن محمد بن العلقمی رح کی کتاب سے نقل کیا ہے جسے ابو الفتح یحییٰ بن محمد بن حیاء الکاتب نے ایک شخص کے بیان کے حوالے سے پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ اور مدینہ کے درمیان حالت سفر میں تھا کہ مخلوق میں سے ایک

ایسی شکل مجھے نظر آئی جو کبھی دکھائی دی اور کبھی غائب ہوگئی یہاں تک کہ وہ شکل وصورت میرے قریب آگئی میں نے جو غور کیا تو وہ سات یا آٹھ سال کے لڑکے معلوم ہوئے انہوں نے مجھے سلام کیا میں نے انہیں سلام کا جواب دیا پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ فرمایا کہ خدا کی طرف سے۔ میں نے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا خدا کی طرف۔ میں نے پھر کہا کہ کس لیے؟ فرمایا خدا کے لیے میں نے دریافت کیا کہ آپ کا زادِ راہ کیا ہے؟ فرمایا کہ تقویٰ میں نے کہا کہ آپ کن لوگوں میں سے ہیں؟ فرمایا کہ میں ایک مردِ عرب ہوں میں نے کہا کہ ذرا وضاحت فرمائیے؟ فرمایا کہ میں قریش میں سے ہوں میں نے پھر وضاحت چاہی تو فرمایا کہ ہاشمی ہوں میں نے پھر عرض کیا کہ مزید وضاحت فرمائیں تو ارشاد فرمایا کہ میں علوی ہوں پھر کچھ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) ہم حوضِ کوثر پر نگراں کی حیثیت سے ہوں گے اس پر پانی کے لیے آنے والوں کو ہم دھتکاریں گے بھی اور مدد بھی کریں گے جو بھی کامیاب ہوگا وہ ہمارے ہی ذریعہ سے اور جس کے پاس ہماری محبت کا زادِ راہ ہے وہ ناامید نہ ہوگا جس نے ہمیں خوش کیا وہ ہم سے خوشی پائے گا اور جو ہم سے برائی کرے گا اس کا وقت اور یوم ولادت ہی خراب ہے اور جس نے ہمارے حق کو چھینا تو قیامت کا دن اس کی وعدہ گاہ ہوگا۔

ان اشعار کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں پھر جو میں نے نظر کی تو حضرت کہیں نظر نہ آئے معلوم نہیں کہ آسمان پر چلے گئے یا زمین کے اندر اتر گئے۔

(نفس المصدر جلد ۲ ص ۳۵۱)

(۶۵) اہل بیت ہی مرجع خلائق ہیں

رجال کشی میں محمد سے منقول ہے کہ میں ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام کے دروازے پر پہنچا اور اندر آنے کی اجازت چاہی مجھے تو اس وقت اجازت نہ ملی مگر دوسروں کو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ میں گھر لوٹ آیا لیکن مجھے اس بات کا رنج رہا پھر میں اپنی خواب گاہ میں چلا گیا لیکن نیند نہیں آئی اور سوچتا رہا کہ مرجیہ گروہ ایسا کہتا ہے اور قدریہ گروہ کچھ اور۔ حروریہ ایسا اور ایسا کہتے اور زیدیہ کچھ اور کہتے ہیں معلوم نہیں ان میں کون سچا ہے اور کون غلط راستہ پر ہے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون ہے تو جواب ملا کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کا قاصد ہوں امام نے فرمایا ہے کہ جلد پہنچو چنانچہ میں نے کپڑے بدلے اور قاصد کے ساتھ چل پڑا اور امام کی خدمت میں آیا جب حضرت نے مجھے آتے دیکھا تو فرمایا اے محمد تم مرجیہ نہ قدریہ نہ حروریہ اور زیدیہ گروہ کے خیالات کی طرف دیکھو تم ہماری طرف آؤ میں نے تمہیں اندر آنے سے اسی لیے روک دیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کی اس بات کو تسلیم کیا اور اس کی تائید کی۔ (رجال الکشی ص ۲۲۳)

کشف الغمہ میں مذکورہ بالا واقعہ حمزہ بن محمد طیار کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضرت

امام کی خدمت میں آئے تھے اور انہوں نے حضرت سے یہی سب کچھ کہا تھا اور حضرت امام ابن محمد سے مخاطب تھے اور ان سے یہ تمام گفتگو فرمائی۔ (جلد ۲ صہ ۳۴۹)

(۶۶) عالم الغیب

رجال کشی میں اسماعیل بن ابی حمزہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ کی طرف سوار ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا اور سلیمان بن خالد بھی۔ جنہوں نے خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان یہ تو فرمائیے کہ کیا امام آج کے دن ہونے والے حالات کو جانتا ہے تو امام نے جواب دیا اے سلیمان قسم اس ذات کی جس حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت کے ساتھ بھیجا اور رسالت کے لیے منتخب فرمایا کہ امام تو دن مہینے اور سال کے حالات سے باخبر ہوتا ہے اور تمہیں خبر نہیں کہ ہر شب قدر میں روح فرشتہ امام کے پاس حاضر ہوتا ہے اور انہیں اس سال اور آئندہ سال کے حالات سے آگاہ کر دیتا ہے امام دن اور رات کے اور موجودہ وقت میں واقع ہونے والے احوال سے باخبر رہتا ہے کیا تم وہ بات دیکھو گے جس سے تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔ سلیمان کہتے ہیں خدا کی قسم ہم ابھی ایک میل کے قریب ہی چلے ہوں گے کہ حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی تمہارے پاس دو آدمی آئیں گے جو چور ہیں اور انہوں نے چوری کا مال چھپا دیا ہے چنانچہ وہ دو آدمی آگئے اور جناب امام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان دونوں چوروں کو پکڑ و چنانچہ وہ پکڑ کر امام کے سامنے پیش کیے گئے، حضرت نے فرمایا کہ کیا تم نے چوری کی ہے۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ وہ چور نہیں ہیں حضرت نے فرمایا کہ اگر تم نے چوری کے مال کو برآمد نہ کیا تو میں کسی کو اس جگہ بھیج دوں گا جہاں تم نے چوری کا مال چھپا رکھا ہے اور تمہیں صاحب مال کے پاس بھجوا دوں گا وہ تمہیں حاکم مدینہ کے پاس لے جائے گا بولو کیا رائے ہے ان دونوں نے چوری کے مال کی واپسی سے انکار کر دیا تو امام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں اپنی تحویل میں رکھیں اور مجھ سے فرمایا کہ تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ اور آپ نے پہاڑ کے راستہ کی اپنے ہاتھ کے اشارے سے نشان دہی فرمائی اور ان سے کہا کہ تم ان غلاموں کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھو وہاں چوٹی پر ایک غار ہوگا تم خود اس کے اندر چلے جانا اور جو کچھ اس کے اندر مال ہو نکال لینا اور میرے اس غلام کے حوالے کر دینا اس میں ایک اور شخص کا بھی چوری کا مال ہے جو عنقریب تمہارے پاس آئے گا میں چل پڑا اور جو کچھ میں نے حضرت سے سنا تھا وہ میرے دل میں ایک بہت عظیم بات تھی یہاں تک کہ میں اس پہاڑ پر پہنچ کر اس غار کی طرف آگیا جس کے بارے میں امام نے فرمایا تھا چنانچہ میں نے غار میں سے دو بھاری تھیلے برآمد کیے اور انہیں لے کر خدمت امام میں آیا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر تم کل ٹھہرو تو دیکھو گے کہ مدینہ میں کتنے لوگ ظلم کا شکار ہوتے ہیں۔

ہم مدینہ آگئے جب دن نکلا تو حضرت امام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم حاکم مدینہ کے پاس

پہنچے تو مسروقہ مال کا مالک بھی وہاں آ گیا اور کہنے لگا اور ان لوگوں نے میرا مال چرایا ہے جب حاکم مدینہ انہیں غور سے دیکھ رہا تھا تو حضرت امام نے فرمایا کہ یہ لوگ بے گناہ ہیں اور چور نہیں ہیں چور تو میرے پاس ہیں پھر اُس شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا مال چوری ہوا تو کہنے لگا کہ ایک تھیلا ہے جس میں فلاں فلاں چیز ہے جو حقیقت کے خلاف تھا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ کیوں جھوٹ بولتے ہو جس پر وہ کہنے لگا کہ کیا آپ کو علم ہے کہ میرا کیا کیا مال چوری ہوا تو حاکم کا یہ ارادہ ہوا کہ اِس کے ساتھ سختی سے پیش آئے لیکن حضرت نے اُسے روکا اور غلام سے فرمایا کہ وہ تھیلا میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ تھیلا لایا گیا پھر حضرت نے حاکم مدینہ سے فرمایا کہ اگر یہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو یہ ان تمام چیزوں کے بارے میں جھوٹا ہے جن کا یہ دعویٰ دار ہے اور میرے پاس ایک دوسرا تھیلا ہے جو ایک دوسرے آدمی کا ہے اور وہ تمہارے پاس چند روز میں آئے گا اور وہ ایک بربری شخص ہوگا جب وہ تمہارے پاس آئے تو اُسے میرے پاس بھیج دینا اِس کا تھیلا امانت کے طور پر میرے پاس رکھا ہوا ہے رہے یہ دونوں چور تو میں انہیں یہاں سے نہ جانے دوں گا یہاں تک کہ تم ان کے ہاتھ قطع کرو چنانچہ وہ دونوں چور لائے گئے اور وہ اِس خیال میں تھے کہ حاکم ان کے ہاتھ قطع نہ کرے گا تو ان میں سے ایک چور بول اٹھا کہ آپ ہمارا ہاتھ کیوں کاٹتے ہیں جب کہ ہم اقراری مجرم ہی نہیں جس پر حاکم بولا کہ تم پر افسوس ہے کہ تمہارے خلاف اس ہستی نے گواہی دی ہے کہ اگر وہ تمام اہل مدینہ کے خلاف گواہی دے دیں تب بھی میں ان کی گواہی کو درست قرار دوں گا۔

جب حاکم نے ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اے ابو جعفر خدا کی قسم آپ نے میرا ہاتھ حق کے ساتھ کٹوایا ہے اور مجھے اس کی خوشی نہ ہوتی کہ خداوند عالم میری توبہ کو آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر جاری کرے میں جانتا ہوں کہ آپ عالم الغیب تو نہیں ہیں لیکن اہل بیت نبوت ہیں اور آپ پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور آپ حضرت معدن رحمت ہیں تو حضرت امام کو اس پر رحم آ گیا اور اس سے فرمایا کہ اب تو بھلائی پر ہے پھر آپ حاکم مدینہ اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اِس کا ہاتھ بیس سال پہلے جنّت کی طرف پہنچ گیا۔

سلیمان بن خالد نے ابو حمزہ سے پوچھا کہ کیا تم نے اِس سے پہلے کوئی حیرت انگیز معجزہ دیکھا ہے؟ تو ابو حمزہ نے جواب دیا کہ ابھی تو دوسرے تھیلے کے بارے میں عجیب و غریب باتیں باقی ہیں ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ بربری حاکم مدینہ کے پاس پہنچ گیا اور اُسے اِس تھیلے کا سارا قصہ سُنا دیا چنانچہ حاکم نے اِس شخص کو حضرت امام کے پاس بھیج دیا جب وہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ اِس سے پہلے کہ تو مجھے بتائے میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ تیرے تھیلے میں کیا ہے تو بربری نے کہا کہ اگر آپ نے بتا دیا جو تھیلے کے اندر ہے تو میں یہی سمجھوں گا کہ آپ امام ہیں جن کی اطاعت خدا نے مخلوق پر فرض کی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اِس تھیلے میں ایک ہزار دینار تو تمہارے ہیں اور ایک ہزار تمہارے علاوہ ایک دوسرے آدمی کے ہیں اور اِس تھیلے میں اس اس طرح کے کپڑے

بھی ہیں تو بربری نے عرض کیا کہ آپ اس دوسرے شخص کا نام بتائیں گے جس کے ایک ہزار دینار ہیں تو فرمایا اُس کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے اور وہ دروازہ پر تمہارا منتظر ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ میں تجھے صحیح اور درست خبر دے رہا ہوں تو بربری نے جواب دیا کہ میں خدائے وحدہٗ لاشریک لہ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی علیہ و آلہٖ وسلم پر ایمان لاتا ہوں اور اس کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اہل بیت رحمت ہیں کہ جن سے خدا نے ہر برائی کو دور کر رکھا ہے اور انہیں مکمل طور پر طاہر و مطہّر قرار دے دیا ہے اِس کے بعد جناب امام نے فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے چنانچہ وہ بربری شکر گزاری کے لیے حضرت کے قدموں میں گر گئے۔

سلیمان بن خالد بیان کرتے ہیں کہ دس سال کے بعد جب کہ میں حج میں تھا اس ہاتھ کٹے ہوئے شخص کو دیکھا کہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے صحابیوں میں تھا۔ (رجال الکشی صہ ۲۲۶)

مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ابو حمزہ سے اسی طرح منقول ہے۔ (المناقب جلد ۳ صہ ۳۱۹)

الخرائج میں بھی ابو حمزہ سے اسی طرح مروی ہے لیکن تھوڑے سے فرق کے ساتھ اور وہ یہ کہ اس میں بیس سال کا ذکر ہے چنانچہ وہ شخص بیس سال زندہ رہا اور روایت کے آخر میں حضرت کے یہ الفاظ درج ہیں کہ محمد بن عبدالرحمٰن ایک مرد نیک و صالح اور بڑا نمازی ہے جو دروازہ پر تمہارا منتظر ہے۔

(الخرائج والجرائح صہ ۱۹۶)

(۶۷) صحفائے ائمہ میں اسمائے شیعان کا اندراج

مشارق الانوار میں منقول ہے کہ جناب ابو بصیر نے کہا کہ مجھ سے میرے مولا و آقا امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم کوفہ لوٹ جاؤ گے تو تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا تم اس کا نام عیسیٰ رکھو گے پھر ایک دوسرا لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھو گے اور یہ دونوں ہمارے شیعوں میں سے ہوں گے اور ہمارے صحیفہ میں ان کے نام موجود ہیں بلکہ ان شیعوں کے نام بھی ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے شیعہ آپ کے ساتھ ہوں گے تو حضرت نے فرمایا ہاں جب کہ وہ خدا سے ڈرتے رہیں اور تقویٰ الٰہی اختیار کریں ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے تو ایک جوان آدمی کو مسجد میں ہنستے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ تو مسجد میں ہنس رہا ہے اور تین دن کے بعد تو اہل قبور میں سے ہو جائے گا چنانچہ وہ شخص تیسرے دن کے اول اوقات ہی میں مر گیا اور شام کو اسے دفن کیا گیا۔ (مشارق الانوار صہ ۱۱۰)

(۶۸) حضرت امام کا عظیم معجزہ

عیون المعجزات میں سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے جناب جابر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب

حکومت بنی امیہ کی طرف پہنچ گئی تو انہوں نے اپنے دور میں خون ناحق بہا ڈالے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام پر ایک ہزار ماہ تک منبروں پر سب وشتم کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ کے شیعوں کی قتل و غارت گری کی اور انہیں نیست و نابود کرنے لگے اور مال دنیا کے لالچ اور رغبت میں بدکار علماء نے ان کی مدد کی اور ان کی کوشش یہی تھی کہ شیعہ امیر المومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام کے لیے (معاذ اللہ) برے الفاظ استعمال کریں جو شیعہ ایسا نہ کرتا تھا قتل کر دیا جاتا تھا جب مظالم کا یہ سلسلہ زیادہ اور طویل ہو گیا تو شیعوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے اس کا شکوہ کیا اور عرض کیا کہ فرزند رسول ان لوگوں نے ہمیں شہر بدر کر دیا ہے. اور بے دریغ قتل سے ہمیں مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور انہوں نے شہروں مسجد نبوی اور منبر رسول پر کھلم کھلا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام پر تبرا کا بازار گرم کر رکھا ہے کسی میں جرأت نہیں کہ ان لوگوں پر تنقید کر سکے اور کوئی تبدیلی لا سکے اگر ہم میں سے کوئی شخص اس عمل سے انکار کرتا ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ ترابی ہے اور اس کا معاملہ حاکم کے سامنے پہنچ جاتا ہے اور اسے لکھا جاتا ہے کہ یہ شخص ابو تراب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اچھے الفاظ میں یاد کرتا ہے یہاں تک کہ اسے زد و کوب کیا جاتا ہے اور قید میں ڈال دیا جاتا ہے جب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان واقعات کو سنا تو آسمان کی طرف نظر کی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ "تیری شان کا کیا کہنا تو نے اپنے بندوں کو ایسی مہلت دی کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ تو نے ہی انہیں اس کا موقع دیا ہے اور یہ سب کچھ تیری نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے حالانکہ تیرا فیصلہ اور تیرا قانون مغلوب نہیں ہوتا اور نہ تیرے اٹل فیصلہ کو رد کیا جا سکتا ہے تو نے اسے کیوں اور کیسے پسند کر لیا اس کا تو ہی ہم سے کہیں زیادہ عالم ہے":

اس کے بعد آپ نے اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا اے محمد کل صبح مسجد نبوی میں جاؤ اور اپنے ساتھ وہ دھاگا لیتے جانا جسے جبرائیل نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا تم اسے آہستہ آہستہ حرکت دینا اور دیکھو اسے سخت حرکت نہ دینا ورنہ یہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے جناب جابر کہتے ہیں کہ مجھے جناب امام کی اس بات سے تعجب ہوا اور میں نہ سمجھ سکا کہ کیا بولوں جب صبح ہوئی تو میں حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوری رات اسی اشتیاق میں گزار دی تھی تاکہ یہ دیکھوں کہ اس دھاگے کے معاملہ سے کیا ظہور میں آتا ہے اسی کیفیت میں در امام پر کھڑا تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام باہر تشریف لائے میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا کہ جابر صبح سویرے کیسے آئے ہو ایسے وقت تو تم آیا نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ کل میں نے امام کے ارشاد کو سنا تھا کہ اس دھاگے کو لو جسے لیکر جبرائیل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور یہ بھی سنا تھا کہ اسے ہلکے ہلکے ہلانا اور سخت حرکت نہ دینا ورنہ سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر وقت معین نہ ہوتا اور اس کا یقین اٹل نہ ہوتا اور تقدیر الٰہی طے شدہ نہ ہوتی تو پلک جھپکتے ہی بلکہ پل

پھر میں اس دھاگے کے ذریعہ سے میں اس مخلوق کو تہ و بالا کر دیتا لیکن ہم خدا کے بزرگ بندے ہیں ہم اس کے قول پر سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میرے مولا و آقا آپ ان لوگوں کے ساتھ کیوں ایسا کرنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ کیا کل تم اس وقت موجود نہ تھے جب شیعوں نے پدر بزرگوار سے اس اذیت کی شکایت کی جو اس گروہ کی طرف سے انہیں پہنچ رہی ہے میں نے عرض کیا کہ بے شک آپ نے درست فرمایا پھر حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے پدر بزرگوار نے حکم دیا ہے کہ میں ان لوگوں کو خوف دلاؤں شاید وہ اس عمل سے باز آ جائیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان ظالموں سے ایک گروہ ہلاک ہو جائے اور خداوند عالم شہروں کو ان سے پاک صاف کر دے۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے خدمت امام میں عرض کیا کہ مولا آپ انہیں کیسے خوف دلائیں گے یہ لوگ تو تعداد میں بے شمار ہیں جس پر حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ مسجد نبوی میں چلو تو میں تمہیں خدائے تعالیٰ کی وہ قدرت دکھاؤں جس سے اس نے ہمیں مخصوص فرمایا ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر اس نے ہم پر احسان کیا ہے۔

جابر کہتے ہیں کہ میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں آیا حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے رخسار کو خاک پر رکھ کر زبان مبارک سے کچھ کلمات کہے پھر سر کو اٹھایا اور اپنی آستین سے ایک پتلی ڈوری نکالی جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور دیکھنے میں وہ ڈوری سوئی کے ناکے سے باریک تھی اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جابر اس کا ایک کنارہ تم پکڑ لو اور آہستہ آہستہ چلنا اور اسے حرکت نہ دینا جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس دھاگے کا ایک سرا تھام لیا اور آہستہ آہستہ چلا تو امام نے حکم دیا کہ جابر ذرا ٹھہر و میں ٹھہر گیا پھر آپ نے دھاگے کو ایک ایسی ہلکی سی حرکت دی کہ میں نہ سمجھ سکا کہ آپ نے اسے ہلایا ہے پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس دھاگے کا سرا مجھے دو چنانچہ میں نے وہ سرا حضرت امام کے دست مبارک میں دے دیا اور عرض کیا کہ مولا آپ نے اس دھاگے سے کیا کیا تو امام نے فرمایا ذرا باہر تو جاؤ اور دیکھو کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔

جابر بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد سے باہر آیا تو دیکھا کہ ہر طرف لوگوں کی چیخ پکار مچی ہوئی ہے اور مدینہ میں سخت زلزلہ ہے اور تباہی و بربادی کا سماں ہے اور تیس ہزار سے زیادہ مرد و عورت ہلاک ہو چکے ہیں اور بچے اس کے علاوہ ہیں لوگوں میں فریاد و آہ و زاری بلند ہے اور سب کے سب اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ رہے ہیں کہ فلاں گھر اور گھر والے تباہ ہو گئے لوگ پریشان حال مسجد نبوی کی طرف جا رہے ہیں اور یہی صدائیں ہیں کہ سخت تباہی و بربادی آ گئی بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ سخت زلزلہ ہے بعض لوگوں کی زبان پر ہے کہ ہم کس طرح برباد نہ ہوں جب کہ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا اور ہمارے اندر برائیاں آ گئیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد

اظہار پر ظلم کرنے لگے خدا کی قسم ہم اِس سے زیادہ شدید زلزلہ کے سزاوار ہیں یا پھر ہم اپنے فاسد نفسوں کی اصلاح کر لیں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں لوگوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جو گریہ وزاری کر رہے تھے ان کے گریہ نے مجھے بھی رلا دیا میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ آپ کے چاروں طرف لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ فرزند رسول آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ ہم پر کیا گزری ہمارے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائیے تو امام نے فرمایا کہ نماز د' اور صدقہ کے ذریعے پناہ حاصل کرو پھر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرے ساتھ روانہ ہوئے اور فرمایا بتاؤ لوگوں کا کیا حال ہوا میں نے عرض کی فرزند رسول کچھ نہ پوچھیے مکان تباہ اور لوگ ہلاک ہو گئے اور میں نے تو انہیں قابل رحم حالت میں دیکھا ہے تو امام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ان پر رحم نہیں کیا یہ سمجھ لو کہ یہ تمہارے لیے ایک نشانی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے اور ہمارے دوستوں کے دشمنوں پر تم رحم نہ کرتے پھر فرمایا کہ ظالموں کے لیے رحمت خداوندی سے دوری اور ان کے لیے ہلاکت ہو خدا کی قسم اگر مجھے اپنے پدر بزرگوار کی مخالفت کا خوف نہ ہوتا تو میں اِس دھاگے کو اور زیادہ حرکت دے دیتا اور سب کو ہلاک کر ڈالتا اور اس صورت میں کہ سارا شہر تہہ و بالا ہو جاتا اور اس کے در و دیوار باقی نہ رہتے اور پھر ہمارے دشمنوں میں سے ان کے علاوہ دوسرے بھی ہمیں اور ہمارے دوستوں کو ان کے مقام اور مرتبہ سے نیچے نہ لاتے لیکن میرے مولا نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس دھاگے کو آہستہ سے حرکت دوں اس کے بعد امام منارہ مسجد پر تشریف لائے اور صورت یہ تھی کہ میں تو حضرت کو دیکھ رہا تھا لیکن دوسرے لوگ دیکھنے سے قاصر تھے چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا اور اِس دھاگے کو منارہ کے گرد گھمایا تو مدینہ میں پھر ہلکا سا زلزلہ آ گیا اور مکانات گرنے لگے اور حضرت نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی " ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ " (سورہ سبا آیت نمبر ۱۷) یہ ہم نے اس کی ناشکری کی سزا دی ہے اور ہم تو ناشکروں کو سزا دیا کرتے ہیں، اور یہ آیت بھی تلاوت کی فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (سورہ ہود آیت ۸۲) پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے زمین کے اوپر کے حصہ کو اس کے نیچے کا بنا دیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (سورہ نحل آیت ۲۶) پھر کیا تھا کہ ان پر دھم سے چھت گر پڑی اور جدھر سے ان پر عذاب آیا اس کی انہیں خبر تک نہ تھی۔

جابر کا بیان ہے کہ دوسرے زلزلہ میں لڑکیاں اپنے گھر کے پردوں سے باہر نکل آئیں اور وہ ان واقعات کی وجہ سے گریہ وزاری کر رہی تھیں اور کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہ تھا جب حضرت امام کی نظر ان کی تشویش اور حیرانی پڑی تو حضرت کو ترس آ گیا اور آپ نے وہ دھاگا اپنی آستین میں رکھ لیا

جس سے زلزلہ رک گیا پھر آپ منارہ سے نیچے تشریف لائے جب کہ لوگوں نے آپ کو نہ دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑا اور ہم مسجد سے باہر آئے۔ ہمارا گزر ایک لوہار کے پاس سے ہوا کہ جس کی دکان پر لوگ جمع تھے اور وہ ان سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم نے اس تباہی کے دوران میں کوئی عجیب وغریب آواز نہیں سنی تو بعض لوگ بولے کہ ایسی آوازیں تو بہت تھیں اور کچھ لوگوں نے کہا کہ آوازیں تو بہت تھیں لیکن ہم اس آواز کو نہ سن سکے۔

جناب جابر کہتے ہیں کہ حضرت امام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے جابر یہ اس لیے ہوا کہ یہ لوگ سرکش اور باغی ہو گئے تھے میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول یہ کیسا دھاگا ہے جس میں عجیب باتیں پائی جاتی ہیں تو امام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آل موسیٰ وہارون کی نشانی ہے جسے فرشتے لے گئے تھے اور جبرئیل لے کر آئے تھے اے جابر ہم خدا کی طرف سے وہ بلند درجہ پائے ہوئے ہیں کہ اگر ہم نہ ہوتے تو زمین وآسمان جنت و دوزخ چاند سورج اور جنوں اور انسانوں کو خدا پیدا ہی نہ کرتا اے جابر کسی دوسرے شخص کو ہم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اے جابر خدا کی قسم ہماری وجہ سے خدا نے تمہیں نجات دی اور ہلاکت سے بچا لیا اور ہمارے ہی ذریعے سے تمہیں ہدایت نصیب ہوئی اور ہم نے ہی تمہارے رب کی طرف تمہاری رہنمائی کی لہٰذا تم ہمارے امر ونہی پر ثابت قدم رہو اور ہمارے ان احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا جو تمہیں ہم دیتے ہیں خدا کے فضل سے ہم اس سے کہیں ارفع واعلیٰ ہیں کہ ہمارے احکام کی خلاف ورزی کی جائے اور تمام وہ باتیں جو تمہیں ہماری طرف سے پہنچی ہیں اور تم سمجھ نہیں سکے اس پر خدا کی حمد کرو اور جو تمہیں معلوم ہی نہیں اسے ہماری طرف پھیر دو اور یہ کہا کرو کہ ہمارے ائمہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے۔

جناب جابر کہتے ہیں کہ بنی امیہ میں سے پہلے کا مدینہ کا ایک امیر جو وہاں مقیم اور مصیبت زدہ تھا اور زمانہ کے انقلاب نے جس کی حیثیت کو خراب کر دیا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور پکار پکار کر کہنے لگا کہ لوگو فرزند رسول امام علی بن الحسین ؑ کے پاس چلو اور انہیں خدا کی طرف قربت کا ذریعہ ووسیلہ بناؤ اور اس سے فریاد کرو اور توبہ کرو اس کی اطاعت میں لگ جاؤ شاید خدائے تعالیٰ تم سے عذاب کو ہٹا دے۔

جناب جابر کہتے ہیں کہ جب امیر نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو تیزی سے آپ کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ فرزند رسول آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ امت محمدیہ پر کیسی مصیبت نازل ہوئی ہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے پھر کہنے لگا کہ آپ کے پدر بزرگوار کہاں ہیں تاکہ ہم ان سے مسجد میں چلنے کی درخواست کریں اور انہیں قربت خداوندی کا ذریعہ ووسیلہ بنائیں تاکہ امت رسول سے یہ بلا ومصیبت ٹل جائے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ایسا ہی ہوگا لیکن اپنے نفسوں کی اصلاح تو کرو تم جس روش پر چل رہے ہو بارگاہ الٰہی میں اس کی توبہ کرنی چاہیئے یاد رکھو کہ نقصان اٹھانے والی قومیں ہی خدا کے عذاب سے مطمئن اور بے خوف ہو کر

بیٹھی رہتی ہیں اور انہیں اس کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ عذاب خداوندی کسی وقت بھی آسکتا ہے۔

جناب جابر کا بیان ہے کہ ہم سب کے سب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ نماز میں مصروف تھے ہم نے انتظار کیا یہاں تک کہ آپ ہماری جانب متوجہ ہوئے پھر اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام سے خفیہ طور پر فرمایا کہ اے محمد قریب تھا کہ تم سب لوگوں کو ہلاک کر دیتے جابر کہتے ہیں کہ مولا خدا کی قسم انہوں نے اس ڈوری کو اتنی آہستہ حرکت دی تھی کہ مجھے بھی اس کے ہلنے کا احساس نہ ہوا جس پر امام زین العابدین نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کے ہلنے کا احساس ہو جاتا تو کوئی آگ میں پھونک مارنے والا بھی نہ رہتا۔ اب لوگوں کی کیا حالت ہے، تو ہم نے ساری بات بتائی جس پر ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے یہ چاہا تھا کہ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر دیں انہوں نے ہماری حرمت وعزت کو تباہ کر دیا تھا میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول ان کا امیر دروازہ پر کھڑا ہے اور اس نے ہم سے کہا ہے کہ ہم آپ سے مسجد کی طرف تشریف لے جانے کی درخواست کریں تاکہ سب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کریں اور بارگاہ الٰہی میں فریاد کریں اور اس سے مصیبت کے دور کرنے کا سوال کریں یہ سن کر حضرت امام مسکرائے اور یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (سورہ مومن آیت ۵۰) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر صاف اور روشن معجزے لے کر نہیں آئے تھے وہ کہیں گے ہاں آتے تھے تب (فرشتے) کہیں گے تو پھر تم خود دعا کرو حالانکہ کافروں کی دعا تو بیکار ہی ہے۔

میں نے عرض کیا مولا و آقا یہ تو جانتے ہی نہیں کہ ان پر یہ مصیبت کہاں سے آئی تو ارشاد فرمایا کہ ہاں بے شک پھر یہ آیہ مبارکہ تلاوت کی فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (سورہ الاعراف آیت ۵۱) تو ہم بھی انہیں بھول جائیں گے جس طرح یہ لوگ آج کی حضوری کو بھولے بیٹھے تھے اور ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے یہ ہیں ہماری آیات اور خدا کی قسم یہ تو ایک نشانی ہے جس کا خدا نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ سورہ الانبیا آیت ۱۸) ہم تو حق کو ناحق پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ باطل کے سر کو کچل دیتا ہے پھر وہ اسی وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے اور تم پر افسوس ہے کہ ایسی باتیں بنایا کرتے ہو) اس کے بعد حضرت امام نے فرمایا کہ اے جابر تمہارا اس قوم کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے ہماری سنت کو مردہ بنا دیا ہمارے عہد کو ضائع و برباد کر دیا اور ہمارے دشمنوں کی سرپرستی کی ہماری حرمت کو پامال کیا اور ہمارے حق کے بارے میں ہم پر ظلم کیا اور ہماری وراثت کو چھین لیا ہم پر ظلم کرنے والوں کی مدد کی اور ان کی سنت کو جاری کر دیا اور دین میں فساد ڈالنے اور نور حق کو بجھانے میں فاسقوں اور کافروں کی راہ اختیار کی۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض

کیا کہ اس خدا کی حمد ہے جس نے آپ کی معرفت سے مجھ پر احسان فرمایا اور آپ کی عظمت کو پہچنوا دیا اور جس نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی کی توفیق عطا فرمائی حضرت امام نے فرمایا جابر کیا تم جانتے ہو کہ معرفت کیا چیز ہے یہ سُن کر جابر خاموش ہو گئے اور امام نے اس بارے میں ایک طویل حدیث ارشاد فرمائی۔ (مولف علیہ الرحمۃ نے طوالت کے خوف سے حدیث مذکورہ کو نقل نہیں فرمایا)

(عیون المعجزات از ص۶۹ تا ۷۴)

نوٹ: پانچوں عالموں کی سیر کے بارے میں جناب جابر کی منقولہ روایت اس باب میں بیان کی جا چکی ہے جس کی تکرار کی ضرورت نہیں اسی لیے دوبارہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(۶۹) کافی میں جناب زرارہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے کہ بنی امیہ اور ان کی حکومت کا تذکرہ آگیا چنانچہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے خدمت امام میں عرض کیا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھی ہوں اور خداوند عالم آپ کو اس کام میں غلبہ واقتدار عطا فرمائے تو امام نے جواب میں فرمایا کہ میں ان کا ساتھی نہیں ہوں اور نہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں ان کا ساتھی بنوں ان کے ساتھی اور اصحاب مجھے ناپسند ہیں خداوند عالم نے آسمانوں اور زمینوں کی خلقت کے وقت سے اتنے کوتاہ اور مختصر دن اور سال نہیں بنائے جتنے مختصر بنی امیہ کے ہیں۔ خداوند عالم اس فرشتہ کو حکم کرے گا کہ جس کے ہاتھ میں فلک کے انتظامات ہیں تو وہ ان کے اقتدار کی مدت کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔

(بصائر الدرجات جلد ۸ باب ۱۳ ص ۱۱۹)

(۷۰) ہشام کی حکومت اور امامؑ کی پیش گوئی

کافی میں جناب جابر سے منقول ہے کہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ حکومت بنی امیہ کا ذکر آگیا تو حضرت امام نے فرمایا کہ جو بھی ہشام پر خروج کرے گا وہ اسے قتل کر دے گا وہ کہتے ہیں کہ حضرت نے اس کی حکومت کے بیس سال بتائے اور یہ سُن کر کچھ مایوسی سی ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا جب خدا کسی قوم کے بادشاہ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو فرشتے کو حکم دے دیتا ہے کہ رفتار فلک کو تیز کر دے اور جو وہ چاہتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے زید سے جناب امام کا یہ قول بیان کیا تو وہ کہنے لگے کہ میں ہشام کے پاس موجود تھا اور وہاں اس کے سامنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو رہی تھی تو اس نے کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا خدا کی قسم اگر کوئی بھی سوائے میرے اور میرے بیٹے کے نہ ہو تو میں اس پر خروج کر کے رہوں گا۔

(الکافی جلد ۸ ص ۳۹۴)

(۱۷) جناب جابر کی پیش گوئی

نعمان بن بشیر سے منقول ہے کہ میں جابر بن یزید جعفی کے ساتھ تھا جب کہ ہم مدینہ میں تھے تو وہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب رخصت ہونے لگے تو خوش اور مسرور نظر آتے تھے جب ہم اخیرجہ پہنچے جو فید سے مدینہ جانے کی طرف جانے میں پہلی منزل ہے ہم نے نماز پڑھی جب سفر کے لئے اونٹ تیار ہو گیا تو اچانک ایک طویل القامت شخص نے انہیں ایک خط لاکر دیا انہوں نے اس خط کو بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا دیکھا تو وہ خط امام محمد باقر علیہ السلام کا جابر بن یزید کے نام تھا نعمان کہتے ہیں کہ جابر نے اس خط کی مہر توڑی اور پڑھنے لگے اور قاصد سے پوچھا تم امام سے کب علیحدہ ہوئے تھے تو اس شخص نے کہا کہ ابھی جدا ہوا تھا تو انہوں نے پوچھا کہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد، تو انہوں نے جواب دیا کہ نماز کے بعد پھر جابر نے وہ خط آخر تک پڑھا اور اسے ہاتھ میں لیے رہے چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ نہ ہنس رہے تھے اور نہ ان پر کسی خوشی کے آثار تھے. یہاں تک کہ کوفہ پہنچ گئے.

جب رات کے وقت کوفہ میں آئے تو میں نے رات وہیں گزاری جب صبح ہو گئی تو میں ازراہ تعظیم ان کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عجیب حالت سے باہر آئے کہ ان کی گردن میں نرد کے مہرے لٹکے ہوئے تھے اور بانس کی لکڑی کے گھوڑے پر سوار تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ میں منصور بن جمہور کو غیر مامور حکمران دیکھ رہا ہوں جو کسی کے ماتحت نہیں اور کچھ اس طرح کے اشعار پڑھے پھر انہوں نے مجھے دیکھا اور میں نے انہیں وہ مجھ سے کچھ نہ بولے اور نہ میں نے ان سے کچھ کہا اور جب میں نے انہیں دیکھا تو میں رونے لگا پھر ایسا ہوا کہ ان کے پاس بچے اور دوسرے آدمی جمع ہو گئے اور وہ بچوں کے ساتھ چکر لگانے لگے اور لوگ کہہ رہے تھے کہ جابر دیوانے ہو گئے. خدا کی قسم چند روز نہ گزرے تھے کہ ہشام بن عبدالملک کا خط وہاں کے حاکم کے پاس پہنچا کہ اس شخص پر نگاہ رکھیں جنہیں جابر بن یزید جعفی کہا جاتا ہے ان کی گردن اور سر کو کاٹ کر میرے پاس روانہ کرو چنانچہ وہ حاکم اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جابر بن یزید جعفی کون ہیں تو لوگوں نے کہا کہ خدا تیری اصلاح کرے وہ تو ایسے انسان ہیں جو صاحب علم و فضل اور عالم حدیث ہیں. انہوں نے حج کیا ہے اور ان کی عقل جاتی رہی ہے اور اس وقت بچوں کے ساتھ لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہو کر کھیل رہے ہیں. نعمان کہتے ہیں کہ وہ ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ بانس کی لکڑی کے گھوڑے پر بیٹھے ہیں تو وہ حاکم کہنے لگا کہ اس خدا کی حمد و ثنا ہے جس نے مجھے ان کے قتل سے بچا لیا. نعمان کہتے ہیں کچھ دن نہ گزرے تھے کہ منصور بن جمہور کوفہ میں آیا اور اس نے وہی کیا جو جابر نے کہا تھا.

(الکافی جلد ا صہ ۳۹٦)

(۷۲) جنات اور خدمت گزاریٔ امام

بصائر میں سدیر سے منقول ہے کہ ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے اپنی سواری پر چند مزدوروں سے مدینہ جانے کا حکم دیا ابھی میں موضع فخ الروحا میں سواری پر جارہا تھا کہ اچانک ایک شخص نے اپنے کپڑے ہلا کر مجھے اشارہ کیا تو میں نے ان کی طرف رُخ کیا اور یہ سمجھا کہ شاید یہ پیاسے ہیں تو میں نے ان کی طرف مشکیزہ کو بڑھایا انہوں نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں پھر انہوں نے مجھے ایک خط دیا کہ جس کی مہر گیلی تھی جب میں نے اس مہر کو دیکھا تو وہ امام محمد باقر علیہ السلام کی مہر تھی میں نے پوچھا کہ تم صاحب خط سے کب ملے تھے تو وہ بولے کہ ابھی ابھی، سدیر صیرفی کہتے ہیں کہ اس خط میں ان چند چیزوں کا ذکر تھا کہ جن کے لانے کا امام نے حکم دیا تھا اب جو دیکھا تو خط پہنچانے والے غائب تھے میں پلٹا تو حضرت امام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ایک شخص آپ کا خط لیکر میرے پاس پہنچا تھا کہ جس کی مہر بھی خشک نہیں ہوئی تھی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں جب کسی کام میں جلدی ہوتی ہے تو ہم جنات سے بھی کام لیتے ہیں۔

محمد بن الحسین نے جو مذکورہ واقعہ کے راوی ہیں یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت امام نے سدیر سے فرمایا کہ جنات میں سے ہمارے خدمت گزار جن بھی ہیں۔ کسی کام میں جلدی مقصود ہوتی ہے تو ہم انہیں بھیج دیتے ہیں۔ (بصائر الدرجات جلد ۲ باب ۱۸ صفحہ ۲۶)

(۷۳) ——— عیون المعجزات میں مروی ہے کہ جابہ والبیہ امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانۂ امامت تک زندہ رہیں ایک دفعہ وہ خدمت امام میں حاضر ہوئیں تو امام نے فرمایا کہ جابہ تمہیں کس چیز نے کمزور اور ضعیف کر دیا تو کہنے لگیں کہ عمر زیادہ ہوگئی بال سفید ہوگئے اور فکریں بڑھ گئیں جن کی وجہ سے حضور کی خدمت میں حاضری کا موقع نہ مل سکا امام نے فرمایا ذرا قریب تو آؤ چنانچہ وہ قریب آگئیں تو حضرت نے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دُعا فرمائی اور کچھ ایسے الفاظ زبان مبارک پر جاری کیے جو سمجھ میں نہ آسکے اب جو دیکھا کہ ان کے سر کے بال بہت زیادہ سیاہ ہوگئے اور جوانی لوٹ آئی وہ خوش ہوئیں تو حضرت نے جواب دیا اے جابہ جناب آدم کی خلقت سے قبل ہم نور تھے اور ہم تسبیح الٰہی بجالاتے تھے اور ہمارے ساتھ فرشتے بھی خدا کی تسبیح کرتے تھے اور ابھی کوئی پیدا بھی نہ ہوا تھا جب خداوند عالم نے جناب آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی صلب میں قرار دے دیا۔

(۷۴) ——— منتخب البصائر میں ابو بصیر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کا غلام اور آپ کے شیعوں میں ایک حقیر اور کمزور آدمی ہوں حضور میرے جنت میں داخل ہونے کی ضمانت دیں تو امام نے فرمایا کیا میں تمہیں حضرات ائمہ کی صورتیں نہ دکھا دوں کہ تم ان کی زیارت کر سکو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے لیے یہ کوئی مشکل چیز نہیں کہ آپ ان حضرات کو میرے واسطے یک جا کر دیں جس پر حضرت نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا تو میں نے دیکھا کہ سب حضرات ائمہ آپ کے پاس اس سائبان میں جمع ہیں جہاں آپ

تشریف رکھتے تھے پھر حضرت نے فرمایا اے ابو محمد ذرا پھر ایک بار اپنی آنکھیں بند کرو اور پھر دیکھو کہ کیا نظر آتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے نظر کی تو خدا کی قسم سوائے کتے سور یا بندر کے کچھ دکھائی نہ دیا میں نے عرض کیا کہ یہ کیسی مسخ شدہ مخلوق ہے تو امام نے فرمایا کہ یہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت جسے تم دیکھ رہے ہو اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو لوگ اپنے مخالفوں کو انہی شکلوں میں دیکھیں گے پھر امام نے فرمایا اے ابو محمد اگر تم پسند کرو تو تمہیں اس حالت پر چھوڑے رکھوں اور چاہو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دے دوں اور پہلی حالت پر لوٹا دوں تو میں نے عرض کیا کہ مجھے اس تبدیل شدہ مخلوق کی طرف دیکھنے کی کوئی احتیاج نہیں مجھے میری پہلی حالت پر لوٹا دیجیے یہ جنت کا بدلہ نہیں ہو سکتا تو امام نے اپنا ہاتھ پھر آنکھوں پر پھیرا اور میں اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آیا۔ (مختصر بصائر الدرجات ص۱۱۲)

(۷۵) مستجیب الدعوات

کتاب عتیق غزوی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے حضرت فرماتے ہیں کہ میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر تھا جب کہ انصار کے لوگ بھی بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک آنے والے نے امام سے کہا سچ کہتا ہوں کہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی ہے تو آپ نے فرمایا بیٹا وہ نہیں جلا وہ شخص چلا گیا ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ وہ لوٹ کر آیا اور پھر کہا کہ خدا کی قسم آپ کا گھر جل گیا تو حضرت نے فرمایا بیٹا خدا کی قسم وہ نہیں جلا یہ کہہ کر وہ پھر چلا گیا ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ پھر آیا اور اس کے ساتھ میرے گھر والوں اور دوستوں میں سے کچھ لوگ تھے جو رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ آپ کا گھر جل گیا امام نے سُنا اور یہی فرمایا کہ ہرگز نہیں خدا کی قسم میرا گھر نہیں جلا میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا اور نہ مجھ سے یہ بات غلط کہی گئی ہے جو کچھ میرے اور تمہارے سامنے ہے اس پر مجھے اعتماد ہے یہ فرما کر پدر بزرگوار کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ اٹھا جب ہم اپنے گھروں کے قریب پہنچے تو آگ ہمارے گھروں کے دائیں بائیں بلکہ ہر طرف لگی ہوئی تھی یہ دیکھ کر امام مسجد کی طرف لوٹے اور سجدہ میں چلے گئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا "پالنے والے تجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے میں اپنے سر کو سجدہ سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک تو اس آگ کو نہ بجھا دے" امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جب تک آگ نہ بجھ گئی آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا ہمارے گھروں کے علاوہ آس پاس کے گھر جل گئے تھے لیکن ہمارے گھر محفوظ تھے حضرت فرماتے ہیں کہ یہ میرے پدر بزرگوار کی دُعا کا اثر تھا جو ایسا ہوا۔

مولف فرماتے ہیں کہ دُعا کا ذکر ان شاء اللہ اس کے موقع پر کیا جائے گا۔

چھٹا باب

دربیانِ مکارم اخلاق وسیرت، علم وفضل

ارشاد شیخ مفیدؒ میں عبداللہ بن عطار مکیؒ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہما السلام کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا کہ علماء ان کے آگے حقیر معلوم ہوتے ہیں میں نے حکیم بن عتیبہ کو ان لوگوں میں جلالت شان کے باوجود آپ کے سامنے اس طرح دیکھا ہے جیسے کوئی طفل مکتب استاد کے سامنے بیٹھا ہو۔ جابر بن یزید جعفی جب بھی امام محمد باقر علیہ السلام سے کوئی روایت کرتے تو یہی کہتے تھے کہ مجھ سے وصی الاوصیاء، وارث علوم انبیاء حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہما السلام نے یہ بیان فرمایا ہے۔

(ارشاد جناب شیخ مفید ص۲۸۰)

مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ حلیۃ الاولیاء عبداللہ بن عطا کی یہی روایت جناب جابر کے مذکورہ قول تک بیان کی گئی ہے۔

(المناقب جلد ۳ ص ۳۳۴)

ارشاد شیخ مفیدؒ میں قیس بن ربیع سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحٰق سے مسح کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے تمام لوگوں کو اسی طرح دیکھا ہے کہ وہ موزوں پر مسح کرتے ہیں یہاں تک کہ میری ملاقات بنی ہاشم کی ایک شخصیت حضرت محمد بن علی بن الحسین (علیہما السلام) سے ہو گئی تو میں نے آپ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے اس سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام بھی موزوں پر مسح نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قرآن مجید نے بھی اس کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ابواسحٰق کا بیان ہے کہ جب سے حضرت امام نے مجھے اس سے منع فرمایا میں نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔ قیس بن ربیع کہتے ہیں کہ جب سے ابواسحٰق نے مجھے یہ بات بتائی میں نے بھی موزوں پر مسح کرنا چھوڑ دیا۔

(الارشاد ص ۲۸۱)

(۲) ــــ تلاشِ رزقِ حلال

ارشادِ شیخ مفید میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ محمد بن مکندر کہا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہی نہ تھا کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہما السلام جیسے انسان اپنے بعد کے لیے کوئی ایسا خلف اور قائم مقام چھوڑیں گے جو علم وفضل میں ان کے وارث ہو سکیں یہاں تک کہ ایک دن ان کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی میں نے چاہا کہ انہیں کچھ وعظ ونصیحت کروں لیکن خود انہوں نے مجھے نصیحت کرنا شروع کر دی۔ ابن مکندر کے بعض ساتھیوں نے پوچھا کہ انہوں نے کس چیز کے بارے میں تمہیں نصیحت کی تو کہنے لگے کہ میں ایک دن گرمی کے اوقات میں مدینہ کے اطراف میں چلا گیا تو امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی جو بھاری جسم رکھتے تھے اور دو غلاموں کا سہارا لیے ہوئے تھے یہ دیکھ کر میں نے دل میں سوچا کہ اس گرمی کی شدت میں قریش کا ایک بزرگ دنیا کی طلب میں اِس حال پر پہنچ گیا ہے یہ سوچ کر میں ان کے پاس آیا تاکہ انہیں نصیحت کروں کہ اِس گرمی میں محنت اور دنیا کی طلب کس لیے؟ چنانچہ میں ان کے قریب پہنچا۔ میں نے انہیں سلام کیا تو آپ نے اکھڑے ہوئے سانس کی حالت میں جواب سلام دیا اور آپ کے جسم سے پسینہ ٹپک رہا تھا میں نے کہا کہ خدا آپ کو نیکی دے ایک بزرگ قریش اور اِس گرمی کے وقت میں دنیا حاصل کرنے کے لیے اتنی محنت کرے اگر ابھی اِسی حال میں آپ کو موت آجائے تو کیا ہو یہ سن کر جناب امام غلاموں سے الگ ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم اگر مجھے اِس وقت اِسی حال میں موت آجائے تو وہ مجھے اطاعت الٰہی میں پائے گی جس سے میں اپنے نفس کو تم اور تم جیسے لوگوں پر ڈال دینے سے محفوظ کر رہا ہوں اور طلب رزق میں کسی شخص کا محتاج نہیں ہوں مجھے تو اس سے خوف ہے کہ موت آئے اور مجھ سے خدا کی کوئی نافرمانی ومعصیت سرزد ہو رہی ہو۔

محمد بن مکندر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے میں تو آپ کو نصیحت کرنے کے ارادے سے آیا تھا لیکن آپ نے تو مجھے نصیحت فرما دی۔ (الارشاد صد ۲۸۴)

(۳) ــــ کتاب الارشاد میں حسن بن کثیر سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اپنی محتاجی کے ساتھ ساتھ اپنے بھائیوں کی لاپرواہی کی شکایت کی تو امام نے فرمایا وہ کیسا برا بھائی ہے جو تمہاری مالداری کی حالت میں تو تمہارا خیال رکھے اور عزت وتنگدستی میں تمہارا ساتھ چھوڑ دے اس کے بعد حضرت نے اپنے غلام کو تھیلی لانے کا حکم دیا جس میں سات سو درہم تھے اور مجھ سے ارشاد فرمایا جاؤ اس رقم کو خرچ میں لاؤ جب یہ ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ (الارشاد صد ۲۷۴)

یہی مذکورہ روایت مطالب السوٴل صد ۸۱ اور کشف الغمہ (جلد ۲ صد ۳۳۲) میں اسود بن کثیر سے منقول ہے۔

(۴) ــــ کتاب الارشاد میں عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن عبید بن عمیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب

کبھی ہماری امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ہمیشہ خرچ عطیہ اور لباس میں سے کچھ نہ کچھ عنایت فرمایا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ تمہارے آنے سے پہلے ہی ہم نے یہ تمہارے لیے رکھ چھوڑا تھا۔

(الارشاد ص۲۸۴)

مناقب ابن شہر آشوب جلد۳ صفحہ ۳۳۷ میں بھی عمرو اور عبید اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔

کتاب الارشاد میں سلیمان بن قرم سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام ہمیں پانچ چھ سو سے ہزار درہم تک عطا فرمایا کرتے تھے اور کسی وقت بھی اپنے بھائیوں غرض مندوں اور اپنی ذات سے امید و آرزو رکھنے والوں کو عطا کرنے سے رنجیدہ و ملول نہیں ہوئے۔ (الارشاد ص۲۸۴)

یہی روایت مناقب ابن شہر آشوب (جلد۳ صفحہ ۳۳۷) میں ہزار درہم کے الفاظ تک بیان کی گئی ہے۔

(۵) ــــــ کتاب الارشاد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے آپ کی حدیث مرسل بلا حوالۂ سند کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں کوئی حدیث بیان کرتا ہوں اور اس کی سند کو بیان نہیں کرتا تو اس کی سند اسی طرح ہوتی ہے کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے بیان کیا اور ان سے میرے جد نامدار امام حسین علیہ السلام نے اور ان سے ان کے جد امجد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ سے جبرئیل امین نے بیان کیا اور ان سے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا۔

حضرت امام نے فرمایا کہ ہم پر لوگوں کا معاملہ بڑی مصیبت ہے کہ ہم انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں تو وہ جواب نہیں دیتے اور ہماری آواز پر لبیک نہیں کہتے اگر ہم انہیں چھوڑ دیں تو ہمارے علاوہ کسی دوسرے سے ہدایت نہیں پا سکتے آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ ہم سے کیوں بچتے ہیں اور ہم میں کیوں عیب نکالتے ہیں ہم اہل بیت رحمت ہیں شجر نبوت اور علم و حکمت کی کان اور معدن ہیں ہم وہ جگہ ہیں جہاں فرشتوں کا نزول ہوا اور وحی اتری۔ (الارشاد ص۲۸۴)

(۶) ═══ امام وارث علوم انبیاء ہیں

مناقب ابن شہر آشوب میں مسند ابو حنیفہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ روای کہتا ہے جب بھی میں نے کسی مسئلہ میں جابر جعفی سے کچھ دریافت کیا تو انہوں نے اس کے بارے میں حدیث پیش کی اور جب وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے سے کوئی حدیث بیان کرتے تو یوں کہتے تھے کہ مجھ سے وصی الاوصیاء اور وارث علوم انبیاء نے یہ بیان فرمایا ہے۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں امام محمد باقر علیہ السلام کی شان میں اس طرح کے الفاظ کہے ہیں کہ وہ امام حافظ ذاکر خاشع صابر حضرت ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۸۰)

جس طرح لوگوں نے حضرت یوسف کے لیے کریم کریم کے فرزند کریم کے فرزند یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کہا اس طرح امام محمد باقر علیہ السلام کے لیے سید بن سید بن سید بن سید محمد بن علی بن حسین بن علی (علیہم السلام) کے الفاظ کہے ہیں۔ (المناقب جلد ۱ صہ ۳۱۵)

(۷) ـــــ ایک شخص نے جناب ابن عمر سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب انہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے کہا کہ اس لڑکے کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو وہ جو جواب دیں مجھے بھی بتاؤ اور اسی کے ساتھ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ شخص خدمت امام میں آیا اور آپ سے وہ مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا پھر وہ ابن عمر کی طرف لوٹ کر آیا اور امام کے جواب سے انہیں مطلع کیا تو جناب عمر کے صاحب زادے کہنے لگے کہ یہ یقیناً اہل بیت نبوت ہیں۔ (نفس المصدر جلد ۳ صہ ۳۲۹)

(۸) ـــــ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے تمام دنیا کی اصلاح کو ان دو کلموں میں بیان کر دیا ہے چنانچہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ معیشت اور معاشرہ کی نیکی و اصلاح ایک پیمانہ بھر ہے جس کا دو تہائی ذہانت اور ہوشیاری ہے اور ایک تہائی بے پروائی کرنا اور بے اعتنائی ہے۔ (البیان والتبیین جلد ۱ صہ ۸۴)

(۹) ـــــ ایک عیسائی کا قبول اسلام

ایک نصرانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ بقر (گائے) ہیں تو حضرت نے فرمایا "نہیں" میں باقر ہوں پھر وہ نصرانی کہنے لگا کہ کیا آپ طباخہ (باورچن) کے بیٹے ہیں تو فرمایا یہ تو ان کا پیشہ تھا پھر بولا کہ کیا آپ حبشی عورت کے فرزند ہیں تو امام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اپنے کہنے میں سچا ہے تو خدا انہیں بخش دے اور اگر تو اپنے اس قول میں جھوٹا ہے تو خدا تجھے بخش دے۔ راوی کہتا ہے کہ امام کے اس بلند اخلاق سے وہ متاثر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ (المناقب جلد ۳ صہ ۳۳۷)

(۱۰) ـــــ کشف الغمہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے غلام افلح سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت امام کے ہمراہ حج کے لیے گیا جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے بیت اللہ کی طرف نظر کی اور زار و قطار رونے لگے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ کے قربان جائیں سب لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں بہتر ہو کہ آہستہ گریہ فرمائیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا اے افلح تم پر افسوس ہے میں اس طرح کیوں نہ روؤں شاید خداوند عالم مجھ پر نظر رحمت فرمائے اور جو کل قیامت کے دن میری کامیابی کا ذریعہ بنے۔ افلح کہتے ہیں کہ پھر امام نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام پر رکوع کیا جب سجدہ سے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے تر تھی اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ جب مسکراتے تھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے کہ پالنے والے مجھ سے ناخوش نہ ہونا۔

آپ کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار آدھی رات میں اپنی عاجزانہ دعاؤں میں عرض کیا کرتے تھے کہ پالنے والے تو نے جن کاموں کو بجالانے کا حکم دیا میں انہیں بجا نہ لاسکا اور جن چیزوں سے تو نے منع فرمایا میں ان سے نہ رک سکا میں تیرا بندہ ہوں تیرے سامنے کھڑا ہوں کہ کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۱۹)

مذکورہ دونوں روایات فصول مہمہ صـ ۱۹۸) اور مطالب السوؤل صـ ۸۰) میں بھی بیان کی گئی ہیں لیکن ان دونوں کتابوں میں پہلی روایت کے اندر یہ الفاظ منقول ہیں "کہ میں اپنے گریہ کی آواز کیوں نہ بلند کروں"

(۱۱) ــــــ کشف الغمہ میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پدر بزرگوار کا خچر گم ہو گیا تو فرمایا کہ اے خداوند عالم اسے میرے پاس لوٹا دے تو میں خدا کی وہ حمد کروں جو اسے پسند ہے ابھی کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ خچر زین اور لگام سمیت واپس آگیا جب آپ اس پر بیٹھے اور اپنے لباس کو سمیٹ لیا تو سر کو آسمان کی جانب بلند کیا اور صرف الحمد للہ فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد ہوا کہ میں نے حمد و ثنائے الٰہی کی شکل وصورت نہیں چھوڑی اور خدا کی ہر تعریف اس کے اندر آگئی۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۱۹)

(۱۲) ـــــ تواضع امام

امام محمد باقر علیہ السلام کی کنیز سلمیٰ بیان کرتی ہیں کہ جب بھی امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے بھائی دوست اور احباب آتے تھے تو اس وقت تک واپس نہیں جا سکتے تھے جب تک حضرت انہیں بہتر کھانا نہ کھلا دیں عمدہ لباس نہ دے دیں اور درہموں کے عطیہ سے ان کی خاطر و مدارت نہ کر لیں میں نے حضرت سے اس میں کمی کرنے کے لیے کچھ عرض کیا تو جواب میں فرمایا۔ اے سلمیٰ بھائیوں اور ساتھیوں کو بخشش کرنا دنیا کی نیکی ہے وہ کہتی ہیں کہ حضرت امام پانچ چھ سو سے لیکر ہزار تک انہیں عطا فرماتے تھے اور ان لوگوں کی صحبت سے افسردہ دل نہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم اپنے کسی بھائی کے دل میں اپنی محبت کا اندازہ کرنا چاہو تو یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں اس کی کتنی محبت ہے آپ کے گھر سے سائل کے لیے یہ آواز کبھی نہیں سُنی گئی کہ اے سائل یہ لیتا جا حضرت امام فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اچھے ناموں سے یاد کیا کرو۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۲۰، صـ ۳۲۱)

(۱۳) ــــــ کافی میں عبداللہ بن عطاء سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ ذرا کھڑے تو ہو جاؤ اور خچر اور گدھے پر زین تو کس دو چنانچہ تعمیل حکم میں میں نے دونوں سواریوں پر زین کس دی اور خچر کو آپ کی سواری کے لیے پیش کیا اور یہی سمجھا کہ ان دونوں سواریوں میں آپ کو یہی زیادہ پسند ہے حضرت نے فرمایا یہ تم سے کس نے کہا کہ تم میرے خچر کی سواری لاؤ جس پر میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے خود آپ کے لیے پسند کیا ہے تو ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے یہ حکم دیا تھا کہ تم اسے میرے لیے پسند کرو پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جانوروں میں گدھے کی سواری پسند ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سواری کے لیے گدھا پیش کیا اور اس کی رکاب تھامی اور حضرت سوار ہو گئے اور یوں فرمایا کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کے ذریعے ہدایت فرمائی اور قرآن مجید کی تعلیم دی اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا اور تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اس جانور کو ہمارے لیے تابع فرمان کیا اگرچہ ہم اس پر قادر نہ تھے اور ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور تمام تعریفیں خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہیں اس کے بعد آپ کی سواری روانہ ہوئی یہاں تک کہ ہم ایک دوسری جگہ پہنچ گئے اور میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت نے فرمایا یہ وادی نمل (چیونٹیوں کی جگہ) ہے یہاں نماز نہیں ادا کی جائے گی پھر جب ہم ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے پھر یہی عرض کیا تو ارشاد فرمایا یہ نمک کی زمین ہے یہاں بھی نماز نہ ہو سکے گی، عبداللہ کہتے ہیں کہ آگے چل کر جناب امام خود سواری سے نیچے تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا نافلہ پڑھو گے تو میں نے عرض کیا کہ یہ نماز تو وہ ہے جسے اہل عراق نماز زوال کہتے ہیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو یہ نماز پڑھتے ہیں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور یہ توبہ کرنے والوں کی نماز ہے چنانچہ حضرت اور میں نے نماز پڑھی نماز کے بعد میں نے آپ کی سواری کی رکاب تھامی اور امام نے حمد الٰہی میں وہی کلمات زبان پر جاری فرمائے جو پہلے کہہ چکے تھے پھر فرمایا کہ پروردگار گروہ مرجئہ پر لعنت یہ لوگ دنیا و آخرت میں ہمارے دشمن ہیں جس پر میں نے عرض کیا کہ یہ مرجئہ کی یاد کیسے آئی تو حضرت نے فرمایا بس ان کی یاد آ ہی گئی۔

(الکافی جلد ۸ ص ۲۷۶)

(۱۴) ——— رجال الکشی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ جب بھی مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ہی اس کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ میں نے تیس ہزار حدیثوں کی معلومات آپ سے حاصل کی اور ۱۶ ہزار احادیث کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مستفید ہوا۔ (رجال الکشی ص ۱۰۹)

(۱۵) ═══ زینت برائے ازواج

کافی میں حکم بن عتیبہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ عمدہ رنگین قمیض پہنے ہوئے تھے اور گھر مزین و آراستہ تھا اور ایک رنگین چادر بھی زیب تن تھی چنانچہ میں گھر کی اس شکل و صورت کو دیکھتا رہا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا اے حکم اس لباس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور میں کیا کہہ سکتا ہوں سب کچھ میرے سامنے ہے لیکن اتنا سمجھتا ہوں کہ ایسا لباس ایک لاپرواہ قسم کا جوان ہی پہنتا ہے جس پر حضرت نے فرمایا اے حکم خدا کی مقرر کردہ زیب و زینت کو کون حرام کر سکتا ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے جائز قرار دیا ہے لیکن یہ گھر جو تم دیکھ رہے ہو ایک خاتون کا گھر ہے جن سے تھوڑا عرصہ ہوا میری شادی ہوئی ہے اور میرے گھر کے بارے میں

تو تم جانتے ہو کہ کیسا گھرانہ ہے (الکافی جلد ۲ ص ۴۴۶)

(۱۶) ——— کافی میں مالک بن اعین سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ بہت سرخ رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں میں مسکرایا تو حضرت نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم کیوں مسکرائے تم چادر کو دیکھ کر ہنسے جو میں اوڑھے ہوئے ہوں حالانکہ میری زوجہ ثقفیہ نے مجھے اس کے اوڑھنے پر مجبور کیا تھا اور میں ان سے محبت رکھتا ہوں پھر حضرت نے فرمایا کہ میں اسے اوڑھ کر نماز نہیں پڑھتا اور نہ تمہیں ایسے بھڑک دار سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنی چاہیئے۔ مالک بن اعین کہتے ہیں کہ جب دوسری بار حضرت کی خدمت میں آنا ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے اس عورت کو طلاق دے دی حضرت نے فرمایا کہ میں نے خود سنا کہ وہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام پر تبرا کر رہی ہے میں نے برداشت نہ کیا کہ وہ تبرا کرے اور میں اسے رو کے رہوں۔ (نفس المصدر جلد ۶ ص ۴۴۷)

(۱۷) ═══ حقوق زوجین

کافی میں حسن زیات بصری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام کا گھر مزین اور آراستہ ہے حضرت گلابی رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں ریش مبارک کتری ہوئی اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے ہم نے حضرت امام سے کچھ مسئلے دریافت کیے جب ہم جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے حسن تم اپنے دوست کے ساتھ میرے پاس آنا میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہم کل ضرور حاضر ہوں گے جب دوسرا دن ہوا تو میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت بوریا پر تشریف فرما ہیں اور موٹے کپڑے کی قمیض پہنے ہوئے ہیں حضرت امام میرے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے برادر بصری کل تم میرے پاس آئے تھے تو میں اپنی زوجہ کے گھر میں تھا کل ان کی باری تھی اور گھر بھی انہی کا تھا اور سارا ساز و سامان بھی، وہ میرے لیے آراستہ ہوئیں تو میرا فرض تھا کہ میں بھی ان کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کروں لہذا تمہارے دل میں کوئی بات نہ آنی چاہیئے۔ حسن کہتے ہیں کہ میرے دوست نے خدمت امام میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان خدا کی قسم کل تو میرے دل میں کچھ خیالات آئے تھے لیکن اب خداوند عالم نے وہ سب میرے دل سے نکال دیئے اور میں نے یقین کر لیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ (المصدر السابق جلد ۲ ص ۴۴۸)

(۱۸) ——— کافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام ایک بچہ کی نماز جنازہ کے لیے تشریف لے چلے تو آپ صوف کی زرد رنگ کی قبا اور صوف کی زرد رنگ کی شال زیب تن کیے ہوئے ہیں۔

(کافی جلد ۶ ص ۴۵۰)

(۱۹) ——— کافی میں حنان کے والد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام

کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا نافلہ نمازیں آپ بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ جب سے میں اس عمر کو پہنچا ہوں آج تک بیٹھ کر نوافل ادا نہیں کیے۔ (نفس المصدر جلد ۲ ص ۱۴۱)

(۲۰) ـــــــ ثواب الاعمال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار اپنے گھر والوں میں مالی لحاظ سے بہت کمزور تھے لیکن دوسروں کے اخراجات کے برداشت کرنے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے حضرت فرماتے ہیں کہ ہر جمعہ کے دن راہ خدا میں دینار تصدق کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن خیرات میں دوگنی فضیلت ہے چونکہ جمعہ کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (ثواب الاعمال ص ۱۲۸)

(۲۱) ــــــ حضرت امامؑ اور نشر علوم

مناقب ابن شہر آشوب میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے۔

سماعہ بن مہران اپنے صحاب سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ہم اندر پہنچنا چاہتے تھے کہ ہم نے دروازہ کی دہلیز پر سریانی زبان میں تلاوت سنی جو درد بھری آواز میں تھی اور حضرت امام تلاوت فرما رہے تھے اور رو رہے تھے یہاں تک کہ اس آواز نے ہم میں سے بعض کو رلا دیا۔

موسیٰ بن اکیل نمیری بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کے دروازے پر پہنچے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو ہم نے عبرانی زبان میں تلاوت کی آواز سنی جب ہم اندر آئے اور حضرت سے تلاوت کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ میں مناجات ایلیا کی تلاوت کر رہا تھا کہ مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی سے تفسیر و کلام فتاوی احکام اور حلال و حرام کے بارے میں اتنے علوم ظاہر نہیں ہوئے جتنے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ظہور میں آئے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام سے تیس ہزار حدیثوں کے بارے میں معلومات حاصل کی حضرت امام سے روایت کرنے والے دینی رہنما اور صحابہ رسول تھے نیز نمایاں تابعین اور مسلمانوں کے بڑے بڑے فقہا نے حضرت سے روایات کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ صحابہ میں جابر بن عبداللہ انصاری تابعین میں جابر بن یزید جعفی اور کیسان سختیانی صاحب صوفیہ کی شخصیتیں تھیں فقہا میں ابن مبارک زہری اوزاعی ابو حنیفہ مالک و شافعی اور زیاد بن منذر ہندی تھے۔

مصنفوں میں طبری بلاذری سلامی اور خطیب اپنی تاریخوں میں اور موطا شرف المصطفےٰ

ابانہ حلیۃ الاولیاء سنن ابی داؤد الکافی مسند ابی حنیفہ مروزی ترغیب الاصفہانی بسیط الواحدی تفسیر النقاش زمخشری معرفت اصول الحدیث اور رسالہ سمعانی میں کبھی تو یہ محمد بن مسلم کے نام سے روایت کرتے ہیں اور کبھی اس طرح روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ حضرت کو باقر کا لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا جس کے بارے میں جابر رض کی مشہور حدیث ہے جس کی فقہاء مدینہ و عراق سب نے روایت کی ہے (یہ مشہور حدیث حالات امام میں بیان کی جا چکی ہے)

(۲۲) ــــــ ابو السعادات نے فضائل الصحابہ میں لکھا ہے کہ جب جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر سے فرمایا کہ آپ وصیت کی تکمیل کر دیں اس لیے کہ آپ کی موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ جابر نے یہ سنا اور رونے لگے اور عرض کیا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہوا یہ تو وہ عہد تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے لیا تھا یہ بات آپ تک کیسے پہنچی تو حضرت نے ارشاد فرمایا اے جابر خدا نے ہمیں زمانہ گزشتہ اور قیامت تک ہونے والے امور کا علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جابر نے اپنی وصیت کو مکمل کیا اور پھر ان کی وفات ہو گئی۔

(۲۳) ــــــ قتیبی نے عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہشام نے جناب زید بن علی بن الحسین سے کہا کہ تمہارے بھائی بقرہ نے کیا کیا ہے تو جناب زید نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو انہیں باقر کا نام دیا ہے اور تو انہیں بقرہ کہتا ہے یہ تو مخالفت کی بات ہوئی اور پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔ ترجمہ اشعار

جناب باقر علم قبر میں آرام فرما رہے ہیں جو مخلوق کے امام ہیں اور جن کی پیدائش پاک و پاکیزہ ہے ان کے بعد سوائے امام جعفر صادق کے پھر کون امام ہو سکتا ہے وہ مخلوق کے پیشوا یکتائے زمانہ اور ارفع و اعلیٰ ہیں اے نیکی اور خیر والے ابو جعفر آپ امام ہیں اور آپ ہی سے کل مصیبت کے دن قیامت میں امیدیں وابستہ ہیں۔ (عیون الاخبار از ابن قتیبہ جلد ۲ صـ ۲۱۲) مناقب جلد ۳ صـ ۳۲۷)

(۲۴) ــــ حق کی نعمتوں کے بارے میں باز پرس

کافی میں ابو خالد کابلی سے منقول ہے کہ ایک بار میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے صبح کا ناشتہ طلب فرمایا جسے میں نے بھی آپ کے ساتھ تناول کیا وہ ایسا عمدہ کھانا تھا کہ میں نے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت نے فرمایا اے ابو خالد تمہیں کھانا کیسا لگا تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان اس سے بہتر اور صاف ستھرا کھانا میں نے کبھی نہیں کھایا اور اسی کے ساتھ میں نے کتاب الٰہی کی یہ آیت پڑھی ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿۸﴾ (التکاثر آیت ۸) پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ تو حضرت امام نے فرمایا کہ تم کے حق

کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم ان کا شکر بجا لائے یا نہیں۔ (کافی جلد ۲ ص ۲۸۰)

(۲۵) ـــــ کافی میں عمر بن بزیع سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک کالے رنگ کے پیالے میں سرکہ اور روغن زیتون تناول فرما رہے تھے کہ جس کے درمیان زرد رنگ سے قل ھو اللہ احد لکھا ہوا تھا حضرت نے فرمایا بزیع قریب آؤ چنانچہ میں نے آپ کے ساتھ کھایا جب روٹی ختم ہوگئی تو حضرت امام نے شوربہ کے تین گھونٹ پیے اور بقیہ مجھے دیا جسے میں نے پیا۔ (نفس المصدر جلد ۶ ص ۲۹۸)

(۲۶) ـــــ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کو جب کوئی رنج و غم لاحق ہوتا تو آپ عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے تھے اور یہ سب آمین کہتے تھے۔ (الکافی جلد ۲ ص ۴۸۷)

(۲۷) ـــــ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار ذکر الٰہی میں زیادہ مشغول رہتے تھے جب بھی میں آپ کے ساتھ چلتا تو آپ کی ذکر خداوندی میں مشغولیت رہتی تھی اور جب بھی میں آپ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو آپ یاد الٰہی میں معروف رہتے تھے آپ لوگوں سے گفتگو فرماتے تو اس وقت بھی خدا کے ذکر سے غافل نہ ہوتے تھے میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ آپ کی زبان مبارک تالو سے لگ گئی تو اس وقت بھی زبان پر لا الٰہ الا اللہ کا ورد تھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ پدر بزرگوار ہم سب کو جمع کر کے حکم دیتے تھے کہ ہم ذکر الٰہی میں مشغول ہوں یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور ساتھ ہی ساتھ ان کو تلاوت کا حکم دیتے تھے جو ہم میں سے پڑھا ہوا ہوتا تھا اور جو ہم میں سے پڑھا ہوا نہ ہوتا تو اسے یاد الٰہی بجا لانے میں مشغول رہنے کا حکم دیتے تھے۔ (نفس المصدر السابق جلد ۲ ص ۴۹۸)

(۲۸) ـــــ سنتِ امام

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام وسمہ کا خضاب کرتے تھے۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۱)

کافی میں ابو شیبہ اسدی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے خضاب لگانے کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ امام حسین اور امام محمد باقر علیہ السلام مہندی اور وسمہ کا خطاب لگاتے تھے۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۱)

کافی میں ابو بکر حضرمی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں ابو علقمہ حارث بن مغیرہ اور ابو حسان کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو علقمہ مہندی کا خضاب لگائے ہوئے تھا اور حارث وسمہ کا اور ابو حسان بغیر خضاب کے تھے تو ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ خدا کی رحمت آپ کے شامل حال ہو

یہ تو فرمایئے کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اور اسی کے ساتھ ہر ایک نے اپنی اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا تو حضرت امام نے فرمایا "بہت عمدہ" تو سب نے عرض کیا کہ کیا امام محمد باقر علیہ السلام وسمہ کا خضاب کرتے تھے تو امام نے جواب میں فرمایا ہاں ایسا ہی تھا۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۲)

کافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ ایک بار میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ گوند چبا رہے تھے پھر حضرت نے فرمایا اے محمد وسمہ سے دانت ہلنے لگے ہیں تو میں نے گوند چبایا ہے تاکہ وہ مضبوط رہیں۔

(المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۷۲)

معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ مہندی کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۳)

(۲۹) ــــــ سدیر صیرفی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ رخساروں کا خط بنا رہے تھے اور ٹھوڑی کے نیچے کے بال تراش رہے تھے۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۶)

حسن زیات بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ ہلکی داڑھی رکھے ہوئے تھے۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۷)

محمد بن مسلم سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حجام امام محمد باقر علیہ السلام کی ریش مبارک تراش رہا تھا تو آپ نے حجام سے فرمایا کہ اسے گول بناؤ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۸)

(۳۰) ــــــ عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ہاتھی دانت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں میرے پاس بھی اس کی ایک کنگھی ہے۔ (المصدر السابق جلد ۶ ص ۴۸۹)

(۳۱) ــــــ ناخنوں پر مہندی لگانا

حکم بن عتیبہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ نے اپنے ناخنوں پر مہندی لگا رکھی ہے اور فرمایا کہ اے حکم تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے تو میں نے عرض کیا کہ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں جب کہ حضور نے خود مہندی لگالی ہے اتنا ضرور ہے کہ ایسا کام جوان ہی کیا کرتے ہیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا اے حکم جب ناخنوں پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں تو ان میں تغیر آجاتا ہے یہاں تک کہ وہ مردوں کے ناخنوں کی طرح ہو جاتے ہیں لہٰذا اسے مہندی سے بدل ڈالو۔ (الکافی جلد ۶ ص ۵۰۹)

(۳۲) ــــــ ابو عبیدہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان امام محمد باقر علیہ السلام کا رفیق سفر رہا جب آپ حرم کی جانب تشریف لائے تو غسل فرمایا اور اپنی نعلین اتاری اور کچھ دیر کے لیے ننگے پاؤں حرم میں چلتے رہے۔ (نفس المصدر جلد ۴ ص ۳۹۸)

(۳۳) ــــــ محمد بن فضیل کنانی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قربانی کے گوشت

کے مصرف کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہ السلام اس گوشت کا تہائی حصہ پڑوسیوں کو اور ایک تہائی محتاجوں اور مسکینوں اور ایک تہائی اپنے اہل وعیال پر تقسیم فرماتے تھے۔

(المصدر السابق جلد ۴ صـ ۴۹۹)

(۳۴) ——— امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام کے گھر میں ایک فاختہ تھی ایک دن آپ نے فاختہ کو کچھ بولتے ہوئے سنا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ فاختہ کیا کہہ رہی ہے سب نے کہا ہمیں معلوم نہیں تو حضرت نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے تمہیں معدوم کر دیا میں نے تمہیں معدوم کر دیا جس پر امام نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ یہ ہمیں معدوم کرے ہم اسے ختم کر دیتے ہیں چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اسے ذبح کر دیا جائے اور وہ ذبح کر دی گئی۔ (المصدر السابق جلد ۶ صـ ۵۵۱)

(۳۵) ——— کافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام ایک مرد قریش کے جنازے میں شریک ہوئے میں بھی حضرت کے ساتھ تھا اور عطا بھی تھے چنانچہ ایک چیخنے والی چیخنے لگی جس پر عطا نے کہا کہ خاموش ہو جا یا پھر ہم چلے جائیں وہ بیان کرتے ہیں کہ کہنے پر بھی وہ خاموش نہ ہوئی۔ زرارہ کہتے ہیں کہ عطا لوٹ گئے اس کا ذکر میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کیا کہ عطا چلے گئے تو حضرت نے دریافت کیا کہ کیوں چلے گئے، میں نے عرض کیا کہ ایک چیخنے والی چیخ رہی تھی تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ خاموش ہو جا یا پھر ہم یہاں سے چلے جائیں وہ خاموش نہ ہوئی اور وہ خود واپس چلے گئے تو حضرت امام نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلے چلو اگر ہم یہ دیکھیں کہ حق کے ساتھ باطل شامل ہو گیا تو کیا ہم حق کو بھی چھوڑ بیٹھیں اور مسلمان کا حق نہ ادا کریں زرارہ کا بیان ہے کہ جب آپ جنازے کی نماز پڑھ چکے تو مرنے والوں کے وارث نے امام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور تشریف لے جائیں خدا آپ کو اپنی رحمت سے نوازے آپ میں شریک جنازہ ہو کر چلنے کی طاقت نہیں آپ نے سنا اور لوٹنے سے انکار فرمایا یہ دیکھ کر میں نے خدمت میں عرض کیا کہ مولا میت کے وارث نے آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی ہے اور میری ایک حاجت بھی ہے جس کے بارے میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں تو حضرت نے فرمایا اچھا چلو نہ تو ہم اس وارث کی اجازت سے شریک جنازہ ہوئے اور نہ ہی اس کی اجازت سے واپس جا رہے ہیں یہ تو فضل و اجر کی طلب تھی جس کے لیے ہم یہاں آئے جنازے کی جتنی بھی مشایعت کی جائے اس کا اجر ملتا ہے۔ (المصدر السابق جلد ۳ صـ ۱۷۱)

(۳۶) ═══ درجہ تسلیم و رضا

کافی میں یونس بن یعقوب سے منقول ہے کہ کچھ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے فرزند سخت بیمار ہیں اور آپ بہت زیادہ بے چین ہیں اور کسی طرح کا سکون نہیں وہ کہتے کہ ان لوگوں نے کہا کہ خدا نہ کرے اگر اس بچہ کی موت واقع ہو گئی تو ہمیں اس کا ڈر ہے کہ ہم جناب

امام سے کوئی ایسی بات دیکھیں جو مکروہ ہو چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ ان لوگوں نے چیخ کی ایک آواز سنی اور دیکھا کہ حضرت امام خوش اور مسرور باہر تشریف لائے جس کی وہ صورت نہ تھی جو اس سے پہلے تھی لوگوں نے عرض کیا کہ خدا ہمیں آپ کا فدیہ قرار دے ہمیں آپ کی اس حالت سے خوف تھا جو ہم نے دیکھی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی وہ کیفیت ہو جائے جو ہمارے لیے غم کا باعث ہو یہ سن کر حضرت امام نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ مکروہ امر نہ واقع ہو اور جب خدا کا حکم آجائے تو ہماری خوشی اسی میں ہوتی ہے جس میں خدائے تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

(المصدر السابق جلد ۳ ص ۲۲۶)

(۳۷) ـــــــ کافی میں اسحاق بن عمار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے پدر بزرگوار کے لیے بستر بچھایا کرتا تھا اور آپ کا منتظر رہتا جب آپ بستر پر لیٹ جاتے اور سونے لگتے تھے تو میں اپنے بستر پر آجاتا تھا ایک رات آپ کو آنے میں دیر ہوگئی تو میں آپ کی تلاش میں مسجد کی طرف آیا اور یہ وہ وقت تھا کہ تمام لوگ اپنے آرام میں تھے میں نے دیکھا کہ پدر بزرگوار سجدہ میں ہیں اور آپ کے علاوہ مسجد میں کوئی نہیں ہے میں نے آپ کی آواز سنی کہ آپ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کر رہے ہیں کہ پروردگار تو پاک و پاکیزہ ہے تو ہی میرا رب ہے میں تجھے ہی سجدہ بندگی کر رہا ہوں پالنے والے میرا عمل کمزور ہے تو اسے میرے لیے دو چند کر دے اور زیادتی عطا فرما بار الہا حشر کے دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور میری توبہ کو قبول فرما تو رحیم ہے اور تو ہی توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

(المصدر السابق جلد ۳ ص ۳۲۳)

(۳۸) ـــــ صبر جمیل کیا ہے

تہذیب الاحکام میں زرارہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے سخت بیمار ہوگئے اور امام محمد باقر علیہ السلام ان کے ایک طرف تشریف فرما تھے جب بھی کوئی شخص صاحبزادے کے قریب آتا تو یہ فرماتے تھے کہ ان کے جسم کو ہاتھ نہ لگانا اس سے کمزوری میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ جس حالت میں ہیں اس میں زیادتی ہو جائے گی اور اگر اس حالت میں کسی نے جسم کو چھوا اور دبایا تو اس حالت کو مدد ہی ملے گی جب صاحب زادے کی رحلت ہوگئی تو حضرت امام نے ان کی آنکھیں بند کر دیئے اور جبڑوں کو باندھ دینے کا حکم دیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر ہم سب سے ارشاد فرمایا کہ ہمیں آہ و فغاں نہ کرنا چاہیئے اور جب حکم الٰہی آجائے اور موت واقع ہو جائے تو سوائے مرضی خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے کوئی دوسری چیز نہیں اس کے بعد آپ نے تیل منگایا اور اسے ملا اور آنکھوں میں سرمہ لگایا پھر کھانا طلب فرمایا اور دوسروں نے بھی آپ کے ساتھ کھایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ ہے صبر جمیل۔ پھر میت کے غسل کا حکم دیا اس کے بعد حضرت نے صوف کی ردا اور چادر پہنی اور صوف ہی کا عمامہ سر پر رکھا اور باہر آکر نماز

میت پڑھی۔ (تہذیب الاحکام جلد۱ صہ ۲۸۹)

(۳۹) ـــــ کافی میں ابو عبیدہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ اکثر سفر میں رہا اور میں ہمیشہ رکاب تھامتا تھا پھر آپ سوار ہوتے تھے جب ہم روانہ ہونے لگتے تھے تو حضرت امام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ وہاں ناواقف موجود لوگوں کو بھی سلام کرتے مزاج پرسی اور دریافت احوال فرماتے تھے اور مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے تھے اور جب کسی منزل پر اترتے تو سلام کرتے اور حالات کے بارے میں استفسار فرماتے تھے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے خدمت امام میں عرض کیا کہ آپ تو وہ عجیب عمل بجا لاتے ہیں جو کوئی نہیں کرتا تو حضرت نے ارشاد فرمایا تمہیں مصافحہ کے بارے میں معلوم نہیں کہ جب دو مومن آپس میں ملیں اور ایک ساتھی دوسرے سے مصافحہ کرے تو ان دونوں کے سارے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں اور خداوند عالم ان پر اس وقت تک رحمت کی نظر فرماتا ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ (الکافی جلد ۲ صہ ۱۷۹)

(۴۰) ـــــ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت نے اہل مدینہ کے محتاجوں اور فقیروں میں آٹھ ہزار دینار تقسیم فرما دیئے اور گیارہ غلام آزاد کر دیئے۔

(۴۱) ـــــ قلب انسانی پر قرآن مجید کے اثرات

کافی میں ابان بن میمون قداح سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے نے فرمایا کہ پڑھو تو میں نے عرض کیا کہ کیا پڑھوں تو ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن کے نویں سورے کی تلاوت کرو جس پر میں نے اس سورہ کی تلاوت شروع کی تو حضرت نے فرمایا کہ سورۂ یونس پڑھو چنانچہ جب میں نے یہ آیت تلاوت کی "لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ" جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور نہ ان کے چہروں پر کالک لگی ہوئی ہوگی اور نہ انہیں ذلت ہوگی، تو امام نے فرمایا بس کافی ہے۔ سنو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو میں بوڑھا کیوں نہیں ہو جاتا۔ (کافی جلد ۲ صہ ۶۳۲)

نوٹ بعض اہل علم کی یہ رائے ہے کہ سورہ یونس اس بنا پر نواں سورہ ہے کہ سورہ بقر کو پہلا سورہ شمار کیا جائے۔ (آیت نمبر ۲۶)

(۴۲) ـــــ کافی میں ابو الجارود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں تم سے کسی مسئلہ میں گفتگو کروں تو تم مجھ سے اس کے کتاب الٰہی میں ہونے کے بارے میں پوچھ لیا کرو پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے قیل وقال، فساد مال اور سوال کرنے میں زیادتی سے منع فرمایا ہے جس پر حاضرین

نے دریافت کیا کہ فرزند رسول اس کی ممانعت کا ذکر کتاب اللہ میں کہاں آیا ہے تو امام نے فرمایا کہ خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ (سورہ نساء آیت نمبر ۱۱۴ ان کی راز کی باتوں سے اکثر میں بھلائی نہیں) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا سورہ نساء آیت نمبر ۵) (اور اپنے وہ مال جن پر خدا نے تمہاری گزران قرار دی ہے بے وقوفوں کو نہ دے بیٹھو) لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۰۱ ایسی چیزوں کے بارے میں (رسول سے) نہ پوچھا کرو کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں۔

(کافی جلد ۱ صہ ۶۰)

(۴۳) امام کا غلاموں کے کام میں ہاتھ بٹانا

کتاب الزہد میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خط میں تحریر تھا کہ جب تم اپنے زر خرید لونڈی غلاموں سے کوئی کام لو اور وہ کام ان کے لیے دشوار ہو تو تم بھی ان کے ساتھ مل کر کام کرو۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار انہیں کسی کام کا حکم نہیں دیتے تھے بلکہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ تم جیسے چاہو اور صورت یہ تھی کہ حضرت یہ ملاحظہ فرماتے تھے کہ اگر مشکل اور بھاری کام ہے تو بسم اللہ کہہ کر ان کے ساتھ کام میں لگ جاتے تھے اور اگر وہ کام سہل اور آسان ہوتا تو ان سے علیحدہ رہتے اور اس کام کو انہی پر چھوڑ دیتے تھے۔ (کتاب الزہد باب بیان مملوک)

(۴۴) امالی جناب شیخ میں شقیق البلخی سے منقول ہے کہ ایک کہنے والے نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور آج آپ کی صبح کیسی ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ خدا کی نعمتوں میں غرق اور گناہوں کے زیادہ ہونے میں ہم نے صبح کی ہے ہمارا خدا اپنی نعمتوں سے ہماری طرف محبت کی نظر کرتا ہے تو ہم بھی اس کے گناہوں سے دور رہیں اور نفرت کریں ہم اس کے محتاج ہیں اور اسے ہماری ضرورت نہیں اور وہ بے نیاز ہے۔ (امالی ابن الشیخ طوسی صہ ۵)

(۴۵) کافی میں عبداللہ بن سلیمان سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پنیر کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کیسی چیز ہے تو فرمایا کہ تم نے اس چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھا جو مجھے پسند ہے چنانچہ حضرت نے اسی وقت غلام کو ایک درہم دیا اور فرمایا جاؤ ہمارے لیے پنیر خرید لاؤ آپ نے ناشتہ طلب فرمایا تو میں نے بھی ساتھ میں ناشتہ کیا اتنے میں غلام پنیر لے آیا تو حضرت نے اُسے تناول فرمایا اور میں نے بھی کھایا۔ (الکافی جلد ۶ صہ ۳۳۹)

(۴۶) غسل جنابت میّت

کافی میں محمد بن سلیمان دیلمی کے والد سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ عبداللہ بن قیس ماصر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے یہ بتائیے کہ مردے کو غسل جنابت کیوں دیا جاتا ہے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بارے میں میں تجھے نہیں بتاؤں گا چنانچہ ابن قیس ماصر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور ایک شیعہ سے ملا اور کہنے لگا کہ اے علیؑ کے شیعو تمہارے بارے میں مجھے تعجب و حیرت ہے کہ تم اس شخص سے محبت کرتے ہو اور اس کی اطاعت بجا لاتے ہو کہ اگر وہ تمہیں اپنی عبادت کے لیے بلائے تو یقیناً تم اس کی طرف چلے جاؤ گے جن سے میں نے ایک مسئلہ پوچھا تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد عبداللہ بن قیس پھر خدمت امام میں حاضر ہوا۔ اور اس نے وہی سوال دہرایا جس پر پھر حضرت نے یہی فرمایا کہ میں تجھے نہیں بتاؤں گا۔ عبداللہ چلا گیا اور اس نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ شیعوں کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ رہ کر اپنی محبت کا اظہار کرتے رہو اور مجھ سے اپنی بیزاری دکھاؤ اور میری برائی کرتے رہو جب حج کا زمانہ آئے تو تم میرے پاس آنا میں تمہارے ہر مقصد کو پورا کروں گا اور جو چاہو گے وہ دوں گا اور تم ان شیعوں سے کہنا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں چلیں جب تم ان کی خدمت میں حاضر ہو تو ان سے میت کے بارے میں دریافت کرنا کہ اُسے غسل جنابت کیوں دیا جاتا ہے۔

وہ یہ سب کچھ سُن کر شیعوں کے پاس چلا گیا اور موسم حج تک ان کے ساتھ رہا اور ان کے دین کو سمجھتا رہا اور اُسے قبول کر لیا اور ابن قیس کی بات کو اس خوف سے دل میں چھپائے رہا کہ کہیں حج سے محروم نہ ہو جائے جب حج کے دن آئے تو وہ شخص ابن قیس کے پاس آیا تو اس نے اسے بطور ہمدردی عطیہ و بخشش کی وہ چلا گیا اور جب مدینہ آیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تم اسی جگہ ٹھہرو ہم حضرت امام سے تمہارا ذکر کریں گے اور درخواست کریں گے کہ تمہیں حاضری کی اجازت مل جائے۔

جب یہ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے تم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا تو وہ کہنے لگے کہ حضور ہمیں تو اس کا پتہ ہی نہیں کہ ہم نے کیا ناانصافی کی ہم تو اس بات کو سمجھے ہی نہیں تو حضرت نے انہی میں سے ایک شخص کو بھیج کر اُسے بلوایا جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے اُسے خوش آمدید کہا اور فرمایا یہ بتاؤ کہ تم آج کے دن کو اِس سے پہلے کے مقابلہ میں کیسا پاتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں تو کوئی فرق محسوس نہیں کرتا تو امام نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن تمہاری پچھلی عبادت آج کی عبادت سے زیادہ سہل اور آسان تھی اِس لیے

کہ حق بھاری ہوتا ہے اور شیطان ہمارے شیعوں پر تعینات ہے جس کا سبب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں نے اپنے نفسوں کو اس لیے رکھ چھوڑا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم مجھ سے پوچھو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ ابن قیس نے تم سے کیا کیا کہا ہے اور ان تمام باتوں کی اطلاع دیئے دیتا ہوں جو کچھ اس نے تمہیں بتائی ہیں۔ اگر چاہو تو سب باتیں کہہ دوں اور اگر تم انہیں چھپانا چاہتے ہو تو یہی سہی۔ سنو کہ خداوند عالم نے کچھ پیدا کرنے والے خلق فرمائے ہیں جب خدا نے چاہا کہ وہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے وہ مٹی اٹھائی جس کا اس نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ ... مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (سورہ طٰہٰ آیت ۵۵) ہم نے اس مٹی سے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دیں گے اور پھر ہم دوبارہ اسی سے تمہیں باہر نکالیں گے) تو نطفہ اسی مٹی میں گوندھا گیا جس سے اس نے پیدا کیا اور چالیس دن تک اسے رحم میں ٹھہرایا جب چالیس دن پورے ہو جاتے ہیں تو وہ ذمہ دار فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بار الہا تو اسے کیا بنانا چاہتا ہے تو اس کی مشیت میں لڑکا یا لڑکی سفید و سیاہ جو بھی ہوتا ہے اس کا حکم کرتا ہے جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو بعینہٖ وہ نطفہ جسم سے نکل جاتا ہے جس طرح کہ پیدائش کے وقت ڈالا گیا تھا خواہ مرنے والا بچہ ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت اسی لیے تو میت کو غسل جنابت دیا جاتا ہے یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ فرزند رسول خدا کی قسم میں ابن قیس ماہر کو یہ سب کچھ کبھی نہ بتاؤں گا جس پر حضرت امام نے فرمایا یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ (نفس المصدر جلد ۳ صد ۱۶۱)

ساتواں باب

معجزاتِ امامؑ اور سفرِ شام

السید بن طاوس علیہ الرحمتہ نے کتاب امان الاخطار میں دلائل الامامتہ محمد بن جریر طبری سے نقل کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی امام محمد باقر علیہ السلام کے معجزات کے سلسلے میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک بن مروان حج کے لیے آیا اور اسی سال امام محمد باقر علیہ السلام اور آپ کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام بھی حج کے لیے آئے تھے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے حمد الٰہی کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اُس خدا کے لیے ہیں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعے سے ہمیں عزت وعظمت عطا فرمائی ہم تمام مخلوق میں اِس کے برگزیدہ اور روئے زمین پر اس کے خلفاء ہیں جس نے ہماری پیروی کی وہ نیک بخت اور سعید رہا اور جس نے ہم سے دشمنی کی اور ہمارا مقابل رہا وہ شقی اور بدبخت ہے۔

مسلمہ نے جو کچھ حضرت امام سے سنا تھا اپنے بھائی ہشام سے بیان کر دیا لیکن اسوقت تو وہ ہم سے کچھ نہ بولا حج کے بعد وہ دمشق چلا گیا اور ہم مدینہ واپس آگئے وہاں پہنچ کر اس نے حاکم مدینہ کے پاس اپنے قاصد کو خط دیکر روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ میرے پدر بزرگوار اور ان کے ہمراہ مجھے دمشق روانہ کردے چنانچہ ہم مدینہ سے نکالے گئے اور جب دمشق میں پہنچے تو اُس نے تین دن تک ہمیں روک کے رکھا پھر چوتھے روز ہمیں اِس کے دربار میں آنے کی اجازت ملی جب ہم داخل ہوئے تو ہشام تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے مخصوص لشکر کے آدمی اور خواص اسلحہ باندھے ہوئے اس کے پاس خاموش کھڑے تھے اور اس کے سامنے تیر اندازی کا ایک نشان کھڑا ہوا تھا جس پر اُس کے آدمی تیر مارتے تھے جب ہم داخل ہوئے تو میرے پدر بزرگوار آگے تھے اور میں آپ کے پیچھے تھا۔ ہشام کہنے لگا کہ اے محمد تم بھی ان کے ساتھ تیر مارو تو حضرت امام نے فرمایا مجھے معاف رکھو میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہشام نے کہا

کہ اُس ذات کی قسم ہے جس نے ہمیں اپنے دین اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عزت عطا کی میں معافی نہیں دوں گا۔ اس کے بعد اس نے بنی امیہ کے ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کو اپنی کمان دے چنانچہ جناب امام نے تیر کو لیا اور اسے کمان کے بیچ میں رکھا پھر اُسے کھینچا اور نشان کے درمیان میں تیر کو پیوست کر دیا پھر دوسرا تیر مارا جو پہلے تیر کے پیکان پر بیٹھا یہاں تک کہ پے در پے آپ نے نو تیر چلائے کہ ایک تیر دوسرے کے پیکان میں بیٹھتا تھا یہ دیکھ کر ہشام پریشان ہو گیا اس لیے کہ اس کی غرض تو آپ کی منقصت تھی اور یہاں معاملہ دوسرا ہو گیا وہ اور کچھ تو نہ کہہ سکا صرف اتنا بولا کہ اے ابو جعفرؑ آپ تو عرب وعجم میں بہترین تیر انداز ہیں آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں پھر ہشام کو اپنے کہے پر ندامت ہوئی۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ہشام نے اپنے دور حکومت میں میرے پدر بزرگوار سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو کنیت سے نہیں پکارا تھا چنانچہ وہ سر جھکائے فکری انداز میں زمین کی طرف نظریں جمائے رہا میں اور میرے پدر بزرگوار اس کے سامنے کھڑے رہے جب کھڑے کھڑے دیر ہو گئی تو میرے پدر بزرگوار کو اس کے اس طرز عمل پر غصہ آیا اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب غصہ آتا تھا تو غصہ کی نظر سے آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے کہ دیکھنے والا آپ کے چہرہ سے غصہ کا اندازہ کر لیتا تھا جب ہشام نے پدر بزرگوار کی یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا کہ اے محمد آپ میرے پاس تخت کے قریب تشریف لائیے چنانچہ حضرت تخت کے قریب ہوئے اور میں آپ کے پیچھے تھا جب آپ ہشام کے قریب آگئے تو وہ تعظیماً کھڑا ہو گیا اور آپ کو گلے لگایا اور اپنی داہنی طرف بٹھایا پھر مجھ سے گلے ملا اور مجھے پدر بزرگوار کی دائیں جانب بٹھایا پھر میرے پدر بزرگوار کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد قریش عرب وعجم پر آپ کی وجہ سے فخر کرتے رہیں گے جب تک آپ جیسی ہستی موجود رہے گی۔ یہ تو فرمائیے کہ آپ نے تیر اندازی کا یہ فن کس سے سیکھا اور کتنی مدت میں؟ آپ نے جواب دیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ فن اہل مدینہ میں عام ہے اور میں بھی بچپن میں اس سے شغل رکھتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا اب جب کہ تم نے اس کی خواہش کی تو میں نے اسے پھر اختیار کیا جس پر ہشام کہنے لگا کہ میں نے ایسی تیر اندازی کبھی نہیں دیکھی اور میرا تو یہ خیال ہے کہ روئے زمین پر آپ کی طرح کا کوئی تیر انداز نہ ہو گا کیا آپ کی طرح آپ کے فرزند جعفر بھی تیر اندازی کرتے ہیں تو حضرت امام نے فرمایا کہ ہم تو کمالات کے وارث ہیں جو خداوند عالم نے لکھوائے آیہ مبارکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل فرمائے جس میں ارشاد ہوا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ آیت ۳) (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا اور زمین اس ہستی سے خالی نہیں رہتی جو ان امور کی تکمیل کرے جن سے ہمارے علاوہ ہر آدمی قاصر رہتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جب ہشام نے میرے پدر بزرگوار کی یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھ

کا ڈول بدل دیا گیا اور سرخ ہوگئی اور چہرہ تمتما گیا اور یہ اس کے غصہ کی علامت تھی اس کے بعد وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا اور سر اٹھایا تو میرے پدر بزرگوار سے کہنے لگا کیا ہماری اور تمہاری نسبت ایک نہیں ہے کہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں ہے تو ایسا ہی لیکن خداوند عالم نے ہمیں اپنے خفیہ راز اور اپنے خاص علم سے خصوصیت عطا فرمائی ہے جس سے ہمارے علاوہ کوئی دوسرا مخصوص نہیں ہوا۔ ہشام کہنے لگا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاندان عبد مناف میں سے تمام سرخ وسیاہ وسفید کی طرف مبعوث فرمایا ہے لہٰذا یہ ورثہ تمہارے لیے کہاں سے مخصوص ہوگیا کہ جس میں تمہارے سوا کسی دوسرے کا حق نہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام دنیا کے لیے نبی بھیجے گئے ہیں خداوند عالم تو ارشاد فرماتا ہے کہ "وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (سورہ آل عمران آیت ۱۸۰) (آسمان و زمین کی وراثت و بادشاہت خدا ہی کے لیے ہے) تو پھر آپ اس علم کے وارث کہاں سے ٹھہر گئے؟ نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ آپ نبی ہیں حضرت امام نے جواب دیا کہ خدا نے ہمیں اپنے خاص علم سے اس طرح مخصوص فرمایا ہے کہ اس نے اپنے نبی پر وحی بھیجی اور یوں ارشاد فرمایا کہ "لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (سورہ القیامۃ آیت ۱۶) (اے رسول) وحی کے جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو) جس نے ہمارے غیر کے لیے وحی کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہیں دی تو اسے خدا نے حکم دیا کہ وہ ہمارے غیر کو چھوڑ کر سارے علم سے ہمیں مخصوص کریں اسی وجہ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو تمام علوم و اسرار سے مخصوص فرمایا اور دوسرے اصحاب کو ان سے آگاہ نہ کیا چنانچہ قرآن مجید میں یہ ارشاد ہوا۔ وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ (سورہ الحاقۃ آیت ۱۲) اور (ہم نے) ایسے یاد رکھنے والے کان عطا کیے تاکہ وہ دشمن کو یاد رکھیں۔ اس آیہ مبارکہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میں نے خداوند عالم سے سوال کیا ہے کہ اے علی وہ تمہارے کانوں کو ایسا ہی بنا دے اسی لیے تو امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کوفہ میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور ہر باب سے میرے لیے ہزار ابواب کھل گئے۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو اپنے خفیہ رازوں سے مخصوص فرمایا تھا جس کی بنا پر وہ خدا کی تمام مخلوق میں افضل قرار پاتے ہیں تو جس طرح خدا نے اپنے نبی کو خصوصیت بخشی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی حضرت علی علیہ السلام کو اپنے رازوں سے مخصوص فرما دیا اور کسی دوسرے کو اس کا اہل نہیں سمجھا یہاں تک کہ یہ مخفی علوم ہماری طرف منتقل ہوئے اور ہم ان کے وارث قرار پائے۔

ہشام کہنے لگا کہ حضرت علی (علیہ السلام) تو علم غیب کا بھی دعوی کرتے تھے حالانکہ خدا نے علم غیب میں کسی کو اپنا شریک نہیں کیا پھر انہوں نے یہ دعوی کیسے کر لیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے جواب دیا کہ خدا نے اپنے نبی پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں گزشتہ اور قیامت تک آنے والی ہر چیز کا علم موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (سورہ النحل آیت ۸۹) اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی جس پر ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت و خوش خبری ہے اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (سورہ یٰسین آیت نمبر ۱۲) ہم نے ہر چیز کو ایک صریح و روشن پیشوا میں گھیر دیا ہے اور یوں بھی ارشاد فرمایا کہ "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (سورہ الانعام آیت ۳۸) ہم نے کتاب میں کوئی بات فروگذاشت نہیں کی ہے" اور خدا نے اپنے نبی کو وحی کی کہ جو جو غیب کے اسرار ان پر آشکار کر دیئے گئے ہیں وہ سب علی (علیہ السلام) کو بتا دیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان کے بعد قرآن کو جمع کریں اور ان کے غسل و تدفین و تکفین میں وراثت کو انجام دیں جب کہ کوئی اور دوسرا موجود نہ ہو اور اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ تم پر اور میرے اہل پر حرام ہے کہ میرے بھائی علی علیہ السلام کے علاوہ میرے ستر کو دیکھیں اس لیے کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں جو میرے لیے ہے وہ علیؑ کے لیے ہے اور جو ان پر لازم ہے وہی مجھ پر لازم ہے وہ میرا قرض ادا کرنے والے ہیں اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں پھر اصحاب سے فرمایا کہ میرے بعد علیؑ منافقوں سے تاویل قرآن پر اسی طرح قتال کریں گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کافروں سے قتال کیا اور سوائے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کسی پاس مکمل تاویل قرآن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ علم قضا کے عالم علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں یعنی وہ تمہارے قاضی ہیں۔

جناب عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا یہ جناب عمر کی حضرت علیؑ کے علم پر گواہی تھی اور ان کے غیر سے انکار تھا۔

یہ سب کچھ سُننے کے بعد ہشام نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر سر کو اٹھا کر بولا کہ آپ کی جو حاجت ہو بیان فرمائیے تو حضرت امام نے فرمایا کہ میرے پیچھے میرے اہل خانہ یہاں آنے سے خوف زدہ ہیں لہذا واپسی کی اجازت دی جائے تو ہشام کہنے لگا کہ خدا ان کی طرف آپ کی واپسی سے ان کی پریشانی کو دور کرے آپ زیادہ دیر نہ ٹھہریں اور آج ہی تشریف لے جائیں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پدر بزرگوار نے اس سے معانقہ فرمایا اور دعا دی اور میں نے بھی پدر بزرگوار کی طرح عمل کیا پھر حضرت کھڑے ہو گئے اور میں بھی ساتھ کھڑا ہوا جب ہم دروازے کی طرف آئے تو دیکھا کہ میدان میں لوگوں کا

بڑا مجمع ہے پدر بزرگوار نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں تو دربان نے کہا کہ یہ پادری اور راہب ہیں اور یہ ان کا ایک بڑا عالم ہے جو سال میں ایک دن ان کے پاس آتا ہے یہ لوگ اس سے مسائل دریافت کرتے ہیں اور وہ انہیں جوابات دیتا ہے یہ سُن کر حضرت امام نے اپنے چہرہ کو رِدا کے دامن سے چھپایا تاکہ کوئی شناخت نہ کرے اور میں نے بھی اسی طرح کیا چنانچہ وہاں جاکر آپ ان کی جماعت میں بیٹھ گئے اور میں آپ سے پیچھے بیٹھا اس کی اطلاع ہشام کو ہوئی تو اس نے اپنے کچھ غلاموں کو حکم دیا کہ وہاں جائیں اور دیکھیں کہ امام کیا کرتے ہیں وہاں مسلمانوں کی بھی ایک تعداد جمع ہو گئی اور وہ ہمارے چاروں طرف بیٹھ گئے اتنے میں وہ نصرانی عالم آیا جو اتنا بوڑھا تھا کہ اس نے بھنووں کو ایک زرد ریشمی کپڑے سے باندھ رکھا تھا ہم درمیان میں بیٹھے جب وہ عالم آیا تو سارے پادری اور راہب اس کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور صدر مجلس میں بیٹھایا اور اس کے اصحاب اس کے چاروں طرف تھے اور میرے پدر بزرگوار اور میں ان لوگوں کے درمیان میں۔ اس عالم نے مجمع پر ایک نظر ڈالی اور میرے پدر بزرگوار سے کہنے لگا کہ کیا آپ ہم میں سے ہیں یا امت مرحومہ میں سے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میں امت مرحومہ میں سے ہوں جس پر وہ نصرانی عالم کہنے لگا کہ کیا آپ اس امت کے علماء میں سے ہیں یا ان کے جاہلوں میں سے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ میں ان جاہلوں میں سے نہیں ہوں، یہ جوابات سُن کر وہ پریشان ہو گیا۔

پھر بولا کہ میں آپ سے کچھ سوال کروں گا تو حضرت نے فرمایا کہ جو پوچھنا ہے پوچھو وہ بولا کہ آپ لوگ یہ کیسے کہتے ہیں کہ اہل جنت کھائیں پییں گے لیکن پیشاب پاخانہ نہ کریں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی مثال بتائیے تو حضرت نے فرمایا کہ بچہ شکم مادر میں کھاتا ہے لیکن پیشاب پاخانہ نہیں کرتا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ نصرانی عالم سخت پریشان ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اس امت کے علماء میں سے نہیں ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں یہ گفتگو ہشام کے ساتھی سُن رہے تھے اب وہ عالم نصرانی کہنے لگا کہ میں آپ سے ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا سوال کر اس نے کہا کہ آپ کا یہ کیسا دعویٰ ہے کہ جنت کے میوے ہمیشہ تر و تازہ ہی رہیں گے اور کبھی کم نہ ہوں گے اس کی کیا دلیل ہے تو فرمایا کہ مٹی تر و تازہ رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی یہ سن کر وہ پھر سخت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ کیا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اس امت کے علماء میں سے نہیں ہوں تو امام نے فرمایا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ میں امت کے جاہلوں میں سے نہیں ہوں نصرانی کہنے لگا کہ ایک سوال اور ہے تو امام نے فرمایا پوچھو تو بولا وہ کون سا وقت ہے جو نہ رات میں شامل ہے اور نہ دن میں تو حضرت نے فرمایا کہ وہ ساعت صبح طلوع آفتاب کے درمیان ہے جس میں بیمار سکون پاتے ہیں اور جنہیں نیند نہ آئے ہو وہ بھی سو جاتے ہیں اور غش میں

پڑے ہوئے لوگوں کو افاقہ ہو جاتا ہے خدا نے اس وقت کو دنیا سے رغبت رکھنے والوں کے لیے رغبت بنایا ہے اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے یہ وقت ایک کھلی دلیل ہے اور سرکش منکروں پر یہ وقت ایک حجت ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ نصرانی عالم چیخ پڑا اور بولا کہ ایک مسئلہ اور باقی ہے خدا کی قسم میں وہ سوال کروں گا کہ آپ کبھی اس کا جواب نہ دے سکیں گے امام نے فرمایا وہ بھی پوچھ لو اور میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنی قسم میں جھوٹے ثابت ہو گے تو نصرانی کہنے لگا کہ ان دو ساتھ پیدا ہونے والے آدمیوں کے بارے میں بتائیے جو ایک ہی دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن مرے اس دنیا میں ایک کی عمر پچاس سال ہوئی اور دوسرے کی ایک سو پچاس سال۔ فرمائیے کہ یہ دو شخص کون تھے تو حضرت نے جواب دیا کہ وہ دونوں عزیر اور عزیرہ تھے دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے جب یہ دونوں پچیس سال کی عمر کو پہنچے تو عزیر نبی اپنے گدھے پر سوار ہو کر انطاکیہ کے ایک گاؤں میں سے گزرے وہ بستی ایسی اجڑی پڑی تھی کہ اپنی چھتوں پر ڈھے کر گر پڑی تھی تو عزیر نبی نے کہا کہ خدا اس بستی کو اس کی تباہی کے بعد کس طرح زندہ کرے گا جیسے قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا ہے۔ اَنّٰی یُحْیِ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا (سورہ البقرہ آیت ٢٥٩) حالانکہ وہ خدا کے منتخب بندے تھے اور خدا نے انہیں ہدایت بھی کر دی تھی جب انہوں نے ایسی بات کہی تو خدا ان پر غضبناک ہوا اور ایک سو سال تک انہیں مردہ رکھا جو ان کے اس کہنے پر خدا کی ناراضگی کی وجہ سے تھا اور پھر انہیں زندہ کر دیا اور وہ گدھا بھی زندہ ہوا جو ان کے ساتھ مر چکا تھا ان کا کھانا وغیرہ بھی جوں کا توں تھا جب جناب عزیر گھر کی طرف لوٹے تو ان کے بھائی عزیرہ نے انہیں نہ پہچانا اور مہمانی کی درخواست کی چنانچہ یہ ان کے مہمان رہے عزیرہ کے بیٹے پوتے ان کے پاس آئے جو بوڑھے ہو چکے تھے اور عزیر پچیس سال کے جوان تھے۔ چنانچہ عزیر اپنے بھائی اور بیٹے کو یاد دلاتے رہے جو بوڑھے ہو چکے تھے ان لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہیں جب کہ برسوں کی طویل مدت گزر چکی ہے عزیرہ جو ایک سو پچیس سال کے بوڑھے تھے کہنے لگے کہ میں نے آج تک پچیس سال کے کسی جوان کو نہیں دیکھا جو ان واقعات کو تم سے زیادہ جانتا ہو جو میرے اور میرے بھائی عزیر کے درمیان ہوئے یہ بتاؤ کہ تم اہل آسمان سے ہو یا زمین کے رہنے والوں میں سے؟ تو عزیر کہنے لگے کہ اے عزیرہ میں عزیر ہوں خدا مجھ سے میرے اس قول پر ناراض ہوا جو میں نے کہا تھا جب کہ اس نے مجھے اپنا نبی منتخب کیا اور مجھے ہدایت بھی دی نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے سو سال تک مجھے مردہ رکھا پھر دوبارہ زندگی عطا کی تاکہ اس کا یقین بڑھے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے یہ تو دیکھو یہ میرا گدھا ہے اور یہ میرے کھانے پینے کا سامان ہے جو جاتے وقت میں اپنے ساتھ لے گیا تھا خدا نے اسے بھی ویسے کا ویسا ہی لوٹا دیا چنانچہ

انہیں ان باتوں سے یقین آگیا اور عزیر نے ان میں پچیس سال زندگی گزاری پھر ایک ہی دن میں انہوں نے اور ان کے بھائی عزیرہ نے دنیا سے کوچ کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن کر وہ عالم اور تمام نصرانی کھڑے ہو گئے اور وہ عالم ان سے کہنے لگا کہ تم ایسے شخص کو میرے پاس لے آئے جو مجھ سے بہت زیادہ عالم ہے اور تم نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا اس نے تو میری توہین اور بے عزتی کردی اور میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہمارے علوم کا احاطہ کرلیا ہے اور ان کے پاس وہ سب کچھ ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے خدا کی قسم میں اب کچھ نہ بولوں گا اور ایک سال بھی زندہ رہا تو گوشہ نشین بیٹھا رہوں گا۔ آخرکار سب لوگ منتشر ہو گئے لیکن میرے پدر بزرگوار اپنی جگہ پر تشریف فرما رہے اور میں بھی بیٹھا رہا اور یہ خبر ہشام تک پہنچ گئی۔

جب سب لوگ چلے گئے تو پدر بزرگوار کھڑے ہوئے اور اس مقام کی طرف چلے جہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اتنے میں ہشام کا قاصد عطیہ کے ساتھ آیا اور کہنے لگا کہ اسی وقت مدینہ کی جانب چلے جائیں اور یہاں نہ رکیں اس لیے کہ لوگوں میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور اس بارے میں چہ میگوئیاں جاری ہیں جو میرے پدر بزرگوار اور نصرانی عالم کے درمیان گفتگو ہوئی تھی۔ چنانچہ ہم سواریوں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور ہماری روانگی سے پہلے ہشام نے قاصد کے ذریعے حاکم مدین کو لکھ بھیجا کہ ابوتراب یہ دونوں فرزند محمد بن علی اور جعفر بن محمد (معاذ اللہ) جادوگر اور جھوٹے ہیں (بلکہ ہشام بدبخت خود ہی ملعون تھا) اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں یہ میرے پاس آئے تھے جب میں نے انہیں مدینہ جانے کا حکم دیا تو یہ نصرانی کافروں کے پادریوں اور راہبوں کی جانب مائل ہو گئے اور انہوں نے ظاہر میں اپنے دین کو دکھایا اور یہ دونوں اسلام سے کفر میں دین نصاریٰ کی طرف چلے گئے اور عیسائیت میں ان کے قریب آگئے ہیں میں پسند نہیں کرتا کہ انہیں سزا دوں لہٰذا تم میرا یہ خط پڑھتے ہی لوگوں میں منادی کرادو کہ میں ان لوگوں سے بری الذمہ ہوں جو ان دونوں سے لین دین کریں یا مصافحہ کریں یا انہیں سلام کریں اس لیے کہ یہ دونوں اسلام سے پھر گئے ہیں مناسب یہ ہے کہ انہیں اور ان کی سواری کے جانوروں اور ان کے غلاموں اور ان سب کو جو ان کے ساتھ ہوں قتل کر دیا جائے۔

جب ہم شہر مدین کے قریب پہنچے تو میرے پدر بزرگوار نے غلاموں کو آگے روانہ کیا تا کہ وہ ہمارے لیے جائے قیام کی تلاش کریں اور ہمارے جانوروں کے لیے چارے کا انتظام کریں اور ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کریں جب ہمارے غلام شہر کے دروازے کے قریب آئے تو لوگوں نے دروازہ بند کر دیا اور ہمارے لیے برے الفاظ کہنے لگے اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کیں اور بولے کہ تمہارے لیے ہمارے یہاں رہائش کی کوئی جگہ نہیں اور نہ تم سے ہماری کوئی خرید و فروخت ہو گی اے کافرو اور مشرکو

اور اے مرتد لوگو اور جھوٹ بولنے والو اور اے بدترین خلق (معاذ اللہ) کان کھول کر سن لو۔ ہمارے غلام وہیں رکے رہے یہاں تک کہ ہم بھی پہنچ گئے تو میرے پدر بزرگوار نے ان لوگوں سے نرم انداز میں بات کی اور فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور تند خوئی اختیار نہ کرو ہم ویسے نہیں جیسی کہ تمہیں اطلاعات ملی ہیں اور تم ہمیں جیسا سمجھتے ہو ہم وہ نہیں لہذا ہماری بات سنو چلو تم یہی فرض کر لو جو تم کہتے ہو لیکن ہمارے لیے دروازہ تو کھول دو ہم سے خرید و فروخت کرو جیسا کہ تم یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے لین دین کرتے ہو تو وہ لوگ کہنے لگے کہ تم ان سے بھی بدتر ہو اس لیے کہ وہ لوگ جزیہ تو دیتے ہیں اور تم تو یہ بھی نہیں دیتے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے ان سے فرمایا کہ دروازہ تو کھولو ہم سے جزیہ لے لینا جیسے کہ تم یہود و نصاریٰ سے لیتے ہو وہ کہنے لگے کہ ہم دروازہ نہ کھولیں گے اور تمہاری کوئی عزت و توقیر نہیں یہاں تک کہ تم اپنی سواریوں پر بیٹھے ہوئے بھوکے اور پیاسے مر جاؤ یہ جانور جو تمہارے نیچے ہیں سب کے سب ہلاک ہو جائیں پدر بزرگوار کے اس وعظ و نصیحت سے ان میں نافرمانی اور مزید سرکشی آگئی پدر بزرگوار زین سے اترے اور مجھ سے فرمایا اے جعفرؑ تم یہیں رہو پھر آپ پہاڑ پر چڑھے جو شہر سے نظر آتا تھا اور مدین والے دیکھ رہے تھے کہ اب آپ کیا کرتے ہیں جب حضرت پہاڑ کی بلندی پر پہنچ گئے تو شہر کی طرف اپنا رخ کیا پھر کانوں میں انگلیاں دے کر بلند آواز میں ان آیتوں کی تلاوت فرمائی "وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا تا بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" (سورہ ہود آیت نمبر ۸۴ تا ۸۶) اور ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ تا۔ اگر تم سچے مومن ہو تو خدا کا بقیہ تمہارے واسطے کہیں اچھا ہے۔ خدا کی قسم ہم خدا کی زمین پر اس کے بقیہ ہیں چنانچہ خداوند عالم نے کالی اور تاریک آندھی کو حکم دیا اور وہ چل پڑی اور میرے پدر بزرگوار کی آواز کو مردوں عورتوں اور بچوں کے کانوں تک پہنچا دیا۔ کوئی مرد عورت اور بچہ ایسا نہ رہا تھا جو اپنی چھت پر نہ چڑھ گیا ہو اور میرے پدر بزرگوار ان پر نظر ڈال رہے تھے تو مدین والوں میں سے ایک بہت بوڑھا شخص نکلا جس نے پہاڑ پر پدر بزرگوار کی جانب نظر کی اور بلند آواز میں پکارا کہ اے مدین والو خدا سے ڈرو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ بزرگ اس جگہ پر کھڑے ہیں جہاں حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو بددعا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے اگر تم نے ان کیلئے شہر کا دروازہ نہ کھولا اور عزت کے ساتھ تم نے انہیں نیچے نہ اتارا تو یاد رکھو کہ خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ مجھے تمہارے بارے میں ڈر لاحق ہے یہ سمجھ لو کہ جو کسی کو قبل از وقت خطرہ سے ڈراتا ہے وہ الزام سے بری ہو جاتا ہے میں نے تمہیں خبردار کر دیا۔ آخر کار لوگ گھبرا گئے اور انہوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور ہماری مہمان داری کی اور ہشام کو ساری صورت حال سے مطلع کر دیا گیا چنانچہ دوسرے دن ہم نے وہاں سے کوچ کیا ہماری روانگی کے بعد ہشام کا حاکم مدین کو تحریری حکم ملا کہ اس بوڑھے کو قتل کر دیا جائے اور حاکم

مدینہ کو یہ لکھا کہ کسی طریقے سے کھانے پینے کی چیز میں زہر ملا کر میرے پدر بزرگوار کو شہید کر دیا جائے۔ ہشام کو موت آ گئی اور میرے پدر بزرگوار کے لیے اِسے اس کام پر مستعد ہونے کا موقع نہ مل سکا۔

یہ مذکورہ واقعہ دلائل الامامۃ میں بعینہٖ مرقومہ الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ نیز تفسیر علی بن ابراہیم میں قدرے تبدیلی و اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

عمر بن عبداللہ ثقفی راوی ہیں کہ ہشام بن عبدالملک نے امام ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین (علیہ السلام) کو مدینہ سے شام کی طرف نکالا تو حضرت اس کے دربار میں تشریف لائے اس وقت وہ لوگوں کے ساتھ شریک مجلس تھا اور لوگ اس سے کچھ سوالات کر رہے تھے کہ حضرت امام کی نظر نصرانیوں پر پڑی جو ایک پہاڑ کی طرف جا رہے تھے حضرت نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے کیا آج اُن کی کسی عید کا دن ہے تو لوگوں نے کہا کہ فرزند رسول ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لوگ ہر سال اپنے عالم کے پاس اسی دن آیا کرتے ہیں اور اس کے پاس جا کر سال بھر میں ہونے والے اپنے اپنے مسائل دریافت کرتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کیا یہ صاحب علم شخص ہے تو جواب دیا یہ تو بہت بڑا عالم ہے اِس نے تو ان لوگوں کا زمانہ دیکھا ہے جو حضرت عیسیٰ کے اصحاب میں حواری تھے اِس پر امام نے فرمایا آؤ ذرا اس کے پاس چلیں لوگوں نے عرض کیا فرزند رسول آپ جیسے چاہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام نے اپنے سر کو کپڑے سے ڈھانکا اور آپ اور آپ کے اصحاب وہاں سے نکلے اور لوگوں کے ساتھ پہاڑ پر پہنچے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نصرانیوں کے درمیان تشریف فرما ہوئے ان لوگوں نے فرش بچھایا اور تکیے لگائے پھر وہ لوگ اندر گئے اور اس راہب کو غار سے باہر لائے چونکہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس کی بھنویں باندھ دی تھیں اس راہب نے اپنی آنکھیں اِدھر اُدھر پھرائیں گویا وہ سانپ کی آنکھیں لگ رہی تھیں پھر وہ جناب امام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپ ہم میں سے ہیں یا اُمت مرحومہ میں سے؟ تو امام نے جواب دیا کہ میں امت مرحومہ میں سے ہوں پھر پوچھا کہ اس کے علماء میں سے ہیں یا جاہلوں میں سے تو فرمایا کہ جاہلوں میں سے نہیں ہوں جس پر وہ عالم نصرانی کہنے لگا کہ میں آپ سے سوال کروں یا آپ مجھ سے سوال کریں گے حضرت نے جواب دیا کہ پہلے تم ہی سوال کرو تو راہب نصرانیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ امت محمدی کے یہ شخص مجھے فرماتے ہیں کہ میں ان سے سوال کروں یہ تو مسائل کا علم رکھنے والے معلوم ہوتے ہیں اس نے سوال شروع کیا کہ اے بندۂ خدا مجھے وہ گھڑی بتایئے جو نہ دن میں شامل ہے نہ رات میں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ طلوع صبح اور طلوع آفتاب کی درمیانی ساعت ہے پھر بولا کہ اگر وہ گھڑی نہ رات کی ساعتوں میں ہو اور نہ دن کی تو بتایئے پھر کن ساعتوں میں سے ہو گی تو حضرت نے فرمایا کہ وہ جنت کی ساعتوں میں سے ہو گی کہ جس کی لطافت سے ہمارے مریض شفا پاتے ہیں۔

نصرانی نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا پھر کہنے لگا کہ میں آپ سے سوال کروں یا اب آپ

مجھ سے سوال کریں گے حضرت نے وہی جواب دیا کہ تم مجھ سے سوال کرو تو نصرانی کہنے لگا یہ تو مسائل کے علم سے پر ہیں۔ اچھا یہ بتایئے کہ اہل جنت کھائیں پیئیں گے لیکن بول و براز نہ ہوگا اس کی دنیا میں کون سی مثال ہے تو امام نے جواب دیا کہ ماں کے شکم میں بچہ اپنی ماں کی غذا کھاتا ہے مگر پاخانہ نہیں کرتا نصرانی نے کہا آپ نے صحیح فرمایا کیا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں عالموں میں سے نہیں ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں اس امت کے جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

نصرانی نے حضرت امام سے پھر کہا کہ میں سوال کروں یا آپ سوال کریں گے حضرت نے پھر وہی جواب دیا کہ تم سوال کرو تو گروہ نصاریٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اب ان سے وہ بات پوچھوں گا کہ یہ اس میں ایسے پھنسیں گے جیسے گدھا کیچڑ میں الجھ کر رہ جاتا ہے حضرت نے فرمایا تم سوال تو کرو تو نصرانی کہنے لگا ایک عورت نے دو لڑکے ایک ساتھ جنے ایک وقت میں وہ پیدا ہوئے اور ایک ہی وقت میں وہ دونوں مرے اور ایک ہی وقت وہ دفن ہوئے ان میں ایک کی عمر ایک سو پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی صرف پچاس سال۔ بتایئے وہ کون تھے تو حضرت نے فرمایا وہ دو بھائی عزیر اور عزیرہ تھے جن کی وہی صورت ہوئی جو تم نے بیان کی عزیرہ نے عزیر کے ساتھ تیس سال زندگی گزاری پھر خدا نے انہیں سو سال تک مردہ رکھا اور عزیرہ زندہ رہے پھر خدا نے عزیر کو دوبارہ زندگی عطا کی تو انہوں نے عزیرہ کے ساتھ زندگی کے بیس سال گزارے یہ سن کر وہ راہب نصرانیوں سے مخاطب ہوا کہ میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کو نہیں دیکھا جب تک یہ بزرگ شام میں موجود ہیں مجھ سے کسی طرح کا کوئی سوال نہ کرنا مجھے غار میں واپس لے چلو چنانچہ لوگ اسے غار میں لے گئے اور تمام نصرانی حضرت امام کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ (تفسیر علی بن ابراہیم ص ۸۸)

انوٹ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے احتجاجات کا تذکرہ متعدد کتابوں میں مذکور ہے۔ خرائج کے باب احتجاجات میں بیان کیا گیا ہے کہ نصرانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت امام کے ہاتھوں پر اسلام لے آیا تھا۔

حضرت امام کا سفر شام

قصص الانبیاء میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر رح کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ ہشام بن عبدالملک نے میرے پدر بزرگوار کے پاس حکم بھیجا اور انہیں شام کی جانب طلب کیا جب حضرت امام وہاں پہنچے تو ہشام کہنے لگا کہ اے ابو جعفر میں نے یہاں آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ سے ایک ایسا مسئلہ دریافت کروں کہ میرے علاوہ کسی دوسرے کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے بارے میں آپ سے سوال کرے اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ ایک شخص کے علاوہ کسی دوسرے کو اس مسئلہ کی اطلاع ہو جس پر پدر بزرگوار نے فرمایا کہ تم جو چاہو سوال کرو اگر مجھے اس کا علم ہوا تو جواب دوں گا اور

اگر علم نہ ہوا تو کہہ دوں گا کہ مجھے معلوم نہیں سچائی اور صاف گوئی میرے نزدیک اہم چیز ہے۔ ہشام کہنے لگا کہ مجھے اس رات کے بارے میں بتایئے جس میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی شہادت واقع ہوئی اور شہروں سے دور لوگوں کو خبر ہوگئی جس میں حضرت قتل کیے گئے اور وہ کیا علامتیں تھیں جن سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا؟ اور یہ بھی فرمایئے کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کے قتل میں دوسروں کے لیے کوئی سبق تھا؟

حضرت نے فرمایا کہ جس شب میں جناب امیر المومنین علیہ السلام قتل کیے گئے زمین پر کوئی پتھر ایسا نہ تھا جسے اٹھایا جائے مگر اس کے نیچے خون تازہ جوش مار رہا تھا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی اور وہ رات بھی ایسی ہی تھی جس میں حضرت موسیٰ کے بھائی جناب ہارون نے دنیا سے رحلت فرمائی اور وہ رات بھی ایسی ہی تھی جس میں جناب یوشع بن نون قتل کیے گئے اسی طرح وہ رات بھی جس میں حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور وہ رات بھی ایسی ہی تھی جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے کہ زمین کے ہر پتھر سے خون تازہ جوش زن تھا۔

یہ سُن کر ہشام کا چہرہ خاکستری ہو گیا اور رنگ بدل گیا اس نے ارادہ کیا کہ شدت غضب میں آپ پر ٹوٹ پڑے تو حضرت نے فرمایا اے بادشاہ لوگوں پر ان کے امام کی اطاعت لازم ہے اور امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ سچائی کے ساتھ نصیحت کرے اور جس مسئلہ کے لیے امیر نے مجھے یہاں بلایا تھا میں نے اپنے علم سے اس کا جواب دے دیا جو اطاعت کی حد تک ضروری تھا۔ لہٰذا امیر کو حسن ظن سے کام لینا چاہیئے جس پر ہشام نے کہا کہ آپ خدا سے عہد کیجیے کہ آپ اس بات کا زندگی بھر کسی سے ذکر نہ کریں گے تو حضرت نے اس سے وعدہ فرما لیا پھر ہشام کہنے لگا کہ آپ جب چاہیں اپنے گھر والوں کے پاس واپس جا سکتے ہیں تو پدر بزرگوار نے شام سے حجاز کی طرف جانے کا عزم کیا اسی دوران میں ہشام نے اپنے دمشق اور مدینہ کے درمیان واقع شہروں کے تمام حکام کو حکم نامہ بھیج دیا کہ اپنے اپنے شہر میں میرے پدر بزرگوار کو داخلہ کی اجازت نہ دیں اور نہ بازاروں میں انہیں خرید و فروخت کا کوئی موقع دیا جائے اور نہ انہیں اہل شام سے ملنے ملانے کی اجازت دی جائے یہاں تک کہ وہ حجاز کی طرف روانہ ہوں جب جناب امام اپنے قریبی لوگوں کے ساتھ شہر مدین پہنچے تو بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ سامان سفر ختم ہو چکا ہے اور بازار سے کچھ خریدنے کی ممانعت ہے اور ہم پر شہر کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے حضرت نے سُنا اور فرمایا اچھا تم وضو کے لیے پانی تو لاؤ چنانچہ پانی لایا گیا آپ نے وضو کیا اور ایک غلام کا سہارا لے کر پہاڑ پر تشریف لے گئے جب گھاٹی میں پہنچے تو رو بقبلہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر کھڑے ہوئے اور شہر کی طرف رُخ کر کے باآواز بلند یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں "وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ

إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (سورہ ہود آیات ۸۴-۸۵-۸۶) ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تمہیں آسودگی میں دیکھ رہا ہوں اور میں تو تم پر اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سب کو گھیرے گا اور اے میری قوم پیمانہ اور ترازو و انصاف کے ساتھ پورے پورے رکھا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں کم نہ دیا کرو اور روئے زمین پر فساد نہ پھیلاتے پھرو اگر تم سچے مومن ہو تو خدا کا بقیہ تمہارے واسطے کہیں اچھا ہے۔

اس کے بعد حضرت امام نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا اور دوبارہ بلند آواز سے فرمایا کہ خدا کی قسم اس کا بقیہ میں ہی ہوں۔ مدین والوں میں ایک بہت بوڑھا شخص تھا جو تجربوں کے لحاظ سے بڑا معزز کتب آسمانی کا پڑھنے والا تھا جسے مدین والے نیک سمجھتے تھے جب اس کے کانوں میں حضرت امام کی یہ آواز پہنچی تو اس نے اہل مدین سے کہا کہ مجھے باہر لے چلو۔ چنانچہ وہ اٹھے اور درمیان شہر آئے لوگوں کا اجتماع ہو گیا تو ان سے اس بوڑھے نے کہا کہ یہ آواز کیسی تھی جو پہاڑ سے بلند ہوئی لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک ایسے شخص کی آواز ہے جو بازار میں آنا چاہتے ہیں لیکن حاکم شہر نے انہیں اس سے منع کر دیا ہے کہ وہ بازار کی طرف رخ کریں اور یہاں سے کچھ خرید سکیں یہ سُن کر اس بوڑھے نے کہا کہ کیا میرا کہنا مانو گے سب نے کہا ضرور مانیں گے تو بولا کہ حضرت صالح کی قوم میں سے صرف ایک شخص نے ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور چونکہ اس کے اس فعل پر سب راضی ہو گئے تھے لہذا سب کے سب عذاب کی زد میں آ گئے اور یہ بزرگ پہاڑ پر اسی جگہ کھڑے ہیں جہاں حضرت شعیب کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اسی طرح آواز دی ہے جس طرح حضرت شعیب نے ندا کی تھی تم لوگ حاکم کو چھوڑ دو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور انہیں بازار کی طرف لے جاؤ اور وہاں سے ان کی ضروریات کو پورا کرو ورنہ خدا کی قسم تم ہلاکت سے محفوظ نہ رہ سکو گے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور میرے پدر بزرگوار کو بازار کی طرف لائے اور ضروریات کو پورا کیا اور اپنے شہر میں لے آئے۔ مدین والوں نے جو کچھ کیا تھا اور اس بوڑھے شخص کے عمل کی ساری اطلاع حاکم نے ہشام کو دے دی جس پر ہشام نے حاکم مدین کو لکھ بھیجا کہ اس بوڑھے شخص کو گرفتار کر کے فوراً میرے پاس بھیجو لیکن یہ بزرگ راستہ ہی میں رحلت کر گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

امیرالمومنینؑ کے اسلام پر احسانات اور کفار و منافقین کی غداریاں

مناقب ابن شہر آشوب میں راویوں کے ایک طویل سلسلہ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ جب میرے پدر بزرگوار کو دمشق میں لایا گیا تو آپ نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یہ ہیں ابوتراب کے فرزند۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے یہ کہا تو آپ نے دیوار قبلہ کا سہارا لے کر خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور آنحضرتؐ پر صلوات بھیجی اس کے بعد سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عداوت والو اور اے نفاق کی اولاد اور اے آگ میں ڈالے جلنے والو ذلیل لوگو اور اے جہنم کا ایندھن بننے والے لوگو اس ذات کے بارے میں بدگوئی کو ترک کرو جو چودھویں رات کا چمکتا ہوا چاند گہرا سمندر شہاب ثاقب اور مومنوں کا ستارہ اور صراط مستقیم ہے اس سے پہلے کہ تمہارے چہرے سیاہ ہوں اور تمہاری شقاوت اور دشمنی تمہیں الٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹا دے اور تم اس طرح ملعون ٹھہرو جیسے اصحاب سبت (ہفتہ والوں) پر لعنت کی گئی اور خدا کا فیصلہ اٹل ہے۔

اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی کا مذاق اڑاتے ہو اور یعسوب الدین میں عیب نکالتے ہو اب اس کے بعد کون سی راہ اختیار کرو گے اور کون سی تکلیف کو دور کر سکو گے خدا کی قسم وہ فضائل کی طرف سبقت کرنے میں فوقیت لے گئے ہیں اور سب پر اپنے غالب آنے میں کامیاب ہوئے اور بلندی و عظمت کی انتہا پر پہنچ گئے اور آپ کے کمالات کی وجہ سے ان لوگوں کے جھوٹ کھُل گئے اور ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور آپ کے آگے لوگوں کی گردنیں جھک گئیں ان لوگوں کو وہ فضائل کہاں حاصل ہو سکتے ہیں اس لیے کہ وہ تو آپ سے دور مقام پر ہیں پھر حضرت امام نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) انہوں نے ان مقدّس حضرات پر الزامات لگا کر ان کے مدارج کو گھٹایا تمہارا ستیاناس ہو انہوں نے ان امور میں رخنے ڈالے جنہیں ان حضرات نے بند کیا تھا اور دین کو ان لوگوں کی برائیوں سے پاک کیا تھا اب وہ رخنے اور شگاف کیسے بھریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی حضرت علی مرتضیٰ کی وفات سے پیدا ہوئے ان حضرات میں ایک دوسرے کا مثل و نظیر ہے اور نسبی حیثیت میں امیرالمومنین علی بن ابی طالب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خونی رشتہ سے بھائی ہوتے ہیں اور ثابت قدمی میں ان کی مثل قرار پاتے ہیں یاد رکھو یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کی رکھی ہوئی بنیادیں بہترین ہیں جو وعدہ کرتے اسے پورا کرتے ہیں اور جب کوئی عہد و پیمان کرتے تو اس پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔

امیرالمومنین تو اُمت کے ذوالقرنین ہیں جب کہ دوسرے لوگ میدان جہاد میں فتح کے بعد امیرالمومنین کے ہاتھوں میں مال غنیمت کے اختیارات کو دیکھتے تھے انہوں نے تو دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور لوگوں نے اس سے انحراف کیا تھا ان کا ایمان یقینی بنا رہا اور دوسروں نے کفر اختیار کر لیا یہ تو خزانہ جنت کے ذوالقرنین ہیں اور

جنت کے دروازے انہی کے لیے کھلیں گے اور یہی ہیں کہ مشرکوں کے عہد توڑنے کے وقت آگے بڑھے اور دوسرے لوگ ذلیل ہوئے یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ہی ہیں جو شب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ بستر پر سوئے اور جانشینی کی جب کہ کفار و مشرکین تلملا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح بچ کر نکل گئے حجۃ الوداع میں پیغمبر اسلام نے حضرت امیر المومنین ہی کو رازوں کا امین بنایا تھا اور خلافت الٰہیہ آپ ہی کے سپرد ہوئی تھی۔ (المناقب جلد ۳ ص ۳۳۴)

آٹھواں باب

مدارج فاطمۃ الزہراؑ

قرب الاسناد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے ہمیں تحفے تحائف دیئے ایک دن ان کے بھائی آئے اور کہنے لگے کہ بنی امیہ تم سے اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم انہیں چھوڑ کر اولاد حضرت فاطمہ زہرا پر مہربان ہوتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو انہیں اس لیے فضیلت دیتا ہوں اور دیتا رہوں گا کہ میں نے ان کے فضائل کے بارے میں اتنا سن رکھا ہے کہ اب مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کچھ سنوں یا نہ سنوں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ زہرا میری ہی ایک شاخ ہے اور میرے دل کو پسند ہے جس نے اسے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے رنج پہنچایا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی کا خواہاں ہوں میں انہیں ناخوش نہیں کر سکتا اس لیے کہ حضرت فاطمہ زہرا (صلوات اللہ علیہا) کی ناراضگی رسولؐ کی ناراضگی ہے اور ان کی خوشی رسولؐ کی خوشی ہے۔ (قرب الاسناد ص ۱۷۲)

ولید کے دربار میں حضرت علی مرتضٰی کے فضائل کی گونج

کتاب العدد میں خلیل ابن احمد العروضی سے مروی ہے کہ ایک دن میں ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کے دربار میں آیا تو دیکھا کہ ولید حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان گستاخیاں کر رہا ہے اور جلدی جلدی آپ کے لیے بے ہودہ اور ناشائستہ الفاظ بک رہا ہے اتنے میں عرب کا ایک بدو آ گیا جو اونٹنی پر سوار تھا اور تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے دونوں کانوں سے خون بہہ رہا تھا

ملعون نے اس شخص کو دیکھا تو کہنے لگا اسے آنے دو میں سمجھتا ہوں کہ اِس کے آنے کا مقصد کیا ہے اِس اعرابی نے اپنی اونٹنی کو اس کی مہار سے باندھ دیا اندر آنے کی اجازت چاہی اس نے آتے ہی ولید کے بارے میں ایک قصیدہ پڑھا کہ سننے والوں نے اِس جیسا عمدہ قصیدہ کبھی نہ سُنا تھا یہاں تک کہ اُس نے قصیدہ کے آخر میں کہا (ترجمہ) کہ جب میں نے زمانہ کو دیکھا کہ اس نے کوتاہی برتی اور میرے حالات کو پے درپے کمزور کر دیا اور تنگ دست ہوگیا تو اے بادشاہ مجھے تیرے پاس آنا پڑا تا کہ میں اپنے انجام کو بہتر بنا سکوں اور اپنے عیال کی تنگی و محتاجی کو دور کر سکوں یہ قصیدہ اس کی شان میں ہے جیسے سب کا خیال ہے اور جو بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے چنانچہ یہ سب کچھ میں نے ولید کی شان میں کہا ہے جو ارادے کا پختہ ہے خدا تعالیٰ اِسے انقلابات زمانہ سے محفوظ رکھے یہ تو وہ شیر ہے جو شکار کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے اور شجاعت و دلیری میں بہت مضبوط ہے میدان جنگ کی برہنہ شمشیر ہے اور ہمارے رب کا خلیفہ ہے ہمارا مقصود ہے موروثی شرافت و بزرگی کا مالک اور صاحب کمال ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ اِس کی تعریف سے اتنا خوش ہوا کہ اِس پر ایک بڑے انعام سے نوازش کی اور بولا کہ اے عرب بھائی ہم نے تمہاری تعریف کو پسند کیا اور ایک بڑے انعام و اکرام سے نواز دیا اب تم یہ کرو کہ امیر المومنین حضرت ابو تراب کی برائی اور ہجو میں کچھ لکھو یہ سنتے ہی ایک دم وہ اعرابی اٹھا اور بڑبڑانے لگا ایک سخت آواز نکالی اور بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کیا وہ بولا کہ تو نے جس کی ہجو کرنے کے لیے کہا ہے وہ تجھ سے کہیں زیادہ مداح کا حقدار ہے اور تو ہجو کا سزاوار ہے۔ یہ سُن کر اس کے ساتھی کہنے لگے خاموش ہو جا خدا تجھے نیکی سے دور رکھے وہ اعرابی کہنے لگا کہ تم مجھ سے کس چیز کی امید رکھتے ہو اور مجھے کون سی خوش خبری سناؤ گے میں نے تو کوئی گری ہوئی بات نہیں کہی نہ کچھ کہنے میں حد سے گزرا اور نہ کوئی غلط طریقہ اختیار کیا سوائے اِس کے کہ میں نے اِس ہستی کو اس بادشاہ پر فضیلت دی ہے جو اِس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے وہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کی ذات اقدس ہے جو شرافت و عظمت کی رداء سے آراستہ ہیں وہ ہر عیب سے پاک اور ہر برائی سے متنفر ہیں جن کا مقصد انصاف اور لوگوں میں نیک کاموں کی نشر و اشاعت ہے جن کی زندگی کا ہر پہلو برائی سے محفوظ ہے جو صاحبان عز و شرف سے دوستی اور انس رکھتے ہیں انہوں نے خدا کے بارے میں وہ تمام شکوک و شبہات کو خفیہ علوم کے بیان سے دور کر دیا جو فرشتے خدا کی طرف سے وحی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل کیے۔ آنحضرت نے وہ علوم امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو عطا کیے اور آپ نے ان کی تشریحات میں ذرہ برابر کمی نہیں کی اور نہ ہی ان میں اپنی طرف سے کچھ بڑھایا آپ ہی نے امیر المومنین کو مقام شرف پر پہنچایا زمانہ جاہلیت میں بھی مادی زندگی اور اس کے صحیح طریقے انہی سے سیکھے گئے فضل و شرف ملا تو انہی حضرات کو ملا یہ وہ صفت ہے جسے خدا نے پسند کیا۔

کوئی جاہل اس سے بے خبر نہ رہے کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ خلافت سے علیحدہ رہے انہوں نے اس کے لیے لڑاکو اور ظالم لوگوں نے لڑائیاں لڑیں اگر تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ اسلام

ہیں سابق ہونے کی وجہ سے وہ اِس کے مستحق تھے تو پھر تمہاری کوئی اور دلیل وحجت اِس بارے میں باقی نہیں رہ جاتی کیا تمہارے کسی ساتھی نے سخت موقعوں اور سخت معرکوں میں کود جانے میں پہل کی ہے جیسی کہ امیرالمومنین نے ہر کٹھن موقع پر کی وہ اس طرح آگے بڑھے کہ نہ تو آپ سائے (ایک جانور) کی طرح تھے کہ خطرہ کے وقت اپنے سر کو اپنی کھال میں چھپالے اور نہ آپ اونٹ کے اِس بچہ کی طرح تھے کہ چلے تو اپنی گردن کو اٹھالے آپ کے دل میں خدا کی مخلوق کی طرف سے کوئی کینہ نہ تھا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے دل میں کوئی نفاق تھا۔ اسلام پر جو مصائب آتے آپ ہر صبح وشام ان کا دفاع کرتے تھے اور آپ نے اپنے آپ کو مصیبتوں کی ایک سیاہ اور تاریک رات میں ڈال دیا تھا دشمن اِسلام پر نگاہیں لگی ہوئی تھیں اسلام کے معاملہ میں کبھی آپ نرم طریقہ پر چلے اور کبھی چلنے میں تیزی اختیار کی۔ سخت سے سخت تباہ کن حالات اور مصیبت سے بھرے ہوئے اوقات آئے تو آپ نے اپنے آپ کو ہتھیاروں میں مشغول رکھا اور اِس حالت میں کہ آپ اپنے چچازاد بھائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بڑی زرہ پہنے ہوئے ہوتے اور آپ کے ہاتھ میں مقام خط کا بنا ہوا نیزہ ہوتا تھا جس پر سناں لگی ہوئی ہوتی تھی۔ چنانچہ جب ٹیڑھی چال والا سانڈ یکا دشمن اِسلام اور مضبوط بشہ سوار عمرو بن عبدود میدان جنگ میں تیز رفتار گھوڑے پر سوار آپ کے مقابلہ میں نکلا تو امیرالمومنین علی مرتضیٰ نے اسے ایک ایسی ضرب لگائی جس سے اس کی گردن اڑ گئی۔ کیا تم عمرو بن معدی کرب کو بھول گئے کہ جب وہ اِس مغرورانہ حالت میں مقابلہ کے لیے آیا کہ اِس کی زرہ کے نیچے کے حصّے میں زمین پر گھسٹ رہے تھے اور لوگ اِس کے ڈر سے اپنی جگہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر اس نے داہنے بائیں نگاہ ڈال کر آواز لگائی کہ کون ہے جو میرے مقابلہ پر آئے تو وہ امیرالمومنین ہی تھے جو بلند پہاڑ کے اژدہے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے اور اِس پر اس طرح گرے جیسے چٹانوں کے پتھر پھینکنے والی مشین اور اس دشمن اسلام کی گردن اِس طرح توڑی جیسے شکرا کبوتر کی گردن کو توڑ ڈالتا ہے پھر اسے خدمت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں لے کر حاضر ہوئے کہ وہ بھکنے والے اونٹ کی طرح تھا جسے زبردستی ہنکایا جائے صورت یہ تھی کہ اس ظالم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اِس کے نتھنے کانپ رہے تھے اور دل قابو سے باہر تھا یہ تو ایک موقع ہے۔ امیرالمومنین علیہ السّلام کے لیے کتنے ایسے سخت وقت آئے ہیں جن میں آپ سچی نیت کے ساتھ مشرکوں کے مقابلہ میں نکلے جب کہ آپ کے علاوہ دوسروں کی یہ صورت تھی کہ گئے تو شکست کھائی اور بزدلی کا مظاہرہ کر کے الٹے پاؤں لوٹ آئے اور ہتھیار بھی میدان جنگ میں چھوڑ دیئے۔ میں تمہیں بتاؤں کہ امیرالمومنین کو ذلیلوں اور کمینوں نے اِس حقارت میں رکھا جیسے کنگھی کے دانتوں میں کوئی بال زمین پر گر جائے۔ تو کیا ایسا انسان ہجو کا مستحق ہو سکتا ہے؟ جس کا عزم وارادہ مضبوط جس کا قول سچّا اور جس کی شمشیر چیر دینے والی ہو۔ ہجو کے لائق تو وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو ہجو کی طرف تھوپ دیا ہو اور جس نے خلافت کو لے لیا ہو اور اِسے اِس کے وارث سے دور کر دیا ہو اور خود اِس سے چمٹ گیا ہو گویا کہ اسے بچھو دل

نے ڈس رکھا ہے یہاں تک کہ جب دین کی دشمن ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت نے خلافت کو کھیل کی چیز بنالیا اور خلافت کی اکھاڑ پچھاڑ کو اپنا طریقہ کار بنالیا اگر وہ اسے سیدھی راہ پر لگا دیتے تو وہ تمام چیزوں کو ان کی اصلی جگہ پر رکھ دیتے لیکن انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسالیا پھر رنج وافسوس کے سوا کچھ نہ رہا۔

راوی کہتا ہے کہ یہ تقریر سن کر ولید کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا منہ سے تھوک جاری ہوگیا اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور وہ ایسا ہوگیا جیسے اس کی آنکھ میں کوئی کڑوا دانہ یا بیج گر گیا ہو اور وہ سوزش پیدا کر رہا ہو۔ حالت یہ ہوئی کہ اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ یہ حالت دیکھ کر ولید کے بعض ساتھیوں نے اس مرد عرب کو وہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیا اور اسے یقین تھا کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ ولید کے دربار سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک عرب اندر آنا چاہتا ہے تو اس نے اس بدوی سے پوچھا کہ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم میری زرد پوشاک لے لو اور میں تمہارا سیاہ لباس پہن لوں میں تمہیں اس انعام میں سے کچھ حصہ دوں وہ اس کے لیے تیار ہوگیا اس کے بعد وہ اعرابی چل پڑا اور اپنی سواری پر بیٹھ کر جنگل میں کہیں چھپ گیا اس دوسرے عرب کو پکڑ لیا گیا اور اس کی گردن کاٹ دی گئی اس کا سر ولید کے پاس لایا گیا تو وہ بولا یہ وہ شخص نہیں ہے یہ تو ہمارا ساتھی تھا تم نے اسے قتل کر ڈالا چنانچہ اس بدوی کی تلاش میں تیز رفتار گھوڑے دوڑا دیئے گئے آخر کار کچھ دیر کے بعد انہوں نے اس بدو کو جالیا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اسے پکڑنا چاہتے ہیں تو اس نے اپنے ترکش میں ہاتھ ڈالا اور ایک ایک تیر نکال کر اسے چلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں میں سے چالیس کا صفایا کر دیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے وہ لوٹ کر ولید کے پاس آئے اور سارا واقعہ سنایا یہ سن کر وہ ایک شب و روز بے ہوش پڑا رہا جس پر لوگ کہنے لگے کہ یہ تیری کیا حالت ہوگئی تو ولید نے کہا کہ میرے دل پر اس بدوی کے ہاتھوں سے نکل جانے کا غم پہاڑ کی مانند ایک بوجھ ہے افسوس یہ کیا ہوگیا۔

حضرت امام کو فدک کی واپسی

ہشام بن معاذ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ وہ ایک دن کے لیے مدینہ میں آئے ہوئے تھے انہوں نے حکم دیا کہ اس کی منادی کرائی جائے کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہو یا کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو وہ سامنے آئے اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا چنانچہ اس کا اعلان ہوا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لائے عمر بن عبدالعزیز کے غلام مزاحم نے انہیں اطلاع دی کہ حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہما السلام تشریف لائے ہیں تو انہوں نے غلام سے کہا کہ حضرت کو اندر لے آؤ امام تشریف لائے تو عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے جس پر حضرت امام نے فرمایا اے عمر کیوں رو رہے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ فرزند رسول مجھے

ہشام کی فلاں فلاں باتوں نے رلا دیا ہے تو امام نے فرمایا کہ اے عمر دنیا تو بازاروں میں سے ایک بازار ہے جس سے لوگ اپنے فائدہ کی چیزیں بھی خریدتے ہیں اور نقصان کی بھی اور کتنے وہ لوگ ہیں جنہیں دنیا دھوکہ دیتی ہے وہ نقصان کا سودا خرید لیتے ہیں یہاں تک کہ ان کے سر پہ موت آ کھڑی ہوتی ہے تب وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا ہوا آخر کار دنیا سے ناکام اور لائق ملامت ہو کر چلے جاتے ہیں جب کہ انہوں نے آخرت سے کچھ نہیں پایا اور ان لوگوں کے لیے جمع کیا جنہوں نے مرنے کے بعد ان کی تعریف نہیں کی اور اس خدا کی طرف لوٹ گئے جو ان کا عذر قبول نہ کرے گا. خدا کی قسم ہم ہی وہ ہیں جو لوگوں کے اِن نیک اعمال کی طرف نگاہ رکھتے ہیں جن میں ان پر ہمیں رشک ہوتا ہے تو ہم ان اعمال میں ایسے لوگوں کی موافقت کرتے ہیں لوگوں کے اُن بُرے اعمال کی طرف بھی ہماری نگاہ ہے جن سے ان کے بارے میں ہم خوف رکھتے ہیں تو ہم بھی اُن سے بچتے ہیں..

لہٰذا خدا سے ڈرتے رہو اور دو باتوں کا خیال رکھو ایک تو یہ کہ ان اعمال کی طرف نظر رکھو جنہیں تم چاہتے ہو کہ وہ اِس وقت تمہارے ساتھ ہوں جب تم خدا کے سامنے پیش ہو تو انہیں اپنے جانے سے پہلے بھیج دو اور دوسرے یہ کہ ان اعمال کی طرف نظر رکھو جنہیں تم اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہتے جب تم خدا کے سامنے جاؤ لہٰذا ان اعمال کا بدل تلاش کرو اور ایسے سرمایہ کی طرف نہ جاؤ جو تم سے پہلے لوگوں پر تباہی و بربادی لے آیا اور تم یہ امید کرو کہ تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا. اے عمر اللہ سے ڈرو دروازے کھولے رکھو اپنے ارد گرد کے پردے ہٹا دو مظلوم کی مدد کرتے رہو اور ظالم کے ظلم کو روکو۔

اس کے بعد جناب امام نے فرمایا کہ تین باتیں وہ ہیں کہ اگر کسی کو حاصل ہوں تو یہ سمجھو کہ اُس کا خدا پر کامل ایمان ہے یہ سُن کر عمر بن عبدالعزیز گھٹنوں کے بل جُھک گئے اور کہا کہ اے اہل بیت نبوت ارشاد فرمائیے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کچھ پسند کرے تو ایسا نہ ہو کہ اس کی خوشی اور پسندیدگی باطل میں لے آئے یعنی باطل کے حصول میں اپنی خوشی کو نہ رکھے اور جب وہ غصّہ کی حالت میں ہو تو ایسا نہ ہو کہ اِس کا غصّہ اسے حق کے راستے سے ہٹا دے اور جب کسی چیز کے لینے پر قادر ہو تو وہ چیز نہ لے جو اس کی نہ ہو - امام کے یہ ارشادات سُن کر عمر بن عبدالعزیز نے قلم دوات منگایا اور لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ اِس تحریر کے ذریعے عمر بن عبدالعزیز نے فدک کو جو ظلم اور نا انصافی سے لیا گیا تھا حضرت امام محمد بن علی بن الحسین (علیہما السلام) کو واپس کیا۔

(الخصال جلد ۱ ص ۵۱)

مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ہشام بن معاذ سے اسی طرح مروی ہے۔

(مناقب جلد ۳ ص ۳۳۷)

جابرؒ کی مدح اور مغیرہ کی قدح

بصائر الدرجات میں زیاد بن ابی الحلال سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جابر بن یزید کی شخصیت ان کی بیان کردہ احادیث اور ان کی عجیب وغریب باتوں کے بارے میں لوگوں میں اختلافات تھے اِن میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اِس بارے میں حضرت امام سے دریافت کروں کہ آپ کے کیا خیالات ہیں تو اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھوں حضرت امام نے پہل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم جابر بن یزید جعفی پر رحمت نازل فرمائے وہ جو کچھ ہمارے بارے میں کہتے تھے اِس میں سچے تھے خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے کہ وہ ہماری طرف جھوٹ اقوال کو منسوب کرتا ہے۔

(نفس المصدر ص ۶۴)

ہر منزل پر امام کی اپنے دوستوں کی راہنمائی

کتاب المحاسن میں ابوبکر حضرمی سے منقول ہے کہ ایک کہنے والے نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ جناب ابن عباس کے غلام عکرمہ موت کی کش مکش میں مُبتلا ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ وہ تو رحلت کر چکے ہیں اس کے بعد یوں ارشاد ہوا کہ اگر موت سے پہلے ان سے میری ملاقات ہو جاتی تو میں انہیں ایسی باتیں تعلیم کرتا کہ آتش دوزخ انہیں اذیت نہ پہنچاتی حضرت یہ فرما رہے تھے کہ ایک آنے والے نے خبر دی کہ عکرمہ انتقال کر گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ ہمیں انہیں جو کچھ تعلیم کرنا تھا کر دیا پھر فرمایا خدا کی قسم یہی بات تمہارے لیے بھی ہے تم بھی ہمارے دوست اور پیرو ہو۔

(المحاسن برقی ص ۱۴۹)

امام سے بے مقصد سوالات کرنے کی ممانعت

کتاب الاختصاص میں محمد بن مسلم سے منقول ہے وہ کہتے کہ ایک دفعہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان یہ تو فرمایئے کہ سورج سر پہ آکر ٹھہرتا ہوا کیوں معلوم ہوتا ہے تو امام نے فرمایا کہ اے محمد تمہارا یہ سوال کیسا ادنیٰ اور بے مقصد ہے جس کے بعد تین دن تک حضرت نے مجھ سے کلام نہیں کیا اور چوتھے روز فرمایا کہ تم اِس لائق ہو کہ تمہیں اس کا جواب نہ دیا جائے۔ چنانچہ یہ معروف و مشہور حدیث جناب صدوق نے فقیہ جلد ۱ ص ۱۴۵ پر نقل کی ہے

(نفس المصدر ص ۱۰۱)

امام جعفر صادق علیہ السّلام اور محمد بن مسلم کی علمیت کے بارے میں آپ کا اعتراف

الاختصاص میں ابن ابی یعفور سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کے لیے ممکن نہیں کہ ہر وقت مجھے ملاقات کا شرف بخشیں اور حضور کی خدمت میں میرا پہنچنا بھی ہر وقت ممکن نہیں ہے میرے پاس آنے والے دوست مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہیں اور میں ہر مسئلہ کا جواب نہیں دے سکتا لہذا کیا کروں تو امام نے فرمایا کہ محمد بن مسلم ثقفی سے ان مسائل کے جوابات معلوم کرنے میں تمہیں کیا امر مانع ہے ان سے پوچھ لیا کرو وہ تو بہت کچھ احادیث میرے پدر بزرگوار سے سن چکے ہیں اور ان کی پسندیدہ شخصیت رہے ہیں وہ ہر مسئلہ میں تمہاری راہنمائی کر سکتے ہیں۔ (الاختصاص ص۲۰۱)

محمد بن مسلم کا سن وفات

الاختصاص میں وارد ہے کہ محمد بن مسلم طائفی ثقفی القصیر الطحان الکوفی العربی نے ۱۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔ (الاختصاص ص۲۰۲)

شہادت امامؑ

الخرائج میں بروایت ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ زید بن امام حسن نے میرے پدر بزرگوار سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث میں جھگڑا کیا وہ کہتے تھے کہ میں امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور آپ سے زیادہ اس کا حقدار ہوں اس لیے کہ میں ان کا بڑا بیٹا ہوں لہذا اس متروکہ میں سے مجھے بھی حصہ دیجئے میرے پدر بزرگوار نے انکار فرمادیا اور وہ اس معاملہ کو قاضی عدالت میں لے گئے ایک دن زید بن امام حسن کے ساتھ زید بن علی بن الحسین علیہما السلام بھی اس نزاع میں قاضی عدالت کے سامنے تھے اس دوران میں زید بن امام حسن نے زید بن علی زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ اے سندھیہ کے بیٹے تم خاموش رہو اور کچھ نہ بولو تو زید بن علی زین العابدین علیہ السلام نے کہا کہ تف ہے اس جھگڑے پر اور افسوس ہے ایسی دشمنی پر جس میں ماؤں کا نام لیا جائے اب جب تک زندہ رہوں گا تم سے کلام نہ کروں گا یہ کہہ کر جناب زید بن علی میرے پدر بزرگوار کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے میرے بھائی میں نے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھائی ہے کہ میں زید بن امام حسنؑ سے بات نہ کروں گا اور نہ جھگڑے میں فریق بنوں گا مجھے یقین ہے کہ آپ اس پر معترض نہ ہوں گے اور مجھے ناامید نہ کریں گے اس کے بعد انہوں نے سارا واقعہ سنایا تو جناب امام نے انہیں بری قرار دیا جب زید بن امام حسنؑ کو اس کی خبر ملی تو وہ رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ میری یہ دشمنی محمد بن علی علیہما السلام تک پہنچ گئی اب میں انہیں بے قدر کروں گا

اور تکلیف پہنچاؤں گا چنانچہ دوڑے ہوئے میرے پدر بزرگوار کے پاس آئے اور بولے آپ میرے ہمراہ قاضی کے پاس چلیں "جناب امام نے فرمایا" چلو جب باہر آئے تو حضرت نے بطور نصیحت زید بن امام حسنؑ سے فرمایا دیکھو تمہارے پاس چھری ہے جسے تم چھپائے ہوئے ہو میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ وہ چھری جسے تم چھپائے ہوئے ہو بولے گی اور اس کی گواہی دے گی کہ میں تم سے زیادہ حق دار ہوں کیا پھر بھی تم اِس دشمنی سے باز نہ آؤ گے" زید نے کہا کہ "میرے پاس کوئی چھری نہیں" جس پر حضرت امام نے چھری کو حکم دیا کہ خدا کے اذن سے بول زید بن امام حسن کی بغل سے وہ چھری زمین پر گری اور گویا ہوئی کہ "زید تم ظالم ہو اور حق امام محمد بن علی (علیہما السلام) کی طرف ہے اگر تم اپنے اِس دعوی سے باز نہ آئے تو میں تمہیں ہلاک کردوں گی" زید بن امام حسن غش کھا کر گر پڑے میرے پدر بزرگوار نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ زید اگر یہ پتھر اور چٹان جس پر ہم کھڑے ہیں گواہی دیں تو تم مان لوگے"؟ وہ کہنے لگے کہ "ہاں" چنانچہ وہ پتھر جس پر زید کھڑے تھے حرکت میں آیا اور قریب تھا کہ شق ہو جائے لیکن جس چٹان پر میرے پدر بزرگوار کھڑے تھے حرکت میں نہ آیا اس پتھر نے اپنی زبان میں کہا کہ اے زید تم ظلم کر رہے ہو حضرت محمد بن علی حق پر ہیں ان کی دشمنی سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ میں تمہیں ہلاک کردوں گا"

یہ سُن کر زید پھر غش کھا کر گر پڑے حضرت امام نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا "اے زید کیا تم دیکھو گے کہ یہ درخت بولے اور میری طرف چلا آئے اِس کے باوجود کیا تم اِس حرکت سے باز نہ آؤ گے"۔ زید کہنے لگے کہ "ہاں" حضرت نے درخت کو آواز دی اور وہ زمین کو چیرتا پھاڑتا آپ کی طرف آ گیا یہاں تک کہ اِس نے آپ پر سایہ کر لیا اور بولا "کہ اے زید تم ظلم کر رہے ہو اور حضرت محمد بن علی علیہما السلام تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کے حق دار ہیں تم اپنے دعویٰ سے باز آجاؤ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا" زید بن حسن پھر بے ہوش ہو گئے میرے پدر بزرگوار نے ان کا ہاتھ تھا وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا زید نے میرے پدر بزرگوار سے قسم کھا کر کہا کہ وہ آپ سے تعرض نہ کریں گے اور نہ کوئی جھگڑا کریں گے میرے والد بزرگوار اپنے گھر پر آگئے اور زید اسی دن عبد الملک بن مروان کے پاس گئے اور اِس سے کہا کہ میں تیرے پاس ایک جادوگر دروغ گو کو لے آیا ہوں تیرے لیے جائز نہیں کہ تو اِسے چھوڑ دے زید نے جو کچھ دیکھا تھا اِس سے بیان کر دیا عبد الملک نے حاکم مدینہ کو خط لکھا کہ حضرت محمد بن علی (علیہما السلام) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کرے اِس نے زید سے کہا کہ اگر میں تمہیں ان کے قتل پر مامور کروں تو کیا تم انہیں قتل کر دو گے زید نے کہا کہ ضرور ایسا کروں گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب وہ خط والی مدینہ کو ملا تو اس نے عبد الملک کو جواب میں لکھا کہ میری یہ تحریر تمہاری مخالفت اور نافرمانی نہیں ہے بلکہ نصیحت و خیر خواہی میں لکھ رہا ہوں کہ وہ شخص جن کے بارے میں تو نے لکھا ہے کہ میں انہیں گرفتار کر کے تیرے پاس بھیج دوں

وہ تو ایسے شخص ہیں جن کا کہ تمام روئے زمین پر زہد ورع وتقویٰ میں کوئی ہم پلہ نہیں ہے جب وہ محراب عبادت میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو اُسے سننے کے لیے پرندے اور وحشی جانور آجاتے ہیں اِن کی تلاوت حضرت داؤدؑ کی تلاوت کی مثل ہے وہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم نرم دل لوگوں کی بھلائی میں کوشش کرنے والے اور عبادت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں لہٰذا خلیفہ کے لیے مناسب نہیں کہ ایسے شخص سے کوئی تعرض کیا جائے یاد رکھو کہ خدا نے کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلا جب تک خود اِسے اپنی حالت کے بدلنے کا خیال پیدا نہ ہوا ہو۔

جب عبدالملک کو یہ جواب ملا تو وہ خط کے مضمون سے خوش ہوا کہ اِس میں نصیحت کے پہلو ہیں۔ اِس نے زید بن امام حسن کو بلایا اور انہیں حاکم مدینہ کا خط دکھایا وہ کہنے لگا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے حاکم مدینہ کو خوش کر لیا ہے جس پر عبدالملک نے کہا کہ تمہارے سامنے کوئی اور تجویز ہے ؟ تو زید نے کہا کہ ہاں۔ تجویز یہ ہے کہ حضرت امام کے پاس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہتھیاروں میں سے تلوار اور زرہ موجود ہے اور انگشتری وعصا بھی ہے لہٰذا تو انہیں لکھ کر یہ سب تبرکات مانگ لے اگر وہ نہ دیں تو پھر تجھے ان کے قتل کر دینے کا بہانہ مل جائے گا۔ چنانچہ عبدالملک نے والی مدینہ کو لکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو ایک ہزار درہم پیش کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی میراث کا ان سے مطالبہ کرے والی مدینہ یہ خط پڑھ کر میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا عبدالملک کا خط پڑھ کر سنایا حضرت امام نے فرمایا مجھے چند روز کی مہلت دے تو وہ کہنے لگا کہ ہاں اس کی اجازت ہے میرے پدر بزرگوار نے ان تبرکات کو جمع کر کے عامل کے پاس بھیج دیئے وہ بہت خوش ہوا اس نے زید کو بلایا اور وہ تبرکات انہیں دکھائے زید نے کہا کہ خدا کی قسم امام نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامان میں سے تجھے کچھ بھی نہیں بھیجا۔ عبدالملک نے میرے پدر بزرگوار کو لکھا کہ میرا مال تو آپ نے لے لیا اور جو چیزیں ہم نے طلب کی تھیں ان میں سے کوئی چیز آپ نے ہمیں نہیں بھیجی۔

جناب امام نے جواب میں لکھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا سب تیرے پاس میں نے بھجوا دیا اب تو یقین کرے یا نہ کرے۔ عبدالملک نے ظاہری طور پر جناب امام کی تصدیق کی اور اہل شام کو بلایا اور کہا کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چیزیں ہیں جو مجھے بھیجی گئی ہیں۔ پھر زید کو گرفتار کر لیا اور قید میں ڈال دیا اور کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میں تم میں سے کسی کے قتل میں ملوث ہو جاؤں گا تو میں تمہیں ضرور قتل کر دیتا۔ عبدالملک نے میرے پدر بزرگوار کو خط لکھا کہ میں آپ کے چچا زاد بھائی کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں آپ ان کی تادیب کریں جب زید حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پدر بزرگوار نے فرمایا اے زید افسوس کی بات ہے کہ تم نے ایک امر عظیم کا ارادہ کیا ہے اور یہ کیسا بُرا فعل ہے جو تمہارے ہاتھوں سے کرایا جا رہا ہے میں جانتا ہوں کہ زین کی لکڑی کس درخت سے تراشی

گئی ہے لیکن مقدر میں یہی ہے کہ میری شہادت اس شخص کے ہاتھوں اسی طرح ہو جس کے مقدر میں خدا نے برائی لکھ دی ہو۔ چنانچہ اس زین کو گھوڑے پر کسا گیا اور حضرت امام اس پر سوار ہوئے چونکہ زین میں زہر بھرا ہوا تھا سارا زہر بدن مبارک میں سرایت کر گیا اور جسم پر ورم آگیا حضرت امام نے کفن کی تیاری کا حکم دیا جس میں سفید لباس تھا جسے آپ نے حج کے احرام میں پہنا تھا اور فرمایا اسے میرے کفن میں رکھ دو اس کے بعد جناب امام تین دن تک زندہ رہے اور رحلت فرمائی (یہ زین حضرات آل محمد علیہ السلام کے پاس محفوظ ہے اور رجعت کے بعد نکلے گی اور کافر سے انتقام لیا جائے گا) آخر کار حضرت کی شہادت کے بعد زید بن حسن بیمار ہو گئے اور بیماری کی وجہ سے ان کی عقل جاتی رہی اور جنون کی کیفیت پیدا ہو گئی انہوں نے نماز کو ترک کر دیا اور دنیا سے گزر گئے۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۳۰)

وضاحت: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کا آخری حصہ چھوڑ دیا گیا ہے جس میں غالباً یہ مصلحت ہے کہ ظاہری طور پر زید کی توہین ہو اور عبدالملک کا زید کو جناب امام کی خدمت میں بھیجنا بھی مصلحت کے تحت تھا کہ وہ آنجناب کو اس زہر آلود زین پر سوار کریں جو ان کے ساتھ بھیجی گئی تھی جس کے بارے میں جناب امام نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ زین کی لکڑی اور کس درخت سے تراشی گئی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے لیکن مقدر میں یہی ہے کہ میری شہادت اسی طرح ہو اسی لیے حضرت نے یہ بھی فرما دیا کہ یہ زین آل محمد علیہم السلام کے پاس محفوظ ہے اور رجعت کے بعد کافر سے انتقام لیا جائے گا اس میں بھی اشکال ہے کہ عبدالملک نے زید بن حسن کو امام کو زہر سے شہید کرنے پر مامور کیا جب کہ تاریخی روایات سے یہ ثابت ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے حضرت امام کو زہر دیا تھا۔

عبدالملک کا بھیانک انجام

الخرائج والجرائح میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب عبدالملک کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ بدشکل ہو گیا تھا (کہا جاتا ہے کہ اس کی شکل چھپکلی کی ہو گئی تھی) اس کے پاس اس کے بیٹے تھے جو سب کے سب پریشان تھے کہ اب کیا کریں آخر کار وہ مر گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ وہ دھڑ کو لیکر آدمی کی شکل بنا لیں چنانچہ ایسا کیا گیا اور دھڑ کو پوشیدہ رکھا گیا پھر اسے کفن میں لپیٹا جس کی اطلاع سوائے میرے اور اس کے بیٹوں کے کسی کو نہ ہوئی۔

(الکافی جلد ۸ ص ۲۳۲)

بروزِ قیامت جنتیوں اور دوزخیوں کی حالت

الارشاد میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ زہری سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر ہشام مسجد الحرام میں اس حالت میں آیا کہ اپنے غلام سالم کا سہارا لیے ہوئے تھا اور امام محمد باقر علیہ السلام بھی مسجد میں تشریف فرما تھے اس سے سالم نے کہا یہ محمد بن علی بن الحسین (علیہم السلام) ہیں تو کہا کیا یہ وہی ہیں کہ جن کی محبت میں عراق والے دیوانے ہوگئے ہیں اور انہیں امام سمجھتے ہیں۔ سالم نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے تو ہشام نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ امیر کہتا ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ حشر کے دن لوگ کھائیں پئیں گے یہاں تک کہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کا حشر ایک روشن چمک دار تھالی یا سفید اور شفاف روٹی کی طرح ہوگا جہاں نہریں بہتی ہوں گی لوگ کھائیں پئیں گے یہاں تک کہ وہ حساب سے فارغ ہوں گے ہشام نے سمجھا کہ امام جواب میں کامیاب ہو گئے تو بطور تعجب اللہ اکبر کہا اور غلام سے کہنے لگا کہ پھر جا کر یہ پوچھو کہ اس وقت کیا چیز انہیں کھانے پینے سے بے خبر کر دے گی مطلب یہ کہ ایسے وقت میں انہیں کھانے پینے سے کیا کام تو حضرت امام نے جواب دیا کہ جہنم میں ہونا بہت بڑی مصیبت ہے لیکن وہ کہیں گے "اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" (سورہ اعراف آیت ۵۰) ہمارے اوپر پانی ہی ڈال دو یا خدا نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں ان میں سے کچھ عطا کر دو۔ یہ سن ہشام قائل ہوگیا اور خاموشی اختیار کی۔

(الارشاد ص ۲۸۲)

مغیرہ بن سعید کی گمراہی اور موضوعہ احادیث

سلیمان اللبان سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مغیرہ بن سعید کی کیا مثال ہے تو میں نے عرض کیا کہ حضور میں نہیں جانتا تو فرمایا کہ اس کی مثال ایک شخص بلعم باعور کی ہے کہ جسے اسم اعظم تھا جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"آتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ"

(سورہ الاعراف پارہ ۹ آیت ۱۷۵) ہم نے اسے اپنی آیتیں عطا کی تھیں پھر وہ ان سے نکل بھاگا تو شیطان نے اس کا پیچھا پکڑا آخر کار وہ گمراہ ہوگیا۔

(تفسیر العیاشی جلد ۲ ص ۴۲، تفسیر البرہان جلد ۲ ص ۵۱، تفسیر صافی جلد ا ص ۶۲۶)

شبہات کا ازالہ۔ ایک اہم توضیح: تفسیر العیاشی میں یہ بات مغیرہ بن شعبہ کی طرف منسوب کی گئی ہے جو قطعاً غلط ہے اس لیے کہ مغیرہ بن شعبہ ۵۰ھ ہجری میں رحلت کر چکے تھے۔ حقیقت یہی

ہے کہ اس کی نسبت مغیرہ بن سعید کی طرف ہے جس کی جانب مغیریہ فرقہ منسوب ہے اور جس کی مذمت میں حدیث وارد ہے (ملاحظہ کیجیے رجال الکشی صفحہ ۱۴۸) جس میں سلیمان اللبّان کے بدلے سلمان الکنانی کا نام لیا گیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مغیرہ بن سعید پر لعنت فرمائی ہے اور امام علی رضا علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مغیرہ بن سعید امام محمد باقر علیہ السلام پر جھوٹ بولتا تھا بہتر یہ ہے کہ رجال الکشی کی اس روایت کا ذکر دیا جائے جو انہوں نے رجال کے صفحہ ۱۴۷ پر تحریر کی ہے جیسا کہ یونس نے ہشام بن حکم کے حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن سعید میرے پدر بزرگوار پر دانستہ جھوٹ بولتا تھا وہ آپ کے اصحاب کی یادداشتِ احادیث کی کتابیں لے لیتا تھا اس کے دوست میرے پدر بزرگوار کے اصحاب سے پوشیدہ طور پر کتابیں لے کر مغیرہ بن سعید کو دے دیا کرتے تھے وہ ان کتابوں میں اپنی سازش سے کفر کی باتیں داخل کر دیتا تھا اور میرے پدر بزرگوار کی طرف منسوب کر کے ان کا حوالہ دیتا تھا پھر وہ کتابیں اپنے دوستوں کو دے کر یہ حکم کرتا تھا کہ وہ انہیں شیعہ کتابوں میں مستحکم کر دیں چنانچہ جو کچھ بھی میرے پدر بزرگوار کے اصحاب کی کتابوں میں غلو کی چیزیں ہیں وہ سب مغیرہ بن سعید کی سازش اور چالاکی سے ان میں داخل کر دی گئی ہیں۔

کمیت شاعر کے خلوص و محبّت پر حضرت امام کا انعام و اکرام

مناقب بن شہر آشوب میں مروی ہے کہ کمیت شاعر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے قصیدہ پڑھا کہ: مَنْ لِقَلْبٍ مُتَيَّمٍ مُسْتَهَامٍ (ترجمہ) ذلیل اور رنجیدہ دل کا کون ہے) تو حضرت امام نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگارا کمیت کو بخش دے اور یہی دعا تین دفعہ کی پھر کمیت سے فرمایا کہ یہ ایک لاکھ درہم میں نے اپنے اہل بیت سے تمہارے لیے جمع کیے ہیں تو کمیت نے عرض کیا کہ مولا میں نہ لوں گا مجھے تو اس کا بدلہ خدا عطا فرمائے گا لیکن آپ کا یہ کرم ہوگا کہ مجھے اپنی قمیصوں میں سے ایک قمیص عنایت فرما دیں چنانچہ امام نے کمیت کو اپنی قمیص عطا کر دی۔ (المناقب جلد ۳ صفحہ ۳۲۹)

عمر بن عبدالعزیز کی اپنے اسلاف سے بیزاری

امالی میں جابر بن عون سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز اسماء بن خارجہ فزاری عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے جب کہ اس دن ان کی بیعت کی جا رہی تھی تو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی مدح میں یہ اشعار پڑھے۔

إِنَّ أَوْلَى الْأَنَامِ بِالْحَقِّ قِدْمًا ... هُوَ أَوْلَى بِأَنْ يَكُونَ خَلِيقًا

بالنہی وَالامرِ للاولیٰ یاتی بغیرہ اَن یکون یلیقا
مَن ابوہُ عبدُ العزیزِ بن مروان ومن کان جدُّہُ الفاروقا

یعنی مخلوق میں پہلے حق کو قبول کرنے والا امر و نہی کی ذمہ داری لینے کا اہل ہے اور اولیٰ یہی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا بھی آئے تو وہ اس لائق ہو اور وہ ایسا شخص ہے کہ جس کے باپ عبدالعزیز بن مروان اور دادا فاروق ہوں

یہ سن کر عمر بن عبد العزیز کہنے لگے کہ تم ایسا نہ کہتے تو مجھے زیادہ پسند ہوتا۔ (امالی شیخ ص۸)

عترت رسول ہی وارث رسول ہے۔

امالی میں ابن حزم سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے دل میں فدک کا خیال آگیا تو انہوں نے حاکم مدینہ ابوبکر کو لکھا کہ چھ ہزار دینار اور مزید چار ہزار دینار کا غلہ مہیا کر کے بنی ہاشم سے اولاد حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا میں تقسیم کر دو اس لیے کہ فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت تھا اور بغیر کسی لشکر کشی و جنگ کے حاصل ہوا تھا لہٰذا آنحضور کے شرعی وارث اس کے حقدار ہیں۔ (نفس المصدر ص۱۶۷)

حقیقی علم کا ماخذ محمد و آل محمد ہیں

کافی میں ابو مریم سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے سلمہ بن کہیل اور حکم بن عتبہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ دنیا کے مشرق و مغرب کی طرف نکل جائیں لیکن ان کا علم اس وقت صحیح و درست نہیں ہو سکتا جب تک ان کی معلومات کا ماخذ ہم آل محمد (علیہما السلام) نہ ہوں یعنی حقیقی علم وہی ہے جو رسول و آل رسول سے لیا جائے۔ (الکافی جلد ا ص ۳۹۹)

خلیفہ کا انتخاب صرف خدا اور رسول کے حکم پر منحصر ہے

اعلام الدین دیلمی میں مروی ہے کہ ایک شخص نے عبد الملک بن مروان سے کہا کہ جان کی امان ملے تو میں آپ سے مناظرہ کروں اس نے کہا کہ اجازت ہے اس شخص نے کہا کہ یہ بتائیے "در یہ خلافت و حکومت آپ کو ملی ہے اس کے بارے میں کیا خدا اور رسول کی کوئی نص اور حکم ہے؟" ابن مروان نے جواب دیا "کہ ایسا تو نہیں ہے" اس پر اس شخص نے کہا "تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں نے مل کر آپ کو حاکم بنا دیا اور اس کے لیے پسند کر لیا ہے؟" "کہ ایسا بھی نہیں ہے" اس پر وہ شخص کہنے لگا "کیا لوگوں کی گردنوں میں آپ کی بیعت کا قلادہ پڑا ہوا ہے۔ جسے انہوں نے پورا کیا" وہ بولا کہ ایسا بھی نہیں ہے" پھر اس شخص نے کہا کہ

"کیا حکومت کے لیے آپ کا انتخاب مجلس شوریٰ سے عمل میں آیا"، تو عبدالملک نے جواب میں یہی کہا کہ "ایسا بھی نہیں" وہ شخص کہنے لگا کہ "کیا لوگوں پر آپ زبردستی حکومت کر رہے اور اسے آپ نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے" تو اس نے جواب دیا کہ "ہاں ایسا ہی ہے"۔ جس پر اس شخص نے کہا "تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو امیرالمومنین کہتے ہیں جب کہ آپ کو نہ خدا نے حاکم بنایا نہ اس کے رسول نے اور نہ مسلمانوں نے"۔ اس پر عبدالملک کو غصہ آ گیا اور بولا کہ "تو میرے علاقے سے نکل جا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا" جس پر وہ شخص کہنے لگا کہ یہ تو عدل وانصاف والوں کا جواب نہیں ہوا۔ آخرکار وہ وہاں سے چلا گیا۔

عمر بن عبدالعزیز اور حق خلافت

مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حاکم خراسان کو لکھا کہ اپنے علاقہ کے سو علماء کو میرے پاس روانہ کرو تاکہ میں ان سے تمہارے اطوار اور انتظامی حالات کے بارے میں دریافت کر سکوں اس نے ان علماء کو جمع کیا اور انہیں عمر بن عبدالعزیز کے مقصد سے آگاہ کیا سب نے جانے میں عذر کیا اور کہا کہ ہمارے بال بچے ہیں اور کچھ مصروفیتیں بھی ہیں جن کی وجہ سے ہم یہاں سے نہیں جا سکتے ہمیں امیر کی عدالت سے امید ہے کہ وہ ہمیں سفر کے لیے مجبور نہ کریں گے ہم اس پر متفق ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کو امیر کے پاس روانہ کر دیا جب وہ عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں پہنچا تو اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور ان سے کہنے لگا کہ میں تخلیہ چاہتا ہوں بہتر ہو کہ لوگ چلے جائیں تو امیر نے کہا ان کی موجودگی دو حال سے خالی نہیں کہ سچی بات کہو تو وہ سب اس کی تصدیق کریں گے یا کوئی غلط بات کہو تو وہ تمہاری تکذیب کریں گے جس پر وہ شخص کہنے لگا کہ لوگوں سے علیحدگی اور تنہائی میں اپنی وجہ سے نہیں چاہتا بلکہ آپ کی وجہ سے چاہتا ہوں مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمارے درمیان ایسی گفتگو نہ ہو جائے جس کا سننا ناپسندیدہ ہو اور بری لگے۔

چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے تمام اہل جلسہ کو باہر چلے جانے کا حکم دیا اور اس شخص سے کہا کہ اب جو کہنا ہے کہو تو وہ بولا کہ مجھے یہ بتایئے کہ آپ کو یہ حکومت کہاں سے ملی یہ سن کر وہ دیر تک خاموش رہے تو اس شخص نے کہا کہ کیا آپ کوئی جواب نہ دیں گے تو امیر نے کہا "نہیں"، جس پر اس شخص نے پوچھا کہ کیوں جواب دینا پسند نہیں کرتے تو عمر بن عبدالعزیز کہنے لگے کہ اگر میں یہ کہوں کہ خدا اور اس کے رسول کی نص کی بنا پر میں حاکم بنا ہوں تو یہ جھوٹی بات ہو گی اور یہ کہوں کہ تمام مسلمانوں کے اجماع سے خلیفہ ہوا ہوں تو تم یہ کہو گے کہ مشرق کے علاقہ والوں کو تو اس کا پتہ ہی نہیں اور ہم تو اس اجماع میں شامل ہی نہیں ہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ حکومت مجھے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے تو تم یہ کہو گے کہ تمہارے باپ کی اولاد تو بہت تھی تو دوسروں کو چھوڑ کر تم ہی اس کے مالک کیسے بن گئے جس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے خود اپنے خلاف دوسرے کے حق کا اعتراف کر لیا تو کیا اب میں اپنے شہر کو واپس جا سکتا ہوں تو امیر نے کہا "نہیں" تم تو واعظ ہو تم نے مجھے اچھی نصیحت کی ہے جس وہ شخص

کہنے لگا کہ آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں تو ضرور کہیے چنانچہ عمر بن عبدالعزیز کہنے لگے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے پہلے حکمرانوں نے ظلم اختیار کیا ناانصافی سے کام لیا مظالم ڈھائے اور مسلمانوں کے خراج اور مال غنیمت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا اور میں جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ میرے لیے جائز نہیں۔ مومنوں کے حق میں کوئی کمی نہیں کی یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ مجھے یہ بتائیے کہ اگر آپ کو یہ حکومت نہ ملتی اور کوئی دوسرا حاکم ہوتا اور وہ بھی کرتا جو اس سے پہلے حاکموں نے کیا تو آپ پر اس حاکم کا کوئی گناہ لازم آتا تو امیر نے کہا کبھی نہیں تو وہ شخص کہنے لگا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دیا اور دوسرے کو راحت پہنچائی اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر دوسرے کو محفوظ رکھا جس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ واقعی تم واعظ ہو یہ کہہ کر وہ شخص جانے کے لیے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم تمہارے پہلے شخص کی وجہ سے ہمارے پہلے لوگ ہلاکت میں پڑ گئے اور ہمارے درمیان کے زمانہ کے لوگ تمہارے درمیان کے آدمی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور ہمارے زمانہ کے لوگ تمہارے آخیر میں آنے والے حاکموں کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ خدا تمہارا مددگار رہے وہی ہمارے لیے کافی اور اچھا سازگار ہے۔

بداعمال حاکم لائق اطاعت نہیں ہے۔

امالی میں ثمالی سے منقول ہے کہ مجھے ایک شخص نے یہ بات بتائی جو عبدالملک کے پاس اس وقت موجود تھا جب کہ وہ مکہ میں لوگوں سے خطاب کر رہا تھا جب تقریر کے دوران وہ وعظ و نصیحت کے موقع پر آیا تو مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ٹھہر و ٹھہرو تم دوسروں کو حکم کرتے ہو اور خود عمل نہیں کرتے دوسروں کو برائی سے روکتے ہو اور خود نہیں رکتے دوسروں کو نصیحت کرتے ہو اور خود نصیحت حاصل نہیں کرتے کیا ایسی صورت میں تمہاری پیروی ہو سکتی ہے اور تمہارے حکم پر عمل کیا جا سکتا ہے اگر تم یہ کہو کہ ہماری سیرت کو اپناؤ اور اس کی پیروی کرو تو ظالموں کی پیروی کس طرح کی جا سکتی ہے اور ان مجرموں کو اتباع کرنے کے حق میں تمہارے پاس کون سی دلیل ہے جنہوں نے خدا کے مال کو اپنی دولت سمجھ لیا اور خدا کے بندوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے اگر تم یہ کہو کہ ہمارے حکم کو مانو اور ہماری نصیحت پر عمل کرو تو جو اپنے آپ کو نصیحت نہیں کر سکتا وہ کسی دوسرے کو کیا نصیحت کر سکتا ہے اور اس شخص کی پیروی کس طرح لازم ہو گی جس کی عدالت کا کوئی ثبوت نہیں اگر تم یہ کہو کہ جہاں سے حکمت ملے اسے لے لو اور جس سے بھی کوئی نصیحت کی بات سنو اسے قبول کر لو تو ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ فصیح و بلیغ انداز میں وعظ کرتے ہیں اور تم سے زیادہ علم لغات میں مشہور معروف ہیں چنانچہ ان حالات میں وہ ان واعظوں سے دور ہو گئے اور انہوں نے اس کے قفل کھول دیئے کہ ان حالات میں جو چاہے داخل ہو جائے وہ ان کی راہ سے ہی ہٹ گئے کہ اب جو چاہے وعظ کرے ان باتوں کے اہل وہی ہیں جنہیں تم نے شہروں میں دھتکارا اور ان کی جگہوں سے ہٹا کر وادیوں میں ہنکا دیا جو وطن سے

بے وطن ہو گئے۔
پھر اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے اپنے معاملات کی مہاریں تمہارے ہاتھوں میں نہیں دیں کہ جدھر چاہو ہمیں موڑ دو ہم تمہیں اپنے جسم و مال اور دینوں میں ثالث و مختار بنالیں کہ تم ظالموں اور سرکشوں کے طور طریقے اختیار کر لو نہ صرف یہ کہ ہم خود اپنی زندگی اور مقاصد زندگی سے باخبر اور اس کے بارے میں جواب دہ ہیں بلکہ تمہارے جیسے ہر حاکم کے لیے بھی ایک دن مقرر ہے جس سے بچ کر وہ کہیں بھاگ نہیں سکتا۔ اس کا ایک نامہ اعمال ہے جسے وہ ایک دن پڑھ لے گا کوئی بڑا چھوٹا گناہ ایسا نہ ہو گا جو اس نامہ اعمال میں درج نہ ہو۔ عنقریب ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔ راوی کا بیان ہے فوراً چند مسلح محافظ کھڑے ہوئے اور اس شخص کو پکڑ لیا اس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ اس پر کیا گزری

(امالی شیخ طوسی صـ٦٦)

کردار کی بلندی اہلبیت کی پیروی کا نام ہے

الاختصاص میں ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ ایک بار سعد بن عبد الملک امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ وہ شخص ہیں جنہیں حضرت امام سعد الخیر کے نام سے یاد فرماتے تھے اور عبد العزیز بن مروان کی اولاد میں سے تھے اور آتے ہی ہچکیاں لے کر اس طرح رونے لگے جیسے عورتیں روتی ہیں تو حضرت امام نے فرمایا سعد کیا بات ہے جو تم اس طرح رو رہے ہو انہوں نے عرض کیا کہ حضور کیسے نہ روؤں میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں قرآن پاک نے شجر ملعونہ فرمایا ہے۔ پس حضرت امام نے فرمایا کہ تم ان میں سے نہیں ہو تم اموی ہوتے ہوئے ہم اہلبیت میں سے ہو کیا تم نے خدا وند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا جس میں حضرت ابراہیم کے قول کو بیان فرمایا ہے۔ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي (جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے) سورہ ابراہیم آیت ۳٦ (الاختصاص صـ۸۵)

حمران بن اعین اور شیعہ ہونے کی سند

الاختصاص میں حمران بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جب تک آپ میرے اس سوال کا جواب عنایت نہ فرمائیں گے میں مدینہ سے نہیں جاؤں گا تو حضرت امام نے فرمایا فرمدہ سوال کرو وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے شیعوں میں میرا بھی شمار ہے؟ تو فرمایا ہاں تم دنیا و آخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہو۔

(نفس المصدر صـ۱۹٦ رجال کشی صـ۱۱۷)

ممدوح کی صفات اور شاعر کا حُسنِ انتخاب

مناقب ابن شہر آشوب میں مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے شاعر کمیت سے فرمایا کہ کیا تم نے عبدالملک کی مدح وثنا کی ہے تو انہوں نے عرض کیا اے ہدایت کے امام ہرگز ایسا نہیں ہوا کہ میں اس کی تعریف اور مدح کروں میں نے اسے اسد یعنی شیر کہہ کر خطاب کیا ہے اور اسد کتے کی کی طرح ایک جانور ہے میں نے اسے شمس یعنی سورج کہا اور سورج جمادات میں شامل ہے میں نے اسے بحر یعنی سمندر کہہ کر خطاب کیا اور سمندر ایک بے جان چیز ہے اور میں نے اسے حیہ یعنی سانپ کہا اور سانپ ایک بڑا ہوا زمین کا کیڑا ہے اور میں نے اس سے اسے جبل یعنی پہاڑ کہہ کر خطاب کیا اور پہاڑ ایک ٹھوس پتھر کی حیثیت رکھتا ہے یہ سُن کر حضرت امام مسکرانے لگے اور کمیت نے یہ اشعار پڑھے۔

مَنْ لِقَلْبٍ مُتَیَّمٍ مُسْتَهَامٍ - غَيْرَ مَا صَبْوَةٍ وَلَا أَحْلَامِ

أَخْلَصَ اللّٰهُ لِي هَوَايَ فَمَا - أُغْرِقُ نَزْعًا وَلَا تَطِيشُ سِهَامِي

کمزور اور رنجیدہ دل کا سوائے خواہشوں اور آرزوں کے کون ہو سکتا ہے خدا نے میری محبت کو میرے لیے خالص کر دیا ہے میں کتنا ہی کمان کو کھینچ لوں میرا تیر نشانہ سے خطا نہیں کریگا۔

جب کمیت نے یہ اشعار پڑھے تو حضرت امام نے فرمایا کہ اس طرح کہا جائے تو کیا نقصان ہے "فَقَدْ أُغْرِقُ نَزْعًا وَمَا تَطِيشُ سِهَامِي" تو یہ سُن کر کمیت کہنے لگے مولا کیا کہنا آپ نے مجھ سے کہیں بہتر اس مفہوم میں شاعری فرما دی۔ (المناقب جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

توضیح ان دو شعروں میں شاعر کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند عالم نے میری محبت کو آپ اہل بیت کے لیے خالص بنا دیا ہے اور اس کی مدد و تائید اس کا سبب ہوئی کہ میں نے نشانہ خطا نہیں کیا مجھے آپ کی مدح سے جو جاہا مل گیا جب کہ میں نے آپ کی مدح میں کوئی مبالغہ بھی نہیں کیا بات یہ ہے کہ ہر تعریف کرنے والا اپنے ممدوح کی تعریف میں حد سے گزر جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر ان کی وہ مدح اور تعریف سچائی کی حدود سے نکل جاتی ہے اور وہ جو کچھ تعریف میں کہتے ہیں جھوٹ کا پلندا بن جاتی ہے۔ جیسے کہ ایک تیر انداز جب کمان کو پوری طرح کھینچتا ہے تو نشانہ خطا ہو جاتا ہے لیکن آپ کے معاملہ میں ایسا نہیں ہے اگر آپ اہل بیتؑ کی مدح میں مبالغہ ہو جائے تو بھی تیر بجائی اور حق کے نشانہ سے خطا نہیں کرے گا اور جو تعریف بھی آپ کی ہو گی وہ حق ہی حق ہو گی اس لیے کہ جن کی مدح خدا کرے تو انسان میں یہ طاقت وقدرت کہاں کہ آپ اہل بیت کی مدح کا حق ادا کر سکے۔

فتح میں حاصل کیے ہوئے مال کا وارث خدا کا مقرر کردہ امام ہوتا ہے

مناقب ابن شہر آشوب میں بکر بن صالح سے مروی ہے کہ ایک بار عبداللہ بن مبارک امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے آپ کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے سنا ہے کہ مفتوحہ مال امام کا ہوتا ہے اور وہی اس کے مالک ہوتے ہیں تو حضرت نے فرمایا، ہاں، عبداللہ بن مبارک نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں میں بھی اس مفتوحہ مال میں سے ایک ایسا آدمی ہوں جسے لوگوں نے پکڑ لیا تھا اور میں کسی نہ کسی طرح اپنے مالکوں سے بچ کر نکل آیا اور اب آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے اپنی غلامی میں لے لیں تو حضرت نے فرمایا مجھے قبول ہے جب عبداللہ بن مبارک مکہ کی طرف جانے لگے تو بولے کہ میں حج کر لوں گا تو شادی کروں گا اس وقت جو کچھ میری آمدنی ہے وہ وہی ہے جو میرے بھائی بطور مہربانی مجھے دے دیتے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں میرے لیے اب کیا حکم ہے امام نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے شہر میں لوٹ جاؤ تمہارا حج کرنا، شادی کرنا اور تمہاری یہ آمدنی تمہارے لیے حلال ہے۔ بکر بن صالح کہتے ہیں کہ چھ سال کے بعد عبداللہ مبارک پھر خدمت امام میں حاضر ہوئے اور اس غلامی کا تذکرہ کیا جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لی تھی جس پر حضرت نے فرمایا کہ تم خدا کی خوشنودی کے لیے آج سے آزاد ہو جس پر عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ حضور اپنے دست مبارک سے اس آزادی کی ایک تحریر عنایت فرما دیں تو حضرت نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ محمد بن علی ہاشمی علوی کی تحریر عبداللہ بن مبارک نوجوان کے لیے ہے کہ میں نے خوشنودی رب کے لیے تمہیں آزاد کیا۔ تمہارا پالنے والا اور آقا و سردار خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور تم میرے اور میرے بعد والوں کے دوست ہو۔ محرم ۱۱۳ھ ہجری میں یہ تحریر تیار ہوئی جس پر امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے دستخط اور مہر ثبت فرما کر اسے جاری کیا۔

(المناقب جلد ۳ ص ۳۳۸)

مومن کامل ہی احادیث اہل بیت ع کا بار اٹھا سکتا ہے

الاختصاص میں جناب جابر جعفی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ستر ہزار احادیث مجھ سے بیان کیں جو میں نے کسی کو نہیں بتائیں ایک بار میں نے خدمت امام میں عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں آپ نے اپنے رازوں کو بتا کر جو میں نے کسی شخص پر ظاہر نہیں کیے مجھ پر ایک بڑا بھاری بوجھ رکھ دیا ہے ایک بڑی ذمہ داری عائد فرما دی ہے جس سے بعض اوقات میرے دل میں ایک بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ ایک طرح کا جنون طاری ہو

جاتا ہے حضرت نے سُنا اور ارشاد فرمایا اے جابر جب تم ایسی کیفیت محسوس کرو تو کسی ویرانے یا قبرستان کی طرف نکل جایا کرو اور ایک گڑھا کھود لیا کرو اور اس میں اپنا سر دے کر کہا کرو کہ محمد بن علی علیہ السلام نے مجھ سے یہ حدیث اِس اِس طرح بیان فرمائی ہے۔ (الاختصاص صد ۶۶، رجال الکشی ۱۲۸)

روح القدس اہل بیت کے محافظوں کے ساتھ ہے

الکافی میں کمیت بن زید اسدی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے کمیت خدا کی قسم اگر ہمارے پاس مال و دولت ہوتا تو ہم اس میں سے تمہیں عطا کرتے تمہارے لیے تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت سے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک تم ہمارے مخالفوں سے ہماری حفاظت اور دفاع کرتے رہو گے روح القدس تمہارے ساتھ ہیں کمیت کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے صرف دو شخصوں کے بارے میں بتا دیں یہ سُن کر حضرت نے تکیہ کو موڑ کر اس کا سہارا لیا اور فرمایا اے کمیت خدا کی قسم ہر وہ خون جو بہایا گیا اور ہر وہ مال جو ناجائز طور پر لیا گیا اور ہر وہ پتھر جو کسی دوسرے پتھر سے بدل دیا گیا ان سب کا بوجھ ان دونوں کی گردنوں پر ہے۔ (الکافی جلد ۸ صد ۱۰۲)

بنو عباس کی حکومت کے قیام اور اس کے زوال کی پیش گوئی

الکافی میں جناب ابو بصیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں داؤد بن علی سلیمان بن خالد اور ابو جعفر عبداللہ بن محمد ابو الدوانیق وہاں آ گئے اور مسجد کے گوشہ میں بیٹھ گئے انہیں بتایا گیا کہ یہ محمد بن علی امام باقر ہیں جو تشریف فرما ہیں چنانچہ داؤد اور سلیمان بن خالد اپنی جگہ سے اٹھے اور خدمت امام میں آ کر سلام کیا لیکن ابو الدوانیق اپنی جگہ رہا۔ جب یہ دونوں آئے تو حضرت امام نے فرمایا کہ اِس سرکش کو میرے پاس آنے میں کیا امر مانع رہا ان دونوں نے کچھ عذر پیش کیا اِس وقت جناب امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم کچھ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ یہ شخص زمین کے بڑے حصہ کا بادشاہ بنے گا اور لوگوں کو ایڑیوں سے روند ڈالے گا ان کی گردنیں اپنے آگے جھکا دے گا یہ سخت حاکم کی حیثیت سے حکومت کرے گا۔

داؤد بن علی نے دریافت کیا کہ کیا ہماری سلطنت آپ حضرات اہل بیت کی حکومت سے پہلے ہو گی؟ تو امام نے فرمایا ہاں داؤد ایسا ہی ہو گا کہ تمہاری حکومت ہماری حکومت سے پہلے ہی ہو گی (جب کہ امام زمانہ کا ظہور ہو جائے گا) تو داؤد نے عرض کیا کہ خدا آپ کو نیکی عطا کرے

اس کی کوئی مدت بھی ہے تو امام نے ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ خدا کی قسم تمہارا دورِ حکومت بنی امیہ سے اتنا زیادہ ہوگا کہ تمہارے لڑکے اسے ایک دوسرے سے چھینیں گے اور اس حکومت سے اس طرح کھیلیں گے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں یہ سن کر داؤد بن علی حضرت امام کے پاس سے خوش خوش کھڑے ہوئے وہ ابو الدوانیق کو ان باتوں کی اطلاع کر دینا چاہتے تھے جب یہ دونوں چلنے لگے تو امام نے پیچھے سے آواز دی کہ کسی قوم کی حکومت کو اس وقت تک زوال نہ آئے گا جب تک وہ ہمارا ممنوع اور ناحق خون نہ بہانے لگیں امام نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ جب لوگ اس خون کو بہانے لگیں گے تو پھر ان کے لیے زمین کے نشیبی حصے اس کے بیرونی حصوں سے بہتر ہوں گے اس وقت ان کا نہ زمین میں کوئی مددگار ہوگا اور نہ آسمان میں انہیں ان الزمات سے بری کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

سلیمان بن خالد نے وہاں سے آکر ابو الدوانیق کو اس امر کی اطلاع کی یہ سن کر ابو الدوانیق حضرت امام کی خدمت میں گیا اور سلام بجا لایا اور آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو داؤد اور سلیمان نے اس سے کہا تھا امام نے فرمایا ہاں ہاں ابو جعفر ایسا ہی ہے کہ تم لوگوں کی حکومت ہم لوگوں کی حکومت سے پہلے ہوگی تمہارے بادشاہ صاحب الامر سے پہلے ہوں گے لیکن تمہاری حکومت میں تنگی اور پریشانی کا دور دورہ رہے گا سکون و آرام میسر نہ آئے گا تمہاری حکومت کا عرصہ طویل ہوگا اور خدا کی قسم اس کی مدت بنی امیہ کے دورِ حکومت سے بہت زیادہ ہوگی تمہارے مردوں کے باقی ماندہ لڑکے حکومت کو اس طرح اچکیں گے جیسے گیند کو اچکتے ہیں کیا تم نے بات کو پوری طرح سمجھ لیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ تم اپنی سلطنت کے دوران اس وقت تک آسودہ رہ سکو گے جب تک تم ہمارا خونِ ناحق نہ بہاؤ گے اور جب تم اس مقدس خون کو بہانے لگو تو یاد رکھو کہ تم پر خدا کا غضب نازل ہوگا اور تمہاری حکومت صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی خدا تم پر ایسے بھینگے شخص کو مسلط کرے گا جو اولادِ ابو سفیان سے نہ ہوگا۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں تمہاری بیخ کنی ہو جائے گی۔ اتنا فرما کر جناب امام خاموش ہو گئے۔

(الکافی جلد ۸ صفحہ ۲۱۰)

توضیح: مذکورہ روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام نے عباسی حکومت کے قیام اور اس کے زوال کی پیش گوئی فرمائی اور ان بدترین حالات کا ذکر فرمایا جو عباسی دور میں پیدا ہوں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ واضح فرما دیا کہ جب حضرات اہل بیت علیہم السلام کا خون بہایا جانے لگے گا تو عباسی اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا جس سے یہ مقصد نہیں کہ یہ حضرات تلوار سے ہی قتل کیے جائیں گے بلکہ زہر سے شہید کر دینا بھی قتل ہی میں داخل ہے اور کسی کی ناحق جان لے لینا بدترین گناہ اور جب یہ سلسلہ بڑھتا ہے تو غضب الٰہی جوش میں آجاتا ہے یہی صورت عباسیوں کے دورِ حکومت میں ظاہر ہوئی کہ اولادِ رسول کو بے دریغ قتل کیا گیا ان کے دوستوں کو دیواروں میں چنوا دیا گیا ان کے خون سے گارے بنائے گئے اور اسلام کی حرمت کو پامال کیا گیا

نتیجہ میں سلطنت عباسیہ کو زوال آگیا اور اس بری طرح سے کہ ان پر خدا نے ایک ذلیل بھینگے آدمی کو مسلط کردیا جو ہلاکو کی طرف اشارہ ہے جس کے انسانیت سوز مظالم کی تاریخ گواہ ہے حضرت امام نے اسے بھینگا ارشاد فرمایا اور یہ بالکل اسی طرح سے جیسے ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام کے وقت آپ کے مدمقابل آیا اور حضرت ابو طالب نے اسے بھینگا کہہ کر خطاب فرمایا تھا جس سے اس کا ذلیل کمینہ اور ننگ انسانیت ہونا مقصود تھا اسی طرح سے امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ایک بدخصلت ذلیل اور پست شخص کو مسلط فرما دے گا۔

اصحاب امامؑ

الاختصاص میں امام محمد باقر علیہ السلام کے مخصوص اصحاب کے مندرجہ ذیل اسماء گرامی پیش کئے گئے ہیں۔

جناب جابر بن یزید جعفی، جناب حمران اعین، جناب زرارہ، جناب عامر بن عبداللہ بن جزاعہ، جناب حجر بن زائدہ، جناب عبداللہ بن شریک عامری، جناب فضیل بن بسیار بصری، جناب سلام بن مستنیر، جناب برید بن معاویہ عجلی اور جناب حکم بن ابی نعیم۔ (الاختصاص ص ۸)

اصحاب وحواریین امام محمد باقر وامام جعفر صادق علیہما السلام

الاختصاص میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا کہ حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام کے حواری کہاں ہیں تو عبداللہ بن شریک عامری زرارہ بن اعین برید بن معاویہ عجلی محمد بن مسلم ثقفی لیث بن البختری مرادی عبداللہ بن ابی یعفور عامر بن عبداللہ بن جزاعہ حجر بن زائدہ اور حمران بن اعین کھڑے ہو جائیں گے۔

(نفس المصدر ص ۶۱، رجال الکشی ص ۶)

حضرت امام کے بعض اصحاب اور ان کا مختصر تعارف

الاختصاص میں امام محمد باقر علیہ السلام کے بعض اصحاب کے اسماء گرامی مختصر تعارف کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ چنانچہ زیاد بن منذر الاعمیٰ کی کنیت ابوالجارود تھی زیاد بن ابی رجاء ابوعبیدہ الحذاء سے مشہور معروف تھے زیاد بن سوقہ زیاد غلام امام محمد باقر علیہ السلام زیاد بن زیاد المنقر اور زیاد الاحلام امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے ان حضرات کے علاوہ حضرت امام کے اصحاب میں جناب ابوبصیر لیث بن البختری المرادی اور ابوبصیر یحییٰ بن القاسم تھے جو نابینا تھے وہ بنی اسد کے غلام تھے ابوالقاسم

کا نام اسحاق تھا۔ جناب ابو بصیر کی کنیت ابو محمد تھی۔ (الاختصاص ص۸۳)

اولین کے اعلیٰ فقیہ چھ اصحاب امام ہیں

مناقب ابن شہر آشوب میں مروی ہے کہ جابر جعفی امام محمد باقر علیہ السلام کے دربان تھے ایک بڑی جماعت اس پر متفق ہے کہ اولین میں بلند ترین علماء فقہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں چھ حضرات تھے اور وہ زرارہ بن اعین۔ معروف بن خربوذ مکی۔ ابو بصیر اسدی، فضیل بن یسار، محمد بن مسلم طائفی اور برید بن معاویہ عجلی ہیں۔ (المناقب جلد ۳ ص۳۴۰)

ایک مشاعرہ اور شعراء کا اظہار حقیقت

کتاب مقتضب الاثر فی النص علی الاثنی عشر میں محمد بن زیاد بن عقبہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ بنی اسد کے شعراء میں جن میں مشمعل بن سعد الناشری اور کمیت بن زید کے بھائی ورد بن زید شامل تھے شعر خوانی کا انعقاد ہوا جس میں امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی تشریف آوری اور شرکت کی درخواست کی گئی تھی۔ اشعار یہ تھے جن میں مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا گیا۔

ترجمہ "آپ کے لیے میں ہر طرف گھومتا رہا ہوں میرا شوق مجھے کس کس زمین پر لے گیا۔ اے اس ماں کے فرزند جس نے حمل میں رکھا اور پیدا کیا آپ ہی کی طرف کل کے دن مجھے آنا ہوگا میں آپ تک نہ بھی پہنچوں تو میری آرزوئیں اس انتہا پر پہنچ جائیں گی جس کیلئے گروہ خداوندی کا ہر کوشش کرنے والا کوشش کرتا ہے آپ ہی کے سامنے ہماری گردنیں جھکی ہوئی ہیں ہماری آنکھیں اور کان آپ ہی کی طرف لگے ہوئے ہیں انہی میں ائمہ محافظین احکام امر و نہی ہیں جن میں ایک محافظ شریعت دوسرے کو بطور وصیت بتاتا رہتا ہے وہ اپنے رب سے دعاء خیر کرنے میں نہیں تھکتے وہ سب کچھ پا لیں گے وہ ہر بلانے والے کی آواز پر لبیک کہتے ہیں"۔

انہی اشعار میں وہ بھی ہیں جن میں حضرت امام عجل اللہ ظہورہ کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے جن میں کہا گیا ہے۔

ترجمہ جب سامرا میں ایک مولود آئیگا تو رات میں ستارے کی طرح چمکتا ہوگا یہاں تک کہ جب زمین عراق انہیں حجاز کی طرف نکال دے گی تو وہ ایک سخت و تنگ زمین میں قیام کرینگے اور ایک زمانہ تک غائب رہینگے اور زمین میں گھومتے رہیں گے اور دنیا میں گھومنے پھرنے والے ان کی تلاش میں تھک کر نہ بیٹھیں گے وہ موسیٰ و عیسیٰ کی مثل ہیں اگر ان کی عمریں گزر جائیں تو ان کے بارے میں کوئی اطلاع و خبر نہیں دے سکتا یہ حضرت موسیٰ کے نقیبوں کا تتمہ ہوں گان چشموں کی طرح ہوں گے جو ان کے عصا سے نکلے تھے انہی کی طرح وہ نکلا ہے میں ان کے دیدار کی آرزو رکھتا ہوں تاکہ ان کا بہترین پیرو بن جاؤں اس کی خبر ہمیں ان راویوں نے دی جو خدا سے ڈرنے والے اور اس کے مطیع ہیں ان سب باتوں کو ہم نے حق کے راویوں سے روایت کیا ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کرام سب میں بہتر اسلاف اور شریعت کے مالک و محافظ ہیں (مقتضب الاثر ص۴۹)

نواں باب

عبداللہ بن نافع کا امام سے مناظرہ

الکافی میں بعض اصحاب سے مروی ہے کہ عبداللہ بن نافع ازرق کہا کرتا تھا کہ اگر میں جانتا کہ اس دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو مجھے بحث میں یہ ثابت کر دے کہ اہل نہروان کے قتل کرنے میں امیرالمومنین علی بن ابی طالب (علیہ السلام) نے ظلم نہیں کیا تو میں اس شخص کے پاس جاؤں گا چنانچہ اس سے کہا گیا کہ اس معاملہ میں خواہ ان کی اولاد میں سے ہی کوئی کیوں نہ ہو کیا تو ان سے مناظرہ کے لیے تیار ہو جائے گا تو کہنے لگا کہ کیا (حضرت امیرالمومنین) علی مرتضیٰ کی اولاد میں کوئی عالم ہے؟ تو کہنے والے نے کہا کہ تیری پہلی جہالت تو یہی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ ان حضرات میں کوئی عالم نہ ہو تو ابن نافع کہنے لگا کہ کیا آج بھی ان میں کوئی عالم موجود ہے جواب ملا کہ "ہاں"، حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام موجود ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر وہ اپنے بڑے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں مدینہ آیا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا امام کو بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن نافع ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ انہیں مجھ سے کیا کام ہے یہ تو مجھ سے اور میرے پدر بزرگوار سے صبح و شام بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

ابو بصیر کوفی نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں اس کا یہ خیال ہے کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو یہ ثابت کر دے کہ نہروان والوں کے قتل میں امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ظالم نہ تھے تو یہ اس کے پاس پہنچے گا امام نے یہ سن کر فرمایا یہ میرے پاس مناظرہ کے لیے آیا ہے؟ ابو بصیر نے عرض کیا کہ حضور ایسا ہی ہے جناب امام نے غلام کو حکم دیا کہ اس کی سواری کو ٹھہراؤ اور اس کا انتظام کرو اور اس سے کہو کہ کل آئے۔ راوی کا بیان ہے کہ دوسرے دن عبداللہ بن نافع اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ حضرت امام کی خدمت میں آیا آپ نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا

اور دو گیروے رنگ کے کپڑے پہن کر مجمع میں تشریف لائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے مریم نکل آیا ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو ہر زمان و مکان کا خالق و مدبر ہے پھر آپ نے آیۃ الکرسی کو آخر آیت تلاوت فرمایا اور زبان سے یہ الفاظ جاری کیے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں خدا نے رسالت کے لیے منتخب فرمایا" پھر جناب امام لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "اے گروہ مہاجرین و انصار تم میں سے جو شخص امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مناقب سے واقف ہے بیان کرے"

راوی کا بیان ہے کہ لوگ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام کے مناقب بیان کرنے لگے۔ عبداللہ بن نافع نے کہا کہ میں ان مناقب کو تسلیم کرتا ہوں لیکن حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام) تو حکمین کے تقرر کے بعد (معاذ اللہ) کافر ہو گئے لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے اور مناقب بیان کیے یہاں تک کہ حدیث لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا بیان ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کل میں اس مرد کو علم دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھنے والا ہے اور خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے اور فرار اختیار کرنے والا نہیں اور میدان جہاد سے اس وقت نہ لوٹے گا جب تک خداوند عالم اسے فتح عنایت نہ فرما دے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن نافع سے مخاطب ہوئے کہ بتاؤ تم اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہو تو کہنے لگا کہ بے شک حدیث صحیح ہے لیکن بعد میں ان سے کفر کا اظہار ہوا جس پر جناب امام نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے تو بتا جس دن خدا تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا محبوب بنایا اور ان سے محبت کی کیا اس دن خدا کو اس کا علم تھا یا نہیں کہ یہ اہل نہروان کو قتل کریں گے اگر تو یہ کہتا ہے کہ خدا نہ جانتا تھا تو تو کافر ٹھہرا جس پر وہ کہنے لگا کہ مجھے تسلیم ہے کہ اس دن خدا جانتا تھا تو امام نے فرمایا کہ کیا خداوند عالم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے اس وجہ سے محبت کی کہ وہ اس کی اطاعت کریں یا اس لیے محبت کی کہ وہ اس کی نافرمانی کریں؟ تو ابن نافع کہنے لگا کہ اس وجہ سے محبت کی کہ وہ اس کی اطاعت کریں جس پر امام نے فرمایا بس اب جا بحث تو ختم ہو گئی اور تو نے مان لیا جس پر وہ کہتا ہوا اٹھا کہ آپ حضرات کو سفید و سیاہ سب کا علم ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کن لوگوں میں قرار دے۔

وضاحت: امام محمد باقر علیہ السلام نے عبداللہ بن نافع کو ایک مدلل اور مسکت جواب دیا جو صرف چند الفاظ پر مشتمل تھا آپ نے فرمایا کہ خدا کو اس کا علم نہ تھا کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اہل نہروان کو قتل کریں گے اگر علم تھا تو اس کے باوجود خدا کا امیر المومنین کو اپنا محبوب قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے منشائے ایزدی کے خلاف عمل کرنے سے تو سارے اعمال بے کار ہو جاتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اس سے باخبر تھا کہ جناب امیر علیہ السلام اہل نہروان کو قتل کریں گے اور ان کا یہ قتل کرنا جائز و درست ہو گا

اور منشائے ایزدی کے مطابق ہوگا اور اطاعت الٰہی قرار پائے گا اگر یہ مان لیا جائے کہ خدا کو مستقبل کی خبر نہ تھی تو اس سے خدا کی الوہیت پر بہت بڑا الزام آتا ہے جسے تسلیم کرنے والا کافر ہے لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا نے حضرت امیر علیہ السلام کو اپنے محبوب ہونے کی سند بایں طور عنایت فرمائی کہ اسے علم تھا کہ جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام جسطرح ماضی و حال میں خدا کے مطیع و فرماں بردار رہے اسی طرح مستقبل میں بھی جو عمل کریں گے وہ عین منشاء خداوندی اور اطاعت الٰہی ہوگا۔ لہٰذا خدا نے اس عظیم ہستی کو اپنی محبوبیت کی سند عطا فرمادی جس کا عبداللہ بن نافع نے اعتراف کیا۔

تفسیر آیات قرآنی

الکافی میں زید الشحام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ قتادہ بن دعامہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تم اہل بصرہ کے فقیہ ہو؟ تو قتادہ نے عرض کیا جی ہاں لوگوں کا میرے بارے میں یہی خیال ہے جس پر امام نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم قرآن کے مفسر بھی ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ ایسا ہی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم قرآن کی تفسیر علم سے کرتے ہو یا جہالت سے؟ تو وہ کہنے لگے کہ میں علم سے تفسیر قرآن کرتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ تم علم سے قرآن کی تفسیر کرتے ہو تو پھر بلند حیثیت کے آدمی ہو میں تم سے کچھ سوال کروں گا قتادہ نے کہا ضرور پوچھیے تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس ارشاد خداوندی کے بارے میں بتاؤ "وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ" (سورہ سبا آیت ۱۸ اور ہم نے ان میں آمد و رفت کی راہ مقرر کی تھی ان راتوں اور دنوں میں بے کھٹکے چلو پھرو) تو قتادہ نے کہا کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو جائز و حلال زاد سفر، حلال سواری اور حلال و جائز کرایہ کے ساتھ خانہ خدا کی طرف آئے تو اُسے کوئی خوف نہ ہوگا اور وہ بالکل محفوظ رہے گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کی طرف واپس آجائے تو حضرت نے فرمایا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص گھر سے جائز زاد راہ اور جائز اجرت کے ساتھ بیت اللہ کے لیے نکلے راہ میں چوری ہو جائے سارا زاد راہ جاتا رہے لٹ جائے اور کھانے پینے کا کل سامان ختم ہو جائے تو قتادہ کہنے لگا بے شک ایسا ممکن ہے تو حضرت نے فرمایا اے قتادہ یہ افسوس کی بات ہے اگر تم نے قرآن کی تفسیر اپنی طرف سے کی تو سمجھ لو کہ تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا اور اگر تم نے دوسروں سے سنی سنائی تفسیر بیان کی تو تم بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کی ہلاکت کا باعث بنے اے قتادہ یہ افسوس کی بات ہے۔ سنو یہ آیہ مبارکہ میں اس سے وہ شخص مراد ہے جو جائز زاد راہ اور دوسرے جائز اسباب کے ساتھ اپنے گھر سے چلے اس کا بیت اللہ کا ارادہ ہو وہ ہمارے حق کو پہچانتا ہو اور اس کا دل ہماری طرف مائل ہو جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ (سورہ ابراہیم آیت ۳۷ تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر) اس سے بیت مراد نہیں ہے اگر خانہ خدا مراد ہوتا تو الیہ واحد کی ضمیر لائی جاتی

لیکن اِلَیۡھِمۡ فرمایا گیا یعنی جمع غائب کی ضمیر لائی گئی تو خدا کی قسم وہ ہم ہیں جو حضرت ابراہیم کی دعا ہیں کہ جن کی طرف کسی کا دل مائل ہوگا تو اس کا حج بھی قبول ہوگا ورنہ نہیں اے قتادہ جب اس طرح ہوگا تو وہ شخص قیامت کے دن عذاب جہنم سے بے خوف رہے گا جس پر قتادہ نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں تو اس کی تفسیر اسی طرح بیان کرتا رہا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ قتادہ یہ افسوس کی بات ہے قرآن مجید کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو اس کے مخاطب ہیں۔

(الکافی جلد ۸ صہ ۳۱۱)

توضیح :- قتادہ بن دعامہ عامہ کے مشہور محدثین و مفسرین میں سے تھے جن کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے اشارۃً فرمایا کہ تم ایسے عالم ہو جو تعریف کا محتاج نہیں بشرطیکہ تم قرآن کی تفسیر علم سے کرتے رہو اور مناسب ہے کہ ایسے شخص کی طرف علوم میں رجوع کیا جائے اور اپنی طرف سے قرآن کی تفسیر کر دینا اپنے اور دوسروں کے لیے ہلاکت کا باعث ہے اور ارشاد الٰہی قَدَّرۡنَا فِیۡھَا السَّیۡرَ کے بارے میں تمام مفسرین میں یہ مشہور ہے کہ اس آیہ مبارکہ کی شان نزول ان بستیوں کے احوال کا بیان ہے جو قوم سبا کے زمانہ میں تھیں مطلب یہ ہوا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے آرام و آسائش کے بقدر ان بستیوں میں آمد و رفت کی راہ مقرر کر دی تھی کہ وہ قرب منازل کے سبب خورد و نوش کے محتاج نہ تھے اور ارشاد الٰہی لفظ "سِیۡرُوۡا" میں حکم الٰہی بزبان حال انہی کی طرف ہے بہت سی اخبار و روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "سِیۡرُوۡا" کی مخاطب یہ امت ہے اور اسے متوجہ کیا جا رہا ہے یا پھر یہ کہ اس سے عام خطاب مراد لیا جائے جن میں یہ بھی شامل ہوں۔

حضرت امام کا یہ ارشاد کہ اس سے بیت اللہ مراد نہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ بیت اللہ کی طرف دلوں کا میلان ہے ورنہ اِلَیۡہِ فرمایا جاتا اور جمع کی ضمیر نہ آتی بلکہ جناب ابراہیم کی دعا تھی کہ خداوند عالم ان کی اس ذریت کو جو خانہ خدا کے پاس آباد ہوا انبیاء اور خلفاء قرار دے کہ ان کی طرف لوگوں کے دل مائل ہوں چنانچہ حج ان حضرات کی طرف پہنچنے کا ایک ذریعہ وسیلہ بنتا ہے اور خدا نے اس دعا کو جناب نبی آخر الزمان اور آپ کے اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں شرف قبولیت بخشا جو حقیقۃً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں۔

جناب جزری کہتے ہیں کہ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور جناب عیسیٰ کی خوشخبری ہوں چنانچہ دعاء حضرت ابراہیم تو اس صورت میں ہوئے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَابۡعَثۡ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِکَ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۹) ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کریں اور بشارت حضرت عیسیٰ کے سلسلہ میں یوں ارشاد خداوندی ہوا "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ (سورہ صف آیت ۶ میں خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا)۔

طاؤوس یمانی کے سوالات اور ان کے مدلّل جوابات

الاحتجاج میں ابان بن تغلب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ طاؤوس یمانی اپنے ایک ساتھی سمیت طواف کعبہ کے لیے آئے تو دیکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام بھی طواف میں مشغول ہیں تو طاؤوس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ جوان عالم معلوم ہوتے ہیں جب حضرت طواف سے فارغ ہوئے تو دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے تو طاؤوس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ ذرا امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کے پاس چلیں اور ایک سوال کریں جس کے بارے میں مجھے کوئی معلومات نہیں چنانچہ دونوں آئے اور حضرت کو سلام کیا طاؤوس نے عرض کیا اے ابو جعفر علیہ السلام آپ کو معلوم ہے کہ ایک تہائی آدمی کب ہلاک ہوئے تو امام نے فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن ایسا تو کبھی نہیں ہوا بلکہ شاید تمہاری مراد لوگوں کی ¼ چوتھائی آبادی سے ہے تو طاؤوس کہنے لگے وہ کس طرح؟ تو حضرت نے فرمایا کہ ¼ آدمی اس وقت ہلاک ہوئے جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اس وقت چار آدمی تھے آدم و حوا اور ہابیل و قابیل۔ تو طاؤوس کہنے لگا سچ فرمایا تو حضرت نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ قابیل کے ساتھ کیا گیا وہ کہنے لگے مجھے معلوم نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ اسے دھوپ میں رکھ دیا گیا ہے اور قیامت تک اس پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جاتا رہے گا۔ (الاحتجاج صـ۱۷۷)

بروایت دیگر

کتاب الاحتجاج میں ایک دوسری روایت جناب ابوبصیر سے نقل کی گئی ہے جس میں تہائی یا چوتھائی آبادی کی ہلاکت کے سوال کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام سے طاؤوس یمانی کے دوسرے سوالات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں طاؤوس یمانی نے حضرت امام سے مزید سوال یہ کیا "کہ انسان کا باپ کون ہے،، قاتل یا مقتول (یعنی قابیل یا ہابیل) تو حضرت نے فرمایا کہ نسل آدم ان دونوں میں سے کسی ایک سے نہیں چلی بلکہ سب انسانوں کے باپ جناب شیث ہیں اور انہی سے جناب آدم کی نسل چلی ہے۔ طاؤوس نے پوچھا کہ جناب آدم کو آدم کیوں کہا گیا تو فرمایا کہ انہیں اس لیے آدم کہا گیا کہ ان کی طینت پست زمین کی ظاہری سطح سے بلند ہوئی پھر طاؤوس کہنے لگے کہ جناب حوا کو حوا کیوں کہا جاتا ہے تو حضرت نے فرمایا اس لیے کہ وہ ایک زندہ یعنی جناب آدم کی پسلی سے خلق کی گئیں طاؤوس نے عرض کیا کہ ابلیس کو ابلیس کیوں کہتے ہیں تو فرمایا اس لیے کہ وہ رحمت خداوندی سے مایوس ہے پھر سوال کیا کہ جن کو جن کیوں کہا جاتا ہے تو ارشاد فرمایا اس لیے کہ وہ پوشیدہ رہتے ہیں اور انسان کو دیوانہ اور مجنون بنا دیتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے پھر کہنے لگے کہ یہ فرمایئے کہ پہلا جھوٹ کس نے بولا تو امام نے جواب دیا کہ وہ پہلا

جھوٹ بولنے والا ابلیس تھا جب اس نے یہ کہا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے (اور آگ مٹی کو جلا ڈالتی ہے) تو وہ مٹی سے افضل ہے۔

طاؤوس نے عرض کیا کہ یہ بتائیے کہ وہ کونسی قوم ہے جس نے حق کی گواہی دی لیکن درحقیقت وہ جھوٹے تھے تو حضرت نے جواب دیا کہ وہ منافقین ہیں جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں چنانچہ خداوندعالم نے یہ آیت نازل فرمائی اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ (سورہ منافقون آیت ۱) اے رسول جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اقرار کرتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں اور خدا جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن خدا گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ طاؤوس یمانی نے سوال کیا کہ یہ فرمائیے کہ وہ کونسا پرندہ ہے جو صرف ایک بار اڑا اور اس سے پہلے یا اس کے بعد پھر نہیں اڑا اور جس کا خدا نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے تو امام نے فرمایا کہ وہ طور سینا ہے کہ اُسے خدا نے بنی اسرائیل پر اڑایا جب کہ اس نے ان پر اپنا سایہ ڈالا جس میں طرح طرح کے عذاب تھے۔ خدا نے قرآن میں یوں اس کا ذکر فرمایا ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوا اَنَّهٗ وَاقِعٌ بِهِمْ (سورہ اعراف آیت ۱۷۱) تو اے رسول یہود کو یاد دلاؤ جب ہم نے ان کے سروں پر پہاڑ کو اس طرح لٹکایا کہ گویا سائبان تھا اور وہ لوگ سمجھ چکے تھے کہ ان پر اب گرا۔ طاؤوس نے عرض کیا کہ مجھے اس رسول کے بارے میں بتائیں کہ جسے خُدا نے بھیجا تھا اور وہ نہ جنوں میں سے تھا نہ انسانوں میں سے اور نہ فرشتوں میں سے۔ خداوندعالم نے جس کا ذکر قرآن میں کیا ہے تو امام نے فرمایا وہ کوا تھا جسے خدا نے اس لیے بھیجا تھا کہ وہ قابیل کو بتا سکے کہ وہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طرح مٹی میں چھپائے جب کہ وہ ہابیل کو قتل کر چکا تھا خداوندعالم نے اس طرح ارشاد فرمایا فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ (سورہ مائدہ آیت ۳۱) تو خدا نے ایک کوّے کو بھیجا کہ وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسے (قابیل کو) دکھا دے کہ اسے اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہیئے۔

طاؤوس نے کہا کہ یہ بتائیں کہ وہ کون تھا جس نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا مگر وہ نہ جنوں میں سے ہے نہ انسانوں میں سے اور نہ فرشتوں میں سے اس کا بھی خدا نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ چیونٹی ہے جب کہ اس نے کہا تھا يَا اَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (سورہ النمل آیت ۱۸) اے چیونٹیو اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے اور انہیں اس چیز کی خبر بھی نہ ہو۔ طاؤوس نے پھر کہا کہ یہ بتائیے کہ وہ کون تھا جس پر جھوٹ تھوپ دیا گیا اور وہ نہ جنوں

نہ انسانوں نہ فرشتوں میں سے ہے جس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے تو حضرت نے فرمایا کہ جس پر جھوٹا الزام لگایا گیا وہ بھیڑیا تھا جس پر جناب یوسف کے بھائیوں نے تہمت لگائی کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا طاؤس نے کہا کہ یہ بتایئے کہ وہ کون سی چیز ہے کہ جس کا تھوڑا حلال ہے اور جس کا زیادہ حرام ہے اور خداوند عالم نے اس کا اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے تو حضرت امام نے جواب دیا کہ وہ نہر طالوت ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہوا "اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ" (سورہ بقرہ آیت ۲۴۹ پ۲) (ہاں مگر جو اپنے ہاتھ ایک چلو بھر کے پی لے) طاؤس کہنے لگے کہ اس فرض نماز کے بارے میں بتایئے جو بغیر وضو کے پڑھی جاتی ہے اور اس روزے کے بارے میں بتائیں جو کھانے پینے سے مانع نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ بغیر وضو کے صلوٰۃ تو وہ محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات بھیجنا ہے جس کے لیے وضو کی ضرورت نہیں رہا روزہ تو وہ خاموشی کا روزہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا "اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا" (سورہ مریم آیت ۲۶) میں نے خدا کے واسطے روزے کی نذر کی تھی تو میں آج ہرگز کسی سے بات نہیں کر سکتی)

طاؤس نے پھر سوال کیا کہ اس چیز کے بارے میں بتایئے جو کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے اور وہ کون سی شے ہے جو زیادہ تو ہوتی ہے لیکن کم نہیں ہوتی اور وہ کون سی چیز ہے جو کم تو ہوتی ہے مگر زیادہ نہیں ہوتی تو امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ چیز جو گھٹتی بڑھتی رہتی ہے وہ چاند ہے اور جو بڑھتی ہے اور گھٹتی نہیں وہ سمندر ہے اور وہ چیز جو گھٹتی ہے اور بڑھتی نہیں وہ عمر اور زندگی ہے۔ (الاحتجاج صـ۱۷۸)

خانہ کعبہ تمام مکانوں سے افضل ہے

الکافی میں جناب زرارہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرت پاؤں پر بیٹھے ہوئے ٹانگوں اور پیٹھ کو کپڑے سے باندھ کر سہارا لیے ہوئے تھے آپ قبلہ رو تشریف فرما تھے کہ فرمایا کہ کعبہ کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے کہ اتنے میں قبیلہ بجیلہ کے عاصم بن عمر حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے جناب امام سے کہا کہ کعب الاحبار اس کے قائل ہیں کہ خانہ کعبہ ہر روز بیت المقدس کو سجدہ کرتا ہے تو حضرت امام نے فرمایا کہ کعب تمہارا اس قول کے بارے میں کیا خیال ہے تو وہ کہنے لگے کہ کعب کی بات تو صحیح ہے جس حضرت امام نے غصہ میں ارشاد فرمایا کہ تم بھی جھوٹ کہتے ہو اور تمہارے ساتھ کعب الاحبار بھی جھوٹا ہے زرارہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے حضرت کو یہ کہتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ تم جھوٹ بولتے ہو اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے زمین کا کوئی ایسا ٹکڑا خلق نہیں فرمایا جو اسے کعبہ سے زیادہ محبوب ہو پھر حضرت نے اپنے ہاتھ سے کعبہ کی

کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک کوئی جگہ اِس سے زیادہ فضلیت واحترام والی نہیں ہے یہ کعبہ ہی ہے کہ اس کی حرمت کے پیش نظر آسمان و زمین کی تخلیق کے وقت خدا نے اپنی کتاب میں چند مہینوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے جن میں تین مہینے تو پے در پے آتے ہیں جو حج سے متعلق ہیں اور وہ ماہ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں اور ایک مہینہ عمرہ کے لیے ہے جو رجب کا مہینہ ہے۔ (الکافی جلد ۴ صـ ۲۳۹)

آسمان وزمین کے کھلنے اور بند ہونے کے بارے میں امام سے سوال

المناقب الارشاد اور الاحتجاج میں مروی ہے کہ عمرو بن عبید بصری امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں سوال کے ذریعہ آپ کے امتحان کی غرض سے حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں آپ پر قربان جاؤں خداوند عالم کے اِس ارشاد کا مطلب تو ارشاد فرمائیے کہ "اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا" (سورہ الانبیاء آیت ۳۰) جو لوگ کافر ہو بیٹھے کیا ان لوگوں نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان و زمین دونوں بستہ بند تھے تو ہم نے دونوں کو شگافتہ کیا کھول دیا) اس آیہ مبارکہ میں رتق و فتق سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ رتق سے یہ مراد ہے کہ آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین سے نباتات (گھاس وغیرہ) نہیں اُگتی تھی تو خدا نے آسمان وزمین کو بارش و نباتات سے کھول دیا یعنی بارش بھی ہونے لگی اور زمین پر پھل پھول پودے وغیرہ بھی اُگنے لگے یہ سُن کر عمرو چلے گئے اور حضرت کے جواب پر کوئی اعتراض یا اس کی تردید نہ کر سکے اِس کے بعد پھر حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کے قربان جاؤں خدائے تعالیٰ کے اِس ارشاد کے بارے میں وضاحت فرمائیں "وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی" (سورہ طٰہٰ آیت ۸۱) (اور یاد رکھو جس پر میرا عذاب نازل ہوا تو وہ یقیناً گمراہ (ہلاک) ہوا تو یہ فرمائیے غضب الٰہی کیا ہے تو جناب امام نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا غضب اِس کا عذاب ہے اے عمرو جو یہ گمان رکھے کہ کوئی شے خدا کو متغیر و متبدّل کر دیتی ہے اور وہ اِس چیز کا اثر قبول کر لیتا ہے تو ایسا گمان رکھنے والا کافر ہے۔ (الاحتجاج صـ ۱۷۷)

کائنات میں سب سے بڑے عالِم

مناقب ابن شہر آشوب میں منقول ہے کہ ابرش کلبی نے امام محمد باقر علیہ السّلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہشام سے کہا کہ عراق میں یہ کون شخص ہیں کہ جن کے گرد لوگ جمع ہو کر مسائل دریافت کرتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ یہ کوفہ کے نبی ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ یہ فرزند رسول باقر العلم اور مفسّر قرآن ہیں میں اِن سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں کہ یہ اِس کا جواب ہی نہ دے سکیں گے چنانچہ وہ حضرت امام کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا آپ نے توریت وانجیل اور زبور و قرآن کو پڑھا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا "ہاں"، تو کہنے

لگا کہ آپ سے کچھ مسئلے پوچھنا چاہتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ اگر تو طالب ہدایت ہے تو تو اس سے نفع حاصل کرے گا اور اگر تیرا سوال کسی لغزش کی تلاش میں ہے تو تو گمراہ ہو جائے گا۔ ابرش نے کہا کہ بتائیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فترت کا زمانہ کتنا تھا کہ جس میں کوئی نبی معبوث نہیں ہوا تو حضرت نے فرمایا ہمارے قول کے مطابق چھ سو سال کا وقفہ زمانہ فترت رہا۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے خداوند عالم کے اِس قول کے بارے میں بتایئے "یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ (سورہ ابراہیم آیت ۴۸) جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین کر دی جائے گی" تو لوگ قیامت کے دن فیصلہ ہونے تک کیا کھائیں پئیں گے؟ تو فرمایا کہ نان چمک دار ہتھالی کی طرح ایک زمین ہو گی جس میں نہریں ہوں گی لوگ انہی سے کھائیں پئیں گے یہاں تک کہ حساب سے فراغت ہو گی تو ہشام نے کہا کہ ان سے یہ بھی تو پوچھیے کہ اِس وقت وہ کون سی چیز ہو گی جو کھانے پینے سے بے خبر کر دے گی تو امام نے فرمایا کہ جہنم میں ہونا کیا کم مصیبت ہے لیکن وہ اِس کہنے سے بے خبر نہ ہوں گے "اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (سورہ الاعراف آیت ۵۰) ہم پر تھوڑا سا پانی ہی انڈیل دو یا جو (نعمتیں) خدا نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کچھ (دے ڈالو)

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر ابرش کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ بے شک آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کے فرزند ہیں پھر وہ ہشام کے پاس پہنچا اور کہنے لگا اے بنو امیہ ہم تم سے باز آئے یہ بزرگ تو آسمان و زمین کی چیزوں کے جاننے میں زمین والوں میں سب سے بڑے عالم ہیں اور حقیقتاً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

اِس مذکورہ واقعہ کو جناب کلینی نے نافع غلام ابن عمر سے روایت کیا ہے اور اِس میں کچھ اضافہ ہے جن میں ایک بات یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تو نہروان والوں کے بارے میں کیا کہتا ہے اگر تیرا یہ خیال ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ان سے حق پر قتال کیا تھا تو تو اپنے دین سے پھر گیا اور اگر تو کہتا ہے کہ انہوں نے نہروان والوں سے باطل پر قتال کیا تو تو کافر ہو گیا راوی کا بیان ہے کہ وہ یہ کہتے ہوئے آپ کے پاس سے پلٹا کہ خدا کی قسم آپ بے شک لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں اور ہشام کے پاس چلا گیا۔ (الکافی جلد ۸ ص ۱۲۰) (مناقب جلد ۳ ص ۳۲۹، ص ۲۳۰)

جناب ابو حنیفہ اور امام علیہ السلام

ابو القاسم طبری الکافی شرح حج اہل السنۃ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن جناب ابو حنیفہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے جب کہ جناب امام مسجد میں تشریف فرما تھے پوچھا کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ تم ایک مشہور و معروف آدمی ہو میں پسند نہیں کرتا کہ تم میرے پاس

بیٹھو وہ نہ مانے اور بیٹھ گئے انہوں نے حضرت امام سے کہا کہ کیا آپ امام ہیں تو حضرت نے فرمایا "نہیں" تو کہنے لگے کہ اہل کوفہ تو یہی گمان کرتے ہیں کہ آپ امام ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں کیا کر سکتا ہوں امام ابوحنیفہ کہنے لگے کہ آپ انہیں لکھیں اور اس سے منع کریں حضرت نے فرمایا وہ میرا کہنا کیا مانیں گے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اس کے مقابلہ میں ہم سے دور ہیں جو ہمارے سامنے ہے یعنی تم تو میرے پاس بیٹھے ہو تم نے ہی میرا کون سا کہنا مان لیا میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے پاس نہ بیٹھو لیکن تم بیٹھ گئے اسی طرح اگر میں اہل کوفہ کو لکھوں بھی تو بھی وہ میرا کہنا نہ مانیں گے جیسے تم نے نہ مانا یہ سن کر جناب ابوحنیفہ خاموش ہو گئے۔

(المناقب جلد ۳ ص ۳۳۱)

وضاحت مذکورہ بالا روایت میں یہ بات واضح ہے کہ جناب ابوحنیفہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے قائل نہ تھے ورنہ یہ سوال نہ کرتے کہ کیا آپ امام ہیں؟ اور ان کا یہ سوال مقلد اور مطیع کی حیثیت سے نہ تھا اگر حضرت امام علیہ السلام یہ فرماتے کہ میں امام ہوں تو فوراً حکومت کی مخالفت کا رُخ اس طرف ہو جاتا حضرت کا اس سے انکار اس وجہ سے نہ تھا کہ واقعی آپ امام زمانہ نہیں بلکہ فتنہ کو دبانا مقصود تھا جب کہ ارشاد خداوندی ہے کہ الفتنہ اشد من القتل جب فتنہ مومن کے قتل سے بھی زیادہ سنگین ہے تو امام کس طرح یہ فرماتے کہ میں امام ہوں اور یہ فرما کر ایک فتنہ کو دعوت دیتے۔

عبداللہ بن معمر سے متعہ پر بحث

کشف الغمہ میں کتاب نثر الدرر کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن معمر لیثی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اسے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنت ہے اور آنحضور کے اصحاب نے اس پر عمل کیا ہے تو عبداللہ نے کہا لیکن جناب عمر نے اس منع کیا ہے تو حضرت نے جواب دیا کہ تو اپنے ساتھی کے قول پر عمل کرتا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول پر عمل کرتا ہوں جس پر عبداللہ نے کہا کہ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ کی خواتین بھی ایسا کرنے لگیں تو حضرت نے فرمایا کہ اے احمق عورتوں کے ذکر کا کیا موقع ہے جس چیز کو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا اور بندوں کے لیے مباح کر دیا کیا وہ تیرے یا اس سے نہی کرنے والے کے کہنے سے متغیر ہو سکتا ہے کیا تجھے یہ پسند آئیگا کہ تیرے حرم (نزدیکی عورتیں) میں سے کوئی یثرب کے جلاہے سے شادی کرلے تو اس نے کہا کہ نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ جسے خدا نے حلال کیا ہے تو اسے کیوں حرام کر رہا ہے تو کہنے لگا کہ میں حرام نہیں کرتا لیکن جولاہا میرا کفو نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ خدا تو جولاہے کے عمل سے خوش ہو کر حور سے اس کی تزویج کر دے گا اور تو اس شخص سے نفرت کرتا ہے جس کی طرف خدا رغبت رکھتا ہے اور تو اس شخص سے کبر و غرور کی بنا پر دور رہنا چاہتا

ہے جیسے خدا نے حورِ جنت کا کفور قرار دیا ہے یہ سُن کر عبداللہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ آپ حضرات کے سینے علم کے درختوں کے منابت (پھوٹنے کی جگہیں) ہیں ان کے پھل آپ کو ملتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو ان کے پتّے ملتے ہیں۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۶۲)

مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بہت سی اخبار و روایات کتاب الاحتجاجات میں بیان کی گئی ہیں جن میں باب الرد علی الخوارج ابواب توحید اور ان حضرات کی شان میں نازل شُدہ آیات ربانی کے باب شامل ہے۔

قتادہ بن دعامہ بصری سے مباحثہ

الکافی میں ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آئے اور انہوں نے سلام کیا اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ اے بندہ خدا آپ کون ہیں تو میں نے کہا کہ میں اہل کوفہ میں سے ہوں آپ کی کیا حاجت ہے تو وہ بولے کہ کیا آپ حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کو جانتے ہیں میں نے جواب دیا کہ ہاں میں انہیں جانتا ہوں آپ کی ان سے کیا حاجت ہے تو کہنے لگے کہ میں نے چالیس مسئلے تیار کیے ہیں جن کے بارے میں ان سے سوالات کرنا چاہتا ہوں اور ان مسائل میں حق و باطل کے تمام امور شامل ہیں ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے ان آنے والے سے پوچھا کہ کیا تمہیں حق و باطل کے درمیان امتیاز حاصل ہے اور دونوں میں فرق کر سکتے ہو تو وہ کہنے لگے کہ ہاں ہاں کیوں نہیں تو میں نے کہا کہ جب تم خود حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو تو پھر حضرت امام سے تمہارا کیا کام؟ وہ کہنے لگے کہ اے اہل کوفہ تم وہ لوگ ہو جن میں حقیقت کے سمجھنے کی قدرت نہیں لہٰذا جس وقت تم حضرت امامؑ کو دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع کر دینا یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لے آئے آپ کے گرد اہل خراسان وغیرہ کا مجمع تھا جو حضرت والا سے مناسک حج کے بارے میں کچھ سوالات کر رہے تھے حضرت اپنی نشست پر رونق افروز ہوئے یہ اجنبی بھی حضرت کے قریب بیٹھ گئے ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں بھی جا بیٹھا اور امام کی گفتگو سُننا رہا آپ کے چاروں طرف علماء کا مجمع تھا۔

جب حضرت امام ان کے مسائل اور ضروری امور سے فارغ ہو چکے اور وہ لوگ چلے گئے پھر حضرت ان آنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اس سے دریافت فرمایا بھائی آپ کون ہیں تو وہ کہنے لگے کہ میں قتادہ بن دعامہ بصری ہوں حضرت نے فرمایا کہ بصرہ کے فقیہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قتادہ تم پر افسوس ہے یہ جان لو کہ خداوند عالم نے ایک جماعت کو پیدا کیا ہے اور انہیں اپنی مخلوق پر حجتیں قرار دیا ہے وہ اس کی زمین کی میخیں ہیں وہ خدا کے حکم سے قائم ہیں وہ اس کے علم کے رکھنے والے ہیں جنہیں خدا نے دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی منتخب کر کے اپنے عرش کے داہنی طرف

قائم گیا۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ یہ سُن کر قتادہ دیر تک خاموش رہے پھر بولے کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے خدا کی قسم میں بڑے بڑے فقہاء کی مجلسوں میں بیٹھا ہوں جن میں ابن عباس رضؓ کی شخصیت بھی شامل ہے لیکن ان میں کسی کے سامنے مجھے اتنا اضطراب نہیں ہوا جتنا آپ کے سامنے ہو رہا ہے جناب امام نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اِس وقت تم اِس شخص کے سامنے ہو جن کا ذکر اس آیۂ مبارکہ میں ہے کہ ان گھروں میں خدا کی عظمت اور اِس کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے یہاں صبح وشام اِس کی تسبیح کی جاتی ہے ان گھروں میں رہنے والے ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرتی اور نہ ہی نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے بے خبر کرتی ہے۔ اے قتادہ یہ جان لو کہ وہ ہم لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ قتادہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا میں آپ کے قربان جاؤں یہ گھر پتھر اور مٹی کے گھر نہیں ہیں۔

اِس کے بعد قتادہ نے عرض کیا کہ پنیر کے بارے میں کیا حکم ہے جس پر حضرت امام مسکرائے اور فرمایا کہ اب تم مسائل میں ایسے مسئلہ پر اتر آئے ہو پھر آپ نے فرمایا کہ وہ جائز ہے قتادہ کہنے لگے کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ اِس میں مردہ جانور کا پنیر ملا دیا گیا ہو اور اِس کی بو آتی ہو تو حضرت نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ دودھ اور پنیر میں خون ہڈی اور رگیں نہیں ہوتیں بو تو گوبر اور خون سے آیا کرتی ہے یہ تو بمنزلہ مرغی کے ہیں جو مردہ ہو اور اِس میں سے انڈے کو نکال لیا جائے تو کیا تم اِس انڈے کو کھاؤ گے۔ قتادہ کہنے لگے کہ نہیں میں تو اس کے کھانے کا کسی کو حکم نہیں دوں گا حضرت نے پوچھا "کیوں؟" انہوں نے جواب دیا کہ اسلیے کہ وہ مردے میں سے نکلا ہے اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ انڈہ کسی مرغی کے نیچے رکھ دیا جائے اور اسمیں سے بچہ نکل آئے تو کیا تم اسے کھالو گے اِس پر قتادہ نے جواب دیا کہ ہاں اس کا گوشت کھاؤں گا امام نے فرمایا کہ کس چیز نے تم پر انڈے کو حرام کر دیا اور اسمیں سے نکلے ہوئے بچے کو حلال کر دیا اسی طرح دودھ پنیر مثل انڈے کے ہیں لہٰذا تم مسلمانوں کے بازار میں جا کر نمازیوں کے ہاتھ سے پنیر خریدو اور اس پنیر کے بارے میں ان سے کچھ سوال نہ کرو ہاں یہ بات دوسری ہے کہ کوئی شخص اس کے بارے میں پوری اطلاع بہم پہنچا دے (الکافی جلد ۶ ص ۲۵۶)

شراب دوسرے گناہوں کی طرف مائل کر دیتی ہے

نفس المصدر میں احمد بن اسماعیل الکاتب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف لائے تو گروہ قریش میں سے کچھ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ کون ہیں تو انہیں بتایا گیا کہ یہ اہل عراق کے امام اور پیشوا ہیں تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کے پاس کوئی جائے اور ان سے سوال کرے چنانچہ ان میں کا ایک جوان حضرت کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے حضرت نے جواب دیا کہ شراب پینا بدترین گناہ ہے یہ سُن کر اس جوان نے ان سب کو اِس کی اطلاع دی تو انہوں نے اس جوان سے کہا کہ دوبارہ جاؤ وہ پھر امام کے پاس آیا حضرت نے فرمایا کیا میں نے تم سے کہا نہیں کہ شراب کا پینا سب سے بڑا گناہ ہے۔ شراب کا پینا شرابی کو زنا کاری کی طرف لے آتا ہے چوری ناحق قتل کی طرف آمادہ کرتا ہے اور وہ شرک کی طرف آ جاتا ہے

شراب کے سلسلہ میں سارے امور ہر گناہ سے اونچے ہیں اور اسی طرح ہیں جیسے کہ گاس کا درخت اور اس کی بیل ہر درخت پر چھا جاتی ہے۔ (نفس المصدر جلد ۶ ص ۴۲۹)

جنازے کی تعظیم اور آل محمد علیہم السلام

کافی میں جناب زرارہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور کچھ انصار بھی موجود تھے کہ ایک جنازہ گزرا اور انصاری جنازے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن حضرت امام کھڑے نہیں ہوئے اور میں بھی بیٹھا رہا۔ انصاری اسوقت تک کھڑے رہے جب تک وہ لوگ جنازے کو لے کر گزر نہ گئے اس کے بعد وہ بیٹھے اور حضرت امام نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارے کھڑے ہو جانے کا کیا باعث ہوا تو وہ کہنے لگے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ حضرت جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم امام حسین علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا اور ہم اہل بیت میں کوئی فرد جنازے کی تعظیم کے لیے نہیں اٹھا جس پر ان انصاری نے کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے میں شک میں پڑ گیا مجھے یہ گمان تھا کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(المصدر السابق جلد ۳ ص ۱۹۱) التہذیب جلد ۱ ص ۴۵۶)

دسواں باب

حضرت امام کی نادر اخبار و روایات

امالی جناب شیخ میں منہال بن عمر سے مروی ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے حضرت کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اس شخص نے پوچھا آپ کا مزاج کیسا ہے؟ حضرت امام نے فرمایا تمہیں پتہ نہیں کہ ہم کس حال میں ہیں ہماری اس امت میں بنی اسرائیل کی مثال ہے کہ وہ بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور ہمارا بھی یہی حال ہے کہ یہ لوگ ہمارے بیٹے کو قتل کر دیتے ہیں اور ہماری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں (تاکہ وہ ان کا ماتم کرتی رہیں) اب اہل عرب عجم والوں پر فضیلت جتاتے ہیں ایک عجمی نے پوچھ لیا کہ یہ کیسے؟ اہل عرب بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک عربی تھے تو وہ عجمی کہنے لگے کہ بالکل ٹھیک بات ہے قریش نے بھی دوسرے عرب والوں پر اپنی فضیلت جتائی اہل عرب نے پوچھا کہ افضل ہونے کی کیا وجہ ہے تو کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاندان قریش ہی سے تھے اس لیے دوسرے قبائل پر ہمیں فضیلت حاصل ہے انہوں نے بھی کہا کہ بات تو ٹھیک ہے "اگر یہ تمام لوگ اپنے اس کہنے میں سچے ہیں تو پھر ہمیں تمام انسانوں پر فضیلت حاصل ہوئی اس لیے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت ان کے خاص اہل بیت اور ان کی عترت ہیں جس میں ہمارے علاوہ کوئی دوسرا شریک ہی نہیں تو وہ شخص کہنے لگا کہ خدا کی قسم مجھے آپ اہل بیت سے محبت ہے تو حضرت امام نے فرمایا تو پھر تم بلا و مصیبت کی ردا تیار کر لو یعنی مصائب اٹھانے کے لیے مستعد رہو خدا کی قسم ہماری طرف آلام و مصائب اس سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ آتے ہیں جیسے وادی ونشب میں سیلاب آئے بلا و مصیبت کا نشانہ اول ہم بنتے ہیں پھر تمہاری باری آتی ہے اسی طرح زندگی کی آسودگی اول

ہم سے ہوگی پھر تمہاری طرف بڑھے گی۔ (امالی الطوسی ص۹۵)

وضاحت حقیقت تو یہی ہے کہ آل محمد علیہم السلام کی زندگیاں مصائب و آلام ہی میں گزریں اور ان کے دوستوں اور شیعوں پر بھی زمانہ نے مصیبت کے پہاڑ توڑے جن کے واقعات سے تاریخ کے اوراق رنگین ہیں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ جو ہم اہل بیت کی محبت رکھتا ہو اسے فقری کے لیے تیار رہنا چاہیئے ایسا شخص دنیا کی آسائشوں سے علیحدہ رہے گا اور فقر و فاقہ پر صبر کرے گا۔ محبت اہل بیت اور حب دنیا کبھی یکجا جمع نہیں ہو سکتیں مال و تونگری اہل دنیا کا حصہ ہے اور دولت عقبیٰ آل رسول سے تمسک رکھنے والوں کا اسی لیے تو آل محمد علیہم السلام اور ان کے دوستوں نے ہمیشہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور دنیا سے جو کچھ تعلق رہا وہ بقدر واجب۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ

"ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں۔ ایں خیال ست و محال ست و جنوں"

حضرت خضر سے جناب امام کی ملاقات

اکمال الدین میں حمزہ بن حمران وغیرہ کے حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے حضرت امام فرماتے ہیں ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام مدینہ کے ایک صحرا کی طرف نکل گئے اور ایک دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے یہ ایک فکر مند کا سا انداز تھا اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو جعفر علیہ السلام، آپ فکر مند کیوں ہیں اگر دنیا کے لیے متفکر ہیں تو خدا کا دیا ہوا رزق سب کے لیے ہے جس کے لیے نیک و بد کا کوئی فرق نہیں سب کو رزق پہنچتا ہے اگر آپ آخرت کے لیے فکر مند ہیں تو اس کے لیے سچا وعدہ ہے کہ اس دن خدائے تعالیٰ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا حضرت نے یہ سنا اور فرمایا کہ مجھے ان دونوں باتوں میں کسی کے لیے فکر نہیں میں تو ابن زبیر کے فتنہ کے بارے میں متفکر ہوں تو وہ شخص کہنے لگے کہ کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے کہ اس نے خدا سے طلب عافیت کی ہو اور خدا نے اسے مشکل سے نجات نہ دی ہو۔ کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر بھروسہ کیا ہو اور اس نے اس کی کفایت و نصرت نہ کی ہو؟ کیا آپ نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ اس نے خدا سے خیر کی طلب کی ہو اور خدا نے اسے خیر عطا نہ کیا ہو۔ حضرت امام نے فرمایا کہ یہ کہہ کر وہ شخص چلے گئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون تھے تو ارشاد فرمایا کہ یہ جناب خضر تھے۔ (کمال الدین و تمام النعمۃ جلد ۲ ص۵۸)

جناب صدوق علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ایک دوسری حدیث میں یہ واقعہ امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہ حضرت خضر آپ سے ہم کلام ہوئے تھے۔

حضرت امام کے یہاں مجلس گریہ وماتم

الکافی میں اسحٰق بن عمار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض اصحاب نے حکم بن عتیبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور تمام اہل خانہ اس وقت وہاں جمع تھے کہ ایک بوڑھے بزرگ آئے جو اپنی پھل والی لکڑی کا سہارا لیے ہوئے تھے انہوں نے دروازہ پر رک کر کہا السلام علیک یا ابن رسول اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر وہ خاموش ہوئے تو حضرت امام نے سلام کے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس کے بعد وہ بزرگ اہل بیت کے سب افراد کی طرف متوجہ ہوئے اور السلام علیک کہا اور خاموش ہو گئے سب نے انہیں سلام کا جواب دیا اس کے بعد وہ حضرت امام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ میں آپ کے قربان جاؤں میں آپ کے قریب ہوں خدا کی قسم مجھے آپ سے بڑی محبت ہے آپ سے محبت رکھنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم مجھے آپ سے اور ان سے جو آپ سے محبت رکھتے ہیں دنیاوی طمع کے پیش نظر محبت نہیں ہے میں آپ کے دشمنوں سے بغض رکھتا ہوں اور ان سے بیزار ہوں اور خدا کی قسم ان سے یہ دشمنی و بیزاری آپس کی بغض اور ذاتی کشیدگی کی وجہ سے نہیں خدا کی قسم میں آپ کے حلال کو حلال اور آپ کے حرام کو حرام سمجھتا ہوں اور آپ کے حکم کا منتظر رہتا ہوں میں آپ پر قربان کیا آپ مجھ سے ایسی ہی امید رکھتے ہیں جس پر حضرت امام نے فرمایا آؤ آؤ قریب آجاؤ یہاں تک کہ حضرت نے ان بزرگ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

اس کے بعد امام نے فرمایا اے شیخ میرے پدر بزرگوار امام علی بن الحسین علیہما السلام کے پاس بھی ایک شخص اسی طرح آئے تھے اور انہوں نے اسی طرح سوال کیا تھا جیسے تم نے کیا ہے تو میرے پدر بزرگوار نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر تمہاری موت آجائے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علی حضرت حسن مجتبیٰ امام حسین اور امام علی بن الحسین علیہم السلام کے پاس پہنچو گے جس سے تمہارے دل کو ٹھنڈک ملے گی اور تمہارا قلب راحت وسکون پائے گا اور کرام کاتبین کے ساتھ آرام وراحت سے تمہارا استقبال ہوگا اگرچہ تمہارا سانس یہاں تک پہنچ جائے (حضرت نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) پھر فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو تم دیکھ لوگے کہ خداوند عالم تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے گا اور تم ہمارے ساتھ بلند تر درجہ میں ہوگے وہ سن رسیدہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام سے عرض کیا کہ اے ابو جعفر یہ کیسے؟ حضرت نے اپنی بات کو دہرایا بزرگ نے کہا اللہ اکبر اے ابو جعفر اگر میں مر جاؤں تو میں رسول اللہ حضرت علی مرتضیٰ حسن مجتبیٰ حسین شہید کربلا علی بن الحسین زین العابدین صلوات اللہ علیہم کے پاس پہنچ جاؤں گا میری آنکھوں اور دل کو ٹھنڈک ملے گی۔ کرام کاتبین فرشتوں کے ساتھ آرام وسکون سے میرا استقبال ہوگا اگر میں زندہ رہوں تو میں دیکھ لوں گا کہ خدا نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائی میں

آپ حضرات کے ساتھ بلند ترین درجہ میں داخل ہوں گا ان بزرگ کی یہ حالت ہوئی کہ وہ لمبے لمبے سانس لے کر رونے لگے اور ہچکی بندھ گئی یہاں تک کہ وہ زمین سے چمٹ گئے امام کے اہل بیت بھی گریہ کرنے لگے شیخ کی حالت پر روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں حضرت امام نے ان آنسوؤں کو جو ان بزرگ کے پپوٹوں سے بہ نکلے تھے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔

ان بزرگ نے سر کو بلند کیا اور حضرت امام سے کہا کہ فرزند رسول میں قربان جاؤں ذرا اپنا ہاتھ میرے قریب لایئے حضرت نے اپنا ہاتھ ان کے قریب کیا ان بزرگ نے ہاتھ چوم لیے انہوں نے حضرت کے ہاتھ کو اپنی آنکھوں اور رخسار پر رکھا پھر اپنا پیٹ اور سینہ کھولا اور حضرت کے دست مبارک کو اپنے شکم اور سینہ پر رکھا پھر کھڑے ہوئے السلام علیکم کہا جناب امام ان کی پشت کی طرف دیکھ رہے تھے جب کہ وہ واپس جا رہے تھے اس کے بعد امام ان سب لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جو یہ چاہے کہ اہل جنت کے فرد کو دیکھے تو وہ ان شیخ کی طرف نظر کرے حکم بن عتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے ایسا شور گریہ و ماتم کبھی نہیں دیکھا جیسے کہ یہاں ہو رہا تھا (الکافی جلد ۸ ص ۷۶)

گیارہواں باب

اولادِ امام علیہ السلام

الارشاد کے مطابق امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد میں منصب امامت ابو عبداللہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کو حاصل ہوا اور کسی دوسرے کو نہیں ملا امام جعفر صادق علیہ السلام کے بھائی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ صاحب علم و فضل تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ جناب عبداللہ بنی امیہ کے ایک حاکم کے سامنے پیش ہوئے تو اس حاکم نے آپ کو قتل کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ مجھے قتل نہ کرو میں خدا کے یہاں تمہاری مدد کا ذمہ دار ہوں گے مجھے چھوڑ دو میں خدا کے یہاں تمہاری مدد کا ضامن ہوں جس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو خداوند عالم سے سفارش کریں گے تو ان کی سفارش مان لی جائے گی لیکن اس حاکم نے آپ کی بات کو نہ مانا اور کہا کہ تمہاری شفاعت کی ہمیں ضرورت نہیں چنانچہ اس نے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا (الارشاد صہ ۲۸۸)

کشف الغمہ کی روایت کے مطابق امام محمد باقر علیہ السلام کے تین فرزند تھے اور ایک بیٹی تھیں جن کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

امام جعفر علیہ السلام، جو صادق سے مشہور ہیں۔ عبداللہ اور ابراہیم اور صاحبزادی ام سلمہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت امام کی اولاد کی تعداد اس سے زیادہ تھی۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صہ ۳۲۲)

مناقب ابن شہر آشوب کی روایت کے پیش نظر امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد کی تعداد سات ہے جن میں ایک امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں اور انہی سے آپ کی کنیت ابو جعفر تھی اور ایک عبداللہ

الافطح ہیں یہ دونوں حضرات جناب ام فروہ دختر قاسم کے بطن سے تھے اور عبداللہ و ابراہیم اُم حکیم کے بطن سے علی اور ام سلمہ و زینب کی ماں ایک کنیز تھیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ زینب ایک دوسری کنیز کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں ایک قول یہ ہے کہ حضرت امام کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں جن کا نام ام سلمہ ہے سوائے امام جعفر صادق علیہ السلام کے دوسری اولاد اپنے پدر بزرگوار کی زندگی ہی میں رحلت کر چکی تھی اور امام کی نسل امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی چلی۔

(المناقب جلد ۳ صہ ۳۴۰، اعلام الوری صہ ۲۶۵، الارشاد صہ ۲۸۸)

حضرت امام کی شادی کا معاملہ

قرب الاسناد میں بزنطی سے مروی ہے کہ ایک دفعہ امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے قاسم بن محمد اور سعید بن مسیب کا ذکر آگیا تو حضرت نے فرمایا کہ میرے جد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام نے قاسم بن محمد سے اپنے رشتہ کے بارے میں کہا تو قاسم نے حضرت کو جواب دیا کہ آپ اپنے والد بزرگوار سے اس معاملہ میں رجوع کریں تاکہ آپ کی شادی کا مسئلہ طے ہو جائے۔ (قرب الاسناد صہ ۲۱۰)

باطل عقیدہ کی بنا پر حضرت امام کی زوجہ کی طلاق

نفس المصدر میں ابو الجارود سے مروی ہے کہ ایک بار میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت ایک بہترین فرنیچر پر رونق افروز ہیں میں نے اسے ہاتھ سے چھوا تو حضرت فرمانے لگے کہ یہ فرنیچر جو تم نے چھوا ہے ارمنی ساخت کا ہے میں نے عرض کیا کہ کہاں حضور کی شخصیت اور کہاں یہ ارمنی اعلیٰ سامان؟ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ ام علی کے جہیز کا سامان ہے جو وہ اپنے میکے سے لائی ہے دوسرے وقت میں پھر حاضر ہوا اور اس فرنیچر کو چھونے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اس سامان کو بغور دیکھنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضور یہ بات نہیں ہے نابینا آدمی تو ٹٹولا ہی کرتا ہے تو حضرت نے یہی فرمایا کہ یہ ساز و سامان اُم علی کا ہے اور اس کے عقائد فاسد ہیں میں ایک رات صبح تک اسے سمجھاتا رہا ہوں کہ وہ اپنے عقیدہ فاسد سے پلٹ جائے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے تولا اختیار کرے اور ان کی دشمنی سے باز آجائے لیکن اس نے انکار ہی کیا چنانچہ صبح ہوئی تو میں نے اسے طلاق دے دی۔

نفس المصدر جلد ۲ صہ ۱۷۷

زوجۂ امام کا علمی مقام

المصدر السابق میں عبد الاعلیٰ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام جعفر صادق

علیہ السلام کی مادر گرامی جناب ام فروہ کو دیکھا وہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں اور ایک تبدیل شدہ شکل کی ردا اوڑھے ہوئے تھیں ان کے بائیں ہاتھ میں ایک پتھر تھا ایک شخص نے جو طواف کر رہا تھا آپ سے کہا کہ اے کنیز خدا آپ نے طریقہ وسنت میں غلطی کی ہے تو کہنے لگیں ہمیں تمہارے علم کی ضرورت نہیں ہم خود جانتے ہیں ہم تمہارے علم سے بے نیاز ہیں۔ (المصدر السابق جلد ۴ ص ۴۲۸)

بعونہ تعالیٰ ترجمہ بحار الانوار در احوال امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام

تمام شد

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ بیتہ الطاہرین معصومین

از احقر الکونین محمد حبیب الثقلین النقوی الامروہوی

فاضل ادب و فاضل فقہ سیدالکا فاضل ایم اے پی ایچ ڈی

مورخہ ۵ ارماہ مئی ۱۹۸۵ء

کتاب بحار الانوار

از علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ

(واعظین و ذاکرین کے لیے بے نظیر و بے مثال تحفہ)

جلد اوّل اِس جلد میں مکمل حالات سوانح حضرت امام حسینؑ درج ہیں۔ مثلاً معجزات، مناجات، آیات درشانِ امام حسینؑ، شہادت کی پیشگوئی، انبیاء و مرسلین علیہ السلام کی زبانی، مراتبِ زائرینِ حسینؑ، قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام، مدینہ سے روزِ عاشورہ تک کے حالات، ہر انصار و صحابی اور دوستدار کی شہادت، شہادت عظمٰی پر اعتراضات اور اُس کے مدلل جوابات، علاوہ ازیں معتبر و مستند کتب سے واقعاتِ کربلا مندرج ہیں۔
قیمت قسم اوّل / روپے

جلد دوم اس میں اہلِ حرم کی اسیری، کوفہ و شام کے دردناک واقعات سرِ حسینؑ کے واقعات، اہلِ حرم کی مدینہ کو واپسی، خروجِ مختارؒ، قبرِ امام حسینؑ پر امت کے انتہائی مظالم، روضۂ مبارک سے معجزات کا ظہور بہت تفصیل سے درج ہے۔ قیمت / روپے

جلد سوم اس کتاب میں جناب فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کے حالات مقدسہ مندرج ہیں۔ قیمت مجلد / روپے

جلد چہارم اس جلد میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے حالاتِ زندگی درج ہیں اور معلومات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ (   )

جلد پنجم اس کتاب میں حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے حالاتِ زندگی نیز آپ کے معجزات، ورود نیشاپور اور حالاتِ شہادت درج ہیں۔ (   )

جلد ششم اس کتاب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مفصل حالات درج ہیں مثلاً معجزات، خُلق، عبادت، شہادت، حُزن و بکا، آپ کے عہد کے خلفاء بنی اُمیہ اور ان کے حالات، اقوالِ امامؑ وغیرہ موجود ہیں۔ صفحات ۲۰۰ سائز ۲۶×۲۰

جلد ہفتم اس کتاب میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سوانح حیاتِ طیبہ بالتفصیل مندرج ہیں۔ علاوہ ازیں آپ سے منسوب کردہ روایات شامل ہیں۔ (   )

جلد ہشتم اس جلد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، نیز آپؑ کی دینی خدمات و معجزات و اقوال درج ہیں۔ (   )

جلد نہم اِس جلد میں امام محمد تقی، امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کی مفصل اور مکمل حیاتِ طیبہ کے علاوہ اقوال، اخبار، روایات اور واقعات و معجزات وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (قیمت ۵۰ روپے)

جلد دہم اس جلد میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے حالاتِ زندگی بڑی تفصیل سے تحریر کیے گئے ہیں۔ (زیرِ طبع ہے)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حِصّہ ۵ پنجم

بِحارُالانوار

مُلّا مُحَمّد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سیّد حسن اِمداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام ابوالحسن علی ابنِ موسیٰ الرّضا علیہ السّلام

محفوظ بُک ایجنسی
اِمام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

بحار الانوار (جلد پنجم)

درحالات حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام

عنوانات	صفحہ نمبر

باب اوّل

ولادت، القاب، کنیت، نقشِ نگین اور آپؑ کی مادرِ گرامی کے مختصر حالات

عنوانات	صفحہ نمبر
نقشِ نگین	۱
تاریخِ ولادت و وفات	۱
جائے ولادت ومقامِ دفن وغیرہ	۱
آپؑ کے لقب "رضا" کی وجہ تسمیہ	۳
آپؑ کی والدۂ گرامی کے حالات	۳
تاریخِ ولادت میں اختلاف	۷
کُنیت و القاب	۷

باب دوم

آپؑ کی امامت پر خصوصی نصوص

عنوانات	صفحہ نمبر
نصِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰
جانشینی کے بارے میں نصِ حضرت امام موسیٰؑ	۱۱
اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کی گواہی	۱۴
عمائدینِ مدینہ کی گواہی	۱۵
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نص	۱۵
کتابِ جفر و جامعہ کا مطالعہ	۱۸
عہدِ طفلی ہی میں نظرِ انتخاب	۱۸
عراق جانے سے قبل اعلانِ جانشینی	۱۸
آپؑ کے متعلق تحریری نص	۱۹
ہر امام اپنے وقت کا قائم ہوتا ہے	۲۲
خوش قسمتی کی علامت	۲۳
اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ سلسلۂ امامت منقطع ہو	۲۳
صاحب الامرؑ اسی نسل سے ہوں گے	۲۳
علی بن جعفرؑ کی گواہی	۲۳
جسم میں شکر کی کمی کی علامت	۲۴
کتابِ جفر کا مطالعہ	۲۴

باب سوم

شانِ امامت ومعجزات

عنوانات	صفحہ نمبر
ریّان کے دل کی بات زبانِ امامت پر	۲۷
بغیر دریافت کیے ہر مسئلے کا جواب	۴۰
حکمِ امام سے اعراض کی سزا	۴۱
زمین نے سونا اُگل دیا	۴۳
امام کو ہر زبان کا علم ہوتا ہے	۴۳
محرم کیلئے نیم ریشمیں لباس جائز ہے	۴۴
آپؑ نے اپنے بارے میں پیش گوئی فرمائی	۴۶

عنوانات	صفحہ نمبر
آپؑ کے بلانے پر صحرا کا ہرن آگیا	۴۶
امامؑ نے خواب میں ہدایت فرمائی	۴۷
امامؑ کو سونے کے ذخائر کا علم ہوتا ہے	۴۸
امامؑ کی ایک خارجی سے گفتگو	۴۹
دعبل کو انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی	۵۰
ہارون الرشید کے بارے میں پیش گوئی	۵۰
قبل از وقت جنگ کے نتیجے کی پیش گوئی	۵۱
امامؑ کے سامنے بطائنی کی قبر میں نکیرین کے سوال وجواب۔	۵۲
میری اور ہارون رشید کی قبر برابر برابر ہوگی	۵۳
جناب رسالتمآبؐ کے موئے مبارک کی شناخت	۵۴
آبِ رضا یا گرمابۂ رضا در نیشاپور	۵۴
آپؑ کے ہاتھوں کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں	۵۵
زینب کذابہ کا واقعہ	۵۶
ایک کنیز کا واقعہ	۵۷
ائمۂ طاہرینؑ کے لیے خواب اور بیداری یکساں ہیں۔	۵۸
شک کا کوئی علاج نہیں	۵۹
کلّنا محمّدؐ کے مصداق	۶۰
ایک وقت میں دو امام ہوں گے تو ایک خاموش ہوگا	۶۱
میرے والد بزرگوار کے تبرکات میرے حوالے کرو	۶۳
موت کی قسمیں	۶۵
باب چہارم	
بصرہ و کوفہ میں ورود	
امام رضاؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح علمِ غیب جانتے تھے	۶۷
راس الجالوت یہودی سے امامؑ کا خطاب	۷۱
امامؑ کی مدینہ روانگی اور واپسی پر رومی کنیز سے گفتگو	۷۲
امامؑ نے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی	۷۳
امامؑ کی کوفہ میں تشریف آوری	۷۴
غیر مذاہب کے علماء سے امامؑ کی گفتگو	۷۴
امامؑ ہر علم و کمال میں سب سے افضل ہوتا ہے	۷۵
باب پنجم	
امامؑ کے چند منتخب اشعار	
امامؑ کی اہانت کا نتیجہ اور بد دعا کا اثر	۷۸
مامون رشید کے لیے بد دعاء	
بکار کے لیے بد دعاء	
آلِ برمک کے لیے بد دعاء	
باب ششم	
امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے	
امامؑ کو صقلبی اور رومی زبانوں پر عبور حاصل تھا	۸۴
فصل الخطاب سے کیا مراد ہے؟	۸۴
چڑیوں کی زبان سے واقفیت اور انھیں ہدایت	۸۵
باب ہفتم	
مکارم الاخلاق و ریاضتِ امامؑ	
امامؑ کا لباس	۸۸
کنیزوں سے سلوک	۸۸

عنوانات	صفحہ نمبر
امامؑ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے	۸۹
آپؑ کا طرزِ زندگی	۸۹
قید خانے میں عبادت	۹۰
نمازہائے یومیہ میں فرائض ونوافل کی تفصیل	۹۰
معیارِ شرف تقویٰ اور اطاعت	۹۴
دسترخوان کی بہترین غذا میں سے مساکین کا حق	۹۵
مشایعتِ جنازہ	۹۵
پانی اور روٹی کی افادیت	۹۶
ایک خواب کی تعبیر	۹۶
کسرِ نفسی	۹۶
آپؑ عالمِ آلِ محمدؐ ہیں	۹۷
پوشیدہ طور پر خیرات دینا	۹۸
ائمۂ طاہرینؑ کو کھجوریں بہت پسند تھیں	۹۹
خوشبو کا استعمال	۱۰۰
اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو	۱۰۱
اللہ کب سے ہے اور کیسا ہے ؟	۱۰۱
جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے	۱۰۲
عیدین کی حیثیتوں میں فرق	۱۰۲
مزدور سے مزدوری طے کر کے کام لو	۱۰۳
باب ہشتم	
امامؑ کے چند منتخب اشعار	
بے ثباتیٔ کائنات	۱۰۵
حلم کے بارے میں	۱۰۵
دوست کیلئے ترکِ عتاب ہی عتاب ہے	۱۰۶
بلند اخلاقی	۱۰۷
رازداری	۱۰۷
مروان بن ابوحفصہ کے اشعار سے اذیت	۱۰۸
موت کا ایک دن معین ہے	۱۰۹
عیوب کی پردہ پوشی کرو اور ظالم کو اللہ کے حوالے کرو۔	۱۱۰
سخاوت اور بخیل	۱۱۰
اشعارِ حضرت عبدالمطلب بزبانِ امام رضاؑ	۱۱۱
اپنی خوشحالی پر نہ اتراؤ	۱۱۱
مامون رشید کو نصیحت	۱۱۲
باب نہم	
دَورِ امامت اور حاکمِ وقت	
ہارون رشید نے کہا کہ . . ؟	۱۱۴
باب دہم	
امامؑ کا دربارِ مامون میں طلب کیا جانا	
آغازِ سفر سے نیشاپور تک کے حالات	۱۱۸
قبرِ رسولؐ سے رخصت ہونا	۱۱۹
ایک بوٹی کی نشاندہی پر طبیب کو حیرانی	۱۱۹
اگر میرے جد نے اور دیا ہوتا تو میں بھی دیتا	۱۲۰
بیت اللہ سے امامؑ کی آخری رخصت	۱۲۲
باب یازدہم	
نیشاپور میں امامؑ کی آمد اور معجزات کا ظہور	
لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ ، اللہ کا قلعہ ہے	۱۲۴
امام رضاؑ کے دستِ مبارک کا لگایا ہوا درخت بابرکات	۱۲۴

عنوانات	صفحہ نمبر
حمام رضاؑ اور چشمہ کہلان	۱۲۶
خواب میں نسخے کی تجویز	۱۲۶
امامؑ نے اپنا دستِ مبارک زمین سے مَس کیا	۱۲۷

باب دوازدہم

امامؑ نے ولیعہدی کیوں قبول فرمائی ؟

عنوانات	صفحہ نمبر
ولی عہد ہونے پر بنی ہاشم کو حسد	۱۳۰
مامون کی دھمکی	۱۳۰
وضاحتِ امامؑ	۱۳۲
یومِ ولادت و شہادت	۱۳۳
مامون کا تصنّع	۱۳۴
امامؑ اور نمازِ عید	۱۳۶
اور فضل بن سہل نے کہا ؟	۱۳۹
ولیعہدی کا اصل سبب بقولِ مامون	۱۳۹
ولیعہدی سے نجات کیلئے موت کی دعاء	۱۴۳
خطبۂ امامؑ بوقتِ تہنیتِ ولی عہدی	۱۴۴
خطبۂ امامؑ بروایتِ دیگر	۱۴۵
فضل نے مامون کو امامؑ کی ولیعہدی کا مشورہ کیوں دیا ؟	۱۴۵
ہم دونوں کیلئے شرائط کی پابندی ضروری ہے	۱۴۷
عقدِ بیعت اور فسخِ بیعت کے طریقوں میں فرق	۱۴۷
میری آخری منزل تو خراسان ہی ہے	۱۴۸
تقریبِ ولیعہدی	۱۴۹
امامؑ کے ولیعہد ہونے پر عباسیوں کے تاثرات	۱۵۲
عہد نامۂ ولیعہدی کی اصل عبارت	۱۵۲
عہد نامے کی پشت پر حضرت امام رضاؑ کی تحریر	۱۵۷
دائیں جانب کے گواہ	۱۵۹
بائیں جانب کے گواہ	۱۶۰
موئے مبارک رسولؐ اور چوبِ آسیائے فاطمہ زہراؑ	۱۶۰
مدینہ میں ولی عہدی کا بیان	۱۶۱

باب سیزدہم

امام رضاؑ اور دَورِ مامون رشید

عنوانات	صفحہ نمبر
امام علیہ السلام کا خطاب	۱۶۳
حسن بن سہل نے مامون کی طرف سے یہ تحریر کیا۔	۱۶۹
حضرت امام رضاؑ کی تحریر توثیق بخطِ خود	۱۶۹
مجھ پر ولیعہدی کا احسان نہ جتاؤ	۱۷۰
فضل بن سہل کا امامؑ کو ورغلانا	۱۷۰
فضل بن سہل کا قتل	۱۷۱
آپؑ حکومت کریں میں دعا کروں	۱۷۷
بندہ نہ بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار	۱۷۷
عفو کرنے سے عزت بڑھتی ہے	۱۷۸
حضرت علیؑ قسیم الجنۃ والنار کیونکر ہیں	۱۷۹
وارثِ کتاب کون ہیں	۱۷۹
امامؑ کا علماء سے مناظرہ	۱۸۰
عمران صابی کا ایمان لانا	۱۸۱
سلیمان مروزی سے مناظرہ	۱۸۵
عصمتِ انبیاء پر مناظرہ	۱۸۷
مامون اور عصمتِ انبیاءؑ کے متعلق سوالات	۱۸۸
حضرت امام رضاؑ اور طلبِ باران	۱۸۹

عنوانات	صفحہ نمبر
ثیرِ قالین کا مجسم ہونا	۱۹۳
شکریے کی اہمیت	۱۹۵
امامؑ کے قتل کا ناکام منصوبہ	۱۹۵
سادات اور غیرِ سادات میں بنیادی فرق	۱۹۷
حضرت علیؑ ازروئے قرآن نفسِ رسولؐ ہیں	۱۹۸
باب چہاردہم	
مامون کا اہلِ بیتؑ کے مخالفین سے بحث و مناظرہ	
مامون کے متعلق امامؑ کا ارشاد	۲۰۱
مخالفینِ اہلِ بیتؑ سے مامون کا مناظرہ	۲۰۱
مامون کے محدثین سے سوالات	۲۱۰
سورۂ دہر کی تلاوت	۲۱۲
کچھ حدیثِ طیر کے متعلق	۲۱۳
آیتِ غار (سورۂ توبہ)	۲۱۴
بسترِ رسولؐ پر شب بسری	۲۱۶
حدیثِ ولایت	۲۱۷
حدیثِ منزلت	۲۱۸
متکلمین سے گفتگو	۲۲۰
محدثین و متکلمین سے مامون کے سوالات	۲۲۷
مامون کا بنی ہاشم کو جواب	۲۳۱
باب پانزدہم	
آپؑ کی ازواج و اولاد	
زید النار	۲۴۱
اولادِ فاطمہؑ اور نارِ جہنم	۲۴۳
حسین بن جعفرؑ	۲۴۴

عنوانات	صفحہ نمبر
محمد بن جعفرؑ	۲۴۴
محمد بن سلیمان علوی	۲۴۵
جعفر بن عمر علوی	۲۴۵
رشتۂ اخوت	۲۴۶
تعدادِ اولاد	۲۴۶
احمد بن جعفر	۲۴۷
علی بن عبید اللہ	۲۴۷
حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کا وصیت نامہ	۲۴۸
علی بن عبد اللہ اور ان کی زوجہ جنتی ہیں	۲۵۲
حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی وفات میں اختلاف	۲۵۲
نصیحت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے	۲۵۳
سفیان بن عیینہ	۲۵۳
عباس بن الحسن کی فصاحت و بلاغت	۲۵۴
باب شانزدہم	
ولیعہدی اور شعراء کا نذرانۂ عقیدت	
شعراء کی خدمتِ امام میں حاضری	۲۵۶
ابو نواس کے چار اشعار	۲۵۷
دعبل کے دو الہامی اشعار	۲۵۸
دعبل کے قصیدے میں امامؑ کی طرف سے دو اشعار کا اضافہ۔	۲۵۹
دعبل پر امامؑ کی عنایات	۲۶۲
ابو نواس کو رسولؐ کی شفاعت پر بھروسہ	۲۶۲
دعبل کا عالمِ نزع	۲۶۲
دعبل کی لوحِ قبر	۲۶۳

عنوانات	صفحہ نمبر
باب ہفدہم	
آپؑ کے اصحاب اور معاصرین	
حضرت علیؑ سے احمد بن حنبل کی مخالفت کا سبب۔	۲۶۶
ابنِ یقطین کے غلام یونس کی جسارت	۲۶۶
آپؑ کے اصحاب اور رواۃ	۲۶۷
حضرت معروف کرخی اور خدمتِ امام رضاؑ	۲۶۷
نورِ خدا کو ہر دَور میں بُجھانے کی کوشش کی گئی	۲۶۷
حرمتِ غنا کی ایک دلیل	۲۶۸
ہشّام بن ابراہیم عبّاسی زندیق	۲۶۸
بزنطی کے خطوط اور اُس کے جوابات	۲۷۰
"پس جب" کا مطلب	۲۷۴
فخر کی کیا بات ہے تواضع ہمارا شیوہ ہے	۲۷۵
ایک قیدی کے خط کا جواب	۲۷۶
مجنونوں کے لیے نسوار	۲۷۶
دَورِ متوکل	۲۷۷
ادائیگیٔ قرض کیلئے مکان کے فروخت کی ممانعت	۲۷۸
ایسے ایسے دوست	۲۷۸
کسی کی طرف سے بدگمانی میں عجلت نہ کرو	۲۷۹
آپؑ کے لائقِ ستائش اصحاب	۲۷۹
رواۃِ نصِّ امامت	۲۸۰
عفو و درگذر	۲۸۱
لباسِ حکمران	۲۸۱
مدحِ محمّد بن سنان	۲۸۲
شرائطِ شاہی نوکری	۲۸۳
ثقہ اصحاب	۲۸۳
ابو جویر	۲۸۳
گھر چھوڑنے کی ممانعت	۲۸۴
دینی مسائل کی دریافت	۲۸۴
صفوان اور محمّد بن سنان کا کردار	۲۸۴
امامت و خلافت پر بحث	۲۸۵
دین کامل ہونے کا مطلب	۲۸۸
باب ہیجدہم	
شہادت کے متعلق پیشینگوئیاں	
شیطان کسی نبی یا امام کی شکل میں نہیں آسکتا	۲۹۰
ہر امام قتل ہوگا یا شہید (تبسّم)	۲۹۰
ثوابِ زیارتِ روضۂ رضویہ	۲۹۱
قاتل کے بارے میں پیش گوئی	۲۹۱
حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیش گوئی	۲۹۲
حضرت امیرالمومنینؑ کی پیش گوئی	۲۹۲
باب نوزدہم	
اسبابِ شہادت	
ایک صوفی کی حکایت	۲۹۴
ابو صلت ہروی کا بیان	۲۹۵
ابراہیم بن عبّاس کا بیان	۲۹۶
باب بستم	
شہادت اور تجہیز و تکفین کی تفصیل	
روایت دربارۂ شہادت	۲۹۹

عنوانات	صفحہ نمبر
جائے دفن	۲۹۹
ہرثمہ کو ہدایاتِ امام علیہ السلام برائے تجہیز و تکفین۔	۳۰۰
امام محمد تقی علیہ السلام کا مدینہ سے آنا۔	۳۰۵
ابوصلت کی روایت	۳۰۶
کیا سببِ موت مرضِ اسہال تھا ؟	۳۱۰
خواب میں رسولِ خداؐ کا موت کی خبر دینا	۳۱۱
زہر دینے کے اسباب	۳۱۳
مامون کی تشویش	۳۱۴
حضرت امام محمد تقیؑ کا باعجاز خراسان پہنچنا۔	۳۱۵
اہلِ خاندان کو گریہ و ماتم کا حکم	۳۱۵
باب بست و یکم	
شہادتِ امامؑ پر شعراء کی مرثیہ نگاری	
ابو فراس اور دعبل خزاعی	۳۱۷
ابن مشیع مرقی اور علی ابن ابی عبداللہ خوانی	۳۱۸
دعبل خزاعی کا ایک طویل مرثیہ	۳۱۸
ابو محمد یزیدی اور محمد بن حبیب ضبی	۳۱۸
مامون پر دعبل کے مرثیہ کا اثر	۳۱۹

عنوانات	صفحہ نمبر
ابوالعیناء	۳۱۹
عبداللہ بن ایوب خریبی	۳۱۹
باب بست و دوم	
معجزات و کرامات در روضۂ حضرت امام رضاؑ	
روضۂ اقدس سے نور کا بلند ہونا اور مقفل دروازے کا کھلنا۔	۳۲۲
روضۂ اقدس پر استجابتِ دعاء	۳۲۳
نشاندہیٔ مقامِ دفنِ امانت	۳۲۳
دیوار پر معجزانہ تحریر	۳۲۴
احترامِ اسمِ امام علیہ السلام	۳۲۵
بازگشتِ تلاوت	۳۲۶
غلام کی دعا کی فوری قبولیت	۳۲۷
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی کرامت	۳۲۸
سیلاب اور روضۂ اقدس	۳۲۸
مسروقہ رقم کی برآمدگی	۳۲۹
احاطۂ امامؑ پناہ گاہِ وحوش	۲۳۱
حمویہ کی خراسان کی حکومت کیلئے دعا	۳۳۲
گم شدہ فرزند کی بازیابی	۳۳۳
مسجدِ زرد	۳۳۴

بحار الانوار

باب ۱

ولادت، القاب، کنیت
نقش نگین اور آپ کی مادرِ گرامی کے مختصر حالات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

① ــــ نقش نگین

آپ کے رواۃ میں سے یونس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے خود فرمایا کہ میری انگوٹھی کے نگینہ پر " ماشاءاللہ ولاقوۃ الا باللہ " کندہ ہے۔
(الکافی جلد ۶ ص ۴۷۳)

نیز حسین بن خالد نے بھی امام علیہ السلام سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔

② ــــ تاریخ ولادت و وفات

کتاب کافی میں ہے کہ آپ کی ولادت ۱۴۸ھ میں اور وفات ماہِ صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی، وقتِ وفات آپ کا سنِ مبارک پچپن سال کا تھا۔ اگرچہ آپ کی تاریخہائے ولادت و وفات میں اختلاف ہے، مگر انشاء اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا تاریخیں معتبر ہیں۔ آپ کی والدۂ گرامی امِ ولد تھیں اور ان کو ام البنین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ (الکافی جلد ۱ ص ۴۸۶)

③ ــــ جائے ولادت ومقامِ دفن وغیرہ

کمال الدین ابن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت آپ کے جدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۱ ذی الحجہ ۱۵۳ھ میں ہوئی، آپ کی والدہ امِ ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی خیزران مرسیہ تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسمِ گرامی شقرا نوبیہ تھا

بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام اروی اور لقب شقرا تھا۔ نیز خود امام علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کے القاب، الرّضا۔ الصابر۔ الرضی۔ الوفی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور الرضا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۷)

چونکہ آپ کی وفات سنہ ۲۰۳ھ یا سنہ ۲۰۲ھ کے اندر عہد مامون میں ہوئی۔ اس حساب سے آپ کی عمر، وقتِ وفات ۴۹ سال کی تھی۔ آپ کی قبرِ مبارک خراسان کے ایک خطہ طوس میں ہے جو مشہدِ مقدس کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے چوبیس سال اور چند مہینے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ بسر کیے اور پھر اُن کی وفات کے بعد پچیس ۲۵ سال زندہ رہے۔

حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سنہ ۱۵۳ھ میں اور وفات سنہ ۲۰۶ھ عہدِ مامون میں مقامِ طوس پر ہوئی اور قبرِ مطہر بھی وہیں طوس میں ہے اور آپ کی مادرِ گرامی سکینہ نوبیہ ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سنہ ۱۴۸ھ کے اندر پیدا ہوئے اور طوس کے اندر ہی سنہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ اس طرح وقتِ وفات آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ آپ کی مادرِ گرامی اُمِ ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی اُم البنین تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۹۰)

(۴) ——— حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ منورہ میں سنہ ۱۴۸ھ کے اندر پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۱ر ذی القعدہ روزِ پنجشنبہ یا جمعہ سنہ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ اُم ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی تجمہ تھا۔ مگر کوئی ان کو ام البنین کہتا، کوئی سکن نوبیہ کہتا اور کوئی تکتم کہتا تھا۔

امام علیہ السلام کی وفات ماہِ صفر کے آخری دنوں میں طوس کے اندر ایک قریہ میں ہوئی جس کا نام سناباد تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات یومِ جمعہ ۲۳ر رمضان سنہ ۲۰۳ھ میں ہوئی اور وقتِ وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ کا دورِ امامت اور اپنے پدرِ بزرگوار کی جانشینی کی مدّت بیس ۲۰ سال ہے۔

آپ کے دورِ امامت میں ہارون رشید کی حکومت کا بقیہ حصہ تھا۔ اس کے بعد محمد امین کی تین سال پچیس ۲۵ دن کی حکومت، پھر اس کو معزول کر کے اس کا چچا ابراہیم بن مہدی المعروف بہ ابن شکلہ ۲۴ دن حکومت پر قابض رہا مگر جب محمد امین نے دوبارہ چڑھائی کی تو لوگوں نے اس کی بیعت پھر کرلی۔ مگر اس کو دوبارہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے فقط ایک سال سات مہینے ہوئے تھے کہ طاہر بن حسین نے امین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مامون عبداللہ بن ہارون نے بیس سال تک حکومت کی اور اسی کے دورِ حکومت میں آپ نے شہادت پائی۔

⑤ ـــ آپ کے لقب "رضا" کی وجہ تسمیہ

البزنطی کا بیان ہے کہ میں نے امام نہم حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے مخالفین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار کو مامون نے رضا کا لقب اس لیے دیا تھا کہ آپ اس کی ولیعہدی پر راضی ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ یہ جھوٹ بول کر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا تھا۔ اس لیے کہ آپ آسمانوں پر خدا کی خدائی اور زمین پر رسولِ اکرم اور ان کے بعد ائمۂ طاہرین کی خلافت پر راضی اور خوش تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کا یہ جواب سن کر پھر عرض کیا کہ، کیا آپ کے گزشتہ آباء و اجداد میں سے ہر ایک خدا کی خدائی اور رسولِ اکرمؐ اور اُن کے بعد ائمۂ طاہرین کی خلافت پر راضی و خوش تھے؟..... آپ نے فرمایا، ہاں ہاں سب راضی و خوش تھے۔..... میں نے عرض کیا، پھر ان سب کے اندر صرف آپ کے پدر بزرگوار کو رضا کا نام دیا گیا۔؟.... آپ نے ارشاد فرمایا، اس لیے کہ جس طرح آپ کے موافقین اور دوستدار آپ کی امامت پر راضی تھے اسی طرح آپ کے دشمن اور مخالفین بھی آپ کی ولیعہدی پر راضی ہو گئے تھے اور یہ بات آپ کے آباءِ کرام میں سے کسی کو میسر نہ تھی، اس لیے ان سب میں سے صرف میرے پدر بزرگوار رضا کے نام سے موسوم ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۳)

• ـ علل الشرائع جلد ۱ ص۲۲۶ پر علی بن ابراہیم سے اور معانی الاخبار ص۶۵ پر مرسلہ اسی کے مثل روایت مذکور ہے۔

⑥ ــــ سلیمان بن حفص کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بھی اپنے فرزند علیؑ کو رضا کے نام ہی سے پکارتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے فرزند رضا کو بلاؤ یا میں نے اپنے فرزند رضا سے یہ کہا، یا میرے فرزند رضا نے مجھ سے یہ کہا اور جب آپ اپنے فرزند کو مخاطب کرتے تو فرماتے یا ابوالحسن! (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۴)

⑦ ـــ آپ کی والدۂ گرامی کے حالات

عون بن محمد کندی کا بیان ہے کہ میں نے ابوالحسن علی بن میثم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ائمۂ طاہرین اور ان کے مناکحات کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) کی والدۂ گرامی حمیدہ مصفاۃ نے جو

خود اشرافِ عجم میں سے ایک معزز خاتون تھیں، ایک ایسی کنیز خریدی جو عرب ہی میں پیدا ہوئی تھی اور ان ہی کے بچوں میں پلی بڑھی تھی، ان ہی کے آداب و اطوار سیکھے تھے۔ اس کا نام تکتم تھا۔ وہ عقل و فہم، دین و دیانت کے لحاظ سے بہترین عورت تھی، نیز اپنی مالکہ حمیدہ مصفاۃ کی اتنی تعظیم و عزّت کرتی کہ جب سے اُنھوں نے اس کو خریدا ان کے سامنے کبھی نہیں بیٹھی۔ ایک دن حمیدہ مصفاۃ نے اپنے فرزند حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے کہا۔ اے فرزند میں نے اس کنیز سے بہتر کوئی کنیز نہیں پائی، مجھے یقین ہے کہ اگر اس سے نسل کا سلسلہ قائم ہو تو اللہ اس کی نسل کو پاک و طاہر بنائے گا ... لو! یہ کنیز میں تمھیں ہبہ کرتی ہوں، اور تم سے وصیت کرتی ہوں کہ اس کا بہت خیال رکھنا۔ جب تکتم کے بطن سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو تکتم کا نام طاہرہ ہوگیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ایامِ رضاعت میں اپنی والدہ کا دودھ بہت پیا کرتے، اور ہر طرح سے صحت مند و تنومند تھے، تو ان کی والدہ تکتم طاہرہ نے کہا کہ میری مدد کے لیے ایک دودھ پلانے والی چاہیے ... کہا گیا کہ، کیوں، کیا تمھارے دودھ میں کمی ہے ؟ .... اُنھوں نے جواب دیا نہیں، خدا کی قسم میں جھوٹ نہ بولوں گی۔ میرے دودھ میں کمی نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ میں چند اوراد و وظائف اور نماز و تسبیحات کے پڑھنے کی عادی تھی، لیکن جب سے یہ بچّہ پیدا ہوا ہے اس میں کمی آگئی ہے۔ (عیون اخبار الرضا)

(۸) ـــــ علی بن میثم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی والدہ حضرت حمیدہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدہ نجمہ کو خریدا تو حمیدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے حمیدہ! یہ تیری کنیز نجمہ تیرے فرزند موسیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بطن سے ایک ایسا بچّہ پیدا ہوگا جو تمام اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہوگا ..... تو حسبِ ہدایت حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، میں نے نجمہ کو اپنے فرزند موسیٰؑ کو ہبہ کردیا اور جب اس کے بطن سے امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو نجمہ کا نام طاہرہ رکھدیا گیا ..... الغرض، اُن کے بہت سے نام ہیں جن میں نجمہ۔ اروی۔ سکن۔ سمان اور تکتم بھی ہیں اور تکتم ان کا آخری نام ہے۔

علی بن میثم کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب جناب حمیدہ نے جناب نجمہ کو خریدا تو نجمہ باکرہ تھیں۔ (عیون اخبار الرضا ص ۱۶-۱۷)

(۹) ـــــ صولی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن الرّضا کا اصل نام نامی علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمّد بن علی بن حسین بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ آپ کی والدۂ گرامی اُمِ ولد تھیں جن کا نام تکتم تھا اور

جب یہ حضرت ابوالحسن بن موسیٰ بن جعفر کی ملکیت میں آئیں، آپ کا یہی نام قائم رہ گیا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ا ص[۱۴])

(۱۰) — حضرت امام رضا علیہ السلام کا نقشِ خاتم "ولی اللہ" تھا۔

(۱۱) — ہشام بن احمد کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن اول (یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) نے مجھ سے پوچھا کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہاں اہلِ مغرب کا تاجر آیا ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں، مجھے تو نہیں معلوم ...... آپ نے فرمایا کہ ایک تاجر آیا ہے تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ یہ فرما کر آپ اپنی سواری پر بیٹھے اور میں بھی سواری پر سوار ہو کر آپ کے ساتھ چلا۔ جب ہم اُس تاجر کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ واقعاً وہ مغرب کا رہنے والا ایک تاجر ہے اور اس کے پاس فروخت کے لیے چند کنیزیں ہیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اُس تاجر سے فرمایا، اپنی کنیزیں ہمیں بھی دکھاؤ... تو اُس نے ہمارے سامنے یکے بعد دیگرے نو کنیزیں پیش کیں۔ مگر آپ ہر ایک کو دیکھ کر یہی فرماتے رہے... یہ مجھے نہیں چاہیے... پھر اُس تاجر سے فرمایا، کوئی اور دکھاؤ... اُس نے کہا، اب تو میرے پاس کوئی کنیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں ابھی اور کنیز بھی ہے وہ بھی مجھے دکھاؤ..... اُس نے کہا، اب خدا کی قسم صرف ایک کنیز ہے۔ مگر وہ بیمار ہے.... آپ نے فرمایا..... تمہارا اُس کے دکھلانے میں کیا حرج ہے.... آپ نے بہت اصرار فرمایا مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ بالآخر، آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

پھر آپ نے دوسرے دن مجھے روانہ کیا، اور فرمایا کہ اس تاجر سے جا کر پوچھو کہ آخر وہ اس کنیز کی کیا قیمت چاہتا ہے... اور جب وہ قیمت بتادے تو اُس سے کہنا کہ میں نے تمھاری منھ مانگی قیمت پر اس کو خریدا...... امام علیہ السلام کی اس ہدایت پر میں اُس تاجر کے پاس گیا... اور اُس سے قیمت معلوم کی۔ اُس نے جو قیمت مجھے بتائی، اُسی قیمت پر میں نے اُس کنیز کو خرید لیا۔ تاجر نے کنیز کو میرے حوالے کیا اور دریافت کیا کہ کل جو بزرگوار آپ کے ہمراہ آئے تھے وہ کون تھے۔؟..... میں نے کہا، وہ قبیلۂ بنی ہاشم کی ایک بزرگ ترین ہستی ہیں.... اُس نے آپ کا حسب و نسب پوچھنا چاہا، لیکن میں نے انکار کیا۔

اُس نے کہا، اچھا، اب اس کنیز کے متعلق بھی تھوڑا سن لو۔ جب میں نے اسے ملک مغرب کے انتہائی دور دراز مقام سے خریدا، تو میرے پاس اہلِ کتاب میں سے ایک عورت آئی اور بولی! یہ کنیز تیرے پاس کیسی ہے؟ میں نے کہا، کہ میں نے خود اپنے لیے اس کو خریدا ہے۔ اُس نے کہا، نہیں نہیں، یہ کنیز ایسی نہیں جو تجھ جیسے کے پاس رہے۔ یہ تو اس قابل ہے کہ کسی ایسے

شخص کے پاس رہے جو ساری روئے زمین پر سب سے بہتر ہو اور اُس کے پاس بھی تھوڑے ہی دنوں میں اِس کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے سامنے شرق سے غرب تک تمام روئے زمین کے لوگ پست اور کم رُتبہ نظر آئیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں اس کنیز کو لیکر امام ع کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد اُس کنیز کے بطن سے حضرت امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا ص۱)

کتاب الخرائج والجرائح ص۲۳۵ پر ہشام بن احمر سے اور کتاب الارشاد میں ص۲۸۷ ص۲۸۸ پر بھی ہشام بن احمر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۲) ـــــ محمد بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات ۲۰۲ھ میں اُس وقت ہوئی جب آپ ۴۹ سال چھ ماہ کے تھے۔ اس لیے کہ آپ کی ولادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۵۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے والد کے ساتھ دو ماہ کم پچیس سال گذارے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال چند مہینے بنتی ہے۔ آپ کی قبرِ مطہر خراسان کے شہر طوس میں ہے۔ آپ کی والدہ خیزران مرسیہ اُمِ ولد تھیں۔ انھیں شقراء نوبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام اروی ام البنین بھی تھا۔

(۱۳) ـــــ امام رضا علیہ السلام کو رضا، صادق، صابر، فاضل، قرۃ اعین المومنین اور غیظ الملحدین بھی کہا جاتا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد۲ ص۲۵۰)

(۱۴) ـــــ علی بن میثم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کے باپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدہ نجمہ بیان کرتی تھیں کہ جب میرا فرزند علیؑ (رضا) میرے شکم میں تھا تو مجھے حمل کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا، مگر نیند کے عالم میں اپنے شکم سے تسبیح و تہلیل اور تمجید کی آوازیں سُنتی تو خوف سے چونک پڑتی اور بیدار ہو جاتی تو کوئی آواز نہ سُنتی تھی۔ جب میرا یہ فرزند پیدا ہوا تو اس نے فوراً اپنے قدم زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے، سر آسمان کی طرف بلند تھا، دونوں لبوں کو حرکت تھی معلوم ہوتا جیسے کچھ کہہ رہا ہے۔ پھر میرے پاس اس کے والد حضرت امام موسیٰ بن جعفر تشریف لائے اور فرمایا، اے نجمہ! تجھے یہ اللہ کا کرم مبارک ہو۔ میں نے اس بچے کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر انھیں دیدیا۔ آپ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر آپ فرات منگوا کر اس کے تالو میں لگایا اور مجھے دے دیا اور فرمایا، اسے لو، یہ زمین پر اللہ کی بقیہ امانت ہے۔

⑮ تاریخِ ولادت میں اختلاف

عتاب بن اسید کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ میں سے ایک جماعت کو کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے جدِّ امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد یوم پنجشنبہ شبِ یازدہم ماہ ربیع الاول ۱۵۳ھ کو پیدا ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۸)

⑯ —— کتاب کفایۃ الطالب میں تحریر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت یومِ پنجشنبہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ کو ہوئی۔

⑰ —— ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ولادت یوم جمعہ میں ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ بروز پنجشنبہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔

⑱ —— کتاب الدروس میں ہے کہ آپ مدینہ میں ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ روزِ پنجشنبہ ۱۱ ذی القعدہ کو پیدا ہوئے۔

⑲ —— تاریخ الغفاری میں لکھا ہے کہ آپ یوم جمعہ ۱۱ ذی القعدہ میں تولد ہوئے۔

⑳ —— "ارشاد" شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں تحریر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ۱۴۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔

㉑ کُنیت و القاب

کتاب المناقب میں تحریر ہے کہ حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی کنیت عام طور پر تو ابوالحسن تھی مگر خاص کنیت ابوعلی تھی اور آپ کے القاب۔ سراج اللہ، نور الہدیٰ، قرۃ اعین المومنین۔ سکیدۃ الملحدین، کفو الملک، کافی الخلق، رب السریر، رئاب التدبیر، فاضل۔ صابر، وفی، صدیق اور رضی ہیں۔

احمد بزنطی کا بیان ہے کہ آپ کو "رضا" اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ آسمانوں میں خدا کی خدائی اور زمین میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی امامت پر راضی تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام "رضا" اس لیے ہوگیا کہ موافق و مخالف دونوں سے آپ سے راضی تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا نام "رضا" اس لیے ہوا کہ مامون رشید آپ کی

ولیعہدی پر راضی ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ جن کو کبھی سکن نوبیہ کہا جاتا، کبھی خیزران مرسیہ کہا جاتا اور کبھی نجمہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ یہ روایت میثم کی ہے کہ ان کو صفرا بھی کہا جاتا۔ اُن کا نام اروی اُم البنین تھا، مگر جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اُن معظمہ کا نام طاہرہ ہو گیا۔

آپ بروز جمعہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد بروز پنجشنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔

اس طرح آپ کا عہدِ امامت ہارون رشید کا بقیہ دورِ حکومت رہا، اس کے بعد امین کی حکومت تین سال اٹھارہ دن۔ پھر مامون کی حکومت بیس سال تین ماہ بیس دن رہی، اور اس نے اپنے اسی دورِ حکومت میں ۵ ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی مرضی کے خلاف آپ کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ اور ۲۰۱ھ کے ابتدا ہی میں اپنی دختر اُمِ حبیب کا عقد آپ سے کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عقد ۲۰۳ھ میں ہوا اور اس وقت آپ کا سنِ مبارک پچپن سال کا تھا۔

ابنِ ہمام کا بیان ہے کہ آپ کا سنِ مبارک اُس وقت اُنچاس ۴۹ سال چھ ماہ یا چار ماہ کا تھا۔ اور جب آپ نے امرِ امامت سنبھالا تو اُس وقت آپ کی عمر اُنتیس ۲۹ سال دو ماہ تھی۔ آپ نے اپنے والدِ بزرگوار کے ساتھ اُنتیس ۲۹ سال کچھ ماہ گذارے۔ اُن کی وفات کے بعد آپ کی امامت کا عہد بیس ۲۰ سال رہا۔ اور آپ کے صرف ایک صاحبزادے حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام تھے۔

آپ کی قبرِ مطہر خراسان کے ایک شہر طوس میں ہے اور اُس قُبّہ میں ہے جہاں ہارون رشید مدفون ہے۔ آپ کی قبرِ مطہر ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں قبلہ کی جانب ہے۔

دراصل یہ جگہ پہلے حمید بن قحطبہ طائی کا مکان تھا جو اس قریہ میں واقع تھا جس کا نام سناباد تھا اور یہ قریہ نوقان کے قریوں میں سے ایک قریہ تھا۔

بحار الانوار

باب ۲

آپؑ کی امامت پر خصوصی نصوص

① نصِ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم

یزید بن سلیط زیدی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جس طرح آپ کے پدرِ بزرگوار نے اپنے بعد کیلئے آپ کی امامت کے متعلق نص فرمادی تھی اسی طرح آپ بھی بتائیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا۔؟

آپ نے ارشاد فرمایا، سنو! میرے والدِ بزرگوار کا زمانہ اور تھا لیکن یہ زمانہ اور ہے ــــ یزید کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اس جواب کو جو مان لے اور خاموش ہو جائے اُس پر خدا کی لعنت ــــ یہ سُن کر آپ نے تبسم فرمایا اور کہا، اچھا اے ابوعمارہ! میں تمھیں بتائے دیتا ہوں۔

جب میں اپنے گھر سے نکلا تو ظاہری طور پر میں نے اپنے فرزند کی وصایت میں اُن لوگوں کو بھی شریک کر دیا، مگر پوشیدہ طور پر میں نے تنہا اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی بنایا ہے کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم تشریف فرما ہیں، آپؐ کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بھی ہیں اور آپؐ کے پاس ایک انگوٹھی ہے، ایک تلوار ہے، ایک عصا ہے، کتابِ خدا ہے اور عمامہ ہے ــــ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا، کہ یہ سب کیا ہے۔؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ عمامہ اللہ کی سلطنت کی علامت ہے، یہ تلوار اللہ کی عزت و قوت کی پہچان ہے، یہ کتاب اللہ کا نور ہے، یہ عصا، اللہ کی طاقت کا نشان ہے۔ اب رہ گئی یہ انگوٹھی، تو یہ مجموعی طور پر اِن سب چیزوں کی شناخت ہے ــــ اس کے بعد جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ، اب یہ عہدۂ امامت تمہارے بعد تمہارے فرزند علیؑ کے پاس جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے یزید! دیکھو یہ بات تمھارے پاس ایک امانت ہے۔ یہ اُسی کو بتانا جو مردِ عاقل ہو، اللہ نے جس کے قلب کا ایمان سے امتحان لے لیا ہو، صادق ہو۔ نیز دیکھو! کبھی اس نعمتِ الٰہی سے انکار نہ کرنا۔ اگر کوئی گواہی چاہے تو گواہی دینا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا"۔ (سورۂ نساء، آیت ۵۸) "اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُس کے اہل تک پہونچا دو"۔ ــــ اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط (سورۂ بقرۃ آیت ۱۴۰)

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو شہادت کو چھپائے جو اللہ کی طرف سے اُس کے پاس ودیعت ہے"۔ ــــ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے بیان

کیا کہ اس کے بعد جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے میرے فرزند کے اوصاف بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ تمھارا فرزند علیؑ وہ ہے جو اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے، اُس کے دیے ہوئے فہم سے سُنتا ہے، اُس کی عنایت کردہ حکمت سے بولتا ہے، اُس کی رائے صائب ہے، وہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اُس میں علم ہے جہالت نہیں ہے۔ وہ علم وحلم سے لبریز ہے، اور اب بہت کم عرصہ تک تم اُس کے ساتھ رہو گے۔ یہ وہ بات ہو گی جو اب تک نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا اب جب تم اپنے سفر سے واپس جاؤ تو اپنے تمام اُمور کا در و بست کر دو اور جو کچھ کر لینے کا ارادہ ہے اُسے کر لو۔ اس لیے کہ اب تم وہاں سے منتقل ہو کر دوسرے مقام پر جانے والے ہو۔ اپنے تمام بچّوں کو جمع کرو، اُن کو بتاؤ اور اُن پر اللہ کو گواہ بناؤ اور اللہ گواہی کے لیے بہت کافی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اے یزید! میں اسی سال اُٹھا لیا جاؤں گا اور میرا فرزند علیؑ جس کا نام حضرت علیؑ ابن طالبؑ اور حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے نام پر رکھا گیا ہے اس کو علیؑ اوّل کا فہم، اُن کا علم، اُن کی بصارت اور اُن کی ردا عطا کر دی گئی ہے۔ مگر فی الحال اُس کے لیے بولنا مناسب نہیں ہے۔ وہ ہارون رشید کی وفات کے چار سال بعد گویا ہوگا۔ جب یہ چار سال گذر جائیں تو اُن سے جو چاہنا دریافت کر لینا، وہ انشاء اللہ سب کا جواب دیں گے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۳-۲۶)

•— کتاب کافی میں کلینی علیہ الرحمہ نے جلد ۱ ص ۳۱۱ و ص ۳۱۲ پر ابو الحکم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

•— کتاب الامامۃ والتبصرہ میں علی ابن بابویہ نے بھی عبداللہ بن محمد شامی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۲) —— جانشینی کے بارے میں نصِ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ

محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی خدمت میں بغرض عیادت گیا، آپ شدید بیمار تھے۔ میں نے عرض کیا .... "مولا! یہ فرمائیے کہ خدا نخواستہ اگر وہ امر واقع ہو جائے جس کے نہ ہونے کی ہم لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں، تو پھر اس کے بعد ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ ..... آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے فرزند علیؑ کی طرف۔ اُن کا لکھا، میرا لکھا ہے۔ وہ میرے بعد میرے جانشین اور وصی ہیں۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۰)

(۳) —— علی بن یقطین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں آپ کے فرزند علیؑ بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

اے علی بن یقطین! یہ میرا فرزند میری ساری اولاد کا سردار ہے۔ میں نے اپنی کنیت اِن کو دے دی...... یہ سُن کر ہشام بن سالم نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا۔ "انا للہِ وانا الیہ راجعون" خدا کی قسم اس طرح مولا نے اپنی موت کی خبر دیدی۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ۲۱)

(۴) ــــــــ حسین بن نعیم صحاف سے روایت ہے کہ میں اور ہشام بن حکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے اور علی بن یقطین نے وہیں پر یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبدالصالح امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کے فرزند حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا، اے علی بن یقطین یہ میری اولاد میں سب کے سردار ہیں، میں نے اپنی کنیت تک ان کو دے دی ہے۔ یہ سُن کر ہشام نے اپنی ہتھیلی اپنی پیشانی پر ماری اور کہا، وائے ہو تم پر یہ تمھارے منھ سے کیسے نکلا...... علی بن یقطین نے کہا خدا کی قسم، میں نے تو جو کچھ سُنا تھا وہی تم سے کہا ہے۔ (اپنی طرف سے تو نہیں کہا ہے)...... ہشام نے کہا، تو پھر سنو! اس کا مطلب یہ ہے کہ اب امرِ امامت اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے علیؑ کو منتقل ہونے والا ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ۲)

غیبۃ شیخ طوسی صـ۲۷ اور کافی جلد ۱ صـ۳۱۱ میں ابن محبوب سے اسی کے مثل روایت ہے۔

کتاب الارشاد ابن تولویہ صـ۲۸۵ میں کلینی سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(۵) ــــــــ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام نے ابتدا بہ کلام فرماتے ہوئے کہا، دیکھو! یہ میری اولاد میں سب سے بڑے فقیہ ہیں اور یہ فرما کر آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا، میں نے اپنی کُنیت تک ان کو دے دی ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ۲۲)

(۶) ــــــــ منصور بن یونس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ خدمت بابرکت حضرت ابوالحسنؑ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام میں حاضر ہوا...... آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے منصور! تمھیں نہیں معلوم کہ آج میں نے کیا کیا؟...... میں نے عرض کیا نہیں...... آپ نے ارشاد فرمایا، آج میں نے اپنے بعد کے لیے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی اور ولیعہد بنا دیا۔ تم اُن کے پاس جاؤ اور انھیں اِس کی تہنیت دو، اور انھیں یہ بھی بتا دو کہ میں نے تمھیں اس تہنیت کا حکم دیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار نے مجھے اس تہنیت کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مگر اس کے بعد ہی منصور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا منکر ہوگیا اور امامؑ کے جو اموال اس کے قبضہ میں تھے ان کو اُس نے خورد برد کرلیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ۲۲)

• رجال کشی میں خشاب سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (رجال کشی صـ۳۹۸)

(۷) ــــــ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ابراہیم (حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی دوسری کُنیت) سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، میں کبیر السّن ہوچکا ہوں، مجھے یہ تو بتا دیجیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میرے بعد یہ تم لوگوں کے امام و آقا ہوں گے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ا ص۲۳)

(۸) ــــــ یہ دوسری روایت بھی داؤد رقی کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ابراہیمؑ سے عرض کیا کہ میں بہت بوڑھا ہوچکا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں اچانک حادثۂ موت کا شکار نہ ہوجاؤں اور آپ سے ملاقات نہ کرسکوں، لہٰذا، یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟۔۔۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند علیؑ"۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ۲۳)

(۹) ــــــ سلیمان مرزوی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ دریافت کرنے کا ارادہ کیا کہ اُن کے بعد خلق پر حجّتِ خدا کون ہوں گے۔ مگر انھوں نے میرے دریافت کرنے سے پہلے خود ہی فرمایا کہ اے سلیمان میرا فرزند علیؑ میرا وصی ہے اور میرے بعد لوگوں پر حجّتِ خدا ہے، وہ میری اولاد میں سب سے افضل ہے۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہو تو میرے شیعوں، میرے دوستوں اور اُن لوگوں کے سامنے گواہی دینا جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ میرے بعد میرا جانشین کون ہے؟

(عیون الاخبار الرضا صـ۲۶ ج ا)

(۱۰) ــــــ علی بن عبد اللہ ہاشمی کا بیان ہے کہ ہم، ہمارے قرابتداروں اور دوستوں میں سے تقریباً ساٹھ افراد قبرِ رسولؐ پر موجود تھے کہ اسی اثناء میں حضرت ابو ابراہیم موسیٰؑ بن جعفرؑ اپنے فرزند علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو میں کون ہوں؟ ہم سب نے عرض کیا، آپ ہمارے سیّد و سردار ہیں۔ فرمایا، میرا نام و نسب بتاؤ۔؟ ہم نے بیک زبان عرض کیا: آپ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ پوچھا کہ اور یہ میرے ساتھ کون ہیں۔ ہم نے عرض کیا، یہ حضرت علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ یہ میری زندگی میں میرے وکیل اور میری وفات کے بعد میرے وصی ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا صـ۲۶)

(۱۱) ــــــ عبد اللہ ابن مرحوم کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے ارادے سے بصرہ سے نکلا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ اتفاقاً حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ بصرہ تشریف لے جارہے تھے۔ اُنھوں مجھے آدمی بھیج کر بُلایا، میں حاضرِ خدمت ہوا، تو آپ نے مجھے ایک خط دیا، اور فرمایا کہ اسے مدینہ

پہونچا دینا۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان۔ یہ آپ کا خط میں کس کو دوں؟۔۔۔ فرمایا میرے فرزند علیؑ کو دینا، وہ میرے وصی ہیں، میرے اُمور کے انجام دہندہ اور میری اولاد میں سب سے بہتر و افضل ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۱ ص ۲۷)

(۱۲) ═══ عبداللہ بن حارث جن کی ماں اولادِ جعفرؑ بن ابی طالبؑ سے تھیں، کا بیان ہے کہ: حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے ہم لوگوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور ہمیں جمع کیا، پھر فرمایا۔۔۔۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہم نے تمھیں کیوں جمع کیا ہے؟۔۔۔۔ ہم نے جواب دیا، نہیں۔۔۔۔ فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میرا یہ فرزند علیؑ میرا وصی، میرے اُمور کو انجام دینے والا اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔ اب اگر مجھ پر کسی کا قرض ہے تو وہ میرے اِس فرزند سے لے، اگر میں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے تو وہ اِس سے پورا کرائے اور اگر کسی کو مجھ سے بغیر ملے چارہ نہ ہو، تو وہ بغیر اس کی تحریر کے مجھ سے نہیں مل سکتا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۷)

الارشاد ص ۲۸۶۔ کافی جلد ۱ ص ۳۱۲ اور غیبۃ طوسی میں مخزومی سے جن کی ماں اولادِ جعفرؑ بن ابیطالبؑ سے تھیں اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۳) ═══ محمد بن زید ہاشمی سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ اب شیعہ حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ (رضاؑ) کو اپنا امام تسلیم کریں گے۔۔۔۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟۔۔۔۔ تو جواب دیا کہ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اُن کو بُلاکر اپنا وصی بنا دیا ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۷)

(۱۴) ═══ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کی گواہی

حیدر بن عیوب کا بیان ہے کہ ہم لوگ مدینہ کے ایک معروف مقامِ قبا میں تھے اور وہیں محمد بن زیدؑ بن علیؑ بھی رہتے تھے۔ ایک دن وہ جس وقت معمولاً ہمارے پاس آیا کرتے تھے، تاخیر سے آئے تو ہم نے پوچھا، آقا ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں، تاخیر سے آنے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ آج اولادِ علیؑ و فاطمہؑ میں سے ہم سترہ آدمیوں کو حضرت ابوابراہیمؑ نے بُلایا تھا، اور آپؑ نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنی زندگی میں اپنا وکیل اور مرنے کے بعد اپنا وصی مقرر کرنے پر ہم سب کو گواہ بنایا ہے۔ اور یہ امر اُنؑ کے اور علیؑ کے لیے مناسب و جائز تھا۔

پھر محمد بن زیدؑ نے کہا، اے حیدر آج اُن کے فرزند کے لیے بیعتِ امامت ہوگئی۔ اب اُن کے بعد شیعہ اُن کے فرزند علیؑ کو اپنا امام کہیں گے۔۔

میں نے عرض کیا، اللہ حضرت ابوابراہیمؑ کو سلامت رکھے یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا، اے حیدر! جب اُن کو وصی بنا دیا گیا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ

امامت بھی اُن کے سپرد کر دی گئی ..... علی بن حکم کا بیان ہے، مگر حیدر کو مرتے دم تک اس میں شک ہی رہ گیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۸)

⑮ ـــــ عمائدینِ مدینہ کی گواہی

عبدالرحمٰن بن حجاج کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی بنایا اور اس کے لیے ایک تحریر لکھی اور اس تحریر پر مدینہ کے عمائدین میں سے ستر آدمیوں کو گواہ بنایا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۸)

⑯ ـــــ حسین بن بشیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا قائم مقام بنایا، جس طرح حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یومِ غدیر خُم اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۹-۲۸)

⑰ ـــــ حسن بن علی الخزاز کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کا قافلہ مکّہ سے نکلا تو ہمارے ہمراہ علی بن ابی حمزہ بھی تھا اور اس کے ساتھ بہت سا مال و متاع بھی تھا۔ ہم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ... تو اس نے جواب دیا کہ یہ حضرت عبد الصالح علیہ السلام (امام موسیٰؑ بن جعفرؑ) کا سامان ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسے اُن کے فرزند علیؑ کو پہونچا دوں۔ اُنھوں نے اُن کو اپنا وصی مقرر فرمادیا ہے۔

• صدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ، مگر علی بن ابی حمزہ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے منکر ہوگیا اور اُس نے وہ مال حضرت امام علیؑ رضا کو نہیں دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۹)

⑱ ـــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نص

مسلمہ بن محرز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے عرض کیا کہ ایک مردِ عجلی[1] مجھ سے کہتا تھا کہ یہ بوڑھے بزرگ اب تم لوگوں کے لیے

---

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ عجلیہ نام کے دو فرقے ہیں پہلا مغیریہ ہے۔ جو مغیرہ بن سعید عجلی سے منسوب ہے وہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایک نورانی انسان کی شکل کا ہے جس کے سر پر تاج ہے۔ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ امام منتظر زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی علیہم السلام ہیں۔ وہ زندہ اور جبلِ حاجز میں مقیم ہیں .... دوسرا فرقہ منصوریہ ہے جو ابومنصور عجلی کی طرف منسوب ہے۔ پہلے تو یہ شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا معتقد تھا، پھر انھیں چھوڑا اور خود دعویٰ امامت کرنے لگا۔ اس کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔

بہر حال روایت نمبر ۳۴ میں آئندہ آئے گا کہ ہارون بن سعید عجلی زیدیہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔

کب تک باقی رہیں گے، بس یہی ایک یا دو سال میں تو مر ہی جائیں گے، پھر ان کے بعد کوئی ایسا نہیں جس کی طرف تم لوگ نظر اُٹھا کر دیکھ سکو۔ ...... تو حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا، تم نے اس سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ موجود ہیں اور سنِ بلوغ کو پہونچ چکے ہیں۔... میں نے ان کے لیے ایک کنیز خریدی ہے جو ان کے لیے مباح ہوگی اور اس کنیز سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو اُن کا جانشین اور فقیہ ہوگا۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۲۹، ۳۰)

(۱۹) ___ اسمٰعیل بن خطاب کا بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) خود بغیر کسی کے دریافت کیے ہوئے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی مدح وثنا کیا کرتے، اُن کی بہت تعریف کرتے، اور اُن کے ایسے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے جو کسی اور کے لیے نہیں بیان کرتے تھے۔ غالباً وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو اُن کی طرف متوجہ کریں۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۰)

(۲۰) ___ جعفر بن خلف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفرؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بڑا خوش نصیب ہے وہ انسان جو اُس وقت تک نہ مرے جبتک کہ اپنا جانشین نہ دیکھ لے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنا جانشین اس فرزند کو دکھا دیا، اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۰)

رجال کشی ص ۲۸۰ میں یونس سے بھی اسی کے ہم مضمون روایت ہے۔

(۲۱) ___ حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید خانہ میں تھے اُن کے پاس سے چند تختیاں ہمارے پاس آئیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ میرا عہدہ اور منصب میرے بڑے فرزند کے لیے ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۰)

(۲۲) ___ حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو الحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) ہمارے ساتھ بصرہ تشریف لے گئے تو اُن کی طرف سے ہمیں چند تختیاں ملیں جس پر چوڑائی میں لکھا ہوا تھا کہ میرا عہدہ اور منصب میرے بڑے فرزند کے لیے ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۰)

(۲۳) ___ زیاد بن مروان قندی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام ابو ابراہیم (موسیٰ بن جعفرؑ) علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو وہاں اس وقت اُن کے فرزند علی بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ’اے زیاد اِن کو پہچان لو، اِن کی تحریر میری تحریر ہے۔ ان کا کلام میرا کلام ہے۔ جو یہ کہیں سمجھ لو کہ یہ میرا قول ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۰)

ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ ص ۲۸۶ کافی جلد ۱ ص ۳۲۱ اور غیبۃ طوسی علیہ الرحمہ میں بھی زیاد سے اسی کے مثل روایت ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا حدیث کے راوی کے بارے

میں فرمایا کہ زیادؒ بن مروان نے اس حدیث کی روایت تو کی ہے مگر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے انکار کر گیا۔ اور توقف کا قائل ہو گیا۔ اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جس قدر مال اس کے پاس تھا وہ سب اس نے دبا لیا۔

(۲۴) ـــــــ نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار سے بھی دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟ تو انھوں نے آپ کا اسمِ گرامی بتایا تھا۔ پھر آپ کے والدِ بزرگوار حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی وفات کے بعد بہت سے لوگ داہنے اور بائیں بھاگ گئے مگر ہم اور ہمارے احباب آپ ہی کے ساتھ رہے۔ اب آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد منصبِ امامت پر کون فائز ہوں گے؟ ..... آپ نے ارشاد فرمایا' میرا فرزند علی علیہ السلام۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۱)

رجال کشی ص ۳۸۳ پر سعید سے بھی اسی روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

---

۱ زیاد بن مروان ابوالفضل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ابوعبداللہ الانباری قندی تھا جو بنی ہاشم کے غلاموں میں سے تھا۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام دونوں سے روایت کی۔ مگر امام رضا علیہ السلام کی امامت میں اس نے توقف کیا۔

رجال کشی ص ۳۹۶ اور ۱۶۹ ہر اپنے اسناد کے ساتھ یونس بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے وفات پائی تو آپ کے کارپردازوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس کے پاس آنحضرت کا کثیر مال نہ رہا ہو۔ اور اسی سبب سے ان لوگوں نے توقف کیا اور آپ کی وفات سے انکار کرنے لگے۔ چنانچہ زیاد قندی کے پاس آپ کے ستر ہزار دینار اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھ پر حق ظاہر ہو گیا اور میں حضرت امام رضاؑ کی امامت کا قائل ہو گیا اور جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ میں عوام الناس کو بتانے لگا۔ اور حضرت امام رضاؑ کی امامت کی طرف دعوت دینے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر ان دونوں (کارپردازوں) نے میرے پاس آدمی بھیجا اور یہ کہلایا کہ امام رضاؑ کی طرف عوام الناس کو دعوت نہ دو اگر تم کو مال چاہیے تو ہم تمھیں بھی دیں گے اور ان دونوں نے دس ہزار دینار کا وعدہ کیا اور کہا کہ تم خاموش ہو جاؤ۔ خطیب کا بیان ہے کہ انباریوں کی مسجد ان کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ وہاں زیادہ تر یہی لوگ سکونت پذیر تھے اور انہیں سب سے قدیم ساکن زیاد قندی تھا۔ اور ہارون رشید کے دور میں بھی بیت المال پر اس کا تصرف تھا اس لیے کہ جب ہارون رشید نے ابو وکیع بن ملیح کو بیت المال کا داروغہ بنایا تو اس نے زیاد قندی کو اپنا نائب بنا لیا۔ زیاد ایک شیعہ غالی تھا۔ اس نے اور اس کے ساتھ بیت المال کے محرروں نے مکر خیانت اور غبن کیا جب ہارون رشید پر یہ بات ثابت ہو گئی۔ تو اس نے زیاد قندی کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ زیاد نے کہا یا امیر المومنین میرا ہاتھ کاٹنا ضروری تو نہیں۔ میں نے خیانت ضروری کی ہے مگر پھر بھی آپ کا موحّد ہوں۔ تو ہارون رشید اس کا ہاتھ کاٹنے سے باز رہا۔

(۲۵) ═══ کتابِ جفر و جامعہ کا مطالعہ

نعیم بن قابوس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ میری اولاد میں سب سے بڑے ہیں وہ میری بات سب سے زیادہ سنتے اور میرے کہنے پر سب سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ کتابِ جفر اور جامعہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کا مطالعہ وہی کر سکتا ہے جو نبی ہو یا وصیٔ نبی ہو۔ (عیون الاخبار جلد ا ص۳۱)

• بصائر الدرجات (جز ۳ باب ۱۴ جلد ۲۴) میں بھی خشاب سے اسی قسم کی روایت ہے۔

(۲۶) ═══ عہدِ طفلی ہی میں نظرِ انتخاب

مفضّل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے فرزند علی آپ کی آغوشِ مبارک میں ہیں۔ آپ کبھی ان کے رخساروں کا بوسہ لیتے ہیں کبھی زبان منھ میں دیتے ہیں کبھی اپنے کاندھے پر بٹھاتے ہیں کبھی اپنے سینہ سے لگاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں میرے باپ تم پر قربان ہوں۔ تمھاری خوشبو کتنی اچھی ہے، تمھارے عادات و خصائل کتنے پاک ہیں تمھارا افضل و شرف کتنا واضح ہے ـ .... راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میرے دل میں بھی اِن کی اتنی محبت پیدا ہو گئی ہے کہ جتنی آپ کے سوا کسی اور کی نہیں۔ ...... آپ نے ارشاد فرمایا، اے مفضّل! اِس بچّے کو بھی مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے والدِ محترم سے تھی۔ پھر قرآنِ مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (آلِ عمران ۳۴)" ذرّیت کے بعض افراد بعض سے ہیں اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ .... راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے بعد عہدۂ امامت کے درجے پر یہ فائز ہوں گے؟ ...... آپ نے ارشاد فرمایا کہ، ہاں۔ ..... جو شخص اِن کی اطاعت کرے گا ہدایت پائے گا، جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگا۔ (عیون الاخبار ص۳۲ ج ۱)

(۲۷) ═══ عراق جانے سے قبل اعلانِ جانشینی

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے عراق جانے سے ایک سال قبل میں آنحضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے سامنے آپ کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے محمد! اسی سال میں عنقریب ہی کوئی سانحہ رونما ہوگا مگر تم اُس پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنا۔ .... پھر آپ نے سرِ اقدس جھکایا اور اپنے دستِ مبارک سے

زمین کریدنے لگے اِس کے بعد سرِاقدس اٹھا کر مجھ سے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہی میں ہی رکھتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے...... میں نے عرض کیا، میری جان آپ پر قربان ہو جائے، ارشاد فرمائیے؟..... آپ نے فرمایا، جو شخص میرے اِس فرزند کے حق کو غصب کرے اور میرے بعد ان کی امامت سے انکار کرے وہ اُس شخص کے مانند ہے کہ جس نے علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام (یعنی جدِ امجد) کے حق کو غصب کیا اور اُن کی امامت سے انکار کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو بھی غصب کیا۔ یہ سُن کر میں سمجھ گیا کہ آپ اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے فرزند کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو میں یقیناً اُن کے حق کو تسلیم کروں گا اور اُن کی امامت کا اقرار کروں گا۔ اور میں آج بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ آپ کے بعد اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں، اُس کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں..... آپ نے فرمایا اللہ تمھاری عمر دراز کرے تاکہ تم اُن کی امامت کی طرف عوام الناس کو دعوتِ حق دیتے رہو؛ بلکہ اُن کے جانشین کی امامت کی طرف بھی لوگوں کو بُلاؤ...... میں نے عرض کیا، مولا! ان کا جانشین کون ہوگا؟..... آپ نے فرمایا، ان کا فرزند محمدؑ....... راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ میں مانتا ہوں اور مجھے تسلیم ہے۔......... آپ نے مزید ارشاد فرمایا؛ ہاں، کتابِ امیر المومنینؑ میں تمھارے متعلق ایسا ہی لکھا پایا ہے۔ اور پھر تم میرے شیعوں کے لیے اندھیری رات میں بجلی کی چمک سے بھی زیادہ روشن بھی تو ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے محمد سنو! مفضل تو میرے لیے باعثِ اُنس و راحت ہے، اور تم، ہم دونوں کے لیے باعثِ انس و راحت ہو۔ جہنم پر حرام ہے کہ وہ تم کو تا ابد چھو بھی سکے۔

(عیون الاخبار الرضا ج ۱ ص ۳۲-۳۳)

ارشاد ص ۲۸۷، غیبۃ طوسی ص ۲۷ اور اصولِ کافی ص ۳۱۹ جلد ۱، میں ابن سنان سے اسی کے مثل روایت درج ہے۔

(۲۸) آپ کے متعلق تحریری نص

حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو صاحبزادوں اسحاق اور علی کا بیان ہے کہ وہ دونوں مکہ میں عبدالرحمٰن کے پاس اُس سال گئے جس سال حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اُن دونوں کے پاس حضرت ابوالحسن (موسیٰؑ بن جعفر) علیہ السلام کا ایک خط تھا جو خود اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس میں بہت سی باتوں کا حکم تھا۔ ان دونوں نے اُس سے جا کر کہا کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے اس تحریر کے ذریعے سے ان باتوں کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اگر اس کے پاس آنحضرتؐ کی کوئی چیز ہو

تو وہ اُن کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کے حوالے کر دیں اس لیے کہ وہ اُن کے جانشین اور اُن کے اُمور کے انجام دہندہ ہیں۔ اور یہ یوم تعزلیعنی ۱۲ ذی الحجہ کے دن کی بات ہے۔ اور حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) کی گرفتاری کو تقریباً پچاس دن گذر چکے تھے اور اپنے اس بیان پر اسحاق اور علی نے بحیثیت گواہ کے حسین بن احمد المنقری اور اسمٰعیل بن عمر اور حسان بن معاویہ اور حسین بن محمد صاحب الختم کو پیش کیا کہ واقعاً حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰؑ (الرضاؑ) اپنے پدر بزرگوار کے وصی ہیں اور اُن کے جانشین ہیں۔ چنانچہ ان میں سے دو حضرات نے تو اس امر کی گواہی دی اور دو نے یہ کہا کہ اُن کے جانشین اور وکیل ہیں اور یہ گواہی حفص بن غیاث[1] قاضی کی عدالت میں قبول کر لی گئی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹)

(۲۹) ـــــــ بکر بن صالح کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے ایک صاحبزادے ابراہیم سے پوچھا کہ اپنے پدر بزرگوار کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے ..... اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ زندہ ہیں: میں نے پھر پوچھا، تمھارا اپنے بھائی ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ کے متعلق کیا خیال ہے، وہ کیسے شخص ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ نہایت سچے اور ثقہ ہیں: میں نے عرض کیا، لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ تمھارے والد وفات پا گئے: اُنھوں نے جواب دیا کہ آنحضرتؑ کو زیادہ علم ہے۔ پھر سے کہو وہ کیا فرماتے ہیں: میں نے دوبارہ مذکور جملہ دہرایا: پھر انھوں نے یہی جواب دیا کہ آنحضرتؑ کو زیادہ علم ہے: میں نے پھر دریافت کیا کہ آپکے والد بزرگوار نے کسی کو کوئی وصیت کی ہے؟ کہا ہاں: میں نے پوچھا کس کو وصیت فرمائی ہے؟: کہا، کہ ہم میں سے پانچ افراد کو اور اُن میں سب سے مقدم حضرت علیؑ (ابن موسیٰؑ (الرضاؑ) ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹-۴۰)

(۳۰) ـــــــ داؤد زربی کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کا کچھ مال تھا۔ آپؑ نے ایک آدمی کو بھیج کر کچھ منگوا لیا اور کچھ میرے پاس ہی رہنے دیا اور یہ فرمایا کہ اب جو میرے بعد (جانشین) آئے گا، وہ لبقیہ مال تم سے طلب کرے گا، اس لیے کہ وہی تمھارا امام ہوگا۔ جب آنحضرتؑ وفات پا گئے تو آپؑ کے فرزند علی ابن موسیٰؑ (الرضاؑ) نے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ وہ مال جو تمھارے پاس باقی ہے جو فلاں فلاں اشیا ہیں، میرے پاس بھیج دو...... چنانچہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں آپؑ کے پاس بھیج دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

---

[1] یہ وہی ابو عمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ نخعی ہے جو قاضی کوفہ تھا اور اگرچہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی صحبت میں رہ چکا تھا لیکن عامہ میں سے تھا، ہارون رشید نے پہلے اس کو بغداد شرقی کا قاضی مقرر کیا پھر وہاں سے ہٹا کر کوفہ کا قاضی بنا دیا تھا اس کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ نجاشی (ص ۱۰۳) کا بیان ہے کہ اسکی ایک کتاب ہے جسمیں تقریباً ۱۷۰ احادیث مرقوم ہیں۔ اور اس کے عامہ میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قاموس الرجال ص ۳۶۴ جلد ۳۔ اس کے متعلق مروی ہے کہ جب کوئی شخص کسی یتیم بچی سے عقد کرنا چاہتا تھا تو یہ اس بچی کے ولی سے کہتا تھا کہ پہلے تم جا کر اس کا عقیدہ معلوم کرو۔ اگر پتہ چلتا کہ وہ شخص رافضی ہے تو عقد نہیں پڑھتا تھا۔

(۳۱) ـــــ علی ابن یقطین کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت ابوالحسنؑ (موسیٰ بن جعفرؑ) نے اپنے فرزند علیؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے علی بن یقطین! میری اولاد میں سب سے زیادہ فقیہ اور صاحب علم یہی ہیں، میں نے اپنی کنیت بھی اِن کو دے دی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۲) ـــــ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرتؑ (امام موسیٰ بن جعفرؑ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرا فرزند علیؑ میری اولاد میں سب کا سردار ہے میں نے اپنی کنیت ان کو دیدی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۳) ـــــ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفرؑ) کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے فرزند علیؑ تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا، یہ میری اولاد میں سب کے سردار ہیں۔ میں نے اپنی کنیت اِن کو دیدی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۴) ـــــ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفرؑ) سے عرض کیا۔ کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، میری دستگیری فرمائیں اور مجھے جہنم سے نجات دلائیں اور یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟ تو آپ نے اپنے فرزند حضرت ابوالحسن (علیؑ ابن موسیٰ "الرضاؑ") کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارے امام ہوں گے۔
(ارشاد ص۲۸۵۔ کافی جلد ا ص۳۱۲، الغیبۃ طوسی ص۲۷)

(۳۵) ـــــ محمد بن اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن اوّل (موسیٰ بن جعفرؑ) سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھ سے یہ نہ ارشاد فرمائیں گے کہ ہم آپ کے بعد اپنا دین کس سے لیں؟... تو آپ نے ارشاد فرمایا، یہ ہیں میرے فرزند علیؑ۔ میرے پدر بزرگوار نے ایک مرتبہ میرا ہاتھ پکڑا اور روضۂ رسولؐ پر لے گئے اور فرمایا، اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم تمھیں زمین پر خلیفہ بنانے والے ہیں اور اللہ جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا فرماتا ہے۔ (ارشاد۔ کافی۔ غنیۃ طوسی ص۲۷)

(۳۶) ـــــ نعیم قابوسی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) نے فرمایا کہ میرے فرزند علیؑ میری اولاد میں سب سے بڑے ہیں اور میرے نزدیک سب سے بہتر ہیں اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ وہ میرے ساتھ جفر کا مطالعہ کرتے ہیں اور نبی یا وصی کے علاوہ کوئی اور جفر کو نہیں دیکھ سکتا۔
(ارشاد ص۲۸۵۔ کافی جلد ا ص۳۱۲، غنیۃ طوسی ص۲۸)

(۳۷) ـــــ حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) قیدخانہ میں تھے اُن کے پاس سے ہم لوگوں کے پاس ایک لوح آئی جس پر تحریر تھا کہ "میرا عہدہ و منصب میری سب سے بڑی اولاد کے پاس ہے، انھیں لازم ہے کہ وہ یہ یہ کام انجام دیں۔ اور فلاں شخص سے کچھ نہ لیں جب تک کہ میں تم سے آکر ملوں یا فوت ہو جاؤں۔ (ارشاد ص۲۸۶۔ کافی ص۳۱۳، غنیۃ طوسی ص۲۸)

(۳۸) ـــــ سلیمان بن داؤد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیمؑ (موسیٰ بن جعفرؑ) سے عرض کیا کہ

مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہو جائے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکوں، اس لیے ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے ؟ .... آپ نے ارشاد فرمایا، میرے فرزند (فلاں) یعنی حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام۔ (ارشاد ص۲۸۶۔ کافی جلد ۱ ص۳۱۳، غیبۃ طوسی ص۲۹)

(۳۹) ـــــــ نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پدرِ عالی قدر سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟ تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ آپ ہوں گے۔ اب آپ بھی ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے (امام) کون ہوں گے ؟ ..... آپ نے فرمایا کہ میرے فلاں فرزند۔ (ارشاد ص۲۸۶ کافی ص۳۱۳، غیبۃ طوسی ص۲۹)

(۴۰) ـــــــ داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں کچھ مال لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے اس میں سے کچھ لے لیا، اور کچھ چھوڑ دیا۔۔ میں نے عرض کیا، خدا آپ کو سلامت رکھے، یہ آپ نے میرے پاس کیوں چھوڑ دیا ؟ آپ نے فرمایا، اس کو امرِ امامت کا مالک تم سے خود ہی طلب کرے گا۔ پس جب آپ کے وفات کی خبر آئی تو حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام نے میرے پاس آدمی بھیجا اور وہ مال مجھ سے طلب فرمایا جو میں نے انھیں دے دیا۔ (ارشاد ص۲۸۷، کافی جلد ۱ ص۳۱۳، غیبۃ طوسی ص۲۹)

رجال کشی ص۲۲۵ پر بھی ضحاک سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۴۱) ــــ ہر امام اپنے وقت کا قائم ہوتا ہے

حسن بن حسن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا میں آپ سے کچھ دریافت کروں ؟ آپ نے فرمایا، اپنے امام سے دریافت کرو۔ میں نے عرض کیا، آپ کا مقصود کون ہیں؟ میں تو آپ کے سوا کسی دوسرے کو امام نہیں جانتا..... آپ نے فرمایا کہ وہ میرے فرزند علیؑ ہیں، میں نے انھیں اپنی کنیت بھی دے دی ہے..... میں نے عرض کیا مولا، مجھے جہنم سے نجات دلائیے۔ آپ کے پدرِ عالی قدر حضرت ابوعبداللہ (جعفرؑ صادق) نے تو فرمایا تھا کہ آپ اس امرِ امامت کے قائم ہیں۔... آپ نے فرمایا کہ (انھوں نے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے) کیا میں قائم نہیں رہا ؟...... اس کے بعد فرمایا۔ اے حسن سنو! ہر امام جب تک اپنی اُمت میں رہتا ہے وہ اپنی اُمت میں قائم ہی رہتا ہے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے بعد آنے والا امام قائم اور حجتِ خدا بن جاتا ہے اور اپنی وفات تک قائم رہتا ہے۔ اس طرح ہم میں سے ہر امام قائم ہے۔ لہٰذا آج تک وہ تمام معاملات جو تم ہم سے کرتے تھے وہ اب میرے فرزند علیؑ سے کرنا۔

خدا کی قسم، میں نے یہ کام خود سے نہیں کیا ہے بلکہ اللہ نے یہ برِ بنائے محبت کیا ہے۔

(غیبۃ طوسی ص۳۰-۲۹)

(۴۲) خوش قسمتی کی علامت

موسیٰ بن بکر کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ (میرے پدر بزرگوار) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص خوش قسمت ہے جو اُس وقت تک نہ مرے جبتک اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہ دیکھے۔ پھر آپ نے اپنے فرزند علیؑ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اللہ نے میرے ہی نفوس میں سے اِن کو میرا جانشین دکھایا۔ (غنیۃ طوسی ص۳)

(۴۳) اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ سلسلۂ امامت منقطع ہو

ہارون بن خارجہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ہارون بن سعید عجلی نے کہا کہ وہ اسمٰعیل تو مر گئے جن کی طرف تم لوگ اپنی گردنیں موڑ موڑ کر دیکھا کرتے تھے۔ اور جعفر صادقؑ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ کل فوت ہو جائیں یا پرسوں۔ پھر تم لوگ بلا امام کے رہ جاؤ گے۔ ..... میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیا جائے ..... لیکن جب میں نے اس کا تذکرہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ..... افسوس، افسوس، خدا کی قسم اللہ کو یہ منظور نہیں کہ اس امر امامت کا سلسلہ منقطع ہو جائے تا وقتیکہ روز و شب کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔۔ اچھا اب جب بھی اس کو دیکھو تو کہدینا کہ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ موجود ہیں اور ان کے بعد انشاء اللہ ان کا فرزند جانشین ہو گا۔ (غنیۃ طوسی ص۳۰)

(۴۴) صاحب الامر اسی نسل سے ہونگے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارا صاحب الامر ظہور کرے گا جو اِن ہی کی نسل سے ہو گا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی طرف اشارہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اُس وقت زمین عدل سے اسی طرح بھر جائے گی جس طرح ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور اُن کے لیے دنیا کی حکومت واضح و روشن ہو گی۔

(غنیۃ طوسی ص۳۰)

(۴۵) علی بن جعفر کی گواہی

ابن فضال سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں نے علی بن جعفرؑ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں اپنے بھائی موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس تھا (اور بخدا وہ یقیناً زمین پر میرے پدر بزرگوار کے بعد حجتِ خدا تھے) کہ اسی اثناء ان کے فرزند حضرت علی بن موسیٰؑ (الرضاؑ) نظر آئے تو آپ نے فرمایا، اے علی اب یہ تمھارے امام ہوں گے اور ان کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھ کو میرے والدِ بزرگوار سے تھی۔ اللہ تم کو اِن کی اطاعت

پر قائم رکھے ..... یہ سُن کر میں رونے لگا اور دل میں کہا کہ واللہ یہ اپنی وفات کی خبر سُنا رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے فرمایا، اے علی! (صبر کرو) میرے لیے اللہ کی طرف سے جو مقدر ہو چکا ہے وہ ضرور ہو گا، اور میرے سامنے تو حضرت رسولِ مقبولؐ، حضرت امیر المومنینؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ علیہم السلام کی مثالیں موجود ہیں۔ اور یہ واقعہ (ہارون رشید کا) حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دوبارہ قید کرنے سے تین دن پہلے کا ہے۔ (غیبتہ طوسی ص ۳۱)

(۴۶) جسم میں شکر کی کمی کی علامت (نیند کی زیادتی ہے)

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ سے عرض کیا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار نے تو اپنے بعد اپنے جانشین کی نشاندہی فرما دی تھی۔ کاش آپ بھی نشاندہی فرما دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آپ نے میرا شانہ پکڑ کر ہلایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں کرتا کہ کسی قوم کی ہدایت کرنے کے بعد اُسے گمراہی میں چھوڑ دے۔ وہ ان باتوں کو واضح کر دیتا ہے جس سے ان کو پرہیز کرنا چاہیے۔ ..... راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں میں اونگھنے لگا، جس پر آپ نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ نیند کی زیادتی مناسب نہیں ہوتی۔ یہ جسم میں شکر کی کمی کی علامت ہے۔ (تفسیرِ عیاشی جلد ۲ ص ۱۱۵)

(۴۷) کتابِ جفر کا مطالعہ

نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن (موسیٰؑ بن جعفرؑ) کے بیت الشرف پر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا۔ کہ دفعتاً آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک حجرے کی طرف لے گئے، جیسے ہی آپ نے دروازہ کھولا تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے علیؑ (الرضا) اس کے اندر تشریف فرما ہیں اور ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا، اے نصر! تم ان کو پہچانتے ہو؟ ..... میں نے عرض کیا جی ہاں، یہ آپ کے صاحبزادے علیؑ ہیں۔ ..... پھر فرمایا اے نصر! جانتے ہو یہ کون سی کتاب ہے جس کا یہ مطالعہ کر رہے ہیں۔؟ ..... میں نے عرض کیا! نہیں۔ ..... فرمایا، یہ وہ کتابِ جفر ہے جس کو نبی یا وصیٔ نبی کے ماسوا، کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

حسن بن موسیٰ کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد میری جان کی قسم نصر کو حضرت ابوالحسنؑ کی وفات تک اُن کی امامت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۴)

(۴۸) حسن بن موسیٰ کا بیان ہے کہ نشیط اور خالد یہ دونوں حضرت ابوالحسنؑ موسیٰؑ بن جعفرؑ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حسن نے یحییٰ بن ابراہیم سے، اُنھوں نے نشیط سے اور اُنھوں نے خالد جوانؑ سے

لہ: خالد جوان کا پورا نام خالد بن نجیح جوان ہے۔ جون، وہ ٹوکری ہے جس پر چمڑا منڈھا ہوا ہو۔ (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

سن کر بیان کیا کہ جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت میں لوگوں کا اختلاف ہوا، تو میں نے خالد سے کہا۔ دیکھتے ہو کہ ہمارے درمیان کیسا اختلاف رونما ہوا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ خالد نے جواب دیا کہ حضرت ابوالحسنؑ (موسیٰ بن جعفرؑ) نے خود فرمایا تھا کہ میرا عہدہ و منصب میرے فرزند علیؑ کو ملے گا، کیونکہ وہ میری اولاد میں سب سے بڑے، سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں۔ (رجال کشی ص ۳۸۴)

(۴۹) ــــ داؤد بن فرقد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ: مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، اب تو آپ مجھے دروازہ (علم) کا پتہ دے دیجیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے حضرت ابوالحسنؑ (علیؑ بن موسیٰؑ) علیہ السلام کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا دیکھو یہ میرے بعد تمھارے امام ہیں۔

(نوٹ) اس کے علاوہ کچھ نصوص امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق، نصوص کے ذیل میں اور بابِ وصیت میں گذر چکی ہیں۔

ل (گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

عطر فروش کا ڈبہ۔ کتب رجال میں اس لفظ کے مختلف نسخے ملتے ہیں۔ چنانچہ رجال کشی میں یہ لفظ الحواز یا الحوار مرقوم ہے۔ اور یہ صریحاً غلط ہے۔ ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں اس کی تصریح کر دی ہے۔

بہر حال یہ شخص یعنی خالد جوان صاحب ارتفاع لوگوں میں سے تھا جیسا کہ رجال کشی ص ۲۷۶ پر اس کی صراحت موجود ہے۔

بصائر الدرجات میں اپنے اسناد کے ساتھ خالد بن نجیح جوان سے روایت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوا اور اپنا سر ڈھانپ کر ایک طرف ایک گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا، تم لوگوں پر وائے ہو کہ تم اس قدر غافل اور ناقدر شناس ہو کہ عالمین کے رب سے باتیں کر رہے ہو۔ کہ اتنے میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھے پکار کر کہا۔ اے خالد تجھ پر وائے ہو، خدا کی قسم میں اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق میں سے ہوں میرا بھی رب ہے جسکی میں عبادت کرتا ہوں اگر میں اسکی عبادت نہ کروں تو بخدا وہ مجھے جہنم میں ڈالدے گا۔ خالد کہتا ہے یہ سنکر میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم اب میں تا ابد ایسا نہیں کہونگا بلکہ وہی کہونگا جو آپ نے اپنے متعلق فرمایا ہے۔

بحار الانوار

باب ۳

شانِ امامت و معجزات

(۱) ریّان کے دل کی بات زبانِ امامت پر

ریّان بن صلت کا بیان ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوا اور معمر سے کہا، اگر تم مناسب سمجھو تو میرے آقا تک میری یہ درخواست پہونچا دو کہ آنجناب مجھے اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس اور آپؑ کے دراہم میں سے (جو آنجناب کے نامِ نامی سے جاری ہوتے ہیں) چند درہم عطا فرمادیں۔ چنانچہ معمر نے مجھے بتایا کہ میں جب آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ خود حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے معمر! کیا ریّان نے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے کہ میں اُسے اپنے ملبوسات میں سے کوئی ملبوس اور اپنے نام والے درہموں میں سے چند درہم اس کو دے دوں؟ ...... معمر کہتا ہے کہ یہ سُن کر میں نے عرض کیا سُبحان اللہ، ابھی ابھی درِ دولت پر وہ یہی تو کہہ رہا تھا...... راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر آنجناب مسکرائے۔ پھر فرمایا، مومن با توفیق ہوتا ہے..... اچھا اُس کو بُلا لاؤ.. معمر نے مجھے آنجناب کے پاس حاضر ہونے کی خوش خبری سُنائی...... میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا.... آنجناب نے جوابِ سلام دیا۔ پھر اپنے ملبوسات میں سے دو لباس منگوا کر مجھے عطا فرمائے اور جب میں چلنے کے لیے اُٹھا تو آپ نے تیس درہم میرے ہاتھ پر رکھدیے۔ (قرب الاسناد ص ۱۹۸)

• کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۲ اور رجال کشی ص ۴۵۷ نمبر ۲۱۴ پر بھی معمر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲) عبداللہ محمد ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون رشید کے پاس گیا۔ اُس نے مجھے بٹھایا اور جو لوگ اُس وقت اُس کے پاس تھے سب کو رخصت کر دیا، پھر کھانا منگوایا اور مجھے کھانا کھلایا اور مجھ سے دلجوئی کی باتیں کیں، پھر سامنے پردہ کھینچنے کا حکم دیا۔ جب پردہ کھینچ دیا گیا تو آگے بڑھا اور پسِ پردہ جو مستورات تھیں اُن میں سے کسی ایک سے کہا، "برائے خدا وہ طوس والا شعر سنانا"۔ تو اُس نے وہ شعر پڑھنا شروع کر دیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ طوس کو سدا شاد و آباد رکھے اور عترتِ رسولؐ میں سے اُس ذات کو بھی جس نے ہمیں غمگین چھوڑا اور یہاں آکر مقیم ہو گیا۔"

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مامون رویا اور مجھ سے کہا، اے عبداللہ کیا ہمارے اور تمھارے خاندان والے ہمیں اس پر بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ہم نے ابوالحسنؑ الرضا کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا؟... اچھا سُنو! خدا کی قسم میں تمھیں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے تمھیں بھی حیرت ہوگی اور وہ یہ کہ میں ایک دن اُن کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ "فرزندِ رسولؐ! میں آپ پر قربان۔ آپ کے آباء واجداد موسیٰؑ و جعفرؑ و محمدؑ و علیؑ

ابن الحسینؑ کے پاس قیامت تک جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہونے والا ہے ان سب کا علم تھا، آپ بھی انھیں حضرات کے وصی اور وارث ہیں اور آپ کے پاس اُن کا علم ہے۔ آج مجھے آپ سے ایک ضرورت درپیش ہے ...... آپ نے فرمایا، بتاؤ وہ کیا ضرورت ہے؟ ...... میں نے کہا، یہ ایک میری بہت پسندیدہ کنیز ہے اور میں اپنی تمام کنیزوں میں سے کسی کو اس پر ترجیح نہیں دیتا۔ صورت یہ ہے کہ وہ کئی مرتبہ حاملہ ہوئی مگر اس کا حمل ہر بار ساقط ہوگیا۔ اب بھی وہ حاملہ ہے آپ اس کے لیے کوئی ایسا علاج بتائیں جس سے اس کا حمل سلامت رہے ...... آپ نے فرمایا کہ تم اسقاط سے نہ ڈرو حمل سلامت رہے گا اور اس کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اپنی ماں سے مشابہ ہوگا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک زائد انگلی ہوگی جو خود سے اُٹھ نہ سکے گی (جھولتی لٹکتی ہوئی ہوگی) اور اس کے بائیں ہاتھ میں بھی ایک چھوٹی زائد انگلی ہوگی اور وہ بھی اسی طرح لٹکتی ہوئی ہوگی ..... تو میں نے اپنے دل میں کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ، اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

چنانچہ وقتِ حمل پورا ہونے پر اس کنیز کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو واقعاً اپنی ماں سے مشابہ تھا اور حضرت علی رضا علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اس کے زائد چھوٹی انگلیاں موجود تھیں۔ اب تمھیں بتاؤ کہ اس ولیعہدی کی تقرری پر مجھے کون ملامت کرے گا .... یہ حدیث طویل ہے ہم نے اس کا کچھ حصّہ حذف کردیا ہے .... اور نہیں ہے قوّت و طاقت مگر صرف اللہ کے پاس اور وہی بلندی و عظمت والا ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۲۴)

(۳) ـــــــ عمیر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسنؑ رضا کی خدمت میں تھا وہاں محمد بن جعفر کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے لیے یہ طے کرلیا ہے کہ میں اور وہ کبھی ایک گھر کی چھت کے سائے میں جمع نہ ہوں گے ...... راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ ہمیں تو اپنے اعزّہ کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہیں مگر خود اپنے چچا کے لیے یہ کہہ رہے ہیں۔ ..... ابھی میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ آپ نے میری طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ ہاں، ہاں، یہی نیکی اور حسنِ سلوک ہے۔ جب وہ میرے پاس آتے اور ملاقات کرتے ہیں تو یہاں سے جاکر جو کچھ میرے متعلق کہتے ہیں لوگ اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اب جبکہ نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں اُن کے پاس جاؤں گا تو جو کچھ بھی وہ کہیں گے لوگ اس کو نہیں مانیں گے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۰۴)

(۴) ـــــــ یقطینی کا بیان ہے کہ محمد بن عبداللہ طاہری نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس میں اس نے اپنے چچا کی شکایت تحریر کی، کہ وہ حکومت کا ملازم ہے اور بدعنوانی و تلبیس سے کام لے رہا ہے اور اس کی وصیّت کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے ..... حضرت امام رضا علیہ السلام نے جواب تحریر فرمایا .... اب رہ گیا وصیّت کا معاملہ تو تمھیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔

محمد بن عبد اللہ بہت مغموم اور متفکر ہوا، اور اس نے خیال کیا کہ (اگر اس نے وصیت کردی تو) اس سے وصول کرلیا جائے گا۔ مگر وہ بیس ہی دن کے بعد مر گیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۴)

(۵) ـــــ محمد بن عبید اللہ قمی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور سخت پیاسا تھا لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ پانی مانگوں۔ تاہم آپ نے از خود پانی منگوا کر پہلے خود چکھ لیا اس کے بعد مجھے دیا اور فرمایا، اے محمد! لو یہ ٹھنڈا پانی ہے۔ میں نے بخوشی پی لیا۔ (عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۰۴)

(۶) ـــــ محمد بن داؤد کا بیان ہے۔ میں اور میرے بھائی دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اسی اثناء ایک شخص یہ خبر لایا کہ محمد بن جعفر کے جبڑے بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ کے ہمراہ ہم بھی اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ واقعاً خبر صحیح تھی۔ اسحاق بن جعفر اور ان کی اولاد اور آلِ ابو طالبؑ کے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام ان کے بالین سر بیٹھ گئے۔ اور اُن کے چہرے کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔۔۔۔۔ یہ بات حاضرین کو بہت ناگوار ہوئی، بلکہ بعض نے تو کہہ بھی کہ یہ اپنے چچا پر طنزیہ مسکرا رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لے گئے دورانِ راہ میں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں آپ پر نثار۔ جس وقت آپ متبسم تھے حاضرین میں سے کچھ لوگ آپ کے متعلق نازیبا گفتگو کرنے لگے جو ہمیں بری محسوس ہوئی۔۔۔۔۔۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا تبسم تو اسحاق کے گریہ کرنے پر تھا، اس لیے کہ وہ محمد بن جعفر سے پہلے مر جائے گا اور خود محمد بن جعفر اس کی موت پر گریہ کریں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ محمد تو رُوبصحت ہو گئے اور اسحاق کا انتقال ہو گیا۔ (عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۰۶)

• نجم۔ محمد بن جریر طبری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابوالحسن بن موسیٰؑ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

(۷) ـــــ یحییٰ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ میرے والد شدید بیمار ہوئے تو حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہاں میرے چچا اسحاق بیٹھے ہوئے گریہ کر رہے تھے۔ آنحضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، تمھارے چچا کیوں گریہ کر رہے ہیں؟۔۔۔۔ میں نے عرض کیا، ان کو محمد بن جعفر کی موت کا ڈر ہے۔ اور اِن کا جو حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔۔۔۔۔۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، غم نہ کرو محمد بچ جائیں گے اور اسحاق اِن سے قبل عنقریب ہی انتقال کر جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میرے والد تو روبصحت ہو گئے اور اسحاق انتقال کر گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۷)

• مناقب جلد ۳ ص ۳۴۸ میں بھی اسی کے مثل ایک مرسل روایت مرقوم ہے

(۸) ـــــ اسحاق بن موسیٰؑ کا بیان ہے کہ جب میرے چچا محمد بن جعفر نے مکہ میں خروج کیا اور اپنی طرف لوگوں کو دعوت دی اور امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کی خلافت پر بیعت کرلی گئی تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُن کے پاس گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔۔۔۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ چچا جان آپ اپنے پدر بزرگوار اور اپنے

بھائی کی تکذیب نہ کریں۔ آپ کی یہ امارت بے جان ہے۔ اِس کے بعد میں حضرتؑ امام رضاؑ کے ہمراہ مدینہ پہونچا۔ ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ جلودی آپہونچا، دونوں کا مقابلہ ہوا، ان کو شکست ہوئی اور جلودی سے امان کی درخواست کی، سیاہ لباس پہنا، منبر پر گئے اور خود ہی دعویٰ امارت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ حکومت مامون رشید کی ہے اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ پھر وہاں سے نکل کر خراسان چلے گئے اور جرجان میں انتقال کیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۷)

• (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۴ پر دلائلِ حمیری سے اسی کے مثل مرسلہ روایت ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اُن کا انتقال مرو میں ہوا۔)

(۹) ______ معمر بن خلّاد کا بیان ہے کہ ریّان بن صلت کو فضل بن سہل نے خراسان کے کسی شہر میں بھیجا تھا۔ اُنھوں نے مجھ سے مرو میں کہا کہ میری درخواست ہے کہ آپ حضرت علی ابن موسیٰ (الرضاؑ) سے میرے لیے حاضری کی اجازت مانگیں۔ میری خواہش ہے کہ آنحضرتؑ اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس مجھے عنایت فرمادیں اور آنحضرتؑ کے نام کا جو سکّہ جاری کیا گیا ہے اس میں سے چند عطا فرمادیں۔ معمر کا بیان ہے کہ:

میں خدمتِ حضرت امام رضا علیہ السلام میں حاضر ہوا اور ابھی میں کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے از خود یہ ارشاد فرمایا کہ ریّان بن صلت ہمارے پاس آنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس اس کو دے دوں اور اپنے نام کے سکّوں میں سے کچھ اسے عطا کروں، میں نے اُس کو اجازت دی۔ .... الغرض جب ریّان بن صلت حاضر ہوا اور سلام کیا۔ تو آپ نے اُس کو اپنے ملبوسات میں سے دو لباس اور اپنے نام کے سکّوں میں سے چند سکّے اس کو عطا کیے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۷)

مناقب جلد ۴ ص ۳۴۰ میں بھی معمر سے اسی کے ہم مضمون روایت ہے۔

(۱۰) ______ رجال کشی ص ۴۸۵ میں ابن ابی الخطاب سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(۱۱) ______ حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ کا بیان ہے کہ ہم بنی ہاشم کے چند نوجوان حضرت علی ابن موسیٰ (الرضاؑ) کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں اس طرف سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا اور وہ بیچارے بیحد بوسیدہ لباس میں اور بری ہیئت میں تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہم میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنسنے لگے۔ ...... حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (آج تم لوگ اِن کی حالت کو دیکھ کر ہنس رہے ہو مگر) عنقریب دیکھو گے کہ یہ بہت مالدار، حشم وخدم والے ہوجائیں گے۔

چنانچہ آنحضرتؑ کو یہ فرمائے ہوئے ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ والیٔ مدینہ بن گئے اور ان کی حالت بہت ہی اچھی ہوگئی۔ ...... جب وہ ہماری طرف سے گذرتے تو اُن کے ہمراہ دو خواجہ سرا اور بہت سے نوکر چاکر ہوتے۔ (اور یہ جعفر بن عمر بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ تھے۔) (عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۰۸)

• مناقب جلد ۴ ص ۳۳۵ پر بھی یہ روایت منقول ومرقوم ہے۔

(۱۲) ـــــ حسین بن یشار کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ، محمد کو قتل کر دے گا...... تو میں نے عرض کیا، مولا! کیا واقعاً عبداللہ بن ہارون محمد بن ہارون کو قتل کریگا؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ وہ عبداللہ جو خراسان میں ہے۔ وہ اِس محمد بن زبیدہ کو قتل کرے گا جو بغداد میں ہے اور ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ نے محمد کو قتل کر دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۸)

- مناقب جلد ۴ ص ۳۳۵ پر بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۳) ـــــ ابن ابی نجران اور صفوان دونوں کا بیان ہے کہ حسین بن قیاما جو واقفیہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے میرے لیے اذنِ باریابی حاصل کر دیں...... امام علیہ السلام سے اس کے لیے اجازت حاصل کی گئی۔ وہ آپ کے سامنے گیا تو دریافت کیا کہ کیا آپ امام ہیں؟...... آپ نے فرمایا، ہاں...... اُس نے کہا مگر میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ امام نہیں ہیں...... راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آپ گردن جھکائے ہوئے دیر تک خاموش رہے۔ پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، تجھے کس نے بتایا کہ میں امام نہیں ہوں؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام کبھی لاولد نہیں ہو سکتا، اور آپ کا سن اتنا ہو چکا ہے لیکن ابتک کوئی اولاد نہیں ہے...... یہ سن کر آپ دیر تک خاموش رہے اور پھر ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ چند شب و روز ہی میں مجھے اللہ تعالیٰ ایک اولادِ صالح سے سرفراز فرمائے گا۔

عبدالرحمٰن بن ابی نجران کا بیان ہے کہ میں اُسی وقت سے مہینے شمار کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سال بھر کے اندر ہی حضرت ابو جعفر ایسا فرزند عطا فرما دیا۔۔

راوی کا بیان ہے کہ حسین بن قیاما ایک مرتبہ طواف میں کھڑا ہوا تھا تو حضرت ابوالحسن اوّل (حضرت موسیٰ بن جعفرؑ) نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تجھے ورطۂ حیرت میں ڈالے۔ اس کے بعد اُس نے اُنھیں پر توقف کیا۔ (دیگر ائمہ کی امامت کا قائل نہیں رہا۔)

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۹-۲۱۰)

(۱۴) ـــــ موسیٰ بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے مدینہ میں ایک مرتبہ ہرثمہ پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ گویا، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص ہارون رشید کے پاس اُٹھا کر لے جایا جا رہا ہے اور اس کی گردن ماری جا رہی ہے۔ (اور پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۰)

- مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۳۵ پر بھی موسیٰ سے یہی روایت نقل ہے۔
- کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۹ پر دلائلِ حمیری سے منقول موسیٰ ہی سے یہ روایت ہے کہ گرفتار کر کے مرو بھیجا گیا

(۱۵) ـــــــ ابوجیب نباجی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ (ہمارے گاؤں) نباج میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں قیام فرمایا کہ جس میں ہر سال حجاج آکر ٹھہرتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؐ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کے پتّوں کی بنی ہوئی ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔ اُس صیحانی کھجوریں تھیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ آپؐ نے ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور اٹھا کر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ اس خواب کی تعبیر میں نے یہ لی کہ میں ہر کھجور کے مطابق ایک سال (یعنی اٹھارہ سال) زندہ رہوں گا۔

اِس خواب کو دیکھے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے اور میں ایک قطعۂ اراضی کو زراعت کے لیے تیار کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور اُسی مسجد میں قیام فرمایا ہے۔ ...... پھر میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق آپؑ کی زیارت کے شوق میں چلے جارہے ہیں۔ ...... چنانچہ میں بھی زیارت کے اشتیاق میں خدمتِ امامؑ میں جا پہونچا۔ تو دیکھا کہ آپؑ اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے حضرت رسولِ مقبولؐ کو عالمِ خواب میں دیکھا تھا۔ اور ویسی ہی چٹائی پر تشریف فرما ہیں جیسی چٹائی پر آنحضرتؐ کو دیکھا تھا۔ اور آپؑ کے سامنے بھی کھجور کے پتّوں کی ایک ٹوکری رکھی ہے جس میں صیحانی کھجوریں ہیں۔ .... میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا، آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور مجھے اپنے قریب بُلا کر اُن کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور مجھے دیں۔ جب میں نے شمار کیا تو پوری اٹھارہ تھیں۔ ...... میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! کچھ اور عنایت فرمائیں ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ بزرگوار نے اس سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد۲ ص۲۱۰)

• عامۃ المسلمین میں سے ابو عبداللہ حافظ نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن عیسٰی سے اور اُنھوں نے ابوجیب نباجی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۱۶) ـــــــ ریان بن صلت کا بیان ہے کہ جب میں نے عراق جانے کا قصد کیا تو سوچا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے رخصت ہولوں۔ نیز اپنے دل میں یہ بھی سوچا کہ جب زیارت سے مشرف ہوں گا تو آنحضرتؑ کے ملبوسات میں سے ایک لباس مانگ لوں گا تاکہ میں اس کو اپنے کفن کے ساتھ پہنوں اور آپ کے مال میں سے چند درہم۔ تاکہ اُن سے اپنی لڑکیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوا دوں۔ ...... مگر جب رخصت ہونے لگا تو آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور گریہ میں مشغول ہو گیا اور اپنا سوال بھول گیا۔ ... جب میں رخصت ہو کر بیت الشرف سے باہر آنے والا تھا تو آپ نے مجھے آواز دے کر بلایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس تمہارے کفن کے لیے دیدوں اور اپنے

درہموں میں سے کچھ درہم تمھاری بیٹیوں کی انگوٹھیوں کے لیے دے دوں .... میں نے عرض کیا مولا میرے دل میں تو یہ ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے خود ہی مانگ لوں مگر آپ کی جدائی کے غم میں یہ سب بھول گیا...... پھر آپ نے تکیہ اٹھایا اور ایک قمیض نکال کر مجھے عطا فرمائی، اور مصلّے کا ایک گوشہ اُٹھایا اور کچھ درہم نکال کر مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے انھیں شمار کیا تو وہ تیس ۳۰ تھے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۱۱)

(۱۷) ـــــ بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام کی امامت میں شک تھا... میں نے آپ کو عریضہ لکھا اور حاضری کی اجازت چاہی۔ اور یہ بات دل میں رکھے ہوئے تھا کہ جب آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضری دوں گا تو آپ سے تین ایسی آیات کے متعلق دریافت کروں گا جو میری سمجھ میں نہیں آتیں...... بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے اپنے عریضہ کا جواب اِن الفاظ میں موصول ہوا

"ہمیں اور تمھیں اللہ معاف اور درگذر فرمائے۔ تم نے جو اجازت ملاقات کی چاہی ہے۔ فی الحال تمھارے لیے یہ ممکن نہیں کیونکہ ہم تک کسی کا پہونچنا مشکل ہے۔ اُن لوگوں نے اِس پر سخت پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ مگر انشاء اللہ، عنقریب ملاقات ہو سکے گی۔"

پھر آپ نے اپنے خط میں اُن تینوں آیتوں کا مطلب بھی تحریر فرمایا جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ دریافت کروں گا... مگر قسم ہے خدا کی میں نے اپنے خط میں تذکرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن آپ نے جو کچھ اپنے خط میں تحریر فرمایا اُس پر مجھے سخت حیرت ہوئی اور فوری طور پر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ میرا جواب ہے مگر بعد میں مجھے یاد آگیا اور سمجھ گیا کہ جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا وہ میرے دل میں ارادے کا جواب ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۱۲)

• مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صـ ۳۴۶ پر بھی بزنطی سے اسی کے مانند روایت ہے۔

(۱۸) ـــــ بزنطی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس ایک سواری بھیجی میں اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اور وہاں اتنی دیر تک قیام کیا کہ رات ہو گئی بلکہ رات کا ایک حصّہ بھی گذر گیا۔ جب چلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں تم اس وقت مدینہ واپس نہ جا سکو گے۔...

میں نے عرض کیا کہ آپ نے درست فرمایا۔ "میں آپ پر قربان"۔

آپ نے ارشاد فرمایا'... پھر آج کی شب ہمارے پاس ہی بسر کر لو۔ اور کل دن میں اللہ کی حفظ وامان میں چلے جانا...... میں نے عرض کیا بہت بہتر۔ "میں آپ پر قربان"۔..

آپ نے کنیز کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ میرا بستر، اِن کے لیے بچھا دو۔ اور میرا لحاف اس پر رکھ دو۔ اور میرا ہی تکیہ بھی بستر پر رکھ دینا۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج کی شب جو فخر و منزلت اللہ نے مجھے عطا

فرمائی ہے وہ میرے دوستوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی میرے لیے اپنی سواری بھیجی، اس پر میں سوار ہوا، اپنا بستر میرے لیے لگوایا، اپنا لحاف اور تکیہ دیا، یہ بات میرے احباب میں تو کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

بزنطی کا بیان ہے۔ آپ میرے ساتھ تشریف فرما تھے اور میں اپنے دل ہی دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اے احمد سنو! حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک مرتبہ زید بن صوحان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو وہ لوگوں میں اس امر پر فخر کا اظہار کرنے لگا۔ لہٰذا تم اپنے نفس کو فخر و مباحات کی راہ پر مت ڈالنا۔ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے کام لینا۔" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ فرما کر آپ اپنے ہاتھوں کا سہارا لیتے ہوئے اُٹھ گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۲-۲۱۳)

(۱۹) ـــــ یحییٰ بن یشار کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں اُس وقت گیا جب آپ کے پدرِ بزرگوار وفات پا چکے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائی تھیں اُن ہی سے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے اثنائے گفتگو ارشاد فرمایا "اے سماع!" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے عرض کیا مولا میری جان آپ پر قربان، یہ لقب تو بخدا مجھے بچپن میں اس وقت ملا تھا جبکہ میں مکتب میں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سُن کر آپ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۴)

(۲۰) ـــــ محمد بن حفص کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عبدِ صالح ابو الحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے ایک غلام نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم چند آدمی ایک صحرا میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ ہمیں اور ہماری سواریوں کو سخت پیاس کا سامنا ہوا۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ ہمیں اپنی جانوں کا خطرہ لاحق ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ تب ہم سے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "آؤ ہم تمھیں ایک جگہ بتائیں جہاں سے تمہیں پانی دستیاب ہوجائے گا" راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ اُس مقام پر گئے۔ وہاں سے ہمیں وافر مقدار میں پانی بہم ہوگیا یہانتک ہم سب مع سواریوں کے سیراب ہوگئے۔ لیکن وہاں سے روانہ ہونے سے قبل جب دوبارہ اُسی مقام پر اُس چشمہ کو تلاش کرنا چاہا تو دیکھا کہ اُس مقام پر اونٹوں کی مینگنیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا ذکر میں نے قنبر کی اولاد میں سے ایک سے کیا جس کا خیال تھا کہ اس کا سن ایک سو بیس سال کا ہے تو اس قنبری نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا کہ میں بھی اُس قافلہ میں موجود تھا۔ نیز اس قنبری نے یہ بھی کہا کہ یہ واقعہ خراسان جاتے ہوئے پیش آیا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۷)

(۲۱) ـــــ ابن ابی کثیر کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے رحلت فرمائی تو لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو امام تسلیم کرنے میں توقف کیا، اور اسی سال میں حج کے لیے گیا، تو وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے دل ہی دل میں یہ آیت پڑھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ۔" "یہ ہمیں میں سے تو ایک بشر ہیں پھر بھلا ہم ان کی پیروی کریں"
ابھی میں دل میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فوراً حضرت امام رضا علیہ السلام برق رفتاری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا، "میں بخدا ایسا بشر ہوں کہ جس کی پیروی تم پر واجب ہے۔ ...... میں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ ..... آپ نے فرمایا، جاؤ ہم نے معاف کیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۷)

(۲۲) ـــــــ ابو محمد غفاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض کا بھاری بوجھ تھا۔ میں نے سوچا کہ اس قرض کو ادا کرنے والا سوائے میرے مولا و آقا حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ (رضا) کے اور کوئی نہیں ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے مولا کے بیت الشرف پر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ اجازت کے بعد داخلِ بیت الشرف ہوا ..... آپ نے میرے کچھ عرض کرنے سے قبل خود ہی ارشاد فرمایا۔ "اے ابو محمد تمھاری حاجت کا علم مجھے ہو گیا ہے۔ فکر نہ کرو، میں تمھارے قرض کو ادا کر دوں گا۔" ...... پھر جب شام ہو گئی تو افطار کے لئے کھانا آیا اور ہم نے کھانا کھایا ...... اس کے بعد آپ نے فرمایا، اے ابو محمد رات کو یہیں قیام کرو گے یا واپس جاؤ گے؟ ...... میں نے عرض کیا، مولا اگر میری حاجت پوری ہو جائے تو میں واپس ہی جانا چاہوں گا ...... راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرش کے نیچے سے ایک مٹھی رقم نکالی اور مجھے عنایت فرمائی وہ لے کر میں باہر نکلا اور چراغ کے سامنے جا کر دیکھا، تو وہ دینار سرخ تھے اور پہلا دینار جس پر میرا ہاتھ پڑا تھا میں نے اُس کے نقش کو دیکھا تو اُس پر یہ کندہ تھا کہ "اے ابو محمد یہ پچاس دینار ہیں۔ چھبیس ۲۶ دینار سے اپنا قرض ادا کرو اور چوبیس ۲۴ دینار اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لیے رکھنا" ...... اب جب صبح ہوئی تو میں نے وہ دینار جس پر میرے لیے ہدایت کندہ تھی دوبارہ تلاش کیا مگر نہیں ملا، جبکہ دیناروں کی تعداد میں کمی بھی نہیں تھی۔ (یعنی پورے پچاس تھے)۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

• کتاب "الخرائج والجرائح" میں بھی اسی کے مثل محمد ابن عبد الرحمٰن سے روایت ہے، مگر اس میں پچاس کی جگہ پانچسو ہیں۔

(۲۳) ـــــــ حسن ابن موسیٰ بن عمر بن بزیع کا بیان ہے کہ میرے پاس دو کنیزیں تھیں اور دونوں ہی حاملہ تھیں۔ میں نے بذریعہ خط حضرت امام رضا علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں، ان دونوں کے بطن سے اولادِ نرینہ پیدا ہو اور اللہ ہمیں لڑکوں سے نوازے۔ ...... آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ ...... پھر اس کے بعد خود ہی خط تحریر فرمایا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری دنیا و آخرت بخیر فرمائے اور اپنی مہربانی کے زیرِ سایہ رکھے۔ یہ تمام امور اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہ جس کی قسمت میں جو چاہتا ہے مقدر کر دیتا ہے۔ تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور ایک لڑکی (انشاء اللہ) لڑکے کا نام محمد رکھنا، اور لڑکی کا نام فاطمہ۔ اس لیے

کہ یہ اللہ کی عطا کردہ برکت ہے۔ . . . . راوی کہتا ہے کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ یعنی ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

• کتاب دلائلِ حمیری میں اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن بزیع سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۴) ــــــــ حسن بن علی بن فضال سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہ بن مغیرہ نے خبر دی کہ، میں پہلے واقفیہ تھا (یعنی حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی امامت پر توقف کرتا تھا اور حضرت امام رضاؑ کو امام نہیں مانتا تھا) اور اس پر بہت بحث کرتا تھا۔ . . . . . . جب میں مکہ مکرمہ گیا تو دل میں ایک خلش سی پیدا ہوئی اور جا کر ملتزم کو تھاما، پھر دعا کی۔ "پروردگارا! تو میری حاجت اور نیت سے آگاہ ہے تو مجھے اس دین کی طرف ہدایت فرما جو سب سے بہتر ہو"۔ پھر یک بیک میرے دل میں آیا کہ ذرا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں چلوں۔ . . . . . . چنانچہ مدینہ پہونچا اور آپ کے درِ دولت پر جا کھڑا ہوا اور غلام سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ اہلِ عراق میں سے ایک شخص درِ دولت پر حاضر ہے۔ . . . . . تو میں نے خود حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا۔ . . . . "اے عبداللہ بن مغیرہ اندر آجاؤ"۔ جب میں اندر گیا تو آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، "اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور اپنے دین کی طرف تیری ہدایت فرمادی۔ . . . . میں نے یہ سنتے ہی کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی حجت اور اُس کی مخلوقات پر اللہ کے امین ہیں"۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

• کتاب الخرائج والجرائح ص ۲۰۷ اور کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۵ میں ابن مغیرہ اور الاختصار شیخ مفیدؒ ص ۸۳ میں ابن فضال سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۵) ــــــــ وشّار کا بیان ہے کہ عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث نے مجھ سے کہا، تم امام رضا علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ میرے خطوط کو ملاحظہ فرمانے کے بعد چاک کر دیا کریں تاکہ وہ کسی غیر کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

وشّار کا بیان ہے کہ میرے درخواست کرنے سے پہلے ہی خود آپ نے مجھے تحریر فرمایا کہ اپنے ساتھی سے کہدو کہ میں اس کا بھیجا ہوا خط پڑھنے کے بعد پھاڑ دیا کرتا ہوں (وہ مطمئن رہے)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

• کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۶ میں بھی وشّار سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۶) ــــــــ بزنطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں آیا کہ جب میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دوں گا تو دریافت کروں گا کہ آپ کا سن کیا ہے؟ چنانچہ جب میں حاضرِ خدمت ہو کر آپ کے سامنے بیٹھا تو آپ نے میری طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا، تمہارا سن کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا، مولا! میں پر قربان، میرا سن یہ ہے۔ . . . . آپ نے فرمایا، پھر میں تم سے بڑا ہوں۔ کیونکہ میرا

سن بیالیس سال ہے۔ میں نے عرض کیا مولا! میں آپ پر قربان، میرا تو خود ارادہ تھا کہ میں دریافت کروں کہ آپ کا سنِ مبارک کیا ہے۔۔۔ فرمایا، پھر میں نے تم کو بتا بھی تو دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد۲ ص۲۲)

(۲۷) ـــــــ زروان مدائنی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرا عبداللہ ابن جعفرؑ کے متعلق دریافت کرنے کا ارادہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا، اے محمد بن آدم! عبداللہ ہرگز امام نہ تھے۔۔۔۔۔۔ اس طرح آپ نے میرے سوال سے پہلے ہی جواب دے دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد۲ ص۲۲)

- کشف الغمۃ جلد۳ ص۱۳۶ میں بھی دلائل حمیری سے زروان کی یہ روایت منقول ہے۔

(۲۸) ـــــــ یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ہشام عباسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ارادہ تھا کہ میں آپ سے اپنے دردِ سر کے لیے کوئی دعا دم کراؤں گا اور یہ بھی عرض کروں گا کہ آپ اپنے لباسوں میں سے دو لباس عنایت فرمادیں جن کو میں جامۂ احرام کے طور پر استعمال کروں گا۔۔۔۔۔ جب آپ کی خدمت میں پہونچا تو بہت سے مسائل دریافت کیے۔ آپ نے سب کے جوابات عنایت فرمائے اور میں اپنی حاجت کو بھول گیا۔۔۔۔۔۔ جب جانے کے لیے اٹھا اور آپ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔۔۔ میں بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا اور دعا دم کی۔ پھر اپنے لباسوں میں سے دو لباس منگوائے اور مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا۔ یہ لو، ان کو جامۂ احرام کے طور پر استعمال کرنا۔

- نیز عباسی کا بیان ہے کہ میں نے مکۂ مکرمہ میں دو سعیدی لباس اپنے لڑکے کو تحفۃً دینے کے لیے بہت تلاش کئے مگر سارے مکہ میں جیسا میں چاہتا تھا ویسا نہ مل سکا۔ پھر واپسی پر میں مدینہ سے گذرا اور حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب آپ سے رخصت ہو کر چلنے لگا تو آپ نے ۲ دو سعیدی لباس پھولدار، جیسا میں چاہتا تھا عنایت فرمائے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد۲ ص۲۲)

- کتاب الخرائج والجرائح ص۲۰۶ میں اور کشف الغمۃ جلد۲ ص۱۳۸ عباسی سے اسی کے مثل روایت منقول ہے۔

(۲۹) ـــــــ حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوالحسن رضاؑ کے ساتھ آپ کی زمینوں پر جانے کے لیے نکلے، مطلع بالکل صاف تھا بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب ہم آگے بڑھے تو آپ نے دریافت فرمایا، تمھارے پاس برساتی وغیرہ ہے؟۔۔۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا، حضور! برساتی وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ بادل کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے اور نہ بارش کا خطرہ ہے۔۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو برساتی لے لی ہے اور تم لوگ عنقریب بھیگ جاؤگے۔۔۔۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک طرف سے بادل اٹھے اور اچانک بارش ہونے لگی۔ باوجود بہت

کوشش کے ہم سب بھیگ گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۲۱)

(۳۰) ــــــــ موسیٰ بن مہران کا بیان ہے کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا کہ آپ میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں (وہ بیمار ہے)۔۔۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، کہ اللہ نے تجھے ایک صالح بیٹا دیا۔ تو وہ لڑکا جو بیمار تھا مر گیا، لیکن اس کے یہاں ایک دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد۲ ص۲۲۱)

(۳۱) ــــــــ محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ جب میں بطن مُر میں اُترا تو میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کا مرض لاحق ہو گیا اور اسی حالت میں مدینہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، کیا بات ہے؟ میں تمھیں کسی درد میں مبتلا پا رہا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ جب میں بطن مُر میں پہونچا تو وہاں میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہو گئی۔۔۔۔ آپ نے میرے پہلو کی طرف جہاں درد تھا اشارہ کیا اور کچھ پڑھ کر دم کیا، پھر اپنا لعابِ دہن اس پر لگا دیا، اور فرمایا اب اس جگہ کی تکلیف سے مطمئن رہو۔۔۔ اس کے بعد میرے پاؤں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ: حضرت ابوجعفر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے دوستوں میں سے اگر کوئی دوست کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور صبر کرے تو اللہ اُس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار شہیدوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔۔۔۔۔۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم اب تو زندگی بھر میرا یہ پاؤں اچھا نہ ہوگا۔۔۔۔۔۔ ہشیم کا بیان ہے کہ پھر وہ عمر بھر اس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتا رہا، یہانتک کہ مر گیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۲۱)

(۳۲) ــــــــ حسن بن راشد کا بیان ہے کہ جب میں درختوں کے پھلوں پر (جو یکجا اکٹھے کیے گئے تھے) گیا تو قبل اس کے کہ میں کاغذات کو دیکھوں یا اس کی طرف توجّہ دوں، میرے پاس حضرت امام رضاؑ کا آدمی پہونچا کہ "بہی کھاتہ فوراً بھیجو" مگر میری قیام گاہ پر کوئی بہی کھاتہ اصلاً نہیں تھا میں نے کہا، مجھے تو معلوم نہیں کہ کوئی بہی کھاتہ بھی ہے تاہم تلاش کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔ میں نے اِدھر اُدھر تلاش کیا مگر نہ ملا۔ جب حضرت کا آدمی واپس جانے لگا تو میں نے کہا، ذرا ٹھہرو!۔۔۔۔۔ جب میں نے کچھ پھلوں کو ہٹا کر دیکھا تو وہ بہی کھاتہ مل گیا جس کا مجھے بالکل علم نہ تھا لیکن اتنا علم اور یقین ضرور ہو گیا کہ جب حضرت طلب فرما رہے ہیں تو یقیناً موجود ہوگا، اسی وجہ سے میں نے تلاش پر توجّہ دی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد۲ ص۲۲۱-۲۲۲)

(۳۳) ــــــــ ابو محمد مصری کا بیان ہے کہ جب ابوالحسن امام رضا علیہ السلام (بغداد) تشریف لائے تو میں نے ایک عریضہ کے ذریعے سے آپ سے بغرض تجارت مصر جانے کی اجازت چاہی۔ تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ابھی کچھ دنوں، جبتک اللہ کی مشیّت ہو ٹھہرو۔۔۔۔۔۔۔ میں دو سال تک ٹھہرا رہا، جب تیسرا سال آیا تو میں نے پھر عریضہ تحریر کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اس کے جواب میں

تحریر فرمایا۔۔۔ جاؤ، اللہ تمھیں مبارک کرے، اللہ نے تمھارا کام بنادیا، اِس لیے کہ حالات بدل گئے ہیں۔۔۔۔۔۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں مصر گیا اور وہاں خوب دولت کمائی اور ادھر بغداد میں فتنہ و فساد برپا ہوا جس سے میں محفوظ رہا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۲)

(۳۴) ـــــــ احمد بن عبداللہ بن حارثہ کرخی کا بیان ہے کہ میرے بچّے زندہ نہیں رہتے تھے۔ تقریباً دس بچّے مرچکے تھے۔ میں حج کے لیے گیا اور فراغتِ حج کے بعد حضرت ابوالحسن امام رضاؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ آپ سُرخ زعفرانی رنگ کا تہبند پہنے ہوئے نکلے۔ میں نے سلام عرض کیا، اور دست بوسی کے بعد چند مسائل دریافت کیے۔ پھر میں نے آپ سے اپنے بچّوں کے زندہ نہ رہنے کی شکایت کی، تو آپ دیر تک نیچی نگاہ کیے رہے اور دعا فرماتے رہے۔ پھر فرمایا۔۔۔ مجھے اُمید ہے کہ جب تم واپس جاؤ گے تو تمھاری زوجہ حاملہ ہوگی اور تمہارے ہاں یکے بعد دیگرے دو لڑکے پیدا ہوں گے اور زندگی بھر تم اُن سے فیض اٹھاتے رہو گے، اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنا چاہتا ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں حج سے اپنے گھر واپس ہوا تو میں نے اپنی زوجہ کو جو میرے ماموں کی لڑکی ہے، حاملہ پایا، اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔۔۔۔ اس کے بعد پھر حمل رہا اور دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا اور کنیت ابوالحسن رکھی۔۔ ابراہیم تیس سال سے کچھ زیادہ کا ہوگیا تھا اور ابوالحسن چوبیس سال کا۔ میں پھر حج کو گیا اور جب حج سے واپس آیا تو دونوں بیمار تھے۔ میری واپسی کے بعد دو مہینے تک دونوں زندہ رہے۔ شروع مہینہ میں ابراہیم کا انتقال ہوا اور آخر مہینہ میں محمد کا۔ پھر وہ شخص خود ان دونوں کے بعد صرف ڈیڑھ سال تک زندہ رہا اور اس نے پہلے اس کا کوئی لڑکا ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۲)

(۳۵) ـــــــ سعد بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا۔ اے اللہ کے بندے تو جو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے کرلے اور اس وقت کے لیے تیار ہو جا جو وقت ہر انسان پر لازماً آتا ہے۔۔۔۔ (آپ نے جو فرمایا تھا وہی ہوا۔) وہ شخص اس کے تین دن کے بعد مرگیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۳)

(۳۶) ـــــــ وشّاء نے مسافر سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں مقام منیٰ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ اسی اثناء، یحییٰ بن خالد آلِ برمک کے گروہ کے ساتھ گذرا آپ نے فرمایا۔ یہ بیچارے نہیں جانتے کہ امسال ان پر کیا گذرنے والی ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم اور ہارون دونوں اس طرح ملے ہوئے ہوں گے، یہ کہکر آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔

مسافر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کی گفتگو کا مطلب اس وقت سمجھا جب ہم لوگوں نے ان دونوں کو برابر دفن کیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۵)

• بصائر الدرجات جزء ۱ ب ۹ ج ۱۴ میں اور ارشاد شیخ مفید ص ۲۸۹ و ص ۲۹۰ پر بھی مسافر سے اسی کے مثل روایت منقول ہے۔

(۳۷) بغیر دریافت کیے ہر مسئلہ کا جواب:

حسن بن علی الوشّاء کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی امامت پر یقین کرنے سے قبل میں نے بہت سے مسائل جو آپ کے آباءِ کرام سے مروی تھے انھیں لکھ کر ایک کتاب کی شکل میں جمع کر لیے تھے اور چاہتا تھا کہ ان مسائل کے ذریعے سے آپ کی امامت کو آزمالوں تاکہ یکسوئی حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب کو آستین میں چھپایا اور درِ دولت پر حاضر ہوا۔ چاہتا تھا کہ آپ سے تخلیہ کا کوئی وقت مقرر کروں اور یہ کتاب آپ کو دے دوں۔ یہ سوچ کر ایک طرف جا بیٹھا مگر فکر دامنگیر تھی کہ کس طرح باریابی ہو۔ کیونکہ آپ کے درِ دولت پر بہت افراد موجود تھے۔ اسی اثناء ایک غلام بیت الشرف سے باہر آیا جس کے ہاتھ میں ایک تحریر تھی اس نے باآوازِ بلند پکار کر کہا، کہ تم میں الیاس بغدادی کا نواسہ حسن بن علی الوشّاء کون ہے؟ میں اُٹھ کر اس کے قریب پہونچا اور کہا۔ میں حسن بن علی الوشّاء ہوں، تمھیں مجھ سے کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک تحریر ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ یہ میں تمھیں دے دوں لہٰذا یہ لو۔ میں نے اس تحریر کو لیا اور ایک طرف جا کر اُسے پڑھا۔ بخدا، میں نے دیکھا کہ اس میں ایک ایک مسئلہ کا جواب تحریر تھا۔ بس فوراً ہی میں نے آپ کی امامت کا یقین کر لیا، اور اپنے واقفیہ عقیدے کو ترک کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۰)

(۳۸) ——— وشّاء کا بیان ہے۔ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اپنے غلام کے ہاتھ ایک رقعہ میرے پاس بھیجا، اس میں تحریر تھا کہ فلاں مقام کے فلاں قسم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا بھیج دو۔ میں نے جواباً تحریر کیا اور زبانی بھی آپ کے غلام سے کہا کہ میرے پاس اِسطرح کا کپڑا نہیں ہے اور نہ میں اس قسم کے کپڑے سے واقف ہوں۔ فرستادہ پھر میرے پاس واپس آیا اور کہا کہ حکم ہوا ہے؛ تلاش کرو۔ میں نے پھر تلاش کیا۔ کپڑا نہ مل سکا اور میں نے پھر وہی جواب کہلا بھیجا کہ اس قسم کا کوئی کپڑا میرے پاس نہیں ہے۔ آپ کا فرستادہ غلام پھر آیا اور کہنے لگا کہ حکم ہوا ہے کہ مزید تلاش کرو، یہ کپڑا تمہارے پاس موجود ہے۔ حسن بن علی الوشّاء کا بیان ہے کہ میرے ساتھ ایک شخص نے ایک کپڑا اسی قسم کا میرے کپڑوں میں رکھ دیا تھا کہ اس کو فروخت کر دینا مگر میں اسے بھول گیا۔ اب جو میں نے

اپنی تمام چیزوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو کپڑوں کے نیچے ایک ٹوکری میں وہ کپڑا موجود تھا اور میں نے اُسے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵)

(۳۹) حکمِ امام سے اعراض کی سزا

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں موجود تھا کہ حسین بن خالد صیرفی بھی آگیا اور عرض کرنے لگا، مولا! میں آپ پر قربان؛ میرا ارادہ اعوض (مدینہ کے پاس ایک مقام کا نام ہے) جانے کا ہے:
آپ نے ارشاد فرمایا، جس جگہ تم کو ہر طرح کی سہولت و عافیت ہو اسے کیوں ترک کرتے ہو؟
یہ سن کر حسین بن خالد خاموش ہوگیا لیکن اپنا ارادہ ترک نہ کیا اور اعوض کے ارادے سے چل دیا۔ راستے میں چند ڈاکوؤں نے اس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ (تب اسے خیال ہوا کہ اگر امامؑ کا حکم مان لیتا تو مجھے یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔) (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳)

(۴۰) ـــــ ابنِ جہم کا بیان ہے کہ جب میں ماہِ صفر میں مکہ سے واپس ہوا تو مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام نے خط تحریر فرمایا کہ "آئندہ چار مہینوں میں کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہے۔" تو وہ حادثہ یہ تھا کہ محمد ابن ابراہیم (سردار لشکرِ امین) اور اہلِ بغداد کی جنگ اور اصحابِ زبیر (سردار لشکرِ مامون) کا قتل اور اس کی شکست:

راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابراہیم ابن ابو اسرائیل نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ چالیس سال کا سن ہونے سے قبل تمہارے یہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوگا۔ اس سن کے بعد تمہارے یہاں بدلے ہوئے رنگ کی، کم قیمت والی ایک عورت سے لڑکا پیدا ہوگا۔ (قرب الاسناد ص ۲۳۱-۲۳۲)

(۴۱) ـــــ ابن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے قادسیہ پہونچ کر حضرت امام رضا علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ کی خدمت میں سلام بجالایا: آپ نے ارشاد فرمایا، میرے لیے ایک حجرہ کرائے پر حاصل کرو جس کا ایک دروازہ سرائے میں ہو اور دوسرا باہر کی طرف ہو۔ یہ زیادہ ساتر اور نہایت مناسب ہوگا: راوی کا بیان ہے کہ آپ نے میرے پاس ایک تھیلا ارسال فرمایا جس میں کچھ دینار اور ایک صحیفہ تھا۔ آپ کا ارسال کردہ شخص میرے پاس آیا کرتا اور میں اُس کو اشیاءِ ضرورت خرید کر دیا کرتا تھا۔ ایک روز میں تنہا تھا لہٰذا صحیفہ کھول کر پڑھنا چاہا، لیکن اس عبارت نہ سمجھ سکا۔ میں نے اس عبارت کو نقل کرنا چاہا کہ اسی دوران آپ کا فرستادہ مسافر آیا اور اس نے کہا کہ آقا نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس صحیفہ کو رومال میں رکھ کر اس دھاگے سے باندھو اور اس پر یہ میری مُہر لگا کر مع مُہر کے میرے پاس

روانہ کردو۔ میں نے فوراً ایسا ہی کیا۔ (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۸)

(۴۲) ـــــــ سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ میں مقام حمراء میں ایک مکان کی بالائی منزل پر جس کی کھڑکی صحرا کی طرف کھلتی تھی، حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا تھا، کھانے کا دسترخوان ہمارے سامنے تھا۔ اچانک آپ نے سرِ اقدس اُٹھایا اور دیکھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آرہا ہے۔ آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ وہ شخص اوپر چڑھ کر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: مولا! میری جان آپ پر فدا ہو۔ ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں کہ زبیری مر گیا۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نگاہیں جھکالیں، رنگ آپ کا متغیر ہوگیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ پھر آپ نے سرِ اقدس اُٹھایا، اور ارشاد فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ اس رات میں بھی وہ گناہ میں مبتلا تھا اور اس کی نگاہوں میں یہ کوئی بڑا گناہ نہ تھا، پھر فرمایا، بخدا! یہ لوگ گناہوں میں غرق ہو کر جہنم میں جگہ بناتے ہیں: یہ کہہ کر آپ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کھانا نوش فرمایا: تھوڑی ہی دیر میں ایک دوسرا شخص جو زبیری کا غلام تھا آیا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان: زبیری مر گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کہ اس کی موت کا سبب کیا تھا؟ اس نے عرض کیا، گذشتہ شب مقدار سے زیادہ شراب پی گیا تھا اور اسی حالت میں مر گیا۔ (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۱۲۔ الخرائج والجرائح ص ۲۴۳)

(۴۳) ـــــــ محمد بن فضل صیرفی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی چیزوں کے متعلق دریافت کیا۔ ارادہ تھا کہ اسلحوں کے متعلق بھی دریافت کروں گا مگر میں بھول گیا۔ پھر جب میں آپ کی خدمت بابرکت سے اُٹھ کر ابوالحسین بن بشیر کے پاس گیا تو ناگاہ آنحضرت کا غلام آیا جس کے ہاتھ میں رقعہ بھی تھا اور اس کو جب میں نے کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں اپنے پدر بزرگوار کا جانشین اور وارث ہوں۔ میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو آنحضرتؐ کے پاس تھا۔" (بصائر الدرجات جزء ۵ بؔ ۱۲ ج ۵)

(۴۴) ـــــــ احمد بن عمر حلال کا بیان ہے کہ میں نے اخرس کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ذکر کرتا اور آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ یہ سُن کر میں مکہ پہونچا، وہاں سے ایک چھرا خریدا اور اُسے دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم جب وہ مسجد سے نکلے گا تو میں اُسے قتل کردوں گا، اور اسی ارادہ سے بالکل تیار ہو کر کھڑا تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک رقعہ پہونچا جس میں تحریر تھا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تجھے میرے حق کی قسم اخرس کے قتل سے ہاتھ روک لے، مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لیے کافی ہے۔"

(بصائر الدرجات جزء ۵ بؔ ۱۲ ج ۵)

(۴۵) زمین نے سونا اُگل دیا:

ابراہیم بن موسیٰ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کچھ رقم مانگی، آپ نے وعدہ فرمالیا۔ میں نے پھر درخواست کی۔ آپ اُس وقت والیٔ مدینہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔ اُس وقت ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ آپ ایک شخص کے مکان کے قریب سے گذر کر درختوں کے سائے میں ٹھہر گئے۔ اس وقت میں نے بیقراری میں پھر عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان! عید سر پر ہے اور بخدا میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے: آپ نے یہ سُن کر اپنا کوڑا زمین پر بہت زور سے رگڑا، پھر وہاں ہاتھ بڑھایا تو ایک سونے کا ڈلا اُٹھا کر مجھے مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فی الحال اس سے اپنا کام چلاؤ، مگر، خبردار! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ (اختصاص ص۲۷۰۔ بصائر الدرجات جز۸، ب۲۔ ج ۲)

• کتاب الخرائج والجرائح میں راوندی نے ص۲۰۳ پر یہ روایت تحریر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ راوی نے بیان کیا ہے کہ اس میں بڑی برکت ہوئی یہانتک کہ میں نے خراسان میں ستر ہزار دینار کا مال خریدا اور اپنے ہمعصروں میں سب سے زیادہ دولتمند ہوگیا۔

(۴۶) ___ اسمٰعیل بن ابی الحسن رقمطراز ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ زمین کی جانب بڑھایا، وہاں بہت سے سونے کے ڈلے ظاہر ہوئے آپ نے زمین پر پھر اپنا ہاتھ پھیر دیا وہ غائب ہوگئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کاش اس میں سے مجھے ایک ہی دے دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا، نہیں ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔

(کتاب الخرائج والجرائح راوندی ص۲۰۴)

(۴۷) امام کو ہر زبان کا علم ہوتا ہے

ابو اسمٰعیل سندھی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے وطن ہند میں سنا کہ عرب میں کوئی حجتِ خدا ہے۔ میں ان کی تلاش میں روانہ ہوگیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مگر میں عربی زبان سے ناواقف تھا اس لیے آپ کو سندھی زبان میں سلام عرض کیا۔ آپ نے سندھی زبان ہی میں جواب دیا۔ اب تو میں نے آپ سے اپنی میں گفتگو شروع کی اور امامؑ برابر میری ہی زبان میں جواب دیتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے وطن میں سنا تھا کہ عرب میں کوئی حجتِ خدا ہے اس لیے میں اُن کی تلاش میں نکلا ہوں: آپ نے فرمایا، تم حجتِ خدا کے پاس پہونچ گئے اب جو چاہو دریافت کرو: چنانچہ میں بہت سے مسائل دریافت کیے اور مطمئن

ہوگیا۔ پھر جب آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو عرض کیا: حضور! میں عربی زبان سے ناواقف ہوں آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ میں عربی بولنے اور سمجھنے لگوں تاکہ اہلِ عرب سے گفتگو کے دوران سہولت ہوجائے۔ یہ سُن کر آپ نے میرے لبوں پہ ہاتھ پھیرا، میں اسی وقت عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔ (المصدر ص ۲۰۴)

(۴۸) ــــــ مُحرم کیلئے نیم ریشمیں لباس جائز ہے

حسن بن علی بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب میں نے مکۂ مکرمہ کا قصد کیا تو میری ایک کنیز نے میرے زادِ سفر میں دو کپڑے بھی دیے اور مجھ سے درخواست کی کہ آپ ان ہی دونوں کپڑوں سے احرام باندھیں: میں نے غلام سے کہا کہ اس کو تھیلے میں رکھ لو۔ جب اُس مقام پر پہونچا جہاں احرام باندھا جاتا ہے تو وقت آنے پر میں نے وہ دونوں کپڑے منگوائے تاکہ ان کو پہن کر احرام باندھوں مگر میرا دل کچھ مشکوک ہوا کہ اس جائز ملحم (سفید نیم ریشمیں جیسے کپڑے) میں احرام باندھوں۔ لہٰذا میں نے ان کو نہ پہنا اور دوسرا کپڑا پہنا۔ جب مکہ میں پہونچا تو میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اور ہمراہ کچھ تحائف بھی آپ کی خدمت میں نذر کیے۔ لیکن ان کپڑوں کے متعلق دریافت کرنا بھول گیا۔ تھوڑے ہی وقفے کے بعد آپ نے میرے تمام مسائل کا جواب تحریر فرمادیا۔ آپ نے اپنے خط کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمادیا تھا کہ لباس ملحم پہننے میں کوئی حرج نہیں اگر اس کو مُحرم پہنے۔

(الخرائج والجرائح راوندی)

(۴۹) ــــــ علی بن الحسین بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میرا ایک بھائی ہے جس کا نام عبداللہ ہے جو ارجائی خیالات کی طرف مائل ہے اور ہم پر طعنہ کرتا رہتا ہے: میں نے حضرت ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا جس میں اُس کے لیے دعا کی درخواست کی: آپ نے میرے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ، فکر نہ کرو وہ عنقریب تمہارے اعتقاد کی طرف پلٹ آئے گا اور اللہ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین پر نہیں مرے گا۔ عنقریب اس کی کنیز کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔

علی بن الحسین بن یحییٰ مزید بیان کرتا ہے کہ اِس ارشادِ گرامی کے بعد سال بھر بھی نہ گذرا تھا کہ وہ حق پر پلٹ آیا اور اب وہ میرے خاندان کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اُس کی کنیز کے بطن سے اس کے یہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔

(الخرائج والجرائح راوندی)

(۵۰) ــــــ ابومحمد رقی کا بیان ہے۔ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا: آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور خیریت وکیفیت دریافت فرمانے لگے۔ اسی

دوران آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے ابو محمد! جب اللہ تعالیٰ کسی بندۂ مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کو ایک شہید کا اجر ملتا ہے:

راوی کا بیان ہے کہ اس سے قبل گفتگو میں کسی مرض وغیرہ کا تذکرہ بھی نہ تھا اس لیے یہ بات جب آپ نے دفعتاً فرمائی تو مجھے قدرے ناگوار سی محسوس ہوئی: میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ نے مجھے اپنے دل میں کتنا شرمندہ کیا۔ کیونکہ میں تو آنحضرتؑ سے مختلف قسم کی باتوں میں مصروف تھا اور آنحضرتؑ نے اچانک بے موقع و محل درد و مرض کا تذکرہ شروع کر دیا۔ یہ سوچ کر میں وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا جو روانہ ہو چکے تھے:

چنانچہ رات کے وقت میں نے اپنے پاؤں میں کچھ تکلیف محسوس کی، تو خیال کیا کہ ممکن ہے تھکن کی وجہ سے ہو۔ دوسرے دن وہ پاؤں متورم ہو گیا اور تیسرے روز ورم میں اضافہ ہو گیا اب مجھے امام علیہ السلام کی وہ گفتگو یاد آئی۔ جب میں مدینہ پہونچا تو اس میں پیپ بھر آئی اور اب تو اس نے ایک بڑے پھوڑے کی شکل اختیار کر لی جس کے باعث شب کی نیند حرام ہو گئی۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ آپ نے جو گفتگو فرمائی تھی اس کا یہ مطلب تھا کئی مہینے تک میں بستر بیماری پر پڑا رہا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ رُو بصحت ہوا مگر پھر دوبارہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (الخرائج والجرائح راوندی)

(۵۱) ——— احمد بن عمرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میری زوجہ حاملہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند عطا فرمائے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرزند ہی پیدا ہوگا اُس کا نام عمر رکھنا: میں نے عرض کیا کہ میری نیت تو علی رکھنے کی تھی اور میں اپنی زوجہ سے کہہ بھی آیا ہوں کہ لڑکا پیدا ہو تو علی نام رکھنا۔ آپ نے مکرر فرمایا نہیں، بلکہ اس کا نام عمر رکھنا: چنانچہ جب میں کوفہ سے واپس اپنے وطن پہونچا تو لڑکا پیدا ہو چکا تھا میرے کہنے کے بموجب اس کا نام علی رکھ دیا گیا تھا۔ میں نے اس کا نام بدل کر عمر رکھ دیا۔ میرے پڑوسیوں نے مجھ سے کہا کہ آئندہ ہم تمہاری باتوں کو سچ نہ سمجھیں گے۔ اُس وقت میں سمجھ گیا کہ آنجناب میرے حالات پر مجھ سے زیادہ مطلع ہیں۔ (الخرائج والجرائح)

(۵۲) ——— بکر بن صالح کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری زوجہ جو محمد بن سنان کی بہن ہے وہ حاملہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ فرزند پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حمل میں دو بچے ہیں: تو میں نے دل میں کہا کہ ایک کا نام محمد ہوگا دوسرے کا علی۔ مگر میری واپسی کے بعد آپ نے مجھے دوبارہ بلایا اور فرمایا، ان دونوں میں سے ایک کا نام علی رکھنا اور دوسری لڑکی ہے اس کا نام اُمِ عمر رکھنا: جب میں کوفہ واپس آیا تو ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی۔ میں نے آنجناب کے ارشاد کے بموجب لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام اُمِ عمر رکھا: میں نے اپنی والدہ

سے اُمِ عمر کے بارے میں دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا، اُمِ عمر میری والدہ کا نام تھا۔
(الخرائج والجرائح)

(۵۳) ـــــ مسافر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک پنجرے کا منھ زمین پر رکھا ہوا ہے اس میں چالیس چڑیوں کے بچّے ہیں آپ نے فرمایا، اگر تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو ہم میں سے کوئی ایک خروج کرے گا اور وہ فقط چالیس روز زندہ رہے گا: چنانچہ، محمد بن ابراہیم طبا طبار نے خروج کیا اور وہ چالیس دن زندہ رہا۔
(الخرائج والجرائح)

(۵۴) ــــ آپ نے اپنے بارے میں پیش گوئی فرمائی

وشار کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا کہ جب لوگوں نے مجھے وطن سے نکالنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور کہا کہ میری جُدائی پر گریہ کرو تاکہ میں بھی سُنوں: اس کے بعد اُن میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تا ابد واپس نہ آسکوں گا۔
(الخرائج والجرائح راوندی)

(۵۵) ـــــ وشار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بچھو نے ڈنک مارا، تو میں نے بے ساختہ کہا۔ یا رسولؐ اللہ! سننے والوں کو اس کا یقین نہ آیا اور وہ تعجب کرنے لگے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بخدا، اِس شخص نے آنحضرتؐ کو ضرور دیکھا ہے: راوی کا بیان ہے میں نے جناب رسالت مآبؐ کو خواب میں دیکھا تھا مگر خدا کی قسم میں نے کسی سے بیان نہیں کیا تھا۔
(الخرائج والجرائح)

(۵۶) ــــ آپ کے بُلانے پر صحرا کا ہرن آگیا

عبداللہ بن شبرمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہماری طرف سے گذرے۔ لوگوں میں آپ کی امامت پر بحث ہونے لگی۔ مگر جب آپ آبادی سے باہر پہونچے تو میں اور تمیم بن یعقوب سراج جو اہلِ برمہ سے تھا، بھی آپ کے ہمراہ ہو لیے۔ ہم لوگ آپ کے مخالفین میں سے تھے اور زیدیہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ جب ہم صحرا میں پہونچے تو ہمیں ایک چمک سی نظر آئی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو دیکھا کہ ایک ہرن چلا آرہا ہے اور وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر اُسے اپنے غلام کی طرف بڑھا دیا۔ ہرن اپنی چراگاہ کی طرف جانے کے لیے بیقرار ہوگیا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس سے کچھ فرمایا جس کو ہم نہ سمجھ سکے۔ لیکن ہرن کی بیقراری دور ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا، اے عبداللہ کیا اب بھی تم ایمان نہیں لائے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں ایمان لے آیا کہ آپ اللہ

کی مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں۔ اور اب میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں: پھر آپ نے اُس ہرن سے واپس جانے کے لیے فرمایا۔ یہ سُن کر اُس ہرن کے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اُسے تسلّی دی: اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تمھیں معلوم ہے یہ ہرن کیا کہہ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسولؐ اور فرزندِ رسولؐ ہی اس کو خوب جانتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم: آپ نے فرمایا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے مجھے بُلایا تو مجھے اُمید تھی کہ آپ میرا گوشت کھانا پسند فرمائیں گے اسی لیے میں حاضرِ خدمت ہو گیا۔ اَب جب آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ تو مجھے بڑا رنج ہوا۔ (الخرائج والجرائح ص۲۰۷)

(۵۷) امامؑ نے خواب میں ہدایت فرمائی:

حسن بن علی الوشار کا بیان ہے کہ مقامِ مرو میں ایک واقفی سے میں نے کہا کہ: اے بندۂ خدا، اللہ سے ڈر اور اپنے دل کو نورِ ایمان سے پُر کرے اور اپنے اس عقیدے کو ترک کر دے اور امام رضا علیہ السلام پر ایمان لے آ۔ میں بھی تیری ہی طرح واقفی تھا مگر اللہ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے بھر دیا: تم چہار شنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو روزے رکھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمھاری رہنمائی کرے اور بذریعہ خواب تم کو ہدایت نصیب ہو۔ اس کے بعد جب میں گھر واپس آیا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام کا حکم نامہ مجھے ملا۔ اس میں تحریر تھا کہ اُس شخص کو میری امامت کی طرف دعوت دو۔ لہٰذا میں پھر اس کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ سو مرتبہ سورۂ الحمد پڑھو اور استخارہ کر لو۔ میں نے اس کو امام علیہ السلام کے حکم نامے کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا تھا۔ لہٰذا اب تمھارے لیے ضروری ہے کہ حسبِ ہدایت عمل کرو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے دل کو نورِ ایمان سے مملو کر دے گا۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور شنبہ کو علی الصّباح میرے پاس پہونچا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام امام ہیں آپ کی اطاعت فرض ہے: میں نے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسے رونما ہوئی: اُس نے بتایا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کل شب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: اے ابراہیم! تجھے خدا کی قسم! تجھے حق کی طرف ضرور پلٹنا ہے۔ نیز اُس نے کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی میرے متعلق کچھ خبر نہ تھی۔ (الخرائج والجرائح ص۲۰۷)

(۵۸) ــــ مسافر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ذرا اُٹھ کر دیکھو کیا اس چشمہ میں مچھلیاں ہیں؟ میں نے اٹھ کر دیکھا تو اس میں مچھلیاں موجود تھیں میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ اس میں مچھلیاں ہیں: آپ نے فرمایا۔ "میں نے انھیں خواب میں دیکھا تھا

اور حضرت رسولِ اکرمؐ مجھ سے فرما رہے تھے۔ اے علی! تمھارے لیے وہ چیز بہتر ہے جو ہمارے پاس ہے: پھر کچھ دنوں کے بعد آپ نے وفات پائی (الخرائج والجرائح)

(۵۹) ______ فضل بن یونس کا بیان ہے کہ ہم مکہ مکرمہ کے ارادے سے چلے اور مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہاں ہارون رشید بھی تھا۔ اس کا بھی حج کا ارادہ تھا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام میری قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اُس وقت ہمارے ساتھیوں میں سے کافی حضرات میرے پاس تھے دوپہر کا کھانا سامنے تھا باہر سے غلام نے آکر اطلاع دی کہ دروازے پر ایک صاحب جن کی کنیت ابوالحسن ہے۔ وہ آپ سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں: میں نے کہا کہ اگر یہ وہی ہیں کہ جن کو میں جانتا ہوں تو میں تجھے آزاد کردوں گا: میں باہر نکلا تو دیکھا، حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور! سواری سے اُتریں: آپ اُترے اور اندر داخل ہوئے۔ پھر آپ نے بعد طعام ارشاد فرمایا؛ اے فضل! سنو! امیرالمومنین نے حسین بن زید کو دس ہزار دینار کا حکم دیا ہے اور تمھیں لکھا ہے کہ ان کو دے دو۔ لہٰذا تم حسین کو یہ رقم دے دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ان کی کوئی رقم میرے پاس نہیں ہے: اگر میں اپنے پاس سے دے دوں تو میرے زاد میں کمی ہو جائے گی اور یہ بھی ہے کہ یہ رقم مجھے واپس نہ ملے۔ اگر آپ کا حکم ہے تو بسر وچشم دے دوں گا: آپ نے فرمایا، اے فضل یہ رقم حسین بن زید کو دے دو۔ تمھیں اپنی منزل پر پہونچنے سے قبل یہ رقم مل جائے گی: میں نے وہ رقم دے دی اور پھر آپ کے ارشاد کے مطابق رقم مجھے مل گئی۔ (الخرائج والجرائح)

(۶۰) امام کو سونے کے ذخائر کا علم ہوتا ہے:

احمد بن عمر حلال بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن ثانی، امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے آپ کے متعلق، اس خطۂ زمین کے حاکم سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے: آپ نے فرمایا اس کا کوئی خوف نہیں۔ اللہ کا ایک ملک ایسا بھی ہے جہاں سونا پیدا ہوتا ہے اور اللہ نے اس کی حفاظت کے لیے اپنی ایک کمزور مخلوق چیونٹی کو مقرر کیا ہوا ہے۔ اگر ہاتھی بھی وہاں جانا چاہے تو وہ بھی زندہ واپس نہیں آ سکتا: وشّاء کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے اُس ملک کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے: آپ نے فرمایا وہ بلخ اور تبت کے درمیان ہے۔ وہاں پر اس سونے کی حفاظت کے لیے کتے کی شکل کی بڑی بڑی چیونٹیاں ہیں۔ اُس وادی کے تنگ راستے پر شہد کی مکھیاں ہیں۔ جہاں سے کوئی چڑیا بھی نہیں گذر سکتی۔ اور وہ چیونٹیاں رات کو اپنے سوراخوں میں رہتی ہیں کبھی کبھی لوگ اُس مقام پر حملہ آور بھی ہوتے ہیں اور ایسی سواریوں پر سوار ہو کر راستہ طے کرتے ہیں جو ایک رات

میں تیس فرسخ سفر کرتی ہیں اور اُن سواریوں کی قوّتِ برداشت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے بوجھ لاد کر نکل پڑتے ہیں اور جب وہاں پہونچتے ہیں تو یہ ان چیونٹیوں کے لیے گوشت کے ٹکڑے رکھتے ہیں اور راستہ میں وہ چیونٹیوں کے سامنے ڈالتے ہوئے سفر طے کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ وہ اس کے کھانے میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ وہ کسی ایک سوار یا سواری کو بھی باقی نہ چھوڑیں۔ ان چیونٹیوں کی رفتار میں ہوا جیسی تیزی ہوتی ہے۔ (الخرائج والجرائح ص۲۰۰)

(۶۱) ـــــ صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کے ہمراہ تھا۔ آپ کا گزر ایک جماعت کے قریب سے ہوا۔ اُن میں سے ایک شخص بولا، دیکھو! یہ رافضیوں کا امام جا رہا ہے۔ میں نے آنحضرتؑ سے عرض کیا، آپ نے سُنا نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، یہ مومن اپنے ایمان کی تکمیل چاہتا ہے: جب شب ہوئی تو آپ نے اُس کے لیے بددعا کی۔ اُس کی دکان میں آگ لگ گئی اور جو سامان جلنے سے بچ گیا اُسے چور اُٹھالے گئے:

دوسرے دن میں نے دیکھا کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں بڑی عاجزی سے مسکین بن کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو کچھ دینے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا، اے صفوان! تم نے دیکھا، یہ مومن مستکمل الایمان ہے۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا یہ اسی کے لائق تھا۔

(الخرائج والجرائح)

(۶۲) ـــــ امامؑ کی ایک خارجی سے گفتگو

محمد بن زید رازی، راوی ہے کہ جس وقت مامون رشید نے حضرت امام رضاؑ کو اپنا ولیعہد بنایا، تو اُس روز میں خدمتِ امامؑ میں حاضر تھا۔ وہاں خوارج میں سے ایک شخص اپنے ساتھیوں سے بولا۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کے لیے آیا ہوں جو اِس امر کا دعویدار ہے کہ میں فرزندِ رسولؐ ہوں اور پھر اس نے مامون جیسے طاغی اور نافرمان کی ولیعہدی قبول کر رکھی ہے۔ میں اس سے اس کی حقانیت کی دلیل پوچھوں گا اگر اُس نے کوئی معقول دلیل پیش کی تو خیر، ورنہ یہ چھرا جو میں نے آستین سے چھپایا ہوا ہے اِسی کے ذریعے سے لوگوں کو اُس سے چھٹکارہ دلا دوں گا۔

یہ کہہ کر وہ آیا اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی: جب وہ سامنے آیا، تو آپ نے فرمایا: دیکھ میں تیرے سوال کا جواب دینے کے لیے ایک شرط پر تیار ہوں: اُس نے پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ : آپ نے فرمایا، اگر میں تیرے سوال کا ایسا جواب دے دوں جس سے تو واقعاً مطمئن ہو جائے اور اُسے تسلیم کر لے تو پھر یقیناً یہ بھی ہوگا کہ جو چیز تو نے اپنی آستین میں چھپا رکھی ہے اُسے توڑ کر پھینک دے گا: یہ سُن کر اُس خارجی کو بڑی حیرت ہوئی، اُس نے فوراً اپنی آستین سے چھرا نکال کر توڑ دیا، اور بولا، اچھا بتائیے کہ آپ اُس طاغی کی حکومت میں کیوں شامل ہوئے؟

جب کہ آپ کے نزدیک اُس کا شمار کفار میں ہے۔ آپ فرزندِ رسولؐ ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟
حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری رائے میں یہ زیادہ کافر ہے یا عزیزِ مصر اور اُس کے ملک والے؟ کیا اِن لوگوں کا یہ حال نہیں ہے کہ یہ موحّد ہونے کے دعویدار ہیں جب کہ وہ لوگ نہ اپنے کو موحّد کہتے اور نہ اللہ کو جانتے تھے؟ مگر اِس کے باوجود حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ جو خود بھی نبی تھے اور نبی کے فرزند بھی تھے اور عزیزِ مصر باوجودیکہ کافر تھا، نے اُس سے کہا کہ :-

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○

(سورۂ یوسف آیت ۵۵ پ ۱۲)

ترجمہ: ”مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے میں اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کروں گا۔“
پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت یوسفؑ کا اُٹھنا بیٹھنا بھی فراعنہ کے ساتھ تھا۔ اور میں تو رسول اللہؐ کی اولاد کا ایک فرد ہوں۔ مجھے اس ولیعہدی کے لیے مجبور کیا گیا اور زبردستی ولیعہد بنایا گیا ہے۔ پھر تو مجھ پر کیوں ناراض اور غصّہ ہو رہا ہے؟ : یہ سن کر اُس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، اب میں آپ سے خفا نہیں ہوں بلکہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزندِ رسولؐ ہیں اور جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے وہ سچ ہے۔ (الخرائج والجرائح ص۲۴۵)

(۶۳) دعبل کو انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی

روایت میں ہے کہ دعبلِ خزاعی نے آپ کی مدح میں قصیدہ پڑھا تو آپ نے اپنے نام کے ڈھلے ہوئے کچھ درہم اس کے پاس بطور انعام بھیجے۔ اُس نے وہ درہم واپس کر دیے: تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اپنے پاس رکھ لو تمھیں ان کی ضرورت پیش آئے گی: دعبل کا بیان ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو دیکھا کہ میرا سارا اثاثہ چوری ہو گیا ہے: مومنین کو جب یہ علم ہوا کہ میرے پاس متبرک درہم ہیں تو اُنھوں نے اُن متبرک درہموں کو تبرّکاً ایک ایک درہم کے عوض مجھے ایک ایک دینار دیا، اس طرح میں پھر مالدار ہو گیا۔ (اور امامؑ کا قول سچ ہو گیا) (الخرائج والجرائح) ص۲۴۵

(۶۴) ہارون الرشید کے بارے میں پیش گوئی

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ جس سال ہارون رشید نے حج کیا، اسی سال حضرت امام رضا علیہ السلام بھی حج کے ارادے سے روانہ ہوئے اور کوہِ فارع تک پہونچے جو راستے کے بائیں جانب واقع ہے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ فارع پر تعمیر کرنے والا اور اس کو (عمارت کو) مسمار کرنے والا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔

اُس وقت تو ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ مگر جب ہارون رشید اُس مقام پر پہونچا اور وہاں قیام کیا۔ یحییٰ بن جعفر کے ساتھ اُس پہاڑ پر چڑھ گیا اور حکم دیا کہ اِس پہاڑ پر ایک نشست گاہ تعمیر کی جائے۔ پھر جب حج کر کے مکہ سے واپس اس مقام پر آیا تو اُس عمارت کو جو اُس کے حکم سے تعمیر ہو چکی تھی) مسمار کر دینے کا حکم جاری کر دیا۔ وہاں سے پلٹ کر عراق گیا تو وہاں اُس کے (ہارون رشید کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۹۵، کافی ج ا ص ۴۹۱ مناقب ج ۴ ص ۳۳۹)

(۶۵) ـــــ قبل از وقت جنگ کے نتیجے کی پیشگوئی

مسافر کا بیان ہے کہ جب ہارون بن میسب نے محمد بن جعفر سے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ کل جنگ کے لیے نہ نکلنا ورنہ شکست ہوگی اور تمھارے ساتھی قتل ہو جائیں گے۔ اگر وہ تم سے کہے کہ یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا، تو کہہ دینا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے: راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کے ارشاد کے بموجب اس کے پاس گیا اور کہا، میں آپ پر قربان! کل کی تاریخ میں جنگ کے لیے نہ جانا ورنہ شکست ہوگی اور آپ کے ساتھی قتل ہو جائیں گے۔ اُس نے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا، تو میں نے کہا، میں نے خواب دیکھا ہے۔ اس نے کہا، معلوم ہوتا ہے تو بغیر آبدست لیے ہوئے سو گیا تھا۔ پھر جنگ کے لیے نکلا تو ہزیمت ہوئی اور اس کے ساتھی قتل کر دیے گئے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)

(۶۶) ـــــ ہارون بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک صحرا میں تھا کہ یک بیک آپ کی سواری کا گھوڑا ہنہنایا، اور اُس نے آپ کے ہاتھ سے لگام چھڑا لی، چند قدم دور ہٹا، وہاں بول و براز کیا اور پھر واپس آ گیا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو جو شرف دیا، اس سے کہیں زیادہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عطا فرمایا ہے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)

(۶۷) ـــــ سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس تھا اور آپ کے بیت الشرف پر کافی حضرات جمع تھے۔ آپ ہر سائل کے سوال کا جواب دے رہے تھے کہ معاً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان ہستیوں کو تو نبی ہونا چاہیے۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سلیمان! ائمہ حلیم ہیں عالم ہیں جاہل لوگ ان کو نبی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نبی نہیں ہیں۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)

(۶۸) ـــــ محمد بن عبداللہ بن افطس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس گیا تو اُس

نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور مرحبا کہا۔ پھر اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رضا پر رحم کرے اُنھوں نے مجھے ایک تعجب خیز بات بتائی۔ جب عوام الناس آپ کی بیعت کر چکے تو ایک شب میں نے اُن سے کہا۔ میں آپ پر قربان میری رائے یہ ہے کہ آپ عراق تشریف لے جائیں اور میں خراسان میں آپ کی نیابت کروں گا: یہ سُن کر آپ نے تبسّم فرمایا، پھر کہا، نہیں میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میری موت) خراسان کے علاوہ کہیں اور نہیں آئے گی۔۔ یہی تو میرا مسکن ہے۔ میں یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتا۔ یہیں مجھے موت آئے گی اور یہیں سے محشر میں اُٹھوں گا۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان آپ کو اس کا کیسے علم ہے؟: آپ نے فرمایا مجھے اپنی جگہ کا ویسے ہی علم ہے جیسے مجھے تمھاری جگہ کا علم ہے: میں نے دریافت کیا میری جگہ کہاں ہے: فرمایا میرے اور تمھارے درمیان بہت طویل فاصلہ ہوگا: مجھے مشرق میں موت آئے گی اور تجھے مغرب میں پھر میں نے پوری کوشش کی اور انھیں خلافت کی طمع دلائی مگر اُنھوں نے انکار کیا۔

(۶۹) ــــ امام کے سامنے بطائینی کی قبر میں نکیرین کے سوال و جواب

حسن بن علی الوشّار کا بیان ہے کہ مجھے میرے مولا حضرت امام رضا علیہ السلام نے مرو میں طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا، اے حسن سنو! آج علی بن ابی حمزہ بطائینی مر گیا ہے میں اس کی قبر میں داخل ہوا تھا۔ میں نے دیکھا دو فرشتے اُس کی قبر میں داخل ہوئے اور اُس سے سوال کیا کہ: تیرا ربّ کون ہے؟ اُس نے کہا اللہ۔ پھر پوچھا تیرا نبی کون ہے؟ اُس نے کہا، محمدؐ۔ پوچھا تیرا امام کون ہے؟ جواب دیا علیؑ بن ابی طالبؑ۔ پوچھا، اُن کے بعد کون ہے؟ کہا، حسنؑ۔ پوچھا اُن کے بعد کون ہے؟ کہا، حسینؑ۔ پوچھا، اُن کے بعد؟ کہا علیؑ ابن الحسینؑ۔ پھر پوچھا، اُن کے بعد؟ کہا، محمدؑ بن علیؑ۔ پوچھا، ان کے بعد؟ کہا، جعفر بن محمدؑ۔ پوچھا، اُن کے بعد؟ کہا، موسیٰ بن جعفرؑ۔ پوچھا، ان کے بعد تیرا امام کون ہے؟ اب اُس کی زبان لڑکھڑائی، اس پر اُنھوں نے اُس کو ڈانٹ کر پوچھا، بتا، اُن کے بعد تیرا امام کون ہے؟ وہ خاموش رہا۔ تو ان دونوں نے کہا۔ کیا موسیٰ بن جعفرؑ نے تجھے یہی حکم دیا تھا۔ پھر اُنھوں نے اس کو ایک گُرزِ آتشیں مارا۔ جس کی وجہ سے اُس کی قبر میں قیامت تک آگ بھڑکتی رہے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں آپ کی خدمت سے رخصت ہوا اور اس تاریخ کو یاد رکھا۔ چند دنوں کے بعد اہلِ کوفہ کا خط آیا کہ بطائینی کا اس ہی تاریخ کو انتقال ہوا۔ اور جو وقت آپ نے بتایا تھا اُسی وقت وہ قبر میں دفن ہوا تھا۔

(۷۰) ــــ کتاب "روضہ" میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری کی ایک طویل روایت ہے۔ جس میں

عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتا ہے کہ میرے قرض خواہ نے اپنی رقم کا بجد تقاضا کیا اور بہت پریشان کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں فوراً مقامِ صریا پہونچا (یہ ایک قریہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کو حضرت امام موسیٰ بن جعفر نے بسایا تھا) تاکہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے اپنے اس قرض خواہ کے بارے میں درخواست کروں آپ اس کو سمجھا دیں: جب میں آپ کی خدمت میں پہونچا تو آپ کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا: آپ نے فرمایا: آؤ کھانا کھالو: میں نے کھانا کھایا جب دسترخوان اُٹھالیا گیا تو آپ مجھ سے مصروفِ گفتگو ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا' اس مصلّے کے نیچے جو کچھ ہے وہ اُٹھالو: میں نے اُٹھاکر گنا تو وہ تین سو دینار بلکہ کچھ زائد تھے اِن میں ایک دینار پر یہ عبارت کندہ تھی (لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ وعلی اہل بیتہ) اور دوسری جانب یہ عبارت تحریر تھی کہ "یہ تمام دینار لیکر اپنا قرض ادا کرو اور جو بچ جائیں اُن کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔"

(کتاب مناقب آل ابی طالب ص ۳۳۸)

(۷۱) ـــــ محمد بن سنان کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ نے ولیعہدی قبول فرما کے خود کو بدنام کیا: آپ اپنے والد کے جانشین ہیں اور ہارون رشید کی تلوار سے ان کا خون ابھی تک ٹپک رہا ہے: تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب وہی ہے جو جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا کہ "اگر ابوجہل میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو سمجھ لینا کہ میں نبی نہیں ہوں"۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کر سکے تو سمجھ لینا کہ میں امام نہیں ہوں۔

(۷۲) ـــــ میری اور ہارون رشید کی قبر برابر برابر ہوگی

مسافر کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس مقامِ منیٰ میں تھا کہ ادھر سے یحییٰ بن خالد کا گذر ہوا اور اس نے اپنی ناک گرد وغبار سے بچنے کے لیے چھپا رکھی تھی۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان بیچاروں کو معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا گذرے گی؟ پھر فرمایا اور اس سے زیادہ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ ہم اور ہارون رشید دونوں اس طرح برابر برابر رہیں گے۔ اور یہ فرما کر آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر بتایا۔ (مناقب آلِ ابی طالب ص ۳۴۰، کافی جلد ۱ ص ۴۹۱)

(۷۳) ـــــ عامّہ کی روایات میں حاکم ابوعبداللہ حافظ نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا' اے بندۂ خدا! تو وصیت وغیرہ کرلے اور اُس امر کے لیے تیار ہو جا جس کا ہونا یقینی ہے: راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص تین دن کے بعد مر گیا۔ (مناقب ص ۳۴۱)

(۷۴) ــــــ غفاری کا بیان ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافع کی اولاد میں سے ایک شخص کا مجھ پر قرض تھا۔ اُس نے اپنی رقم کا تقاضا کیا، تو میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: فرزندِ رسولؐ! آپ کے غلاموں میں سے فلاں کا میں مقروض ہوں۔ اُس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے: آپ نے فرمایا، اس فرش پر بیٹھ جاؤ، پھر کھانا کھایا، اِس کے بعد آپ نے فرمایا فرش کو اٹھا کر دیکھو اس کے نیچے جو کچھ ہو لے لو: میں نے فرش اُٹھایا۔ وہاں کچھ دینار رکھے تھے جو میں نے لے لیے اور گھر واپس پہونچ کر انھیں شمار کیا تو ۴۸ دینار تھے اور اُنمیں سے ایک دینار پر یہ نقش کندہ تھا" تجھ پر ۲۸ دینار قرض ہیں۔ انھیں ادا کر کے باقی دینار اپنے مصرف میں لے آ۔ اور بخدا مجھے یاد بھی نہ تھا کہ اس شخص کی کتنی رقم مجھ پر قرض ہے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۴۵)

(۷۵) ــــــ جنابِ رسالت مآبؐ کے موئے مبارک کی شناخت

انصار کی اولاد میں سے ایک شخص آیا، اُس کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ تھی جس پر قُفل لگا ہوا تھا۔ اُس نے کہا یقیناً ایسا تحفہ آپ کو کسی نے نہ دیا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے ڈبیہ کھولی اور اُس میں سے سات عدد بال نکالے اور کہا کہ یہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہیں: امام رضا علیہ السلام نے اُنھیں الٹ پلٹ کر دیکھا اور ان میں سے چار بال چُن لیے اور فرمایا: یہ آنحضرتؐ کے موئے مبارک ہیں اور پھر آپ نے ان کو بوسہ دیا۔ آپ نے اس کے دل کا شبہ دور کرنے کے لیے ان تین بالوں کو آگ پر ڈال دیا وہ جل گئے۔ پھر ان چاروں کو بھی آگ پر ڈالا، وہ نہیں جلے بلکہ سونے کی طرح دمک اُٹھے۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۳۴۸)

(۷۶) ــــــ آبِ رضا یا گرمابۂ رضا در نیشاپور

حضرت امام رضا علیہ السلام جب نیشاپور تشریف لائے اور محلۂ فوز میں قیام فرمایا، تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں ایک حمّام بنایا جائے اور اس کے لیے نہر کھودی جائے اور ایک حوض تیار کیا جائے۔ اس کے اوپر نماز پڑھنے کی جگہ (مسجد) بھی ہو۔ جب یہ سب تیار ہو گیا تو آپ نے حوض میں غسل فرمایا اور مسجد میں نماز پڑھی اور یہ امامؑ کی سنّت ہو گئی۔ اب اس جگہ کو "گرمابۂ رضاؑ" یا "آبِ رضاؑ" اور حوضِ کاہلاں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حوض کے طاق میں اپنی رقم کی تھیلی رکھدی اور نہانے کے بعد اُٹھانا بھول گیا اور مکہ چلا گیا۔ جب حج سے واپس آیا تو پھر حوض پر غسل کے لیے گیا۔ تو دیکھا کہ وہ تھیلی اسی طرح رکھی ہوئی ہے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کہ

اس میں سانپ رہتا ہے اور وہ اس طاق میں مقیم ہے۔ اس شخص نے حوض کا دروازہ کھولا، حوض میں داخل ہوا اپنی رقم کی تھیلی اٹھالی اور کہنے لگا کہ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اے کاہلو! تم نے اس کو اٹھاکر نہیں دیکھا (کہ یہ سانپ ہے یا رقم کی تھیلی ہے)۔ اسی وجہ سے اس حوض کا نام حوضِ کاہلاں بھی پڑ گیا اور اس محلّہ کو محلّہ فوز اس لیئے کہتے ہیں کہ اس کو پہلے فتح کیا تو اس کے ہر ہر حصّہ کو دیکھا اور کہا، یہ ہے فوز (کامیابی)۔

(مناقب ص ۳۴۸)

(۷۷) آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں

حسین بن منصور نے اپنے بھائی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شب کا وقت تھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا دس شمعیں روشن ہوگئی ہوں۔ اسی دوران ایک شخص نے آکر حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اور اسے اجازت دی۔

(مناقب ص ۳۴۸)

• کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۸ اور کافی جلد ا ص ۴۸۷ میں بھی حسین بن منصور سے یہ روایت موجود ہے

(۷۸) ـــــ مفید بن جنید شامی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کی ذات اور آپ کے معجزات کے متعلق بہت بحث کرتے ہیں اگر اجازت ہو تو اس کے بارے میں بیان کر کے آپ سے گفتگو کروں: آپ نے ارشاد فرمایا آخر تو چاہتا کیا ہے اپنا مطلب بیان کر: میں نے کہا چاہتا یہ ہوں کہ آپ میرے باپ اور ماں کو زندہ کر دیں: آپ نے فرمایا۔ اپنے گھر جاکر دیکھ دونوں زندہ ہو گئے: اب جو میں گھر واپس آکر دیکھتا ہوں تو وہ دونوں زندہ تھے۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ دس روز اور زندہ رہے اور اس کے بعد اللہ نے ان دونوں کی روحیں قبض کر لیں۔

(کتاب النجوم بحوالہ ابن جریر طبری)

(۷۹) ـــــ محمد ابن طلحہ اپنی کتاب مناقب میں رقمطراز ہیں کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو مامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے اس بات کو ناپسند کیا۔ انھیں خوف تھا کہ کہیں خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہؑ میں منتقل نہ ہو جائے۔ اس لیے ان کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے نفرت و عداوت ہوگئی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام جب مامون کے پاس تشریف لے جاتے تو یہ دستور تھا کہ دارالامارہ پر جو ملازم ہوتا آپ کو سلام کرتا اور دروازہ کا پردہ اٹھاتا تب آپ اندر داخل ہوتے: مگر جب ان لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہوا تو انھوں نے آپس میں

مشورہ کر کے طے کیا کہ یہ آئیں تو ان سے منہ پھیر لیا جائے اور دروازے کا پردہ نہ اٹھایا جائے۔
ابھی یہ لوگ مصروفِ گفتگو تھے کہ دریں اثنا حضرت امام رضا علیہ السلام حسبِ معمول تشریف لائے ان سے یہ ممکن نہ ہوسکا کہ آپ کو سلام نہ کریں یا دروازے کا پردہ نہ اٹھائیں۔ جب آپ اندر داخل ہوگئے تو ان لوگوں نے آپس میں اپنے طے شدہ مشورے پر تبصرہ شروع کر دیا اور دوبارہ پھر یہی بات طے کی کہ آئندہ اس مشورے پر ضرور عمل کریں گے یعنی نہ امامؑ کو سلام کریں گے اور نہ آپ کے لیے دروازے کا پردہ اُٹھائیں گے؛ لیکن دوسرے دن جب آپ تشریف لائے تو سب نے آپ کا استقبال بھی کیا اور سلام بھی کیا مگر دروازے کا پردہ نہ اٹھایا، تاہم اللہ نے ایک تیز ہوا بھیج دی جس نے دروازے کا پردہ اٹھایا، بلکہ معمول سے زیادہ ہی اٹھایا اور آپ اندر داخل ہوگئے۔ ہوا ساکن ہوگئی۔ جب آپ مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو پھر ہوا نے پردہ اٹھایا آپ وہاں سے بھی گذر گئے۔ پردہ اپنی جگہ پر پہونچ گیا۔
جب آپ تشریف لے گئے تو اُن لوگوں نے آپس میں گفتگو شروع کی اور کہا کہ کچھ دیکھا؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں سب کچھ دیکھا۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے نزدیک امامؑ کا ایک مقام ہے اور آپ کی طرف اللہ کی خاص توجہ بھی ہے۔ آپ لوگوں نے یہ بھی دیکھا ہے صرف پردہ اٹھانے کے لیے اور امامؑ کے استقبال کی خاطر اللہ نے ہوا کو مسخّر فرمایا، جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخّر فرمادیا تھا۔ لہٰذا اب بہتر یہی ہے کہ جسطرح پہلے خدمت کرتے رہے ہیں اسی طرح آئندہ بھی عزت واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے امامؑ کی خدمت کرتے رہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ سے اُن کی عقیدت میں اور اضافہ ہوگیا۔ (کشف الغمہ)

(۸۰) زینب کذّابہ کا واقعہ

اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ خراسان میں ایک عورت تھی جس کا نام زینب تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نسلِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہوں۔ وہ اہلِ خراسان پر اپنا اثر جمائے ہوئے تھی۔ یہ بات حضرت امام رضا علیہ السلام نے سنی تو آپ نے اُس کی تکذیب فرمائی۔ جب اُس کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تب بھی آپ نے اس کو جھٹلایا اور فرمایا کہ یہ جھوٹی ہے۔ اُس نے کہا کہ جس طرح آپ نے میرے نسب میں عیب نکالا ہے میں بھی آپ کے نسب میں عیب نکالتی ہوں۔
یہ سُن کر آپ کی علوی غیرت جوش میں آئی۔ آپ نے خراسان کے حاکم سے فرمایا کہ ملک کے مفسدوں کو سزا دینے کے لیے جو درندے ایک وسیع مقام (جس کا نام برکۃ السباع تھا) پر جمع کیے گئے ہیں وہیں اس کو بھی لیجاؤں گا اور یہ فرما کر آپ نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور کھینچے

ہوئے بادشاہِ خراسان کے پاس لے گئے اور فرمایا۔ یہ عورت جھوٹی ہے اور علیؑ و فاطمہؑ پر بہتان باندھ رہی ہے یہ اُن دونوں حضرات کی نسل سے نہیں ہے اور اگر واقعتاً یہ نسلِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہے تو اس کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کو برکۃ السباع میں ڈال دیا جائے تاکہ اس کا کذب سب پر ظاہر ہو جائے۔

جب اس عورت نے یہ سُنا تو بولی پہلے آپ ان درندوں کے پاس جائیں اگر آپ سچے ہیں تو ثبوت فراہم ہو جائے گا: یہ سن کر آپ نے اُس عورت سے تو کچھ نہیں فرمایا اور اُٹھ کر کھڑے ہوئے سلطانِ خراسان نے کہا آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا، کہ درندوں کے کٹہرے میں اور بخدا، میں اس میں داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ یہ فرما کر آپ اس طرف چلے۔ آپ کو جاتے ہوئے دیکھ کر سلطان اور اس کے مصاحبین اور تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کٹہرے کا دروازہ کھولا گیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام اس میں داخل ہو گئے۔ تمام مجمع اُس کٹہرے کو بلندی سے دیکھ رہا تھا جب آپ ان درندوں کے درمیان پہونچے تو سب کے سب اپنے کانوں کے بل زمین پر لیٹ گئے اُن میں سے باری باری ہر ایک درندہ آتا، آپ کے چہرے، سر اور پشت کو بوسہ دیتا اور دُم ہلاتا ہوا واپس چلا جاتا۔ یہانتک کہ سبھی آئے۔ پھر آپ کٹہرے سے برآمد ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے سلطان سے فرمایا کہ اب اِس جھوٹی عورت کو بھی کٹہرے میں جانے کا حکم دیا جائے تاکہ اسکا جھوٹ یا سچ سب پر عیاں ہو جائے۔ اُس عورت نے انکار کیا تو سلطان نے حکم دیا کہ اس کو کٹہرے میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اس کو جوں ہی کٹہرے میں ڈالا گیا سب درندے اس پر بڑی تیزی سے جھپٹ پڑے اور اس کی تکہ بوٹی کر کے کھا گئے۔ اور پھر وہ سارے خراسان میں زینبِ کذابہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اور اس کا قصّہ وہاں بہت مشہور ہے

(کشف الغمۃ جلد ۲ ص ۷۱-۷۲)

(۸۱) ایک کنیز کا واقعہ

دلائلِ حمیری میں سلیمان جعفری سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لیے ایک کنیز اِن اِن صفات کی خرید لاؤ۔ جب میں نے تلاش کیا تو مجھے ان تمام اوصاف کی کنیز اہلِ مدینہ میں ایک شخص کے پاس ملی۔ میں نے اُسے خرید لیا، قیمت مالک کو ادا کی، اور کنیز کو لے کر حضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ کو پسند آئی، مگر چند ہی دن گذرے تھے کہ اس کا مالک میرے پاس روتا ہوا آیا اور بولا: اللہ اللہ میری زندگی تو تلخ ہو گئی۔ نہ چین آتا ہے نہ نیند آتی ہے۔ تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے بات کرو کہ وہ کنیز مجھے واپس کر دیں اور اپنی قیمت لے لیں: میں نے کہا کہ کیا تو پاگل ہوا ہے؟ بھلا مجھ میں یہ جرأت کہاں کہ میں اُن سے کنیز کی واپسی کے بارے میں کچھ کہہ سکوں۔

تاہم میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن آپ نے میرے بغیر کچھ کہے، خود ہی فرمایا: اے سلیمان! کیا اس کنیز کا مالک چاہتا ہے کہ میں اُس کو واپس کر دوں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ واللہ وہ یہی چاہتا ہے: آپ نے فرمایا۔ اس کی کنیز اس کو واپس دے دو اور قیمت واپس لے لو: میں نے ایسا ہی کیا: اس کے چند دن کے بعد اس کنیز کا مالک پھر میرے پاس آیا اور کہا: تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ پھر اس کنیز کو خرید لیں، اس لیے کہ وہ اب میرے لیے بے سود ہے۔ مجھ میں ہمت نہیں کہ میں اُس کے قریب بھی جا سکوں: میں نے کہا کہ مجھ میں بھی اب اتنی جرأت نہیں کہ اس سلسلے میں مزید امامؑ سے کچھ عرض کر سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا، اے سلیمان! کیا کنیز کا مالک یہ چاہتا ہے کہ وہ کنیز پھر میں خرید لوں اور قیمت اس کو دیدوں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! اس نے مجھ سے یہی درخواست کی ہے: آپ نے فرمایا، اچھا تو وہ کنیز مجھے دے کر قیمت لے جائے۔ (کشف الغمہ ج ۳ ص ۱۲۴-۱۲۳)

(۸۲) ائمہ طاہرین کیلئے خواب اور بیداری یکساں ہیں

حسن بن علی الوشّار کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا میرے پدر بزرگوار میرے پاس کل شب تشریف لائے تھے: میں نے تعجب سے عرض کیا، آپ کے پدر بزرگوار؟ آپ نے فرمایا، ہاں میرے پدر بزرگوار: میں نے پوچھا، کیا واقعاً آپ کے پدر بزرگوار؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہاں، خواب میں، میرے پدر بزرگوار اور میرے جد حضرت جعفر صادقؑ تو میرے پدر بزرگوار کے پاس برابر آیا کرتے اور ہدایات بھی فرمایا کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے حسن سنو! ہم ائمہ کے لیے خواب اور بیداری دونوں برابر ہیں۔

(۸۳) ——— علی بن محمد قاشانی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک صاحب نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں مالِ کثیر پیش کیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس سے آپ کو کوئی مسرت نہیں ہوئی۔ مجھے اس کا بڑا رنج ہوا اور دل میں کہا کہ اتنا مالِ کثیر پیشِ خدمت کرنے پر بھی آپ کو کوئی مسرت نہیں ہوئی۔ کہ اسی اثناء آپ نے غلام کو آواز دی کہ پانی اور طشت لاؤ اور آپ کرسی پر بیٹھ گئے اور غلام سے فرمایا، میرے ہاتھوں پر پانی ڈالو۔ اس نے پانی ڈالنا شروع کیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے بدلے خالص سونا بہہ بہہ کر طشت میں گرنے لگا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، دیکھو جو شخص ایسا ہے وہ تمھارے اس مالِ کثیر کی کیا پرواکرے گا (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۷)

(۸۴) شک کا کوئی علاج نہیں

علی بن خطاب واقفی کا بیان ہے کہ میں یوم عرفہ مقام وقوف میں تھا کہ اتنے میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا کی اولاد بھی تھی۔ آپ نے ہمارے ہی سامنے وقوف فرمایا۔ اُس وقت مجھے سخت قسم کا بخار تھا اور شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے غلام سے کچھ کہا جس کو میں نہ سمجھ سکا، غلام اُترا اور مشربہ سے جا کر پانی لایا۔ آپ نے پانی لیا، تھوڑا پیا اور بقیہ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر ڈالا، پھر فرمایا اسے دوبارہ بھر لاؤ۔ جب وہ بھر لایا تو فرمایا، اسے لیجاؤ اور اس شخص کو پلاآؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے پانی پیا۔ اور فوراً ہی خدا کی قسم میرا بخار جاتا رہا۔ تو مجھ سے یزید بن اسحاق نے کہا، اے علی! وائے ہو تجھ پر اب اس کے بعد تیرا کیا ارادہ ہے اور تجھے کس بات کا انتظار ہے۔ میں نے کہا بھائی مجھے چھوڑ دو۔

پھر یزید بن اسحاق نے اس سے ابراہیم بن شعیب کا واقعہ بیان کیا۔ جو اسی کی طرح واقفی العقیدہ تھا۔ کہ میں مسجد رسولؐ میں تھا اور میرے پہلو میں ایک بھاری جسم کا آدمی بیٹھا تھا: میں نے پوچھا تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ کہا کہ میں بنی ہاشم کے غلاموں میں سے ہوں: میں نے دریافت کیا، اس وقت بنی ہاشم میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے جواب دیا، رضا علیہ السلام: میں نے کہا بات کیا ہے کہ جو باتیں اُن کے آباء واجداد سے ظہور میں آتی تھیں وہ اُن سے ظہور میں کیوں نہیں آتیں؟ اُس نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، اُس نے تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خط لاکر مجھے دیا۔ میں نے اُسے پڑھا۔ وہ کوئی زیادہ خوشخط نہیں تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔ اے ابراہیم! تم آباء واجداد کو یاد کرتے ہو، تو سنو! تمہارے بچوں کی تعداد اتنی ہے، ان میں لڑکے فلاں فلاں ہیں۔ ہر ایک کے نام کے ساتھ ان کی تعداد بتائی۔ پھر لڑکیاں اتنی ہیں اور ہر ایک کے نام کے ساتھ ان کی تعداد تحریر تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے ایک لڑکی کا نام جعفریہ بھی تھا۔ جب میں وہ خط پڑھ چکا تو غلام نے کہا۔ لاؤ مجھے خط واپس کر دو: میں نے کہا۔ اسے میرے ہی پاس رہنے دو۔ اس نے کہا نہیں مجھے یہی حکم ملا ہے کہ تمھیں یہ خط پڑھوا کر تم سے واپس لے لوں: میں نے وہ خط واپس کر دیا: حسن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ علی بن خطاب اور ابراہیم بن شعیب دونوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا پھر بھی یقین نہ آیا اور اسی عقیدے پر ان کو موت آگئی۔ [ایک دوسری روایت بھی رجال کشی ص ۳۹۹ پر اسی قسم کی نقل ہے جس میں آپ نے اس کی ناجائز اولادوں کے نام بھی تحریر فرمائے۔] (رجال کشی ص ۳۹۸ نمبر ۳۴۱)

(٨٥) ـــــــ علی بن حسین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا کہ آپ میری طولِ عمری کے لیے دعا فرمائیں تاکہ جو میں چاہتا ہوں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ جوارِ رحمتِ الٰہی میں پہونچ جائے اور وہ شخص مقامِ حزیمیہ میں انتقال کرگیا۔ (رجال کشی ص ۴۲۰)

(٨٦) ـــــــ عبداللہ ابن طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کے پدرِ بزرگوار کو یحییٰ بن خالد نے زہر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا، ہاں، ان کو تیس رُطبوں میں زہر دیا گیا تھا میں نے کہا، کیا انھیں یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ زہر آلود ہیں؟ آپ نے فرمایا، اس وقت محدّث غائب تھا: میں نے پوچھا محدّث کون؟ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک فرشتہ ہے جو جبریل و میکائیل سے بھی بڑا ہے جو رسولِ مقبول ص کے ساتھ رہتا تھا اور آپ کے بعد ائمہ ع کے ساتھ رہتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جب کوئی چاہے وہ مل جائے۔ پھر فرمایا تم تو ابھی اور بھی زندہ رہوگے۔ اور وہ سو سال تک زندہ رہا۔

رجال کشی ص ۵۰۳

(٨٧) ـــــــ حسین بن قاسم کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام کے کوئی صاحبزادے حالتِ احتضار میں تھے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کو اُن کے پاس پہونچنے میں تاخیر ہوئی۔ آپ کی اس تاخیر پر مجھے بڑا رنج ہوا: راوی کا بیان ہے کہ آپ تشریف لائے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے: حسین کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اُٹھا، اور عرض کیا: میں آپ پر قربان! آپ کے چچا کا یہ حال ہے اور آپ جلدی اُن کے پاس سے اُٹھ کر چل دیے آپ نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ دیا۔؟ آپ نے فرمایا۔ میرے چچا تو فلاں شخص کو خود دفن کریں گے۔ (حاضرین میں سے کسی کا نام لیا): راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم چند ہی دنوں میں آپ کے چچا روبصحت ہو گئے۔ اور انھوں نے اُس شخص کو خود دفن کیا۔ حسن بن خشاب کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ حق کو پہچاننے لگے اور وہ اُس واقعہ کو اکثر بیان کیا کرتے۔ (رجال کشی ص ۵۱۰)

(٨٨) ــــ کُلُّنا محمّد کے مصداق

حسین بن عمر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت واقفی تھا۔ (امام رضا علیہ السلام کو امام نہیں مانتا تھا) میرے والد نے امام رضا علیہ السلام کے والدِ بزرگوار (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے سات سوالات دریافت کیے تھے اُن میں سے چھ سوالات کے جوابات آپ نے دیے تھے اور ساتویں سوال کا جواب نہ دیا تھا: چنانچہ میں نے کہا بخدا میں بھی وہی سات سوالات امام رضا علیہ السلام سے دریافت کروں گا، اگر آنحضرت نے بھی

وہی جوابات دیے جو آپ کے والدِ بزرگوار نے دیے تھے تو یہی آپ کی امامت کی دلیل ہوگی۔ چنانچہ جب میں نے وہ سوالات امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیے تو آپ نے بھی بعینہٖ وہی جوابات دیے جو آپ کے والدِ بزرگوار دے چکے تھے۔ ان میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا۔ اور ساتویں سوال کا جواب آپ نے بھی کچھ نہ دیا۔ میرے والد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ بھی کہا تھا کہ میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ پر دعویٰ کروں گا کہ آپ کا خیال ہے کہ عبداللہ امام نہیں تھے: آپ نے اپنا ہاتھ اُنکی گردن پر رکھ کر فرمایا۔ ہاں ہاں، تم اللہ کے سامنے مجھ پر یہ دعویٰ ضرور کرنا اس میں جو گناہ ہوگا وہ میری ہی گردن پر ہوگا۔

جب میں وہاں سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا، سنو! میرے شیعوں میں سے کوئی شخص اگر کسی آزمائش یا کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور وہ اُس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک شہید کے برابر ثواب عطا فرمائے گا: یہ سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا "بخدا" اس کا تو کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ (یہ بے محل بات کیوں کہی) غرض میں وہاں سے چلا اور ابھی راستے ہی میں تھا کہ میرے پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہوگئی جس کے باعث مجھے سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ مگر چونکہ وہ بیماری ابھی قدرے کم ہی تھی اس لیے میں نے اپنا فریضۂ حج ادا کیا اس کے بعد خدمتِ امام رضا علیہ السلام میں پھر حاضر ہوا پاؤں میں تکلیف ابھی تک باقی تھی میں نے عرض کیا۔ "میں آپ پر قربان" میرے پاؤں پر کچھ دم فرما دیجیے یہ کہہ کر میں نے اپنا پاؤں آپ کے سامنے پھیلا دیا، آپ نے فرمایا: تو اپنے اس پاؤں سے تو نہ ڈر۔ اب اپنا دوسرا پاؤں جو صحیح ہے دکھا: میں نے دوسرا پاؤں آپ کے سامنے پھیلایا۔ آپ نے اس پر دُعا دم کی۔ جب میں مکہ سے نکلا تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ رشتہ میرے پاؤں سے خود بخود نکل گیا معمولی تکلیف باقی رہ گئی تھی۔ (کافی جلد ۱ صہ ۳۵۲)

(۸۹) ایک وقت میں دو امام ہونگے تو ایک خاموش ہوگا

ابن قیاما واسطی جو عقیدۃً واقفی تھا اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟ فرمایا، نہیں۔ اگر ہوں گے تو ایک ناطق اور دوسرا صامت ہوگا: میں نے عرض کیا، مگر آپ کے ساتھ امام صامت تو کوئی نہیں ہے۔ (اُس وقت تک آپ کے صاحبزادے حضرت ابوجعفر تقی جواد علیہ السلام تولّد نہیں ہوئے تھے) آپ نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرمائے گا جو حق اور اہلِ حق کو قائم کرے گا اور باطل اور اہلِ باطل کو مٹا دے گا: پھر ایک ہی سال بعد حضرت ابوجعفر محمد تقی جواد کی ولادت باسعادت ظہور پذیر ہوئی۔ چنانچہ ابن قیاما واسطی سے کہا گیا کہ کیا اب اس علامت پر بھی تم قناعت نہ کروگے؟

(کیا تمھیں مزید کسی علامت کی ضرورت ہے) : اُس نے جواب دیا ، نہیں ۔ بخدا ، یہ بہت بڑی علامت ہے مگر حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام جو اپنے فرزند کے لیے فرما گئے تھے اس کو کیا کروں؟

(کافی جلد ا ص ۳۲۱ - ۳۵۴)

(۹۰) ـــــــ حکیمہ بنت موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ بیت حطب کے دروازے پر کھڑے ہوئے آہستہ آہستہ کسی سے باتیں کر رہے تھے مگر مجھے وہاں کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آیا : تو میں نے عرض کیا ، آپ کس سے مصروفِ گفتگو تھے ؟ آپ نے فرمایا ۔ یہ ایک زہرائی باشندہ ہے میرے پاس آیا ہے اس نے کچھ دریافت کیا ہے اور مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا ہے : میں نے عرض کیا : آقا میں بھی چاہتی ہوں کہ اُس کی آواز سُنوں : آپ نے فرمایا اگر تم اس کی آواز سنوگی تو ایک سال تک بخار میں مبتلا رہوگی : میں نے عرض کیا جو بھی ہو مگر میں سُننا چاہتی ہوں : آپ نے فرمایا ، اچھا ، لو سُنو ! میں نے ایک سیٹی جیسی آواز سُنی ؛ پھر مجھے بخار آگیا جو ایک سال تک رہا۔

(کافی جلد ا ص ۳۹۵)

• مناقب آلِ ابی طالب ج ۴ ص ۳۴۴ میں بھی اسی کے مثل روایت ہے

(۹۱) ـــــــ حسن بن علی الوشاّر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ خراسان گیا۔ میرے پاس تجارت کے لیے بیل بوٹے والے حُلّے تھے ۔ وہاں سے شہر مرو پہونچا ۔ رات کا وقت تھا (عقیدۃً واقفی تھا ۔ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر پر توقف کا قائل تھا ۔) میں نے وہیں قیام کیا ۔ وہاں مجھے ایک حبشی غلام ملا ۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدینہ کا باشندہ ہے ۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میرے آقا نے تم سے کہلایا ہے کہ میرا ایک غلام مرگیا ہے لہٰذا وہ یمنی چادر جو تمھارے پاس ہے بھیج دو تاکہ میں اس کو کفن دیدوں ۔ میں نے پوچھا تمہارا آقا کون ہے ؟ اُس نے جواب دیا ۔ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام : میں نے کہا ، میرے پاس نہ کوئی چادر ہے اور نہ کوئی حُلّہ ۔ سب میں نے راستے ہی میں فروخت کر دیے ؛ وہ غلام چلا گیا اور پھر واپس آکر بولا کہ چادر تو تمھارے پاس موجود ہے : میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کوئی چادر بھی ہے ؛ وہ پھر واپس چلا گیا ۔ لیکن کچھ دیر کے بعد پھر واپس آیا اور کہا ، وہ فلاں لوکری میں رکھی ہوئی ہے ؛ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر واقعاً یہ سچ ہے تو پھر یہ بات آپ کے علمِ امامت کی دلیل ہے بات یہ تھی کہ چلتے وقت میری لڑکی نے مجھے ایک یمنی چادر برائے فروخت دی تھی اسکی قیمت سے خراسان سے فیروزہ اور منکا سیاہ (ایک قسم کا پتھر ہے) خریدنے کی فرمائش کی تھی مگر میں بھول گیا تھا ۔ میں نے اُس غلام سے کہا ، اچھا جس ٹوکری کے لیے آپ نے فرمایا ہے اسے تم ہی اٹھا لاؤ ۔ وہ میرے سامان میں سے وہی ٹوکری نکال کر لے آیا ؛ میں نے اُسے کھولا تو کپڑوں کی تہہ میں وہ چادر مل گئی ؛ میں نے چادر اس کے حوالہ کر دی ۔ اور کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ میں اس کی کوئی قیمت نہ لوں گا ؛ وہ چلا گیا اور واپس

آیا اور کہا۔ تم وہ چیز ہدیہ کر رہے ہو جو تمھاری نہیں ہے۔ یہ تو تمھاری فلاں لڑکی نے تم کو برائے فروخت دی تھی جس کی قیمت سے فیروزہ اور سیاہ منکا خریدنے کی فرمائش کی تھی۔ لہٰذا جو چیز اُس نے منگائی تھی وہ خرید لو۔ خراسان میں اس چادر کی جو قیمت ہے وہ غلام کے ہاتھ بھیج دی ہے۔

اس واقعہ نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ پھر میں نے دل میں کہا، خدا کی قسم اب میں آپ کی آزمائش کے لیے چند وہ مسائل لکھ کر لے جاؤں گا جن میں مجھے شک ہے جو اس سے قبل آپ کے والدِ بزرگوار سے دریافت کیے گئے تھے۔ لہٰذا میں نے وہ تمام سوالات تحریر کیے اور ایک ڈبیہ میں بند کر کے اپنی آستین میں رکھ کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے درِ دولت پر گیا۔ میرے ساتھ میرا ایک ساتھی بھی تھا جو مخالفین میں سے تھا مگر یہ تفصیل اس کے علم میں نہیں تھی۔ جب درِ دولت پر پہونچا تو دیکھا کہ بہت سے اہلِ عرب، سردار اور فوجی بھی وہاں موجود ہیں۔ میں آپ کے بیت الشرف کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ دیکھیں ہماری ملاقات کب تک ہوتی ہے۔ جب بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہو گئی تو دل برداشتہ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا۔ کہ اسی اثنا آپ کا ایک غلام آیا اور ایک ایک کا چہرہ دیکھنے لگا اور بولا دخترِ الیاس کا فرزند کہاں ہے: میں نے کہا میں یہاں حاضر ہوں پس اُس نے اپنی آستین سے ایک ڈبیہ نکالی اور کہنے لگا، یہ ہے تمھارے مسائل کا جواب اور اُن کی تشریح۔
میں نے اُسے کھولا تو اُن ہی مسائل کے جوابات اس میں درج تھے جو میری آستین میں تھے۔ میں فوراً بول اُٹھا۔ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ یقیناً حجّتِ خدا ہیں اور میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اٹھا تو میرے ساتھی نے کہا: کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ کیا ملاقات نہ کرو گے؟ میں نے کہا، میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب میں پھر کسی روز آپ سے ملنے کے لیے حاضر ہوں گا۔ (عیون المعجزات)

- مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صـ۳۳۶ میں بھی وشاء سے اسی کے مثل روایت منقول ہے جس کو علامہ نے بھی آپ کے معجزات کے ذیل میں تحریر کیا ہے۔

(۹۲) میرے والدِ بزرگوار کے تبرّکات میرے حوالہ کرو

مسافر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوابراہیم علیہ السلام کو (مدینہ سے) لے جایا گیا تو آپ نے حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ جب تک میری وفات کی اطلاع تم کو نہ ملے اُس وقت تک دروازے پر سویا کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم ہر رات کو حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیے دروازے پر بستر لگا دیا کرتے تھے آپ بعد عشا تشریف لاتے اور وہیں سو جایا کرتے۔ صبح ہوتی تب بیت الشرف

واپس تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی ہم آپ سے پوشیدہ طور پر کھانے کی کوئی چیز رکھ دیتے تو آپ اُس کو نکال لایا کرتے، صرف یہ بتانے کے لیے کہ ہمیں اس کا علم ہے اور ہم سے چھپانا مناسب نہیں۔

ایک شب آپ کے آنے میں بہت دیر ہوئی تو اہلِ خانہ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ ادھر ہم سب بھی پریشان ہو گئے۔ جب کافی رات گذر گئی تب آپ تشریف لائے اور بیت الشرف میں داخل ہو کر اُمِ احمد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ "وہ امانتیں جو میرے والدِ بزرگوار نے تمھارے پاس بطور امانت رکھ دی تھیں میرے حوالہ کر دو"۔ یہ سُن کر وہ چیخنے چلّانے اور سر و سینہ پیٹنے لگیں کہ ہائے میرے آقا وفات پا گئے: آپ نے فرمایا، جبتک کوئی اطلاع نہ آجائے گریہ کرنے کی ضرورت نہیں: اُمِ احمد نے آپ کو امانتوں والی ٹوکری دیدی۔ (الخرائج والجرائح - کافی جلد ۱ ص ۳۸۱)

(۹۳) ـــــ مشارق الانوار میں برسی کی روایت ہے کہ ایک مردِ واقفی نے بہت سے مشکل مسائل ایک کاغذ پر قلمبند کیے اور دل میں کہنے لگا کہ اگر حضرت امام رضا علیہ السلام اس کا مطلب سمجھ گئے تو میں مان لوں گا کہ آپ واقعی ولی امر ہیں: یہ لے کر وہ آپ کے درِ دولت پر آیا اور مجمع کے کم ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ اسی اثناء ایک خادم اندر سے برآمد ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جس میں خود امام ؑ کے قلم سے اس کے تمام مسائل کا حل اور جوابات تحریر تھے۔ خادم نے آکر اُس سے کہا، تیرا وہ مسائل کا طومار کہاں ہے۔ اس نے نکال کر خادم کو دکھایا تو اُس نے کہا، کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس رقعہ میں تیرے اِس طومار اور مسائل کا جواب ہے۔ اُس نے وہ رقعہ لیا اور چلا گیا۔

(۹۴) ـــــ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنی مجلس میں فرمایا: لا اِلٰہ اِلّا اللہ فلاں شخص مر گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا لا اِلٰہ اِلّا اللہ اب اس کو غسل و کفن کے بعد قبر کی طرف لے جایا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، اب اسے قبر میں اُتار دیا گیا اور اس کے رَبّ کے متعلق سوال کیا گیا، اُس نے جواب دیا۔ پھر نبی کے متعلق سوال کیا گیا، اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا۔ پھر امام کے متعلق سوال کیا گیا تو اُس نے سب کا نام بتایا لیکن جب میری مرتبہ وہ رُک گیا (معلوم ہوا کہ وہ شخص واقفی تھا)

(۹۵) ـــــ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لائے تو تمام اطراف کے شیعہ جوق در جوق آپ کے پاس پہونچنے لگے۔ چنانچہ علی بن اسباط بہت سے تحائف لے کر روانہ ہوا مگر راستہ ہی میں ڈاکہ پڑ گیا اور سب کچھ لوٹ لیا گیا۔ خود اُس کے منھ پر بھی چوٹ آئی جس کی وجہ سے اس کے دانت داڑھیں وغیرہ بھی ٹوٹ گئے۔ وہ غریب پاس کے ایک قریہ میں چلا گیا۔ رات کو سویا تو خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں تم غم نہ کرو تمھارا تمام مال اور تحائف ہم تک پہونچ گئے ہیں لیکن رہ گئی تمھارے دانتوں کی فکر، تو اس کے لیے سعد کو سفوف بنا کر

منھ میں بھر لو : علی بن اسباط کا بیان ہے کہ یہ خواب دیکھ کر میں خوش خوش بیدار ہوا۔ فوراً سعد کو سفوف کیا اور اسے اپنے منھ میں بھر لیا اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ دانت اُگا دیے :

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ اور اِذنِ باریابی پائی تو آپ نے فرمایا کہ سعد کے بارے میں جو کچھ میں نے ہدایت کی تھی وہ تو تم نے سچ پایا۔ اب تم اپنا مال و اسباب، اور تحائف بھی دیکھ لو : جب وہ مال خانہ میں داخل ہوا تو تمام سامان نیز تحائف موجود پائے سب کچھ قاعدہ سے رکھے ہوئے تھے۔

(۹۶) ═══ موت کی قسمیں

حضرتِ امام محمد تقی جواد علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ اصحابِ امام رضا علیہ السلام میں سے ایک شخص بیمار ہوا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور کیفیّتِ حال دریافت فرمایا اُس نے عرض کیا کہ آپ کے پاس سے آنے کے بعد تو سمجھ لیجیے کہ موت کا شکار ہو گیا ہوں (مطلب یہ تھا کہ شدید مرض میں مبتلا ہوں) : آپ نے فرمایا، اس سے مل کر تم نے اس کو کیسا پایا ؟ عرض کیا، بہت اذیّت ناک۔ آپ نے فرمایا، ابھی تم اُس سے نہیں ملے ہو بلکہ ایسی چیز سے ملے ہو جو تمھارا تعارف موت سے کرا دے۔ یاد رکھو ! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو موت میں راحت محسوس کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو موت سے بچ کر راحت محسوس کرتے ہیں۔ انھیں موت سے تکلیف ہوتی ہے۔ لٰہذا اللہ اور ولایت پر اپنا ایمان تازہ کر لو۔ پھر تمھیں موت میں راحت محسوس ہوگی : اُس شخص نے ایسا ہی کیا۔ پھر بولا۔ فرزندِ رسولؐ ! یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو تحفۂ درود کے ساتھ آئے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ کے سامنے کھڑے ہیں انھیں بیٹھنے کی اجازت دیدیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، میرے رَبّ کے ملائکہ بیٹھ جاؤ : پھر آپ نے مریض سے فرمایا، ان فرشتوں سے دریافت کرو، کیا ان کو میرے سامنے کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے : مریض نے بتایا کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کے پیدا کیے ہوئے تمام فرشتے بھی آپ کے سامنے آجائیں تو وہ کھڑے ہی رہیں گے تا وقتیکہ آپ ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیں۔ یہی ان کے لیے اللہ کا حکم ہے۔

اس کے بعد مریض نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ آپ پر میرا سلام ہو آپ کی شبیہ مجھے اشباہِ محمدؐ و ائمۂ طاہرینؑ سے ملا رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص فوت ہو گیا۔ (دعواتِ راوندی)

بحار الانوار

باب ۴

بصره وکوفه میں ورود

① امام رضاؑ اپنے آباء و اجداد کیطرح علمِ غیب جانتے تھے

محمد بن فضل ہاشمی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام نے وفات پائی تو میں مدینہ پہونچا اور حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا اور جو بھی تبرکات میرے ساتھ تھے وہ سب میں نے آپ تک پہونچا دیے اور عرض کیا کہ میں بصرہ جارہا ہوں کیونکہ وہاں کے لوگوں میں بڑا اختلاف ہے اور وہاں بھی حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی وفات کی خبر پہونچ چکی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کے امام ہونے کی دلیل ضرور پوچھیں گے۔ اب اس سلسلے میں آپ کی جو رائے ہو: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم میرے متعلق فکر نہ کرو۔ بصرہ وغیرہ میں میرے ماننے والوں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میں خود اُن کے پاس پہونچنے والا ہوں۔" (اور ہمارے پاس) نہیں ہے کوئی قوت لیکن یہ کہ وہ اللہ سے ملی ہے": اس کے بعد آپ میرے سامنے وہ تبرکات بھی لائے جو پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمۂ طاہرین کے پاس ہوتے ہیں۔ جیسے آنحضرتؐ کی چادر آپ کا عصا، آپ کے اسلحہ وغیرہ: میں نے عرض کیا، پھر آپ کب تشریف لائیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمھارے پہونچنے کے تین دن کے بعد آؤں گا۔

چنانچہ میں پہونچا، لوگوں نے حالات دریافت کیے، میں نے انھیں بتایا کہ میں حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے آپ کی وفات سے ایک دن قبل ملا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری موت یقینی ہے۔ لہٰذا جب تم مجھے سپردِ خاک کردو، تو یہاں ہرگز نہ ٹھہرنا۔ میری ودیعتیں لیکر سیدھے مدینہ چلے جانا اور سب کچھ میرے فرزند علیؑ ابن موسیٰؑ تک پہونچا دینا۔ اِس لیے کہ وہی میرے وصی اور میرے بعد صاحب الامر ہیں۔ میں نے وہی کیا جو حکم ہوا تھا۔ امام علی رضا علیہ السلام خود آج سے تیسرے روز یہاں تشریف لائیں گے۔ پھر اُن سے جو کچھ دریافت کرنا ہو، پوچھ لینا۔

عمرو بن ہداب سارے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بولا (جو درحقیقت ناصبی تھا اور زیدیہ اور معتزلہ کی طرف مائل تھا۔) اے محمد ابن فضل سنو! حسن بن محمد زہد و تقویٰ، علم اور کردار میں اہلبیتِ رسالت کے افاضلین میں سے ہیں اور پھر وہ علی بن موسیٰ الرضاؑ کی طرح جوان بھی نہیں ہیں بلکہ عمر رسیدہ ہیں اور غالباً اگر اُن سے مشکل مسائل دریافت کیے جائیں تو وہ یقیناً جواب دیں گے: اتفاقاً حسن بن محمد بھی وہیں موجود تھے، فوراً بولے۔ اے عمرو! ایسی بات نہ کہہ، علیؑ ابن موسیٰؑ فضائل و اوصاف میں اعلیٰ اور بلند ہیں اور محمد بن فضل نے یہ خبر دی ہے کہ وہ خود تین دن میں یہاں پہونچ جائیں گے وہ تیرے سامنے اپنی امامت کی دلیل پیش کریں گے۔

(٢) —— راوی کا بیان ہے کہ میرے بصرے میں داخلے کے تیسرے دن حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لائے اور حسن بن محمد کے مکان کا رُخ کیا۔ یہی آپ کے اوامر و نواہی کو جاری کرتے تھے۔ ملاقات کے بعد فرمایا، اے حسن بن محمد! عوام الناس بالخصوص اُن سب لوگوں کو جمع کرو جو محمد بن فضل کے پاس آئے تھے نیز میرے ماننے والوں کو اور جاثلیق نصرانی اور راس الجالوت یہودی کو بھی بُلالو۔ اور ان سب سے کہدو کہ ہم سے جو پوچھنا چاہیں آکر دریافت کریں: انھوں نے سب کو جمع کیا زیدیہ اور معتزلہ بھی آئے مگر کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کیوں جمع کیے جارہے ہیں۔ جب کافی مجمع ہوگیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے مسند بچھائی گئی۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجمع کو خطاب کرکے فرمایا: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ: آپ کو معلوم ہے کہ میں نے پہلے سلام کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا نہیں: آپ نے فرمایا، اِس لیے، تاکہ تمھارے دل مطمئن ہوجائیں: کسی نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، ذرا آپ یہ فرمائیے آپ کون ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، میں علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ ہوں اور فرزندِ رسولؐ ہوں۔ میں نے آج صبح کی نماز مسجدِ رسولؐ میں والیٔ مدینہ کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے اپنے ایک ساتھی کا خط دکھایا جو اس کے پاس موجود تھا پھر کچھ امور میں اُس نے مجھ سے مشورہ چاہا، میں نے مفید مشورہ دیا۔ اس سے میں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ آج بعد عصر شام کے وقت میرے پاس آئے تاکہ خط کا جواب لکھا جائے۔ جو وعدہ اس سے کیا ہے وہ میں پورا کروں گا:

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(٣) —— مجمع نے کہا فرزندِ رسولؐ! ہمیں آپ کے بارے میں کسی دلیل و ثبوت کی ضرورت نہیں ہے آپ ہمارے نزدیک صادق القول ہیں۔ اس کے بعد وہ منتشر ہونے لگے: امام علیہ السلام نے فرمایا، ابھی توقف کرو تاکہ میں تمھیں یہاں جمع کرنے کی وجہ سے بھی متنبہ کردوں، یہ فرماکر آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ "مجھ سے آثارِ نبوت و علاماتِ امامت کے متعلق جن کو ہم اہلِ بیت کے علاوہ کہیں نہیں پاؤگے جو چاہو سوال کرو۔"

سوال کی ابتدا عمر بن ہداب نے کی اور کہا کہ محمد بن فضل نے تو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہی ہیں جن کو دل قبول نہیں کرتا: آپ نے فرمایا وہ باتیں کیا ہیں؟ عمرو بن ہداب نے کہا کہ انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ کو تمام آسمانی صحیفوں کا علم ہے اور آپ دنیا کی ہر زبان اور لغت سے واقف ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ محمد بن فضل نے سچ کہا: میں سب سے پہلے دنیا کی مختلف زبانوں اور لغتوں کے متعلق تمھیں مطلع کرتا ہوں: دیکھو! اس مجمع میں ایک فلاں شخص رومی ہے۔ فلاں شخص ہندی ہے یہ شخص فارسی ہے اور وہ شخص ترکی ہے ہم نے سب ہی کو یہاں بلایا ہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ

وہ اپنی اپنی زبانوں میں جو چاہیں دریافت کریں۔ میں سب کا جواب اُن ہی کی زبانوں میں دوں گا۔ انشاءاللہ

لہٰذا ان میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی زبان میں آپ سے سوالات کیے اور آپ نے اُن ہی کی زبان میں جواب دیا۔ یہ بہت متحیّر ہوئے اور اقرار کرنے لگے کہ آپ نے ہماری زبان میں ہم سے زیادہ فصیح کلام کیا ہے:

(۴) —— اس کے بعد آپ نے عمرو بن ہدّاب کی طرف دیکھا اور فرمایا، اگر میں تجھے یہ بتا دوں کہ تو عنقریب انہی چند دنوں میں اپنے کسی رشتہ دار کے خون میں آلودہ ہوگا۔ تو کیا تو اسے سچ نہ مان لے گا؟ اُس نے کہا کہ غیب کی باتیں سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا: آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۂ جن آیت ۲۶)

"وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کی باتوں پر کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کرتا۔ مگر صرف اُسے جس کو رسولوں میں سے اُس نے اِس کے لیے منتخب کر لیا ہے۔"

لہٰذا جان لو! کہ رسولؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نزدیک منتخب اور مرتضیٰ ہیں اور ہم اہلِ بیتِ رسولؐ ان کے وارث ہیں۔ ہم ہی ہیں جن کو اللہ نے اپنے غیب پر جتنا چاہا ہے مطلع فرمادیا۔ پس تا قیامت جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا ہے سب حالات سے باخبر ہیں؛ اور وہ امر کہ جس کی خبر میں نے تجھے دی ہے پانچ دن کے اندر ہونے والا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو سمجھ لینا کہ اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سب غلط اور افترا ہے۔ اور اگر صحیح ہو تو پھر یہ جان لے کہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کو رد کر رہا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عنقریب تیری آنکھیں آشوب کر آئیں گی پھر تو اندھا ہو جائے گا ایسا اندھا کہ تو ہموار و ناہموار، سہل و جبل میں سے کچھ نہ دیکھ سکے گا۔ یہ بھی بہت جلد ہونے والا ہے۔ اور تیرے لیے تیسری دلیل یہ ہے کہ تو جھوٹا حلف اٹھائے گا اور اس کے عذاب میں تو مبروص ہو جائے گا۔

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابن ہدّاب پر یہ تمام عذاب نازل ہوئے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ بتاؤ حضرت امام رضا علیہ السلام نے سچ فرمایا یا جھوٹ؟ اُس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم جس وقت امام علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا تھا اسی وقت میں جان رہا تھا کہ یہ سب ہو کر رہے گا، مگر میں تو اُن سے صرف الجھ رہا تھا۔

(۵) —— اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام جاثلیق کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا: بتاؤ کیا انجیل نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے؟ اُس نے جواب دیا اگر انجیل میں کوئی دلیل ہوتی تو ہم اُن کی نبوّت سے انکار ہی کیوں کرتے: آپ نے ارشاد فرمایا: انجیل کے سفر سوم میں جہاں تم کو نکتہ کا حکم ہے وہ کیا ہے؟ جاثلیق نے کہا وہ اللہ کے ناموں میں سے ایک

نام ہے اور ہمارے لیے اس کا اظہار جائز نہیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اگر میں یہ ثابت کردوں کہ وہ محمدؐ کا نام اور آپؐ کا ذکر ہے اور حضرت عیسٰیؑ نے خود اس کا اقرار فرمایا ہے اور بنی اسرائیل کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے، تو تم اقرار کر لوگے، انکار تو نہیں کروگے؟ اُس نے جواب دیا۔ اگر آپ نے ثابت کر دیا تو ہم اقرار کر لیں گے اس لیے کہ ظاہر ہے ہم انجیل کو تو رد نہیں کر سکتے نہ اس کا انکار کر سکتے ہیں : آپ نے فرمایا، اب ہم سے وہ سفرِ سوم سنو جس میں حضرت محمدؐ کا ذکر ہے اور جس میں حضرت عیسٰیؑ نے حضرت محمدؐ کے آنے کی بشارت دی ہے : چنانچہ آپ نے انجیل سے سفرِ سوم کی تلاوت شروع کی، جب ذکرِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہونچے تو جاثلیق سے فرمایا، بتاؤ وہ موصوف کون ہے جن کے یہ تمام صفات بیان کیے گئے ہیں : جاثلیق نے کہا، آپ ہی بتائیں وہ کون ہیں : آپ نے فرمایا میں اسی کو بتاؤں گا جس کو اللہ نے بتایا۔ یعنی وہ اونٹ پر سوار ہوتا ہوگا، ہاتھ میں عصا ہوگا، دوش پر ردا ہوگی۔ یہ وہی نبیؐ امی تو ہیں جن کو یہ لوگ توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ یہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے برائی سے منع کرتا ہے۔ ان کے لیے پاک وطیب چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ گندی اور خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ ان کے سر کے بوجھ کو اتارتا، اُن کی زنجیروں کو کاٹتا، اور مختصر ترین راستہ عدل و انصاف اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

اے جاثلیق میں تجھے حضرت عیسٰیؑ روح اللہ اور حکمۃ اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس نبی کی یہ صفت انجیل میں پاتے ہو؟ اُس نے گردن جھکالی اور کچھ دیر سوچا کہ اگر انجیل سے انکار کروں گا تو کافر ہو جاؤں گا : لہٰذا، کہا کہ ہاں ہاں یہ صفات تو انجیل میں مذکور ہیں اور حضرت عیسٰیؑ نے بھی انجیل میں اس نبی کا ذکر کیا ہے مگر نصاریٰ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے کہ اُس نبی سے مراد آپ لوگوں کا نبی ہے : حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، چلو اتنا تو ہوا کہ تم انجیل کا انکار کر کے کافر نہیں ہوئے اور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصاف مذکور ہیں اس کا بھی تم نے اقرار کر لیا۔ اب مجھ سے انجیل کا سفرِ دوم بھی سنو! جس میں آنحضرت کے ساتھ آپ کے وصی، آپ کی بیٹی فاطمہؑ اور حسن وحسین تک کا ذکر موجود ہے۔

یہ سن کر جاثلیق اور راس الجالوت کو پتہ چل گیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام، توریت وانجیل کے بھی عالم ہیں۔ لہٰذا انھوں نے کہا، بخدا آپ نے ایسی چیزیں پیش کیں کہ جن کا انکار ممکن ہی نہیں۔ بیشک حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ نے ایک ایسے نبی کی بشارت دی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت محمدؐ ہیں۔ اگرچہ یہ قطعی ہے کہ اس نبی کا نام محمدؐ ہے۔ لیکن یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں کہ ہم آپ کے نبی کی نبوت کا اقرار کر لیں۔ اس لیے ہمیں اس میں شک ہے : آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے شک کو دلیل قرار دے رہے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یا آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا نبی بھیجا ہے جس کا نام محمدؐ رہا ہو یا کتبِ انبیاء میں سے جس کو اللہ نے ان پر نازل کیا ہو یا کسی کتاب محمدؐ کے علاوہ کسی اور کا ذکر تم نے پایا ہو ؟

جب اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو بولے، ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ اُس محمدؐ سے مراد آپ کے محمدؐ ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہم نے آپ کے محمدؐ کا اور وصی محمدؐ، اُن کی دختر اور دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا اقرار کرلیا تو پھر آپ لوگ ہمیں جبراً دینِ اسلام میں داخل کرلیں گے : امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے جاثلیق تم مطمئن رہو اللہ اور اس کا رسولؐ ضامن ہیں کہ تم کو امان ہے اور ہماری جانب سے کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو تمھیں ناپسند ہو یا تم جس سے ڈرتے ہو اور بچ رہے ہو : اُس نے جواب دیا، اچھا اگر آپ کی طرف سے امان ہے تو سُنیئے کہ توریت اور انجیل اور زبور میں اس نبی کا نام محمدؐ، اُس کے وصی کا نام علیؑ اُس کی دختر کا نام فاطمہؑ اور اُس کے نواسوں کے نام حسنؑ و حسینؑ ہیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو یہ بتایا کہ توریت، زبور اور انجیل میں اُس نبی کا نام یہ ہے، اُس کے وصی کا نام یہ ہے اُس کی دختر کا نام یہ ہے اور اُس کے نواسوں کے نام یہ ہیں، تو یہ سچ ہے یا جھوٹ ؟ اُس نے جواب دیا، بالکل سچ ہے۔ ان کتابوں (صحیفوں) میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے۔

(۷) راس الجالوت یہودی سے امامؑ کا خطاب

جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق (نصاریٰ) سے اس کا اقرار لے لیا، تب آپ نے راس الجالوت (یہودی) کو مخاطب کیا اور ارشاد فرمایا، اے راس الجالوت! اب تم بھی حضرت داؤدؑ کی کتاب زبور (جو اللہ نے نازل فرمائی ہے) کا فلاں سفر سنو! اُس نے کہا جی ہاں سُنائیے، اللہ آپ کو اور آپ کے آباء کو اپنی برکتوں سے نوازے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے زبور کے سفرِ اول کی تلاوت فرمائی اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں حضرات : محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا ذکر ہے تو فرمایا، اے راس الجالوت! تجھے خدا کی قسم بتادے کہ یہ حضرت داؤدؑ کی زبور میں ہے ؟" یا نہیں"۔ تجھے بھی اسی طرح امان اور ضمانت و عہد دیا جاتا ہے جس طرح ہم نے جاثلیق کو دیا ہے : راس الجالوت نے کہا، زبور میں بعینہٖ یہی ہے۔ اور اُن حضرات کے ناموں کے ساتھ ہے : امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تجھے ان دس آیات کی قسم جو اللہ نے توریت میں حضرت موسیٰ بن عمران پر نازل کی ہیں، کیا توریت میں وہ آیات تو نے دیکھی ہیں، جن میں حضرات، محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو عدل و فضل سے منسوب کیا گیا ہے : اُس نے کہا

جی ہاں، جو اِس سے انکار کرے گا وہ اپنے رب سے اور اُس کے انبیاء سے انکار کرے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، کہ اب توریت کا فلاں سفر سنو! اور پھر آپ نے توریت کی تلاوت فرمائی؛ راس الجالوت، آپ کی اس تلاوت اور لب ولہجہ وفصاحتِ زبان پر حیرت زدہ تھا۔ جب آپ اُس مقام پر پہونچے جہاں ذکرِ حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو راس الجالوت نے کہا کہ، ہاں یہ احماد اور ایلیا اور بنتِ احماد اور شبّر وشبّیر ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سفر کی آخر تک تلاوت فرمائی۔

جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو راس الجالوت نے کہا، اے فرزندِ محمدؐ! بخدا اگر ہمیں اپنی اس سرداری کے جانے کا خطرہ نہ ہوتا جو ہمیں تمام قوم یہود پر حاصل ہے تو میں یقیناً احمدؐ پر ایمان لے آتا اور آپ کے حکم کی پیروی کرتا۔ مگر سُن لیجیے کہ میں اُس ذات کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی، داؤدؑ پر زبور نازل فرمائی ہے کہ توریت وانجیل وزبور کی آپ سے بہتر تلاوت کرنے والا اور ان کتابوں کی آپ سے بہتر تفسیر بیان کرنے والا آج تک میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔

⑧ امامؑ کی مدینہ روانگی اور واپسی پر رومی کنیز سے گفتگو

حضرت امام رضا علیہ السلام نے وقتِ زوال تک مجمع سے خطاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اب میں مدینہ جاکر، اُس وعدہ کے بموجب "جو میں نے والیٔ مدینہ سے کیا ہے کہ میں اُس کے خط کا جواب تحریر کردوں گا"، انشاء اللہ کل صبح پھر واپس آؤں گا۔ (روانگی سے قبل آپ نے نماز ادا فرمائی)۔

راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے اذان دی، اقامت کہی، امام رضا علیہ السلام آگے بڑھے اور سب حضرات نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جس میں خفیف سی قرأت کی اور بقدرِ سنت رکوع کیا۔ بعد فراغتِ نماز آپ مدینہ تشریف لے گئے۔

دوسرے دن صبح آپ کی واپسی ہوئی۔ مجمع آپ کا منتظر تھا آپ مجمع میں پہونچے تو آپ کے سامنے ایک کنیز رومی لائی گئی۔ آپ نے اس سے رومی زبان میں گفتگو شروع کی اور جاثلیق بھی بہت غور سے سُنتا رہا کیونکہ وہ بھی رومی زبان سمجھ لیتا تھا: امام رضا علیہ السلام نے اُس کنیز سے دریافت فرمایا؛ تجھے حضرت محمدؐ زیادہ پسند ہیں یا حضرت عیسیٰؑ؟ اُس نے جواب دیا۔ جبتک میں حضرت محمدؐ سے ناواقف تھی، مجھے حضرت عیسیٰؑ زیادہ پسند تھے، مگر جب میں حضرت محمدؐ سے واقف ہوگئی تو اب حضرت محمدؐ ہی مجھے حضرت عیسیٰؑ بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ پسند ہیں: جاثلیق نے اس سے کہا، یہ جو تو دین

محمدؐ میں داخل ہوگئی، تو کیا حضرت عیسیٰؑ کو ناپسند کرتی ہے؟ اُس نے کہا، پناہ بخدا، ایسا نہیں ہے، بلکہ میں حضرت عیسیٰؑ کو پسند کرتی ہوں اور اُن پر ایمان بھی رکھتی ہوں مگر حضرت محمدؐ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

⑨ امامؑ نے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی

امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق سے فرمایا، جو کچھ اس رومی کنیز نے کہا، اور جو کچھ تم نے اس سے گفتگو کی ہے وہ سب مجمعِ عام میں بیان کردو: جاثلیق نے تمام باتیں سب کے بیان کیں۔ پھر جاثلیق نے کہا فرزندِ رسولؐ یہاں ایک سندھی شخص بھی ہے جو عقیدۃً نصرانی ہے بڑی دلیلیں اور مباحثے کرتا ہے مگر اس کی زبان سندھی ہے: آپ نے فرمایا اچھا، اُسے بھی بُلاؤ: وہ شخص بُلایا گیا، تو آپ نے اُس سے سندھی زبان گفتگو شروع کی اور نصرانیت کے متعلق اِدھر اُدھر کی باتوں سے ہٹا کر اصلِ موضوع پر لاتے رہے: راوی کا بیان ہے کہ آخر میں نے سندھی کو یہ کہتے ہوئے سُنا:۔
"ثبطی ثبطلة" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اُس نے سندھی زبان میں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے۔

پھر آپ نے اُس سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے متعلق گفتگو شروع کی اور وہ درجہ بدرجہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف آتا رہا، یہانتک کہ اُس نے سندھی زبان میں بیساختہ کہا، اَشھد ان لا اِلٰہ اِلا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ اس کے بعد اُس نے اپنی کمر کا پٹکا کھول دیا جس کے نیچے زنار (جنیو) ظاہر ہوئی اور عرض کیا فرزندِ رسولؐ آپ اِس کو اپنے ہی دستِ مبارک سے قطع فرمادیں: آپ نے چھری منگا کر اُسے قطع فرمادیا اور محمد بن فضل سے فرمایا کہ اس سندھی کو حمام لیجاکر نہلاؤ اور پاک کرو، کپڑے پہناؤ، اس کے عیال کو بھی کپڑے پہناؤ۔ اس کے بعد ان سب کو لے کر مدینہ آؤ۔

جب آپ ان سب سے فارغ ہوئے تو مجمع سے دریافت فرمایا، بتاؤ محمد بن فضل نے جو کچھ میرے بارے میں کہا تھا وہ سب سچ ثابت ہوگیا؟ سب نے بیک زبان عرض کیا، جی ہاں، بلکہ اُس نے جتنا کہا تھا اُس سے کئی گنا زیادہ ثابت ہوگیا۔ اور محمد بن فضل نے تو یہ کہا تھا کہ آپ خراسان طلب کیے جائیں گے: آپ نے فرمایا، اُس نے صحیح کہا مگر یہ طلبی عزت واحترام کے ساتھ ہوگی۔

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ وہیں ایک جماعتِ کثیر نے آپ کی امامت کی گواہی دی۔ اور آپ اس شب کو وہیں مقیم رہے۔ جب صبح ہوئی تو سب سے رخصت ہوتے ہوئے ہدایات فرمائیں اور روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب ہم ایک گاؤں میں پہونچے تو آپ نے اس راستے سے اپنا

رُخ موڑا۔ چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد مجھ سے فرمایا، اے محمد! اب تم یہاں سے واپس جاؤ۔ خدا حافظ۔ ذرا اپنی آنکھیں بند کرو: میں نے آنکھیں بند کیں، پھر فرمایا کھول دو: میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں بصرہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں اور حضرت امام رضا علیہ السلام نظروں سے غائب ہیں۔ پھر میں حج کے موقع پر سندھی اور اس کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ گیا۔

(۱۰) امامؑ کی کوفہ میں تشریف آوری

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ بصرہ سے پلٹتے وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بہت سی ہدایات فرمائیں، اُن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تم کوفہ جاؤ۔ وہاں ہمارے شیعوں کو جمع کرو، اور اُن سے کہدو کہ میں وہاں آنے والا ہوں، اور میرا قیام وہاں حفص بن عمیر یشکری کے مکان پر ہوگا۔ حسب ہدایت میں کوفہ گیا اور وہاں شیعوں کو بتا دیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لانے والے ہیں۔ ایک دن میں نصر بن مزاحم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا کہ آپ کا خادم سلام ادھر سے گذرا، میں سمجھ گیا کہ امام علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں۔ بس میں فوراً حفص بن عمیر کے گھر پہونچا امام علیہ السلام موجود تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ جواب سلام دے کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں جتنے شیعہ ہیں ان کے مطابق طعام کا انتظام کرو: راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کام کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کا مکمل انتظام کرلیا: آپ نے فرمایا، الحمد للہ کہ اس نے تمھیں توفیق عطا فرمائی۔

(۱۱) غیر مذاہب کے علماء سے امامؑ کی گفتگو

اس کے بعد ہم نے وہاں کے تمام شیعوں کو جمع کیا اور کھانا کھلایا۔ بعد فراغت آپ نے فرمایا، اے محمد! دیکھو کوفہ میں جتنے متکلمین اور علماء ہوں ان کو بھی بُلا لاؤ: میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب سب جمع ہوگئے تو امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں جس طرح اہلِ بصرہ کو فیض پہونچایا ہے اسی طرح تمھیں فیضیاب کروں۔

پھر ارشاد فرمایا، سنو! اللہ تعالےٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں ہمیں ان سب کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (یاد رہے کہ جاثلیق ایک مشہور مناظر اور عالمِ انجیل تھا) اے جاثلیق! کیا تمھیں حضرت عیسیٰؑ کے اس صحیفہ کا بھی علم ہے جس میں پانچ نام تحریر تھے اور وہ (حضرت عیسیٰؑ) اُسے اپنے گلے میں حمائل کیے رہتے تھے اور جب کبھی مغرب میں ہوتے اور چاہتے کہ مشرق میں پہونچ جاؤں تو اُس صحیفہ کو کھولتے اور اللہ کو ان پانچ ناموں میں سے ایک نام کا واسطہ دے کر

کہتے کہ ان کے لیے زمین سمٹ جائے تو فوراً زمین سمٹ جاتی اور وہ ایک لحظہ میں مغرب سے مشرق میں اور کبھی مشرق سے مغرب میں پہونچ جایا کرتے تھے: جاثلیق نے کہا مجھے تو اس کا علم نہیں ہے، مگر اتنا ضرور ہے کہ اُن کے پاس پانچ اسماء تھے اور وہ جب کبھی اُن پانچوں اسماء یا اُن میں سے صرف کسی ایک اسم کے واسطے سے اللہ سے جو کچھ مانگتے تھے اللہ اُنھیں عطا فرما دیتا تھا: آپ نے فرمایا، اللہ اکبر تمھیں ان اسماء سے تو انکار نہیں۔ صحیفہ کو مانو یا نہ مانو اس سے کوئی نقصان نہیں، اے لوگو! تم جاثلیق کے اس اقرار پہ گواہ رہنا۔

(۱۲) امام ہر علم و کمال میں سب سے افضل ہوتا ہے

اس کے بعد آپ نے فرمایا، اَیہا النّاس! بتاؤ کہ وہ شخص سب سے زیادہ منصف و عادل نہیں سمجھا جائے گا جو اپنے مدِ مقابل کو اُسی کے مذہب، اُسی کے نبی، اُسی کی کتاب اور اسی کی شریعت کے ذریعے سے قائل کرے: سب نے کہا، جی ہاں، درست ہے: آپ نے فرمایا کہ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت محمدؐ کے بعد امام وہی ہوگا جو امرِ امامت تفویض ہونے کے بعد وہی موقف اختیار کرے جو موقف حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا تھا۔ اور امامت کے لائق وہی ہوگا جو تمام قوموں سے اپنی امامت کو علمی دلائل و براہین کے ذریعے سے منوالے: یہ سُن کر راس الجالوت نے کہا، بتائیے کہ امام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، امام وہ ہے جو توریت۔ انجیل، زبور اور قرآن سب ہی کا عالم ہو۔ وہ اہلِ توریت کے سامنے توریت سے دلیل پیش کرے، اہلِ انجیل کے سامنے انجیل سے اور اہلِ قرآن کے سامنے قرآن سے دلیل پیش کرے۔ اُس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہو، کوئی ایسی زبان نہ ہو جو اُسے نہ آتی ہو۔ تاکہ ہر قوم کو اُن کی زبان میں سمجھا سکے۔ ان اوصاف کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ وہ صاحبِ تقویٰ ہو، ہر بُرائی سے پاک ہو، ہر عیب سے منزّہ ہو، عادل اور منصف ہو، صاحبِ حکمت ہو۔ مہربان ہو، رحم والا ہو، معاف کرنے والا ہو، نرم دل ہو، صادق ہو، مشفق ہو، نیکی کرنے والا ہو، امین ہو، قابلِ وثوق ہو، شجاع ہو، اور صاحبِ بسط و کشاد ہو۔

یہ سُن کر نصر بن مزاحم اُٹھا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔؟ فرمایا: اُس امام کے متعلق میں کیا کہوں جس کے لیے تمام امتِ محمدیؐ گواہ ہے کہ آنجناب اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے: نصر بن مزاحم نے کہا، پھر آپ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، وہ بھی حضرت جعفر بن محمدؑ ہی کے مثل تھے: اُس نے کہا، مگر لوگ تو اُن کی امامت کے متعلق تردّد میں ہیں: فرمایا، کہ اول تو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے عمر بہت

تھوڑی پائی، تاہم آنجناب نبطیوں سے نبطی زبان میں، اہلِ خراسان سے فارسی زبان میں، رومیوں سے رومی زبان میں اور غیرِ عرب سے اُنہی کی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس بھی ہر چہار جانب سے علمائے یہود و نصاریٰ وغیرہ آیا کرتے تھے اور آپ اُنہی کی کتابوں سے اُنہی کی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

مگر جب آنجناب کی مدتِ حیات ختم ہوئی اور وقتِ وفات قریب آیا تو ایک غلام آپ کا ایک خط لیکر میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا کہ "اے میرے فرزند! میری حیات کی مدت ختم ہو چکی ہے، زندگانیٔ دنیا کے دن پورے ہو چکے اب تم اپنے باپ کے وصی ہو۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رحلت کا وقت جب قریب آیا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا، اُنھیں اپنا وصی بنایا اور وہ صحیفہ آنجنابؑ کے حوالے کیا جس میں وہ اسماء مرقوم تھے جو صرف انبیاء اور اوصیاءً کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا، اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب آپ قریب تشریف لے گئے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا سرِ اقدس اپنی چادر میں داخل کرلیا اور ارشاد فرمایا، اپنی زبان نکالو حضرت علیؑ نے زبان نکالی تو اس پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگائی۔ پھر ارشاد فرمایا، اب میری زبان اپنے منھ میں لو اور اس کو اچھی طرح چوس لو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا: پھر ارشاد فرمایا، اللہ نے جو فہم مجھ کو عطا فرمائی تھی وہ ہی تم کو بھی عطا فرمادی ہے۔ جو مجھ کو دکھایا تھا وہی تم کو بھی دکھایا ہے۔ جو علم مجھے عطا ہوا وہی تم کو بھی عطا فرمایا۔ غرض سوائے نبوّت کے ہر چیز تم کو مل گئی، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (سلسلۂ نبوّت مجھ پر ختم ہے): چنانچہ ایک امام کے بعد دوسرا امام آیا اور حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی وفات کے بعد ہر زبان اور ہر کتاب کا علم میری طرف منتقل ہوگیا۔ (الخرائج والجرائح ص۲۰۲-۲۰۲)

بحار الانوار

باب ۵

استجابت دعائے امام علیہ السلام

① امامؑ کی اہانت کا نتیجہ اور بدعا کا اثر

محمد بن داؤد نہدی نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ ابن ابی سعید مکاری، ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس طرح مخاطب ہوا: اللہ نے تم کو اس منزل پر پہونچا دیا کہ اب تم بھی وہی دعویٰ کرنے لگے جو تمہارے والد کیا کرتے تھے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، یہ تجھے کیا ہو گیا ہے، اللہ تیری شمعِ حیات گل کرے اور اپنی نعمتیں سلب کر کے تجھے محتاج کر دے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ نے حضرت عمرانؑ کی جانب وحی فرمائی کہ میں تمھیں ایک فرزند عطا کروں گا اور حضرت عمرانؑ کے یہاں حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں اور حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اس لیے عیسیٰؑ مریمؑ سے اور مریمؑ، عیسیٰؑ سے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ میں کوئی فرق نہیں رہا، دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح میں اپنے والد سے ہوں اور میرے والد مجھ سے ہیں لہٰذا ہم دونوں میں کوئی فرق نہ رہا دونوں ایک ہیں:

پھر ابن ابی سعید نے کہا، اچھا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں: آپ نے فرمایا مگر میں جانتا ہوں کہ تو میرے جواب کو قبول نہیں کرے گا، تو میرا پیرو نہیں ہے۔ پھر بھی بتا کیا مسئلہ ہے؟

اُس نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے جتنے قدیمی غلام ہیں وہ سب فی سبیل اللہ آزاد ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (سورہ یٰسٓ آیت ۳۹)

"(چاند) پلٹ کر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی قدیم (پرانی) شاخ"

لہٰذا جن غلاموں کو چھ مہینے ہو چکے ہیں وہ قدیم ہیں اور آزاد ہیں: راوی کہتا ہے کہ پھر وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور ایسا مفلس ہوا کہ مرتے دم تک نانِ شبینہ کو محتاج رہا۔ اللہ اُس پر لعنت کرے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۰۸)

② مامون الرشید کیلئے بدعا

ابراہیم بن ہاشم نے ہروی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید کے پاس اس امر کی شکایت پہونچی کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ (رضا) مباحثوں اور مناظروں کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور لوگ ان کے علم پر فریفتہ ہوتے جا رہے ہیں تو مامون نے

اپنے حاجب محمد بن عمرو طوسی کو حکم دیا۔ اس نے مجلسِ امام رضاؑ سے لوگوں کو درہم و برہم کر دیا اور خود امام علیہ السلام کو مامون کے سامنے پیش کیا۔ جب مامون نے آپ کو دیکھا تو بہت سخت و سُست کہا اور آپ کی توہین کی: امام علیہ السلام اُس کے پاس سے غصّہ کے عالم میں نکلے تو آپ کے دونوں لبہائے مبارک حرکت میں تھے اور آپ فرما رہے تھے۔ محمد مصطفیٰؐ، علیؑ مرتضیٰ اور فاطمہ زہراؑ کے حق کی قسم اللہ کی مدد اور اپنی دعائے بد کے ذریعے سے اس شہر کے کتّوں کو اس پر اور اس کے خواص و عوام پر مسلّط کر دوں گا جو ان کی پوری توہین کریں گے: اسی حالت میں آپ اپنی منزل پر تشریف لائے وضو کے لیے پانی منگوایا، وضو فرمایا، دو رکعت نماز پڑھی اور دوسری رکعت کے قنوت میں یہ دعا پڑھی:۔

اَللّٰھُمَّ یَاذَا الْقُدْرَۃِ الْجَامِعَۃِ
وَالرَّحْمَۃِ الْوَاسِعَۃِ وَالْمِنَنِ
الْمُتَتَابِعَۃِ وَالْاٰلَاۗءِ الْمُتَوَالِیَۃِ وَ
الْاَیَادِی الْجَمِیْلَۃِ وَالْمَوَاھِبِ الْجَزِیْلَۃِ
یَامَنْ لَایُوْصَفُ بِتَمْثِیْلٍ وَلَا
یُمَثَّلُ بِنَظِیْرٍ وَلَایُغْلَبُ بِظَھِیْرٍ یَا
مَنْ خَلَقَ فَرَزَقَ وَاَلْھَمَ فَاَنْطَقَ وَ
ابْتَدَعَ فَشَرَعَ وَعَلَا فَارْتَفَعَ وَقَدَّرَ
فَاَحْسَنَ وَصَوَّرَ فَاَتْقَنَ وَاحْتَجَّ
فَاَبْلَغَ وَاَنْعَمَ فَاَسْبَغَ وَاَعْطٰی
فَاَجْزَلَ یَامَنْ سَمَا فِی الْعِزِّ فَفَاتَ
خَوَاطِرَ الْاَبْصَارِ وَدَنَا فِی اللُّطْفِ
فَجَازَ ھَوَاجِسَ الْاَفْکَارِ یَامَنْ تَفَرَّدَ
بِالْمُلْکِ فَلَا نِدَّ لَہٗ فِیْ مَلَکُوْتِ
سُلْطَانِہٖ وَتَوَحَّدَ بِالْکِبْرِیَاۗءِ فَلَا
ضِدَّ لَہٗ فِیْ جَبَرُوْتِ شَانِہٖ یَامَنْ
حَارَتْ فِیْ کِبْرِیَاۗءِ ھَیْبَتِہٖ دَقَائِقُ
لَطَائِفِ الْاَوْھَامِ وَحَسَرَتْ دُوْنَ

اے اللہ! اے ہر طرح کی قدرت رکھنے والے پے در پے کرم و احسان کرنے والے۔ بڑی بڑی بخششیں کرنے والے۔ اے وہ ذات جس کے اوصاف کی کوئی مثال نہیں دی سکتی۔ اور نہ اس کا کوئی مثل و نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔ نہ کوئی بڑے سے بڑا طاقتور اُس پر غالب آسکتا ہے۔ اے وہ ذات کہ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اُن کو رزق بھی خود ہی دیا۔ بذریعے الہام انھیں بولنے کی طاقت دی۔ ہر شے کو خود ایجاد اور پیدا کرنا شروع کر دیا، بلند ہوا تو خوب بلند ہوا۔ تقدیریں بنائیں تو بہترین، صورتیں بنائیں تو مستحکم، اپنی قدرت کی دلیلیں دیں تو حد سے زیادہ نعمتیں دیں تو بھرپور۔ بخششیں کیں تو بڑی سے بڑی۔ اے وہ ذات جو عزت میں اتنا بلند ہوا کہ لوگوں کی نگاہوں سے گم ہو گیا، اور بندوں پر لطف و کرم کرنے کیلئے اتنا قریب آیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں اے وہ ذات کہ جو ساری کائنات کا تنِ تنہا

إِدْرَاكِ عَظَمَتِهٖ خَطَائِفُ أَبْصَارِ
الْأَنَامِ يَا عَالِمَ خَطَرَاتِ قُلُوْبِ
الْعَالَمِيْنَ وَيَا شَاهِدَ لَحَظَاتِ
أَبْصَارِ النَّاظِرِيْنَ يَا مَنْ عَنَتِ
الْوُجُوْهُ لِهَيْبَتِهٖ وَخَضَعَتِ الرِّقَابُ
لِجَلَالَتِهٖ وَوَجِلَتِ الْقُلُوْبُ مِنْ
خِيْفَتِهٖ وَارْتَعَدَتِ الْفَرَائِصُ
فَرَقِهٖ يَا بَدِیْءُ يَا بَدِيْعُ يَا قَوِيُّ
يَا مَنِيْعُ يَا عَلِيُّ يَا رَفِيْعُ صَلِّ عَلٰى مَنْ
شَرَّفَتِ الصَّلٰوةُ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَ
انْتَقِمْ لِيْ مِمَّنْ ظَلَمَنِيْ وَاسْتَخَفَّ
بِيْ وَطَرَدَ الشِّيْعَةَ عَنْ بَابِيْ وَ
أَذِقْهُ مَرَارَةَ الذُّلِّ وَالْهَوَانِ كَمَا
أَذَاقَنِيْهَا وَاجْعَلْهُ طَرِيْدَ الْأَرْجَاسِ
وَشَرِيْدَ الْأَنْجَاسِ۔

مالک ہے۔ اس کی مالکیت اور سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنی کبریائی اور بڑائی میں اکیلا ہے۔ اس کی شان جبروتیت میں اُسکی کوئی ضد اور مدِمقابل نہیں۔ اے وہ کہ جس کی ہیبت اور بڑائی کے سمجھنے میں نکتہ رس اوہام وافکار بھی حیرت زدہ ہیں۔ جسکی عظمت وبزرگی کے ادراک کی اہلِ نظر کی نگاہوں کو حسرت رہ جاتی ہے۔ اے وہ ذات جو تمام عالمین کے دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ایک ایک جھپک کو دیکھنے والے۔ اے وہ ذات کہ جسکی ہیبت کے سامنے سب کی گردنیں خم اور سرنگوں ہیں۔ جس کے خوف سے لوگوں کے دل لرزتے ہیں اور جوڑ وبند کانپتے ہیں۔ اے خلقت کی ابتداء کرنیوالے اے مخلوقات کی ایجاد کرنیوالے۔ اے صاحبِ قوت اے صاحبِ طاقت۔ اے اعلیٰ وبالا تو اپنی رحمت نازل فرما اس ذات پر کہ جس پر درود کا نازل ہونا درود کیلئے خود باعثِ شرف ہے۔ پروردگارا! جس نے ہم پر ظلم کیا، ہماری توہین کی، اور جس نے ہمارے شیعوں اور دوستوں کو میرے دروازہ سے بھگایا، اُس سے میرا انتقام تو لے جس طرح اُس نے مجھے ذلت وتوہین کا مزہ چکھایا ہے اسی طرح تو بھی اسے ذلت وتوہین کا مزہ چکھا۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہو کہ پلید اور گندے لوگ اس کو بھگائیں اور نجس وناپاک لوگ اُسے دھتکاریں۔

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ ابھی میرے مولا نے اپنی دعا ختم نہیں کی تھی کہ شہر میں ایک زلزلہ سا آگیا۔ ساری آبادی لرز اٹھی، ہر طرف چیخ وپکار کی آوازیں بلند تھیں، لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ گرد وغبار اُڑ رہا تھا، سارا میدان گونج رہا تھا۔ ابھی میں اپنی جگہ پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ اسی اثناء حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز تمام کی اور سلام پڑھنے کے بعد مجھ

سے فرمایا؛ اے ابوصلت مکان کی چھت پر جا کر دیکھو! ایک سرکش، بیوقوف اور بوڑھی عورت جو اشرار کو اُبھار رہے ہوئے ہے اور جوانوں کو گندگی میں آلودہ کیے ہوئے ہے جس کا نام یہاں کے لوگوں نے اُس کی حماقت اور ذلالت کی وجہ سے سمانہ (موٹی) رکھ دیا ہے۔ وہ اپنے کاندھے پر ایک لکڑی کا چھڑ اُٹھائے ہوئے ہے جس کے سرے پر اُس نے اپنی سرخ اوڑھنی کو بطور پھریرہ باندھ رکھا ہے وہ لوگوں کی قیادت کر رہی ہے اور اپنے اُن کمینوں کی فوج لیے ہوئے مامون کے قصر اور اُس کے سرداروں کے مکانوں کی طرف جا رہی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں چھت پر چڑھا تو بس یہ دیکھا کہ لوگ لاٹھیاں چلا رہے ہیں، پتھروں سے سر لوٹ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ مامون اپنے قصرِ شاہجہاں سے زرہ پہنے ہوئے فرار ہونے کے لیے نکلا۔ کہ اتنے میں شاجرد حجّام نے کسی بلند کوٹھے سے ایک وزنی اینٹ پھینکی جو مامون کے سر پر گری۔ مامون کے سر کا خود گر گیا اور اس کے سر میں چوٹ آئی۔ جو لوگ مامون کو پہچانتے تھے اُن میں سے ایک شخص نے اینٹ پھینکنے والے سے کہا: وائے ہو تجھ پر، ارے یہ امیر المومنین ہیں جب یہ آواز سمّانہ نے سُنی تو ڈانٹ کر بولی: چُپ رہ تیری ماں مر جائے، یہ دن امتیاز برتنے یا طرفداری کرنے کا نہیں ہے اور نہ یہ دن لوگوں کو درجوں اور طبقوں میں بانٹنے کا ہے۔ اگر یہ واقعاً مومنوں کا امیر ہوتا تو فاسق و فاجر مردوں کو بیچاری کنواری عورتوں پر مسلط نہ کرتا: غرض کہ مامون اور اُس کے سپاہی انتہائی ذلت اور بے عزتی کے ساتھ بُری طرح مار کر بھگا دیے گئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۷۳-۱۷۴)

- کتاب مناقب جلد ۴ صہ ۳۴۵، ۳۴۶ پر بھی ہروی سے اسی طرح کی روایت نقل ہے اور آخر میں اتنا اور اضافہ ہے کہ اُن بلوائیوں نے مامون کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس سلسلے میں مامون نے چالیس غلاموں کو پھانسی دے دی اور مرو کے دہقانوں کو کسی طرح راضی کیا اور حکم دیا کہ ان کی دیواروں کو اونچا کر دیا جائے۔ اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی توہین کرنے کا نتیجہ ہے تو فوراً پلٹا، آپ کے پاس آیا اور از روئے حلف کہا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا آپکی پیشانی کو بوسہ دیا، اور سامنے ادب سے بیٹھ گیا، اور کہا، ان لوگوں سے تو، اب اس کے بعد میرا دل صاف نہ ہوگا، آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُمتِ محمدؐ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! یہ امارت اور یہ حکومت تمھارے سپرد ہوئی مگر تم نے مسلمانوں کے اُمور کو دوسروں کے حوالے کر کے اسے تباہ کر دیا۔

(۳) ═══ بکّار کے لیے بددُعا

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ زبیر بن بکار نے طالبین میں سے کسی شخص سے قبرِ رسولؐ اور منبرِ رسولؐ کے درمیان حلف اُٹھوایا، اُس نے حلف اٹھانے سے اُس کے جسم پر سفید داغ آگئے

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے اس کی پنڈلیوں اور قدموں پر برص کے سفید داغ تھے۔ اور اس کے باپ بکّار نے امام رضا علیہ السلام پر کسی معاملے میں ظلم کیا تو آپ نے اُس کے لیے دُعائے بد کی اور اسی وقت کسی قصر سے کوئی پتھر اس کی گردن پر گرا اور اس کی گردن بیکار ہو گئی۔ اور اس کے باپ یعنی عبداللہ بن مصعب نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا امان نامہ ہارون رشید کے سامنے چاک کر دیا اور کہا، یا امیرالمومنین! انھیں بھی قتل کر دیجیے، ان کے لیے کوئی امان نہیں ہے: اس پر یحییٰ نے کہا کہ یہ کل میرے بھائی کے ساتھ گیا تھا اور ان کی شان میں اشعار پڑھے تھے: اُس نے انکار کیا: تو یحییٰ نے اُس سے حلف اٹھوایا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو تو جلد سے جلد کسی عقوبت اور سزا میں گرفتار ہو جاؤں: پس فوراً، اُس کو بخار چڑھا اور تین دن میں مر گیا۔ اور اُس کی قبر بار بار زمین میں دھنستی رہی۔ یہ روایت طویل ہے جس کو مختصر کر دیا گیا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۴)

(۴) آلِ برمک کے لیے بددُعاء

محمد بن طفیل کا بیان ہے کہ جس سال ہاروں رشید نے آلِ برمک پر سختی کی تو سب سے پہلے جعفر ابن یحییٰ سے شروع کیا اور یحییٰ بن خالد کو قید میں ڈال دیا اور آلِ برمک پر جو مصیبت ٹوٹی وہ تو تھی ہی لیکن امام رضا علیہ السلام مقام عرفہ میں بھی کھڑے ہوئے آلِ برمک کے لیے بددعا کر رہے تھے کہ آپ نے ذرا دیر کے لیے سر جھکایا۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا: تو آپ نے فرمایا: برامکہ نے جو بدسلوکی میرے پدرِ بزرگوار کے ساتھ کی تھی اس پر میں ان لوگوں کے لیے بدعا کیا کرتا تھا اللہ نے آج وہ میری بددعا سن لی۔ اور ابھی واپسی کو چند دن ہی گذرے تھے کہ جعفر اور یحییٰ پر سختی ہوئی اور ان کے حالات منقلب ہو گئے۔ (عیون اخبار الرضا ص ۲۲۵)

• کشف الغمۃ جلد ۲ ص ۱۳۷ میں دلائل حمیری سے محمد بن الفضیل سے بھی یہی روایت منقول ہے

بحار الانوار

باب ۶

امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے

(۱) ـــــ امامؑ کو صقلبی اور رومی زبانوں پر عبور حاصل تھا

یاسر خادم کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے غلاموں میں سے کچھ غلام صقلبی اور رومی بھی تھے اور آپ ان کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔

ایک مرتبہ شب کو آپ نے سنا کہ وہ غلام صقلبی اور رومی زبانوں میں محوِ گفتگو تھے امام رضا علیہ السلام ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ اُنھوں نے آپس میں کہا کہ ہم اپنے وطن میں ہر سال فصد کھلوایا کرتے تھے لیکن یہاں فصد نہیں کھلوا سکے: جب رات گذر گئی اور دن نکلا تو امامؑ ایک طبیب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے فلاں غلام کی فلاں رگ میں فصد کھولدو اور ایک فلاں غلام ہے اس کی فصد فلاں رگ میں کھولدینا اور مجھ سے فرمایا کہ اے یاسر! تم فصد نہ کھلوانا۔

یاسر کا بیان ہے مگر میں نے فصد کھلوائی تو میرا ہاتھ متورّم ہوگیا اور سرخ ہوگیا: آپ نے دریافت فرمایا، اے یاسر! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فصد کھلوائی ہے: آپ نے فرمایا، کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا۔؟ اچھا، اب ادھر آؤ اور اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے میرے ہاتھ کو مس کیا اور اس پر اپنا لعاب دہن لگایا، پھر ہدایت فرمائی کہ رات کے وقت کھانا نہ کھایا کرو: میں نے ایک عرصے تک رات کو کھانا نہیں کھایا: مگر ایک دن بھولکر کھالیا تو میری پھر وہی حالت ہوگئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۷)

- بصائرالدرجات جزء ۷، ب ۱۲ ۔ ج ۴ میں محمد بن حمزہؒ سے اور مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۴۴ میں یاسر سے یہی روایت نقل ہے۔

(۲) ـــــ ابوہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو صقلبی اور فارسی زبان میں آواز دی۔ اور کبھی کبھی میں اپنے غلام کو بھی فارسی سیکھنے کے لیے بھیجدیا کرتا تھا آپ اس طرح تعلیم فرماتے کہ وقت نہ ہوتی اور اگر کبھی دقت پیش بھی آتی تو آپ اس کو مفصّل طریقے پر سمجھا دیتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

(۳) ـــــ فصل الخطاب سے کیا مراد ہے؟

ہروی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہر شخص سے اُس کی ہی زبان میں بات چیت کیا کرتے تھے اور خدا کی قسم آپ ہر زبان کو اہلِ زبان سے بہتر جانتے تھے اور اُس سے زیادہ فصیح لہجہ

میں گفتگو فرماتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! یہ ساری زبانیں آپس میں مختلف ہیں اور آپ ہر زبان جانتے ہیں مجھے بڑی حیرت ہے: آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابو صلت میں اللہ کی طرف سے اُس کی مخلوق پر حجت ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ وہ کسی قوم پر ایسے شخص کو حجت بنائے جو اُس قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔ کیا تم نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ ارشادِ گرامی نہیں سنا کہ ہم کو فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔ تو فصل الخطاب اور کیا ہے، یہی تمام زبانوں کا جاننا تو ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۲۸)

- مناقب ابن شہر آشوب میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۴) ــــــ معاویہ نے وشّاء سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپؐ کے ساتھ رہا۔

(قرب الاسناد صـ۲۰۳)

(۵) ═══ چڑیوں کی زبان سے واقفیت اور اُن کو ہدایات

سلیمان جو اولادِ حضرت جعفرؑ بن ابی طالبؑ میں سے تھے، کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ باغ میں تھا کہ ناگاہ ایک عصفور (چڑیا) آئی اور آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور چلّانے لگی۔ وہ بہت مضطرب تھی اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا، جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور فرزندِ رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں: آپ نے فرمایا، یہ کہہ رہی ہے کہ گھر میں ایک سانپ ہے جو میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ آپ اُٹھیے اپنا عصا لیجیے، گھر میں چلیے اور اُسے مار دیجیے: راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً عصا لیا اور گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک سانپ گھر میں چکّر لگا رہا ہے۔ میں نے اس کو مار دیا

(بصائر الدرجات جزء ۷ ب ۱۴ - ج ۱۹)

- مناقب آلِ ابی طالبؑ جلد ۴ صـ۳۳۴ اور الخرائج والجرائح صـ۲۰۶ پر بھی سلیمان جعفری سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۶) ــــــ وشّاء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ آسمان کی طرف نظر اُٹھائے ہوئے ہیں اور کچھ بول رہے ہیں جیسے ابابیلیں بولتی ہیں۔ مگر میں کچھ نہ سمجھ سکا، اور آپ تھوڑی تھوڑی کے بعد بار بار اسی طرح کلام کرتے رہے پھر خاموش ہو گئے۔

(بصائر الدرجات جزء ۱۰ ب ۱۷ - ج ۲۲)

(۷) ــــــ ایک طویل حدیث میں علی بن مہران سے روایت ہے۔ حضرت ابو الحسن رضا علیہ السلام

نے اُس سے فرمایا کہ ہمارے لیے ایک گھڑی بنالاؤ۔ جب وہ بن چکی تو میں اُٹھا کر آپ کے پاس لے گیا اُس وقت مجھے بیحد پیاس لگی ہوئی تھی۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ ناگاہ بیت الشرف میں سے ایک غلام برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی کا کوزہ تھا۔ اس نے کوزہ میری جانب بڑھایا، میں نے سیراب ہو کر پیا پھر امام علیہ السلام تشریف لائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ (اس گھڑی میں سے) ایک کنکری گری آپ کے خادم مسرور نے کہا "ہشت" یعنی آٹھ۔ پھر آپ نے مسرور سے فرمایا۔ "در ببند" یعنی دروازہ بند کردو۔ (مناقب آلِ ابی طالبؑ جلد ۴ ص ۳۳۴)

بحار الانوار

باب

مکارم الاخلاق و ریاضتِ امامؑ

(۱) امامؑ کا لباس

ابو عباد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام گرمیوں میں چٹائی پر اور جاڑوں میں موٹے کمبل پر بیٹھتے تھے۔ ہمیشہ موٹا لباس پہنتے، مگر جب مجمعِ عام میں تشریف لے جاتے تو ان کی (عوام کی) خاطر اپنی پوشاک عمدہ قسم کی زیبِ تن فرمالیا کرتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۸)

(۲) کنیزوں سے سلوک

صولی کہتا ہے کہ میری دادی نے مجھ سے بیان کیا۔ (جن کا نام عذر تھا) کہ میں بھی کچھ کنیزوں کے ساتھ شہرِ کوفہ سے خریدی گئی۔ میرا باپ عرب اور ماں غیرِ عرب تھی۔ یہاں سے مجھے خرید کر مامون کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں میں مامون کے گھر میں رہی جو میرے لیے جنّت تھا۔ کھانا، پینا، عطریات، درہم و دینار ہر شے بافراغت تھی۔ اس کے بعد مامون نے مجھے حضرت امام رضاؑ کو ہبہ کر دیا۔ جب میں آپ کے بیت الشّرف میں پہونچی تو ہر شے مفقود تھی اور وہاں ہم کنیزوں پر ایک داروغہ مقرّر تھی جو ہمیں شب کی نماز کے لیے بیدار کرتی۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گذر رہی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے تمہارے دادا عبداللہ ابن عباس کو ہبہ کر دیا۔ اور جب اُن کے گھر پہونچی تو ایسا معلوم ہوا کہ جنّت میں آگئی۔

صولی کا بیان ہے کہ میں نے آج تک اپنی دادی سے زیادہ عقلمند کسی عورت کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ سخی کسی کو پایا۔ اُن کا انتقال ۲۷۰ھ میں بعمر سو سال ہوا۔ اُن سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اکثر لوگ دریافت کیا کرتے تو وہ کہا کرتی کہ مجھے تو بس ان کے متعلق اتنا یاد ہے کہ وہ عودِ ہندی سلگاتے، اس کے بعد عرقِ گلاب اور مشک استعمال کرتے اور صبح کی نماز اوّل وقت پڑھا کرتے تھے، صبح کی نماز کے بعد جب آپ سجدہ کرتے تو جب آفتاب بلند ہو جاتا تب آپ سر اُٹھایا کرتے، پھر اُٹھتے اور لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے یا کہیں جانے کے لیے سواری تیار کراتے۔

یہ ممکن نہ تھا کہ آپ کے بیت الشرف میں کوئی شخص بلند آواز سے بات کرے خود آپ زیادہ بات چیت کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ میرے جد عبداللہ میری دادی کو متبرک خیال کرتے تھے اور جس دن سے یہ اُن کو ہبہ ہوئیں اسی دن سے میری دادی کو کنیزِ مدبرہ (چند شرائط پوری کرنے کے بعد آزاد)

بنا دیا تھا۔ ایک دن میرے جد کے ماموں عباس بن اخنف حنفی میرے جد کے پاس آئے اور میری جدہ کی باتوں کو سُن کر حیرت زدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کنیز آپ مجھے دے دیں: میرے جد نے کہا یہ تو مدبّرہ ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۷۹)

(۳) امامؑ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے

صولی نے ابی ذکوان سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ اُن سے کسی نے کوئی سوال کیا ہو اور آپ کو اس کا علم نہ ہو میں نے آنحضرتؑ کے زمانے میں آپ سے بڑا عالم کسی اور کو نہیں پایا، مامون نے بارہا آپ کی آزمائش کی اور ہر طرح کے سوالات آپ سے دریافت کیے جن کا جواب آپ فوراً ہی دیدیتے تھے آپ کی ساری گفتگو اور جوابات قرآن مجید سے ماخوذ ہوتے تھے۔ آپ پورا قرآن مجید تین دن میں ختم کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم میں بھی ختم کر سکتا ہوں لیکن جب بھی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو غور کرتا ہوں کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی، اور کس وقت نازل ہوئی اس لیے تین دن میں ختم کرتا ہوں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۸۰)

(۴) آپ کا طرزِ زندگی

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو کبھی کسی سے ترشروئی سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نیز کبھی کسی کی بات کاٹ کر خود بات کرتے ہوئے یا کسی محتاج کے سوال کو رد کرتے ہوئے یا کبھی اپنے ہم جلیسوں کے سامنے پیر پھیلاتے ہوتے یا ہم جلیسوں کے سامنے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے یا اپنے غلاموں میں سے کسی کو سخت سُست کہتے ہوئے یا تھوکتے ہوئے یا ہنستے وقت قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی تھی۔

نیز جب دسترخوان لگایا جاتا تو آپ کے ساتھ غلام، دربان اور سائیس بھی کھانا کھاتے تھے۔ آپ شب کو بہت کم سوتے اور زیادہ بیدار رہتے، اور اکثر راتوں کو تو اول شب سے صبح تک بیداری رہتے۔ آپ اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے۔ ہر مہینے کے تین روزے آپ کبھی نہیں چھوڑتے اور فرماتے کہ یہ صوم الدھر ہے۔ آپ پوشیدہ طور پر بہت صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ عموماً اندھیری راتوں میں کیا کرتے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ ہم نے آنجناب کے مانند کسی بھی شخص کو فضل و شرف میں دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کو سچا نہ جانو۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۸۴)

⑤ قید خانے میں عبادت

ہروی کا بیان ہے کہ میں مقامِ سرخس میں اس گھر کے دروازے پر پہونچا جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام نظر بند اور قید تھے۔ میں نے قید خانے کے داروغہ سے آپ سے ملاقات کی اجازت چاہی، اُس نے کہا کہ آپ سے ملنے کی کوئی صورت نہیں: میں نے دریافت کیا کیوں؟ اُس نے جواب دیا، وقت ہی کہاں ہے۔ وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت تو نمازیں پڑھتے ہیں۔ صرف دن کے ابتدائی حصّے میں ذرا دم لیتے ہیں پھر زوال سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے قبل نماز میں مشغول نہیں رہتے مگر اپنے مصلّے پر بیٹھے رہتے ہیں اور اپنے ربّ سے مناجات میں مصروف رہتے ہیں: میں نے کہا، اچھا تو ان ہی اوقات میں سے کسی وقت ملاقات کی اجازت حاصل کرو: اُس نے میرے لیے اجازت مانگی، میں حاضرِ خدمت ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے مصلّے پر بیٹھے ہوئے کچھ سوچ رہے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۸۲)

- سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ خز کا لباس پہنے ہوئے مشغولِ نماز ہیں۔ (التہذیب)

⑥ نمازہائے یومیہ میں فرائض و نوافل کی تفصیل

رجاء بن ضحاک کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو مدینہ سے لانے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اُنھیں بصرہ، اہواز اور فارس کے راستے سے لے کر آنا۔ قم کے راستے سے نہ لانا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ دن رات اُن کی نگرانی بذاتِ خود کرتے رہنا۔ جب تک ہمارے پاس نہ پہونچ جاؤ۔ لہٰذا میں مدینہ سے آپ کو لے کر مرو تک ساتھ ساتھ رہا۔ خدا کی قسم میں نے کسی کو آنجناب سے زیادہ صاحبِ تقویٰ، ذکرِ الٰہی میں مشغول اور خوفِ خدا رکھنے والا نہیں پایا۔

جب صبح نمودار ہوتی تو نمازِ صبح پڑھ کر سلام پڑھتے، تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل اور درود میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ سورج نمودار ہوتا، پھر سجدے میں جاتے تا اینکہ سورج بلند ہو جاتا۔ پھر آپ قبلِ زوال تک لوگوں سے گفتگو کرتے اور اُنھیں وعظ و پند فرماتے۔ اس کے بعد تجدیدِ وضو فرماتے اور اپنے مصلّے پر پہونچ جاتے۔ جب زوال کا وقت آجاتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعات نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ کافرون۔ دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ اَحد اور اس کے بعد چار رکعات میں ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ اَحد پڑھتے، ہر دوسری رکعت کے آخر میں

سلام پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے، اس کے بعد اذان کہتے اور دو رکعات نماز پڑھتے، پھر کھڑے ہو کر نماز ظہر ادا فرماتے۔ اور جب نمازِ ظہر کے آخر میں سلام پڑھ لیتے تو دیر تک تسبیح، تحمید و تکبیر میں مشغول رہتے پھر سجدۂ شکر ادا فرماتے اور اس میں سو مرتبہ "شُکراً لِلّٰہ" کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تو چھ رکعات نماز پڑھتے، ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ احد پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت اور ہر دوسری رکعت کے آخر میں سلام پڑھتے۔ جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو اذان کہتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے جب سلام پڑھ کر اس سے فارغ ہوتے تو اقامت کہہ کر نمازِ عصر پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنے مصلے پر بیٹھ جاتے اور دیر تک تسبیح، و تحمید و تکبیر و تہلیل ہی میں مشغول رہتے پھر سجدے میں جاتے اور سو مرتبہ حَمْداً لِلّٰہ کہتے۔

پھر آپ غروبِ آفتاب کے بعد وضو کی تجدید فرماتے اور اذان و اقامت کے بعد تین رکعات نمازِ مغرب بجالاتے اور اس کی دوسری رکعت میں دونوں سوروں کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نمازِ مغرب سے فارغ ہوتے تو اپنے مصلے پر بیٹھ کر تا دیر سُبْحَانَ اللّٰہ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ، اَللّٰہُ اَکْبَر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے رہتے۔ اس کے بعد سجدۂ شکر ادا کر کے سجدے سے سر اٹھاتے اور بغیر کسی سے کلام کیے ہوئے اقامت کہہ کر چار رکعات نماز دو سلام کے ساتھ پڑھتے۔ اور ہر دوسری رکعت میں بعد قرأتِ سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور ان چاروں میں پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورۂ اَحَد پڑھتے اور سلام کے بعد بیٹھ جاتے اور جس قدر اللہ چاہتا تعقیبات پڑھتے۔ جب رات ہو جاتی تو افطار فرماتے۔

پھر تھوڑا دم لیتے اور جب قریب ایک تہائی رات گذر جاتی تو کھڑے ہو کر چار رکعت نمازِ عشاء بجالاتے جس کی دوسری رکعت میں بعد قرأت سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نمازِ عشاء سے فارغ ہوتے تو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور جب تک اللہ چاہتا، تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہتے۔ پھر ان تعقیبات کے بعد سجدۂ شکر بجالاتے اور اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تھے۔

جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا تو اپنے بستر سے سُبْحَانَ اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہتے ہوئے اُٹھتے مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نمازِ شب کے لیے کھڑے ہو جاتے اور آٹھ رکعت نمازِ شب پڑھتے اور ہر دوسری رکعت پر سلام کہتے اور ہر پہلی رکعت میں سورۂ الحمد ایک مرتبہ سورۂ احد (توحید)

(جس کو سورۂ اخلاص بھی کہتے ہیں) تیس۳۰ مرتبہ پڑھتے۔ اس کے بعد نمازِ حضرت جعفرِ طیارؓ چار رکعت اور ہر دو رکعت پر سلام اور ہر دوسری رکعت میں بعد قرأت سورہ ہا اور قبل رکوع سُبْحَانَ اللهِ کہہ کر قنوت پڑھتے اور اس کو نمازِ شب میں شمار کرتے۔ اس کے بعد باقی دو رکعتیں جن کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورہ الملک اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الدھر پڑھتے اور اس کے بعد نمازِ شفع کی دو رکعات پڑھتے جس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد ایک بار سورۂ احد (قل ھو اللہ احد) تین بار اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور بعد سلام کھڑے ہو کر نمازِ وتر ایک رکعت پڑھتے جس میں سورۂ الحمد کے بعد سورۂ احد تین بار اور سورۂ الفلق ایک بار، سورۂ الناس ایک بار پڑھتے اور اس میں بھی بعد قرأتِ سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور قنوت میں یہ دعا پڑھتے:-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وَتولنا فیمن تولّیت وبارك لنا فیما اعطیتَ وقنا شرّ ما قضیت فانك تقضی ولا یقضی عَلیك انه لا یزلُ من والیت ولا یعزّ من عادیت تبارکتَ ربّنا وتعالیت۔

اس کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ وَاسالہ التوبة کہتے۔ جب سلام پڑھ کر نمازِ وتر تمام کرتے تو تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے اور جب تک اللہ چاہتا پڑھتے رہتے۔

جب نمازِ فجر کا وقت قریب آتا تو کھڑے ہو کر دو رکعت نماز نافلۂ فجر پڑھتے جس کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورۂ قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھتے پھر جب فجر طلوع ہوتی تو اذان واقامت کہہ کر دو رکعت نمازِ فجر بجالاتے اور سلام کے بعد طلوعِ آفتاب تک تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد شکر کے دو سجدے کرتے یہانتک کہ خوب دن نکل آتا۔

آپ تمام نماز ہائے فریضہ کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ انا انزلنا اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے سوائے جمعہ کے دن نمازِ صبح اور نمازِ ظہر اور نمازِ عصر کے۔ ان میں آپ سورۂ الحمد اور سورۃ المنافقون کی قرأت فرماتے اور شبِ جمعہ کو نمازِ عشاء کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الاعلیٰ کی تلاوت فرماتے اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کو نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الدھر (ھل اتیٰ علی الانسان) اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الغاشیۃ

(هل اتاك حديث الغاشية) کی قرأت فرماتے۔

آپ نمازِ مغرب، نمازِ عشاء، نمازِ شب (تہجد) نمازِ شفع، نمازِ وتر اور نمازِ صبح کھلی آواز سے (بالجہر) اور نماز ظہر و نمازِ عصر کو ڈھکی ہوئی آواز سے (خفی آواز سے) پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیحاتِ اربعہ یعنی سبحان اللہِ والحمد للہِ ولا اِلٰہ اِلّا اللہُ وَاللہُ اَکبر تین مرتبہ پڑھتے اور ہر نماز کے قنوت میں یہ دعا پڑھتے:۔

رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاجل الاکرم

آپ جب کسی شہر میں دس دن قیام فرماتے تو روزہ رکھتے قصر نہ فرماتے اور جب رات تاریک ہو جاتی تو افطار سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ آپ راستے میں تمام نمازہائے فریضہ کو دُو دُو رکعت (قصر کر کے) پڑھتے سوائے مغرب کے۔ اس کی پوری تین رکعات پڑھتے۔ اور خواہ سفر ہو یا حضر نہ مغرب کی نافلہ نماز چھوڑتے نہ نمازِ شب، نہ نمازِ شفع نہ نمازِ وتر۔

آپ دن کی نمازوں کا نافلہ سفر میں نہ پڑھتے اور جن نمازوں کو قصر کر کے پڑھتے اُن میں تسبیحاتِ اربعہ یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا اِلٰہَ اِلّا اللہ واللہُ اَکبر تین مرتبہ پڑھتے اور فرماتے کہ یہ اتمام نماز کے لیے ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سفر یا حضر میں نمازِ الضحیٰ پڑھی ہو۔ نیز آپ سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ اپنی دعا کو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کے ساتھ شروع فرماتے اور نماز میں بلکہ نماز کے علاوہ بھی کثرت سے درود پڑھا کرتے۔

آپ رات کے وقت اپنے بستر پر کثرت سے تلاوتِ کلام پاک کیا کرتے۔ جب کسی ایسی آیت پر پہونچتے کہ جس میں جنت یا جہنم کا ذکر ہوتا تو گریہ فرماتے اور اللہ سے جنت کی دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ چاہتے۔ آپ دن کی نمازیں ہوں یا رات کی ان میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کھلی آواز سے (بالجہر) پڑھتے۔ جب سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھتے تو خفی آواز سے کہتے "اَللہُ اَحد" اور جب اس کی قرأت سے فارغ ہوتے تو فرماتے "کذالك الله ربنا" تین مرتبہ۔ اور جب سورہ جحد کی قرأت کرتے تو دل میں کہتے "یا ایھا الکافرون" اور جب اس کی قرأت سے فارغ ہوتے تو فرماتے "ربی الله ودینی الاسلام" اور جب وَالتین وَالزیتون کی تلاوت فرماتے تو بعدِ فراغت فرماتے "بلیٰ وانا من الشاھدین" اور جب لَآ اُقسم بیوم القیامۃ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے "سبحانك اَللّٰھُمَّ بلیٰ" اور جب سورۂ جمعہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت سے فراغت کے بعد فرماتے "قل ما عند الله خیر من اللھو ومن التجارۃ للذین اتقوا والله خیر الرازقین۔

اور جب سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے الحمدُ للہِ ربّ العٰلمین

اور جب سورۂ الاعلیٰ (سبح اسم ربك الاعلیٰ) کی تلاوت فرماتے تو دل میں بعدِ تلاوت کہتے "سبحان ربی الاعلیٰ" اور جب قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت فرماتے جن میں "یا ایھا الذین آمنوا" ہے تو دل ہی دل میں کہہ لیتے "لبّیك اللّٰھم لبّیك"

آپ کے اس سفر کے درمیان جس شہر میں بھی کوئی شخص آپ کے پاس آتا اور اپنے دینی مسائل دریافت کرتا آپ اس کے جوابات اکثر و بیشتر اپنے آباء و اجداد کے سلسلے سے دیا کرتے یعنی سلسلہ کو حضرت علی علیہ السلام اور ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان فرماتے۔

الغرض جب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو لیکر مامون کے پاس پہونچا تو اس نے دورانِ سفر ان حضرت کا حال دریافت کیا، تو میں نے شب و روز میں آپ کے کوچ اور قیام میں جو دیکھا تھا، بیان کر دیا۔ تو اس نے کہا، اے ابنِ ضحاک یہ روئے زمین پر سب سے بہتر ہیں، سب سے زیادہ صاحب علم ہیں، سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ مگر تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا، تاکہ ان کا فضل و شرف لوگوں پر ظاہر نہ ہو سکے اور آپ کے متعلق جو میری نیت ہے اس میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۸۰ - ۱۸۳)

⑦ معیارِ شرف تقویٰ اور اطاعت ہے

موسیٰ بن نصر رازی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، خدا کی قسم از روئے آباء و اجداد روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی صاحبِ شرف نہیں: آپ نے ارشاد فرمایا، مگر ہمارے آباء و اجداد کو تقویٰ ہی نے تو صاحبِ شرف بنایا تھا اور اطاعتِ الٰہی میں ان کو سب سے زیادہ حظ حاصل ہوتا تھا۔ پھر ایک دوسرے شخص نے کہا۔ آپ واللہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں آپ نے فرمایا قسم نہ کھاؤ، مجھ سے بہتر وہ ہو سکتا ہے جو مجھ سے زیادہ متقی اور اللہ کی اطاعت کرتا ہو۔ یاد رکھو! قرآن مجید کی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی:-

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ۚ (سورہ الحجرات آیت ۱۳)

"اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے اس لیے قرار دیے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (عیون اخبار جلد ۲ ص ۲۳۶)

(۸) ابن ذکوان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نے غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے اور جب کبھی بھی میں غلام آزاد کرنے کی قسم کھاتا ہوں تو پہلے ایک غلام کو آزاد کرتا ہوں اس کے بعد اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیتا ہوں۔ اگر میرے دل میں یہ بات پیدا ہوتی کہ میں رسولِ مقبولؐ کا محض قرابتدار ہونے کی وجہ سے اس غلام سے بہتر ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک حبشی غلام کی طرف اشارہ فرمایا۔" حالانکہ اگر میرا عمل صالح ہوگا تو میں اس سے افضل ہوں گا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۳۷)

(۹) یقطینی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت میں اختلاف ہوا تو میں نے پندرہ ہزار ایسے مسائل جمع کیے جو آپ سے دریافت کیے گئے اور آپ نے اُن سب کے جوابات دیے۔ (کتاب الغیبت طوسی صـ ۵۲)

(۱۰) دسترخوان کی بہترین غذا میں سے مساکین کا حق

معمر بن خلّاد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام غذا تناول فرمانے کا ارادہ فرماتے تو دسترخوان کے قریب ایک بڑا پیالہ لاکر رکھ دیا جاتا۔ اور آپ کے دسترخوان پر جو بہترین غذا ہوتی اُس میں سے کچھ غذا نکال کر اُس بڑے پیالے میں رکھتے، پھر تھوڑا تھوڑا ہر کھانے میں سے نکال کر اس میں رکھتے اور حکم دیتے کہ یہ فقراء و مساکین کو دے آؤ۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے: "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ" (سورۃ البلد آیت ۱۱)

پھر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہر انسان غلام آزاد کرنے کی مقتدرت نہیں رکھتا اس لیے اُس نے اُن کے لیے جنت کا یہ راستہ کھول دیا ہے۔ (یعنی کھانا کھلانا فقراء و مساکین کو)

(کتاب المحاسن صـ ۳۹۲)

- کتاب کافی جلد ۴ صـ ۵۲ پر بھی معمر سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(۱۱) مشایعتِ جنازہ

موسیٰ بن سیار کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ آپ طوس کے باغات کے قریب پہونچے تو شور و غل کی آواز سنی۔ آپ اس کی طرف بڑھے اور دیکھا۔ ایک جنازہ جا رہا تھا۔ جیسے ہی میرے مولا کی نظر اس پر پڑی آپ فوراً اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے اور جنازے کی طرف بڑھے، اُسے کاندھا دیا اور مسلسل اُس کے ساتھ ساتھ رہے جیسے ایک بکری کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے موسیٰ بن سیار! جو شخص ہمارے

دوستوں میں سے کسی دوست کے جنازے کی مشایعت کرے تو وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے شکم سے بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد جب اُس شخص کا جنازہ قبر کے کنارے رکھا گیا تو آپ اُس کے قریب پہونچے، جب میّت کو تابوت سے نکالا گیا تو آپ نے میّت کے سینے پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا "اے فلاں ابن فلاں تجھے جنّت کی خوشخبری ہو اب اس وقت کے بعد تجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا "مولا! میں آپ پر قربان، کیا آپ اس مرنے والے کو پہچانتے ہیں؟ یہ جگہ تو وہ ہے کہ جہاں آپ کبھی تشریف نہیں لائے: آپ نے فرمایا "اے موسیٰ بن سیّار! کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہم ائمہ کے سامنے ہمارے شیعوں کے اعمال روزانہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اُن کے اعمال میں کچھ تقصیر ہوتی ہے تو ہم اس کے لیے اللہ سے عفو و درگذر کی دعا کرتے ہیں اور جس کے اعمال کو بہتر دیکھتے ہیں تو اس کے لیے قبولیت کی دعا اللہ سے کرتے ہیں۔ (مناقب آل ابی طالبؑ جلد ۴ ص ۳۴۱)

(۱۲) پانی اور روٹی کی افادیت

حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک مرتبہ پانی اور روٹی کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پانی طعام حیات ہے اور روٹی طعام عیش ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۲۵۳)

(۱۳) ایک خواب کی تعبیر

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پنجرہ ہے جس میں ۱۷ شیشیاں رکھی ہوئی ہیں کہ ناگاہ وہ پنجرہ گرا اور ساری شیشیاں چور چور ہو گئیں: آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ خواب واقعاً دیکھا ہے تو ہمارے خاندان کا ایک شخص خروج کرے گا اور صرف ۱۷ دن زندہ رہے گا اس کے بعد مر جائے گا آپ کی تعبیر کے مطابق محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں ابی السرایا کے ساتھ خروج کیا اور صرف ۱۷ دن زندہ رہے اس کے بعد انھیں موت آ گئی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۵۲ روضۃ الکافی ص ۲۵۷)

(۱۴) کسرِ نفسی

ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام حمام تشریف لے گئے تو کسی نے آپ سے کہا کہ ذرا میرا بدن تو مل دو: آپ اس کا بدن ملنے لگے۔ مگر جب اس نے آپ کو پہچانا، تو معذرت چاہنے لگا اور آپ اس کے سینے کو ملتے اور صاف کرتے رہے۔

• کتاب محاضرات میں ہے کہ روئے زمین پر ایسا کوئی نہیں ہے جس کی سات پشتوں سے خاصہ و عامہ سبھی احادیث نقل کرتے ہوں سوائے علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسین بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۶۲)

(۱۵) ـــــ یعقوب بن اسحاق نوبختی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ ابن موسیٰ رضاؑ کی خدمت میں آیا اور کہا آپ مجھے اپنی حیثیت اور مروّت کے بقدر عطا فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ اتنی مجھ میں وسعت و استطاعت نہیں: اُس نے کہا اچھا تو پھر میری حیثیت اور مروّت کے بقدر عطا فرمائیے: فرمایا، اگر ایسا ہے تو "ہاں" پھر اپنے غلام کو آواز دی کہ اسے دو سَو دینار دیدو۔

(۱۶) ـــــ ایک مرتبہ آپ نے خراسان میں بروز عرفہ اپنا سارا مال تقسیم کر دیا۔ تو فضل بن سہل نے عرض کیا: آپ نے تو یہ بہت نقصان کیا: آپ نے فرمایا، یہ نقصان نہیں نفع ہے۔ جب ہم نے اس سے ثواب اور مکرمت کا سودا کیا ہے تو پھر اس کو تم نقصان میں کیوں شمار کرتے ہو۔ (کتاب المناقب جلد ۴ ص ۳۶۰ - ۳۶۱)

(۱۷) آپ عالمِ آلِ محمدؐ ہیں

ابو صلت عبد السلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت امام رضاؑ سے بڑا صاحبِ علم کوئی نظر نہیں آیا، اور صرف یہ میں نہیں کہتا، بلکہ جس عالم نے بھی آپ سے ملاقات کی اُس نے بھی یہی کہا جو میں کہہ رہا ہوں: مامون رشید اپنی مجلس میں مختلف ادیان و مذاہب کے علماء اور فقہائے شریعت اور متکلمین کو آپ سے بحث و مباحثہ کے لیے جمع کرتا اور آپ ایک ایک کر کے سب پر غالب آجاتے اور کوئی ایسا نہ باقی رہتا جو آپ کی افضلیت اور خود میں علم کی کمی کا اقرار نہ کرتا ہو۔

چنانچہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ میں روضۂ رسولؐ میں بیٹھا کرتا اور علمائے مدینہ جو بہت وافر تعداد میں تھے جب کسی مسئلہ کا جواب دینے سے عاجز ہوتے تو اُن سب کا اشارہ میری طرف ہوتا، اور وہ اپنے مشکل مسائل کسی آدمی کے ذریعے سے میرے پاس بھیجا کرتے اور میں ان کا جواب دیدیتا۔

ابو صلت کا بیان ہے کہ محمد بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام اپنی اولاد سے فرمایا کرتے، کہ یاد رکھو! یہ تمہارا بھائی علیؑ بن موسیٰؑ عالمِ آلِ محمدؐ ہے۔ اِن سے اپنے دینی مسائل پوچھا کرو اور جو کچھ یہ کہیں اس کو یاد رکھا کرو اس لیے کہ میں نے حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کو فرماتے ہوئے بارہا سنا کہ عالمِ آلِ محمدؐ تمھارے صلب سے ہوگا اور کاش میں اتنا زندہ رہتا کہ اسے دیکھ لیتا، اس لیے کہ اس کا نام خود امیر المومنین علیہ السلام نے علیؑ رکھا ہے۔

(۱۸) ـــــ عبداللہ بن صلب نے ایک مردِ بلخی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں خراسان کے سفر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ ایک دن آپ نے اپنا دستر خوان بچھوایا تو اُس پر اپنے تمام سوڈان کے شیعوں کو بھی بٹھایا: میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، آپ تو یہ دستر خوان اِن ہی کے لیے چھوڑ دیتے اور آپ الگ کھانا تناول فرماتے: آپ نے فرمایا، ایسی بات کیوں کرتے ہو؟ سب کا پروردگار ایک اور سب ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے (یعنی آدم وحوّا) اور جزا تو اپنے اپنے اعمال پر ملتی ہے۔ (کافی جلد ۴ صـ ۲۳-۲۴)

(۱۹) ═══ پوشیدہ طور پر خیرات دینا

الیسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا اور آپ سے محوِ گفتگو تھا اور بھی بہت سے حضرات مسائلِ حرام وحلال دریافت کرنے کے لیے جمع تھے کہ اسی اثناء ایک طویل القامت شخص آیا اور عرض کرنے لگا، فرزندِ رسولؐ آپ پر میرا اسلام ہو۔ میں آپ کے اور آپ کے آباء واجداد کے دوستوں میں سے ہوں حج سے واپس آ رہا ہوں میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے اور اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنی منزل تک پہونچ سکوں، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے لیے کچھ زادِ راہ مہیّا فرما دیں تاکہ میں اپنے شہر تک پہونچ جاؤں۔ ویسے تو اللہ نے مجھے بہت کچھ عطا فرمایا ہے وطن پہونچکر اتنی ہی رقم آپ کی طرف سے تصدق کر دوں گا: آپ نے ارشاد فرمایا، اچھا بیٹھو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس کے بعد آپ کچھ دیر مزید ہم سب سے گفتگو کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ چلے گئے۔ اب وہ شخص، میں، سلیمان جعفری اور خثیمہ رہ گئے؛ آپ نے فرمایا کہ اگر ناگوار نہ ہو تو میں ذرا اندر ہو آؤں؟ سلیمان نے عرض کیا، جی ہاں! بسم اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کے کام انجام دلائے۔ حضرت کھڑے ہوئے اور حجرے میں داخل ہوئے، ایک ساعت کے بعد دروازہ بند کیا اور کواڑ (دروازے) کے اوپر سے (کواڑوں کے درمیان سے) ہاتھ باہر نکالا اور مردِ خراسانی کو بلایا اور فرمایا' لے یہ دوسو دینار اور خرچ کر ان کو میری طرف سے تبرک جان کر۔ تجھے یہ رقم میری طرف سے تصدق کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب یہاں سے چلا جا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔

وہ شخص رقم لیکر چلا گیا تو سلیمان نے کہا، مولا! میں آپ پر قربان؛ آپ نے تو اس پر مہربانی فرمائی اور اسے ایک بڑی خطیر رقم عنایت فرما دی، مگر آپ نے اس سے اپنا چہرہ کیوں چھپایا؟ فرمایا۔ اس ڈر سے کہ میں اس کے چہرے پر سوال کی وجہ سے ندامت کے آثار نہ دیکھوں۔ کیا تو نے رسولِ مقبولؐ کی یہ حدیث نہیں سُنی، کہ در پردہ نیکی کرنے والے کو ستر حج کے برابر ثواب ملتا ہے اور بالاعلان گناہ کرنے والا مخذول ہے اور چھپا کر گناہ کرنے والا مغفور ہے۔ کیا تو نے اگلے لوگوں کا یہ قول

نہیں سُنا ہے کہ :۔ "میں ایک دن اس کے پاس طلبِ حاجت کے لیے گیا مگر جب وہاں سے اپنے گھر والوں میں واپس آیا تو میرے چہرہ پر آب باقی تھی"۔ (کافی جلد ۲ صـ۲۳-۲۴)

- کتاب مناقب جلد ۴ صـ۳۶۱ پر بھی الیسع سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۰) ـــــ عبید بن ابی عبد اللہ بغدادی سے روایت ہے کہ اس سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے یہاں ایک مہمان آیا وہ رات کے وقت بیٹھا ہوا آپ سے باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں چراغ کی لَو دھیمی پڑ گئی۔ مہمان نے ہاتھ بڑھایا کہ اس کی لَو تیز کر دے۔ امام رضاؑ نے اُسے روکا اور خود بڑھ کر چراغ کی لَو کو درست کر دیا۔ پھر فرمایا، ہم اُس قوم سے ہیں جو اپنے مہمانوں سے خدمت نہیں لیتے۔ (کافی جلد ۶ صـ۲۸۳)

(۲۱) ـــــ حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کے غلاموں نے پھل کھائے جو بچ گئے وہ پھینک دیے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے دیکھا اور فرمایا، سبحان اللہ یہ بھی خوب رہی۔ بھائی اگر تم کو ان کی ضرورت نہیں تھی تو بہت سے اللہ کے بندے ایسے بھی جن کو یہ میسّر نہیں ہیں۔ انھیں لے جاؤ اور ضرورت مند کو دے دو۔ (الکافی جلد ۶ صـ۲۹۷)

(۲۲) ـــــ حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام یاسر اور نادر کا بیان ہے کہ ہم سے امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کھانا کھا رہے ہو اور میں پہنچ جاؤں تو کھڑے نہ ہوا کرو جبتک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد کبھی کبھی جب آپ ہم میں سے کسی کو طلب فرماتے اور کہدیا جاتا کہ سب کھانا کھا رہے ہیں۔ تو آپ فرما دیتے تھے، اچھا انھیں کھا لینے دو۔

نیز خادم ہی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام آخروٹ کی بنی ہوئی مٹھائیوں کی ڈلیاں ہم سب کو عنایت فرمایا کرتے تھے۔ (کافی جلد ۶ صـ۲۹۸)

(۲۳) ـــ ائمہؑ طاہرین کو کھجوریں بہت پسند تھیں

سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے برنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں جو آپ کو بہت پسند تھیں اور بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے سلیمان آؤ تم بھی کھاؤ۔ میں قریب گیا اور آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا۔ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو یہ کھجوریں بہت پسند ہیں: آپ نے فرمایا، ہاں مجھے بہت پسند ہیں: میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کھجور کے شائق تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بھی کھجوریں بہت پسند تھیں حضرت امام حسن علیہ السلام بھی کھجور کے شوقین تھے حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام کو

بھی کھجور بہت پسند تھیں، حضرت سید الساجدین علی بن الحسین علیہ السلام بھی کھجور کے شائق تھے، حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام بھی کھجور کے شوقین تھے، حضرت جعفر صادق علیہ السلام بھی کھجور بہت پسند کرتے تھے، میرے والد بزرگوار بھی کھجور کے شائق تھے اور میں بھی شائق ہوں اور ہمارے دوستوں کو بھی کھجور پسند ہوتی ہیں، اس لیے کہ وہ ہماری فاضل طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور اے سلیمان! ہمارے دشمن (کھجور کی تاڑی) نشہ آور چیز کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

(کافی جلد ۶ ص ۳۴۵ ـ ۳۴۶)

(۲۴) ـــــ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ سیاہ خضاب لگائے ہوئے ہیں۔ (کافی جلد ۶ ص ۴۸۰)

(۲۵) ـــــ خوشبو کا استعمال

محمد بن ولید کرمانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مشک کے استعمال کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے حکم دیا تھا کہ میرے لیے مشک ڈال کر لوبان تیار کی جائے تو وہ سات سو درہم میں تیار ہوئی۔ تو فضل بن سہل نے آپ کو اطلاع دی کہ لوگ اس کے متعلق نکتہ چینی اور عیب گیری کر رہے ہیں: آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اے فضل! کیا تجھے نہیں معلوم کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور سونے کے تاروں سے کام کیا ہوا دیباج کا (ریشمی) لباس پہنتے اور سونے کی کرسی پر بیٹھتے تو اُن کی نبوّت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا: راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے چار ہزار درہم سے آپ کے لیے مشک و عنبر و کافور سے مرکّب ایک خوشبو غالیہ تیار کی۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۶ ـ ۵۱۷)

(۲۶) ـــــ معمر بن خلاّد کا بیان ہے کہ مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام نے حکم دیا تو میں نے آپ کے لیے ایک تیل تیار کیا جس میں مشک و عنبر شامل کیا گیا تھا۔ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ ایک کاغذ پر آیۃ الکرسی، ام الکتاب (سورہ حمد) معوذتین (اعوذ برب النّاس اور اعوذ برب الفلق) اور قوارع القرآن (یعنی قرآن کی وہ آیات جن سے شر شیاطین انس و جن سے حفاظت ہو) لکھوں اور اسے شیشی اور اس کے غلاف کے درمیان رکھوں۔ میں نے تعمیلِ حکم کی۔ جب آپ کے پاس لایا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے (شیشی میں تیل رکھ کر) اس پر غلاف چڑھایا۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۶)

(۲۷) ـــــ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں گیا، تو آپ کا لباس خوشبو میں بسا اور دھونی دیا ہوا پایا۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۸)

(۲۸) ـــــــ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ روغنِ خیری لگائے ہوئے تھے۔ (کافی جلد ۶ صـ ۵۲۲)

(۲۹) ـــــــ بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ اپنی تحریر کو خشک کرنے کے لیے اس پر مٹی چھڑکتے تھے۔ (کافی جلد ۶ صـ ۶۷۳)

(۳۰) ═══ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو

وشاء کا بیان ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا اور نماز کی تیاری فرمارہے تھے۔ میں قریب گیا اور چاہا کہ وضو کے لیے لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالوں، آپ نے فرمایا نہیں: میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے پانی ڈالنے سے کیوں منع فرمارہے ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی ثواب ملے: آپ نے فرمایا، تم تو ثواب کماؤ اور مجھے گناہگار کرو: میں نے عرض کیا، یہ کیسے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سُنی ہے کہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ (سورۂ کہف آیت ۱۱۰)

"جو شخص لقاءِ الٰہی کی اُمید رکھتا ہے پس اس کو چاہیے کہ عملِ صالح بجالائے اور اپنے رَبّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

اور میں اِس وقت نماز کے لیے وضو کر رہا ہوں یہ بھی عبادت ہے۔ تو مجھے پسند نہیں کہ اس میں کوئی میرے ساتھ شریک ہو۔ (کافی جلد ۳ صـ ۶۹)

(۳۱) ═══ اللہ کب سے ہے اور کیسا ہے؟ (ایک سوال)

بزنطی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس وراء النہر بلخ سے آیا اور بولا۔ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا جواب دے دیا تو میں آپ کی امامت کا قائل ہوجاؤں گا: آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو: اُس نے کہا، یہ بتائیے کہ آپ کا رب کہاں ہے کیسا ہے اور اس کا تکیہ کس پر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ این الاین (موجدِ وقت) اور کیف الکیف (موجدِ کیفیات) ہے اور اُس کا تکیہ اپنی ہی قدرت پر ہے۔: یہ جواب سن کر وہ اٹھا اور بڑھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علی وصیٔ رسولؐ اور ان کے بعد دین کو قائم رکھنے والے ہیں اور آپ حضرات ہی اُمت کے سچے امام اور اُن ائمہ کے جانشین ہیں۔ (کافی جلد ۱ صـ ۸۸)

(۳۲) جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اپنی کچھ تکالیف بیان کیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا، صبر کرو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تمھارے سارے کام بنادے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) اس کے بعد فرمایا۔ اس دنیا سے مومنین کا بھیجا ہوا ذخیرہ اللہ جمع کر دیتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو یہاں فوراً ان کو ملتا ہے۔ پھر آپ نے اس دنیا کو حقیر بتایا اور فرمایا کہ اس کی حقیقت ہی کیا ہے، کہ اس دنیا میں اللہ نے جن کو نعمتیں عطا فرمادی ہیں وہ خطرے میں ہیں اس لیے کہ ان نعمتوں میں سے اُنھیں حقوقِ الٰہی ادا کرنا واجب ہے اور خدا کی قسم مجھے جو نعمتیں اللہ نے عطا فرمائی ہیں اُن کی وجہ سے ہمیشہ ڈرتا ہی رہتا ہوں کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو اور اس سے عہدہ برآ ہو جاؤں: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اس قدر و منزلت کے باوجود آپؑ اس قدر خوفِ حقوقِ الٰہی طاری ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، ڈرتا ہوں اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں کہ اُس نے یہ نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں۔ (کافی جلد ۳ ص ۵۰۲)

(۳۳) عیدین کی حیثیتوں میں فرق

محمد بن فضل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے عید الفطر کے موقع پر اپنے ایک غلام کو پکار کر فرمایا، اے فلاں! اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے پھر آپ نے عیدِ قربان کے موقع پر فرمایا، اے فلاں! اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے عمل کو قبول فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ آپ نے عید الفطر کے موقع پر تو کچھ اور ہی فرمایا تھا اور آج عید قربان کے موقع پر کچھ اور فرما رہے ہیں: تو آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں، میں نے عید الفطر کے موقع پر کہا تھا کہ اللہ تمھارے اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے اِس لیے کہ اُس کا عمل بھی وہی تھا جو میرا عمل تھا۔ (یعنی روزہ) ہم دونوں نے ایک ہی طرح کا کام انجام دیا تھا۔ مگر عیدِ قرباں کے موقع پر میں نے کہا، اللہ میرے اور تیرے عمل کو قبول فرمائے۔ اِس لیے کہ ممکن ہے ہم جانور کی قربانی کر سکیں اور وہ نہ کر سکے۔ اس لیے ہمارے اور اس کے عمل میں فرق ہوگا۔ (کافی جلد ۴ ص ۱۸۱)

(۳۴) مزدور سے مزدوری طے کر کے کام لو

سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض کاموں میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب میں نے اپنے گھر واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ ہی چلنا۔ لہٰذا میں بھی شب کو وہیں مقیم ہوگیا۔ اور آپ کے ساتھ ہی رہا۔ آپ شام کے وقت اپنے بیت الشرف میں داخل ہوئے تو اپنے غلاموں پر ایک نظر ڈالی جن میں کوئی مٹی کا کام کر رہا تھا، کوئی جانوروں کو باندھ رہا تھا، کوئی اس کے علاوہ دوسرا کام کر رہا تھا اور ان ہی کے ساتھ ایک حبشی بھی تھا جو ان غلاموں کے علاوہ تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا "کہ یہ کون شخص ہے جو تمہارے ساتھ کام کر رہا ہے: غلاموں نے عرض کیا کہ یہ ہماری مدد کرتا ہے اور اسے کچھ مزدوری دے دیتے ہیں: آپ نے فرمایا، کیا اس کی مزدوری طے کر لی ہے؟ غلاموں نے عرض کیا، نہیں۔ بس ہم جو کچھ اسے دے دیتے ہیں اسی پر راضی ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر آپ اُن غلاموں کی طرف بڑھے اور انھیں کوڑے رسید کیے۔

آپ غیظ میں بھرے ہوئے تھے: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان یہ آپ کو غصہ کیوں آگیا؟ آپ نے فرمایا، میں نے انھیں بارہا منع کیا ہے کہ کسی مزدور کو اپنے ساتھ کام میں اس وقت تک نہ لگاؤ جبتک کہ اس سے اُس کی مزدوری طے نہ کرلو۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی مزدور کو بغیر مزدوری طے کیے ہوئے کام پر لگاؤ گے اور اس کو اس کی مزدوری کا تین گنا بھی دے دو گے تو بھی اُسے یہی خیال ہوگا کہ تم نے اس کو مزدوری کم دی ہے۔ اور جب مزدوری طے کر لو گے تو اس کو پھر اس کی طے شدہ مزدوری دو گے تو وہ مزدوری پوری دینے پر تمہاری تعریف کرے گا اور اگر تم نے اس کی مزدوری سے کچھ بھی زیادہ دے دیا تو وہ مزید خوش ہوگا اور جان لے گا کہ یہ مزدوری سے زیادہ دیا گیا ہے۔ (کافی جلد ۵ ص ۲۸۸)

بحار الانوار

باب ۸

امامؑ کے چند منتخب اشعار

(۱) بے ثباتیٔ کائنات

یحییٰ بن عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کو مندرجۂ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سُنا، حالانکہ آپ بہت ہی کم شعر پڑھتے تھے:۔

ترجمہ	اشعار
ہم انسانوں میں سے ہر ایک کو یہی امید ہوتی ہے کہ ابھی اُس کی زندگی کی مدت اور آگے بڑھے گی لیکن موت تمام امیدوں کے لیے آفت بن کر آجاتی ہے۔ اے انسان دیکھ! باطل تمناؤں اور خواہشات سے دھوکا نہ کھا، اور میانہ روی اختیار کر اور اپنی کوتاہیوں کو دور کر لے یہ دنیا کیا ہے، جیسے ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں ہے جس میں کوئی مسافر آکر تھوڑی دیر آرام کر لے اور پھر روانہ ہوجائے۔	کلنا نامل مدًا فی الاجل والمنایا ھن افات الامل لا تغرنك اباطیل المنی والزم القصد ودع عنك العلل انما الدنیا کظل زائل حل فیھا راکب ثم رحل

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یہ اشعار کس کے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے کسی عراقی شاعر کے ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ تو مجھے ابو العتاہیہ نے سُنائے تھے: آپ نے فرمایا، اس کا نام لیا کرو ابو العتاہیہ نہ کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ" "کسی کو بُرے لقب سے نہ پکارو ممکن ہے اس کو بُرا محسوس ہو۔ (سورہ الحجرات آیت ۱۱)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۷۷ - ۱۷۸)

(۲) حلم کے بارے میں

موسیٰ بن محمد محاربی نے کسی شخص سے اور اس نے حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن مامون نے آپ سے دریافت کیا، کیا آپ کو کچھ اشعار بھی یاد ہیں۔؟

آپ نے فرمایا، بہت۔ : اُس نے کہا اچھا "حلم" کے متعلق کچھ اشعار سنائیے۔

آپ نے فرمایا، سنو!

اذا کان دونی من بلیت بجھلہ
ابیت لنفسی ان تقابل بالجھل

اگر ہمارا سابقہ کسی ایسے شخص سے پڑے کہ اس کی جہالت میرے لیے بلا و مصیبت بن جائے تو میں اپنے نفس کو مجبور کرتا ہوں کہ وہ انتہائی تحمل سے اس کی جہالت کو برداشت کرے

وان کان مثلی فی محلّی من النھیٰ
اخذت بحلمی کی اُجَل عن المثل

• اور اگر وہ شخص عقل اور سمجھ میں میرے ہی مثل اور مرتبہ کا ہے تو میں بہت تحمل اور برداشت سے اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ اپنے مثل سے بڑھ جاؤں

وان کنتُ ادنی منہ فی الفضل والحجیٰ
عرفت لہ حق التقدم والفضل

• اور اگر میں عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں اُس سے کم ہوں تو ظاہر ہے کہ تحمل اور برداشت کے ساتھ ہمیں اس کی فضیلت اور بڑائی کو تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔

مامون نے کہا بہت اچھے اشعار ہیں۔ کس کے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہمارے ہی بعض نوجوان نے کہے ہیں : پھر اُس نے کہا اچھا اگر جاہل کے جواب میں خاموشی اور اپنے دوست پر عتاب نہ کرنے کے بارے میں جو بہترین اشعار یاد ہوں وہ سنائیے : آپ نے فرمایا، سنو !

(۳) دوست کیلئے ترکِ عتاب ہی عتاب ہے

انی لیھجرنی الصدیق تجنباً
فاریہ ان لھجرہ اسباباً

جب ہمارا کوئی دوست ہم سے ملنے سے گریز کرتا ہے تو میں خود سمجھ لیتا ہوں کہ اس کے گریز کے کچھ نہ کچھ اسباب ضرور ہیں۔

واراہ ان عاتبتہ اغریتہ
واری لہ ترک العتاب عتاباً

• اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں اس کے گریز پر عتاب کروں گا تو وہ مجھ سے اور بھی دور ہو جائے گا اس لیے ترکِ عتاب ہی کو عتاب فرض کر لیتا ہوں۔

واذا بلیت بجاھل متحکم
یجد المحال من الامور صواباً

• اگر ہمارا سابقہ کسی ایسے جاہل حاکم سے پڑ جائے کہ کسی معاملہ میں بھی اس کے لیے صحیح راستہ پر چلنا محال ہے تو

اولیتہ منی السکوت وربما
کان السکوت عن الجواب جواباً

• میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ سکوت اختیار کروں اور کبھی کبھی یہ سکوت اختیار کرنا جواب نہ دینا بجائے خود ایک طرح کا جواب ہے۔

مامون نے کہا بہت اچھے اشعار ہیں، یہ کس نے کہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں: مامون نے کہا اچھا دشمن کو بھی دوست بنانے کے متعلق جو اچھے اشعار یاد ہوں سنائیے: آپ نے فرمایا سنو!

④ بلند اخلاقی

وذی غلة سالمته فقهرته
فاوقرته منی لعفو التجمل

کچھ دشمنی اور کدورت رکھنے والے ایسے ہیں کہ جنھیں ہم نے صلح صفائی کے ذریعے سے رام کرلیا اور اپنی طرف سے بہترین عفو کا بوجھ اس پر لاد دیا۔

ومن لایدافع سیات عدوه
باحسانه لم یاخذ الطول من عل

• اور جو شخص دشمن کی بدسلوکی کو اس کے ساتھ نیکی اور احسان کر کے نہیں دفع کر سکتا وہ بلند مقام نہیں حاصل کر سکتا۔

ولم ار فی الاشیاء اسرع مهلکا
لغمر قدیم من وداد معجل

• ہم نے دنیا میں کوئی چیز اتنی جلد ہلاک و فنا کرنے والی نہیں پائی جتنی جلد نئی دوستی پرانی دشمنی کو فنا کر دیتی ہے۔

مامون نے کہا کیا خوب بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس نے کہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں: مامون نے کہا، اچھا اپنے راز کو چھپائے رہنے کے متعلق جو بہترین اشعار آپ کو یاد ہوں وہ سُنائیں۔ آپ نے فرمایا سنو!

⑤ رازداری

وانی لانسی السر کیلا اذیعه
فیامن رای سرا یصان بان ینسی

• میں اپنے راز کی باتوں کو بھلا دیتا ہوں تاکہ اس کو فاش نہ کر سکوں، اور کیا کہنا اس شخص کا جو اپنا راز چھپانے کیلئے راز کو بھلا دیتا ہے۔

مخافه ان یجری ببالی ذکره
فینبذه قلبی الی ملتوی حشا

• صرف اس ڈر سے کہ اگر یہ راز ہمارے ذہن میں چکر لگاتا رہا تو ایک نہ ایک دن وہ کسی کے سامنے اُگل دے گا۔

فیوشك من لم یفش سرا وجال فی
خواطره ان لا یطیق له حبسا

• جس نے ابھی اپنے راز کو فاش نہیں کیا ہے مگر اُسکے دل و دماغ میں وہ چکر لگا رہا ہے تو کچھ بعید نہیں جو وہ اسے ضبط نہ کر سکے اور فاش کر دے۔

اس کے بعد مامون نے غلام کو حکم دیا کہ میرا یہ خط فضل بن سہل کے پاس لے جا اور اس سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیے تین لاکھ دینار لے آ۔

(۶) ــــــ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون کا ہدیہ قبول فرمایا تو وہ بالکل اسی طرح جیسے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلم سلاطین کا ہدیہ قبول فرما لیتے تھے یا جس طرح حضرت امام حسن علیہ السلام معاویہ کی دی ہوئی رقم قبول فرما لیتے تھے یا جس طرح ہمارے دیگر ائمہ ؑ اپنے سلاطینِ وقت و خلفاء کی رقم قبول فرما لیا کرتے تھے اور اصولی طور پر اگر ایک شخص ہماری دولت پر زبردستی قبضہ کر کے بیٹھ گیا ہے تو اگر وہ اس میں سے کچھ ہمیں دے دیتا ہے تو اس کا لے لینا جائز ہے۔

(۷) ــــــ مروان بن ابوحفصہ کے اشعار سے اذیت

معمر بن خلاد اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا: ہماری جانیں آپ پر قربان، آج آپ کے چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار کیوں نمایاں ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں مروان بن ابوحفصہ کے اس شعر کے متعلق غور کر رہا تھا شب میں نیند بھی نہیں آئی۔ وہ شعر یہ ہے۔

انیٰ یکون ولیس ذاك بکائن
لبنی بنات وراثۃ الاعمام

• یہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ لڑکی کی اولادیں چچاؤں کو پہونچنے والی وراثت لے لیں۔

پھر میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے دروازے کا بازو تھامے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہا ہے:۔

انیٰ یکون ولیس ذاك بکائن
للمشرکین دعائم الاسلام

• یہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جو پہلے مشرک تھے وہ اب اسلام کے ستون بن جائیں۔

لبنی البنات نصیبھم من جدھم
والعم متروك بغیر سھام

• ازروئے شرع نواسوں کو نانا کا ترکہ ملتا ہے اور چچا چھوڑ دیا جاتا ہے اسکا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔

ماللطلیق وللتراث وانما
سجد الطلیق مخافۃ الصمصام

• بھلا آزاد کردہ کا میراث سے کیا تعلق اور وہ بھی وہ آزاد کردہ جس نے تلوار کے خوف سے سجدہ کیا ہو۔

قد کان اخبرك القرآن بفضله
فمضی القضاء به من الحکام

• قرآن مجید نے تو پہلے ہی اس وارثِ رسول کے فضل واستحقاق کی اطلاع دیدی تھی اور اسی بنا پر سابقہ حکّامِ وقت نے کئی بار ان کے حق میں فیصلہ دیا ہے کہ

ان ابن فاطمة المنوه باسمه
حاز الوراثة عن ابن الاعمام

• فاطمہ زہرا کی اولاد جو اپنے ناموں سے پکاری جاتی ہے اس نے آنحضرت کے چچا کی اولاد کو وراثت سے محجوب کر دیا۔

وبقی ابن نثلة واقفا مترددا
یرثی ویسعده ذوو الارحام

• اور نثلہ کی اولاد کھڑی ہو کر اس کا مرثیہ پڑھ رہی ہے اور ان کے رشتہ داران کی اس مرثیہ خوانی میں مدد کر رہے ہیں۔

(۸) —— موت کا ایک دن معین ہے

ابنِ مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کو مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سُنا:۔

انك فی دار لها مدة
یقبل فیها عمل العامل

• اس وقت تم ایک ایسے گھر میں ہو کہ جس میں رہائش کی مدت تک ہر عمل کرنے والے کا عمل قبول کیا جاتا ہے۔

الا تری الموت محیطا بها
یکذب فیها امل الامل

• کیا تم نہیں دیکھتے کہ موت نے اس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ ہر اُمید رکھنے والے کی اُمید کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

تعجل الذنب لما تشتهی
وتامل التوبة فی قابل

• تم اپنی خواہش کے مطابق گناہ کا ارتکاب کرنے میں تو تعجیل کرتے ہو اس میں دیر نہیں کرتے لیکن توبہ کو آئندہ کے لیے ملتوی کر دیتے ہو۔

والموت یاتی اهله بغتة
ماذاك فعل الحازم العاقل

• حالانکہ موت کہہ کر نہیں آتی بلکہ یک بیک آجاتی ہے۔ اس لیے ایک عقلمند اور محتاط آدمی کا یہ کام تو نہیں ہے کہ توبہ کو ملتوی رکھے۔

⑨ عیوب کی پردہ پوشی کرو اور ظالم کو اللہ کے حوالہ کرو

احمد بن حسین کاتب ابو فیض نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کا شکوہ کیا، تو آپ نے یہ اشعار پڑھے :۔

اعذر اخاك علیٰ ذنوبه
واستر وعظ علیٰ عیوبه

• اگر تمھارے بھائی سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو اس کو معذور سمجھو۔ اس کے عیوب کو چھپاؤ اور اُسے نصیحت کرو، سمجھاؤ۔

واصبر علیٰ بهت السّفیه
وللزمان علیٰ خطوبه

• اور بے وقوف اور سفیہ کی باتوں پر اور زمانے کے حادثات پر صبر کرو۔

ودع الجواب تفضّلا
وکل الظلوم علیٰ حسیبه

• اور براہِ کرم اس کا جواب نہ دو۔ اور ظالم کو اُس حساب کرنے والے (اللہ) کے حوالے کردو۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۶)

• ابوالحسن کاتب الفرائض نے بھی اپنے باپ سے اسی کے مثل روایت کی ہے (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۹۳)

⑩ سخاوت اور بُخل

ہشیم بن عبد الرمانی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اور آپ نے اپنے آبائے کرام سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ :

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مندرجۂ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے :۔

خلقت الخلائق فی قدرة
فمنهم سخی ومنهم بخیل

• (اے اللہ) تو نے اپنی قدرت سے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے، اُنہیں کچھ تو سخی ہیں اور کچھ اُنہیں بخیل ہیں۔

فاما السخیّ ففی راحة
واما البخیل فشوم طویل

• پس (اُن میں) جو لوگ سخی ہیں اُنھیں تو آرام ہی آرام ہے۔ لیکن جو بخیل ہیں وہ ہمیشہ اور مستقل مصیبت میں بسر کرتے ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۷)

(۱۱) اشعار حضرت عبدالمطلبؑ بزبانِ امام رضاؑ

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے حضرت عبدالمطلبؑ کے مندرجۂ ذیل اشعار مجھے سُنائے :۔

یعیب الناس کلھم زمانا
وما لزماننا عیب سوانا

• ہم سب لوگ زمانے کو عیب لگاتے ہیں حالانکہ زمانے میں کوعیب نہیں، اگر ہے تو ہم ہی اس کے عیب اور اس کے دامن کا دھبّہ ہیں۔

نعیب زماننا والعیب فینا
ولو نطق الزمان بنا ھجانا

• دراصل عیب ہم لوگوں میں ہے مگر ہم ہیں کہ زمانے کو عیب لگاتے ہیں۔ اگر (اللہ) زمانے کو قوتِ گویائی دیتا تو یقین ہے کہ وہ ہماری ہجو کرتا۔

وان الذئب یترك لحم ذئب
ویاکل بعضنا بعضا عیانا

• غور تو کرو کہ ایک بھیڑیا بھی دوسرے بھیڑیے کا گوشت نہیں کھاتا، اور ہم ہیں کہ کھلے عام ایک دوسرے کو کھائے جا رہے ہیں۔

لبسنا للخداع مسوك طیب
فویل للغریب اذا اتانا

• ہم نے دھوکہ دینے کے لیے پاک وصاف ستھری کھال پہن رکھی ہے اور جب کوئی مردِ مسافر و اجنبی آجاتا ہے تو اس کا بُرا حال کر دیتے ہیں

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۷۷)

(۱۲) اپنی خوشحالی پر نہ اِتراؤ

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

اذا کنت فی خیر فلا تغترر به
ولکن قل اللھم سلم وتمم

• اگر تم خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہو تو اس پر نہ اِتراؤ اور غرّہ نہ کرو بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ یہ خوشحالی سلامت رہے اور تمام و کمال کو پہونچے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۷۸)

(۱۳) —— مندرجہ ذیل اشعار بھی آپ ہی سے سنے گئے ہیں۔

لبست بالعفة ثوب الغنی
وصرت امشی شامخ الراس

• ہمارا یہ حال ہے کہ جب دولتمندی کا لباس پہن لیتے ہیں تو غرور و تکبّر کے ساتھ اپنا سر اٹھا کر چلتے ہیں

لست الی النسناس مستانسا
لکننی انس بالناس

• یہ درست ہے کہ ہم نسناس سے مانوس نہیں ہو سکتے۔ مگر آدمی کو آدمی سے تو اُنس ہونا چاہیے۔

اذا رایت التیہ من ذی الغنی
تہت علی التائہ بالباس

• میں جب کسی دولت مند کو غرور و تکبّر کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اس غرور کرنے والے کے مقابلے میں اللہ پر بھروسہ کر کے میں بھی تکبّر کا اظہار کرتا ہوں۔

ماان تفاخرت علےٰ معدم
ولا تضعضعت لافلاس

• یہ کیا ہے کہ ہم غریبوں اور محتاجوں کے سامنے فخر سے کام لیتے ہیں۔ اور مفلسوں سے فروتنی سے پیش نہیں آتے۔ (مناقب جلد۴ ص۳۶۱)

(۱۴) مامون الرشید کو نصیحت

مامون الرشید نے آپ کو خط لکھا کہ فرزندِ رسولؐ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ تو آپ نے مندرجۂ ذیل اشعار لکھ کر ارسال فرما دیئے:۔

انك فی دنیا لها مدة
یقبل فیها عمل العامل

• تم اس دنیا آباد ہو کہ جس کی ایک مدت مقررہ ہے اور اس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول کر لیا جاتا ہے۔

اما تری الموت محیطابها
یسلب منها امل الأمل

• کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر ہر طرف سے موت منڈلا رہی ہے جو ہر اُمید وار کی اُمیدوں کو جھپٹ لے جاتی ہے۔

تعجل الذنب بما تشتهی
وتامل التوبة من قابل

• تم گناہوں کے ارتکاب میں تو جلدی کرتے ہو، دیر نہیں لگاتے اور توبہ کو آئندہ وقت کے لیے ملتوی کر دیتے ہو۔

والموت یاتی اهله بغتة
ما ذاك فعل الحازم العاقل

• حالانکہ موت یک بیک آتی ہے وہ بتا کر نہیں آتی کہ تم فوراً توبہ کر لوگے۔ لہٰذا یہ کسی عقلمند اور ہوشیار آدمی کا کام نہیں کہ توبہ میں تاخیر سے کام لے۔

(الاختصاص ص۹۸)

بحار الانوار

باب ۹

دورِ امامت وحاکمِ وقت

(۱) ہارون الرشید نے کہا کہ ...؟

جعفر بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب ہارون الرشید مقام رقہ سے مکۂ مکرمہ کو جا رہا تھا، تو میں نے عیسیٰ بن جعفر کو ہارون سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ آلِ ابی طالبؑ کے متعلق آپ نے جو کچھ بحلف و بہ قسم کہا تھا اُسے یاد کیجیے۔ آپ نے بحلف یہ کہا تھا کہ اب موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد اگر ایک نے بھی دعوئ امامت کیا تو ہاتھ پاؤں باندھ کر میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔ اور یہ اُن کے فرزند علی بن موسیٰ نے اس امرِ امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ان کے متعلق بھی وہی سب کچھ کہا جاتا ہے جو ان کے باپ کے لیے کہا جاتا تھا۔

یہ سُن کر ہارون نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف غصّہ کی نظر سے دیکھا اور کہا: تیری رائے اور خواہش ہے کہ اب میں ان میں سے سب ہی کو تہہ تیغ کر دوں؟

موسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا: آپ نے ارشاد فرمایا "میرا ان لوگوں سے کیا مطلب، وہ لوگ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۶)

• صفوان بن یحییٰ سے بھی یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۸۷)

(۲) ــــــ ابوالحسن طبیب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ نے وفات پائی تو حضرت ابوالحسن علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک کتا، ایک مینڈھا اور ایک مرغ خریدا۔ جب ہارون کے مُخبر نے ہارون کو یہ لکھ کر بھیجا، تو اُس نے کہا، چلو ان کی طرف سے تو اب ہم کو اطمینان ہوا۔ مگر زبیری نے ہارون کو یہ لکھا کہ علی ابن موسیٰ الرضاؑ نے اپنا دروازہ کھول دیا ہے اور اپنے لیے دعوئ امامت کر رہے ہیں۔ تو ہارون نے کہا۔ ایک تو یہ لکھتا ہے کہ اُنھوں نے کتا، مینڈھا اور مرغ خریدا ہے اور دوسرا یہ لکھتا ہے کہ وہ دعوئ امامت کر رہے ہیں۔ بڑا تعجب ہے! (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۵)

(۳) ــــــ ابی مسروق کا بیان ہے کہ واقفیوں کی ایک جماعت حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں علی بن حمزہ بطائنی، محمد بن اسحاق بن عمار و حسین بن عمران اور حسین بن ابی سعید مکاری تھے۔ علی بن حمزہ نے آپ سے دریافت کیا، بتائیے! آپ کے والد کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا، اُن کا تو انتقال ہو چکا۔: اُس نے کہا، اچھا اگر ایسا ہے تو عہدۂ امامت کس کے پاس ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ہے : اُس نے کہا، مگر یہ دعویٰ جو آپ فرما رہے ہیں حضرت علیؑ امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر اب تک آپ کے آباء میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا، مگر میرے آباء میں جو سب سے افضل و بہتر تھے اُنھوں نے تو کیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے : اُس نے کہا، کیا یہ دعویٰ کر کے آپ کو دشمنوں سے اپنی جان کا خطرہ نہیں ہے ؟ آپ نے فرمایا، اگر میں ڈرتا تو پھر اب تک ان کا معین و مددگار نہ بن جاتا۔ سنو ! ایک مرتبہ ابولہب حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور دھمکیاں دینے لگا، آپ نے فرمایا، سُن، اگر میں تیرے سامنے ذرا بھی ڈر جاؤں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا مدعیٔ نبوت ہوں۔ یہ پہلی پہچان بتا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نبوت کی طرف سے لوگوں کے شک کو دور کیا۔ اور میں بھی پہلی پہچان بتا کر اپنی امامت کی طرف سے تم لوگوں کے شکوک کو دور کر رہا ہوں، کہ اگر میں ہارون کے سامنے ذرا بھی ڈروں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا دعویدارِ امامت ہوں۔

حسین بن مہران نے کہا، ہم آپ کے پاس اِس لیے آئے ہیں کہ آپ پھر یہ بات بالاعلان کہیں : آپ نے فرمایا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خود ہارون کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ میں امام ہوں یا کچھ اور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابتدائے بعثت میں یہ تو نہیں کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے بھی اپنی نبوت کا اعلان ابتداء میں صرف اپنے اہلِ خاندان اپنے احباب اور اپنے قابلِ بھروسہ لوگوں میں کیا تھا۔ عوام الناس میں نہیں کیا تھا۔ تم لوگ تو مجھ سے پہلے میرے آباء و اجداد میں سے ہر ایک کی امامت کے معتقد ہو۔ اب تم یہ کہتے ہو کہ علی ابن موسی الرضا اپنے والد کی حیات سے انکار تقیہ کی بناء پر کر رہے ہیں۔ پھر جب میں اس وقت تم سے تقیہ نہیں کرتا اور کہتا ہوں کہ میں امام ہوں۔ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو میں اُن کو زندہ کہنے میں تم سے تقیہ کیوں کرتا۔ ؟

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

(۴) ــــــ حمزہ بن جعفر ارجانی کا بیان ہے کہ ہارون الرشید دو مرتبہ مسجد الحرام سے نکلا اور دو مرتبہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام بھی برآمد ہوئے اور آپ نے فرمایا ہم دونوں کے گھر کتنے دور دور ہیں مگر ملاقات کتنی جلد ہونے والی ہے۔ اے طوس ! تو مجھے اور اسے دونوں کو جمع کرے گا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۳۴۰)

(۵) ــــــ محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دورِ ہارون رشید میں عرض کیا کہ آپ نے دعوئ امامت کر کے خود کو بدنام کر دیا ہے۔ آپ اپنے پدرِ بزرگوار کے جانشین بن رہے ہیں اور ہارون کی تلوار سے آپ کے والد کے خون کے قطرات ابھی تک ٹپک رہے ہیں : آپ نے فرمایا : مجھے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس قول نے

جرأت دلائی کہ اگر ابوجہل میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو پھر سمجھ لینا اور گواہی دینا کہ میں نبی نہیں ہوں۔ بس اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو سمجھ لینا اور گواہی دینا کہ میں امام نہیں ہوں۔ (روضۃ الکافی ص ۲۵۷)

(۶) ______ مہج الدعوات میں ابوصلت ہروی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے کہ اسی اثناء ہارون الرشید کا فرستادہ پہونچا اور کہا، چلیے آپ کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے۔ یہ سُن کر آپ اُٹھے اور مجھ سے فرمایا، اے ابوصلت! اُس نے مجھے جو اس وقت بُلایا ہے تو یقیناً کوئی بڑا معاملہ درپیش ہے مگر وہ دعا جو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھ تک پہونچی ہے اس کا اثر یہ ہوگا کہ اُس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ مجھے کوئی گزند پہونچا سکے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں بھی آنجناب کے ہمراہ ہو لیا اور دونوں ہارون کے پاس پہونچے جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی نظر ہارون پر پڑی تو آپ نے وہ دعا آخر تک پڑھی اور اُس کے سامنے جا پہونچے تو اُس نے کہا: اے ابوالحسن میں نے تمھیں ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا ہے اور آپ کے گھر کا جو خرچ ہو وہ لکھ بھیجیں: جب حضرت امام رضا علیہ السلام ہارون کے پاس سے واپس ہوئے تو اُس نے کہا میں چاہتا تو کچھ اور ہی تھا مگر اللہ نے کچھ اور چاہا۔ اور اللہ نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۰

امامؑ کا دربارِ مامون میں
طلب کیا جانا

ANSAR

۱ آغازِ سفر سے نیشاپور تک کے حالات

ابوالحسن صائغ نے اپنے چچا سے روایت کی ہے، چچا کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ میں بھی خراسان گیا اور میں نے آپ سے رجاء بن ابی ضحاک کے قتل کے لیے مشورہ چاہا۔ وہ آپ کو خراسان لے کر جارہا تھا۔ آپ نے مجھے اس امر سے منع فرمایا اور فرمایا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایک کافر کے بدلے مومن قتل ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ مقامِ اہواز پر پہونچے تو اہلِ اہواز سے فرمایا: کہ میرے لیے گنّے تلاش کر لاؤ۔ تو اہلِ اہواز میں سے کسی کم عقل نے کہا کہ یہ بیچارے اعرابی ہیں انھیں نہیں معلوم کہ موسمِ گرما میں گنّا نہیں ملتا۔ اُنھوں نے آپ سے عرض کیا کہ جناب عالی گنّا اس موسم میں نہیں ہوتا، سردی کے موسم میں ہوتا ہے: آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ مگر تلاش کرو گے تو مل جائے گا: محمد بن اسحاق نے کہا: خدا کی قسم آقا نے فرمائش کی ہے تو یقیناً کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ لہٰذا ہر طرف آدمی بھیجا جائے۔ اتنے میں اہواز کے چند کاشتکار آئے اور اُنھوں نے بتایا کہ ہمارے پاس تھوڑے گنّے ہیں جنھیں ہم نے کاشت کرنے کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔

یہ واقعہ بھی آپ کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ جب آپ ایک قریہ میں پہونچے تو میں نے سُنا کہ آپ سجدے میں عرض کر رہے تھے۔ "پروردگارا! اگر میں نے تیری اطاعت کی ہے تو تیرا شکر گذار ہوں، اگر تیری نافرمانی کرتا تو اس کے جواز کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں، اور تیرے کرم اور احسان میں میری یا غیر کی کسی نیکی یا کارکردگی کو دخل نہیں۔ اس لیے کہ اگر گناہ کیے ہوتے تو اس کے کرنے کے لیے ہمارے پاس عذر ہی کون سا تھا۔ لہٰذا جو نیکیاں میرے پاس ہیں وہ بھی تیرے فضل و کرم ہی سے ہیں۔ اے کریم! مشرق و مغرب میں جتنے مومنین و مومنات ہیں تو اُن سب کو بخش دے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کی اقتدا میں کئی مہینے نمازیں پڑھیں۔ آپ نمازِ فریضہ میں پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور انا انزلنا، اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور قل ہو اللہ احد سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۵ - ۲۰۶)

(۲) قبرِ رسولؐ سے رُخصت ہونا

مخول سجستانی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کے خراسان منتقل ہونے کے لیے قاصد پہونچا، تو میں مدینہ ہی میں تھا۔ آپ مسجدِ رسولؐ میں قبرِ رسولؐ سے رُخصت ہونے کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ بار بار قبرِ منوّر سے رُخصت ہوتے اور جتنی بار قبرِ منوّر پر جاتے باآوازِ بلند زار و قطار روتے۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا، آپ کو سلام کیا اور مبارکباد دی۔ آپ نے فرمایا میری زیارت کرلو کہ اب میں اپنے جد کے جوار سے نکالا جارہا ہوں۔ مجھے عالمِ غربت و مسافرت میں موت آئے گی اور ہارون رشید کے پہلو میں دفن ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب آپ مدینہ سے رُخصت ہوئے تو میں بھی آپکے پیچھے پیچھے اسی راستے سے چلا اور واقعتاً وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ طوس میں آپ کا انتقال ہوا اور ہارون کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۷)

(۳) وشّار کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ جب میں مدینہ سے رُخصت ہونے والا تھا تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور کہا۔ تم لوگ مجھ پر خوب گریہ کرلو اور اس طرح کہ تمھارے رونے کی آوازیں میرے کان میں بھی آئیں۔ اس کے بعد میں نے ان میں بارہ لاکھ دینار تقسیم کیے۔ پھر میں نے کہا، اب میری واپسی کی اُمید نہ رکھنا کیونکہ میں تا ابد یہاں واپس نہ آسکوں گا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۴)

(۴) ایک بُوٹی کی نشاندہی پر طبیب کو حیرانی

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ جب مامون نے رجاء بن ابی ضحاک کو بھیجا کہ وہ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو براستہ اہواز لے کر آئے، کوفے کے راستے سے نہ لائے تو وہاں کے لوگ آپ کی زیارت سے محروم رہ گئے مگر چونکہ میں موضع آبیدج کے شرقی خطہ میں تھا اور وہاں میں نے یہ خبر سُنی تو فوراً اہواز پہونچا اور آپ سے شرفِ ملاقات و زیارت کی صورت نکالی اور یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی۔ آپ بیمار تھے گرمی کا موسم تھا آپ نے فرمایا کہ کسی طبیب کو بلایا جائے۔

میں ایک طبیب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس طبیب سے ایک بوٹی کا نام لیا۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر آپ کے سوا کوئی اور شخص اس بوٹی کا نام جانتا ہو، آپ کو اس کا نام کیسے معلوم ہوگیا۔ اور یہ بوٹی اس موسم میں پیدا بھی نہیں ہوتی ؟ آپ نے فرمایا، اچھا میرے

لیے گنا لے کر آؤ: طبیب نے کہا یہ تو پہلے سے بھی زیادہ اچھی تجویز ہے مگر یہ گنّے کا بھی موسم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ دونوں چیزیں اِس علاقے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اچھا، یہ تمھارے ساتھ ہیں۔ تم دونوں نہر شاذ رواں کی طرف جاؤ، اس کو عبور کروگے تو ایک کھلیان (خرمن) دور ہی سے نظر آ جائے گا، وہاں پر تمھیں ایک حبشی شخص ملے گا۔ اُس سے دونوں چیزوں کے بارے میں دریافت کرنا (اُس بوٹی کا نام ابو ہاشم کو یاد نہیں رہا) آپ نے فرمایا اچھا ابو ہاشم جاؤ۔ میں اٹھا اور روانہ ہوا۔

میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اس حبشی سے ملا، اُس سے بوٹی اور گنّے کے متعلق دریافت کیا تو اُس نے اپنی پشت کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں گنّے کا کھیت موجود تھا، حسب ضرورت گنّا لیا، اور کھلیان کی طرف گئے تو وہاں مالک موجود نہ تھا۔ لہٰذا ہم گنّا لیکر حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

یہ سب دیکھنے کے بعد اُس طبیب نے مجھ سے پوچھا: یہ کس کے فرزند ہیں؟ میں نے کہا، یہ سید الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہیں: اُس نے کہا کیا ان کے پاس نبوت کے آثار اور نشانیوں میں سے بھی کچھ موجود ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ میں نے تو ان نشانیوں میں سے بعض کو دیکھا بھی ہے مگر آپ نبی نہیں ہیں: اُس نے کہا، اچھا نبی نہیں تو وصیِ نبی تو ضرور ہوں گے: میں نے کہا، ہاں آپ وصیِ نبی تو ہیں۔

اس واقعے کی خبر جب رجا بن ضحاک کو ہوئی تو اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ اب ہم یہاں قیام نہیں کریں گے ورنہ تمام لوگ آپ کی طرف جھک پڑیں گے: پھر وہاں سے اُس نے کوچ کیا۔
(الخرائج والجرائح ص ۲۳۶)

⑤ اگر میرے جد نے اور دیا ہوتا تو میں بھی دیتا

ابو حبیب نباجی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رسولِ مقبولؐ کو خواب میں دیکھا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن منصور سرخسی نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کی۔ اُس کا بیان ہے کہ جس وقت میں مقامِ جحفہ میں تھا، میں نے حضرت رسولِ مقبولؐ کو عالمِ خواب میں دیکھا تو آپؐ کے پاس گیا: آپؐ نے فرمایا، اے شخص تو نے دنیا میں میری اولاد کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے اُس سے میں مسرور ہوا: میں نے عرض کیا، یا حضرت اگر میں اُن کے ساتھ نیک سلوک نہ کرتا تو کس کے ساتھ کرتا: آپ نے فرمایا، ہاں ہاں تو عقبیٰ میں یقیناً مجھ سے اس کا بدلہ پائے گا: اُس وقت آپ کے سامنے ایک طبق میں صیحانی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں: میں نے عرض کیا: یا حضرتؐ اس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت ہو۔ آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں نکال کر دیں

جو تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ اخذ کی کہ میری زندگی کے ابھی اٹھارہ سال اور باقی ہیں۔ (کچھ دنوں کے بعد یہ خواب میرے ذہن میں نہیں رہا)

ایک دن میں نے دیکھا کہ لوگوں کا اژدحام ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ میں بھی امامؑ کی زیارت کے شوق میں گیا تو دیکھا کہ آپ اسی مقام پر تشریف فرما ہیں (جہاں میں نے حضرت رسولؐ مقبول کو خواب میں دیکھا تھا) اور آپ کے سامنے بھی کھجوروں کا طبق رکھا ہوا تھا۔ میں آگے بڑھا زیارت کے آداب بجالایا اور عرض کیا، مولا! ان صیحانی کھجوروں میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمادیں۔ آپ نے ایک مٹھی بھر کر ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے جب ان کو گنا تو پوری اٹھارہ تھیں: میں نے عرض کیا مولا! کچھ اور بھی عنایت فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ نامدار نے تجھے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کردیتا۔

- عمر موصلی نے اپنی کتاب "الوسیلہ" میں اس واقعہ کا ذکر ابنِ علوان کے حوالے سے اس طرح کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے لوگ کہہ رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصرہ میں تشریف لائے ہیں: میں نے پوچھا کہ آنحضرتؐ کا قیام کہاں ہے؟ پتہ چلا کہ فلاں شخص کے باغ میں قیام فرمایا ہے۔ میں فوراً ہی روانہ ہوا اور وہاں پہونچا تو دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابۂ کرام بھی ہیں اور آپؐ کے سامنے ایک طباق میں برنی کھجوریں رکھی ہیں۔ میں بھی زیارت کے لیے آگے بڑھا اور وہیں بیٹھ گیا۔ آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انتہائی خوشی سے اس تبرّک کو لے لیا اور شمار کیا تو وہ اٹھارہ تھیں۔ یہ خواب دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے وضو کیا، نماز پڑھی اور جاکر اس باغ کو اچھی طرح دیکھا اور اس مقام کو پہچانا جہاں آنحضرتؐ تشریف فرما تھے۔

کچھ دنوں کے بعد میں نے سنا کہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور اُسی باغ میں مقیم ہیں۔ میں بھی شوقِ زیارت میں خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ بھی اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا تھا اور آپ کے سامنے بھی ایک طباق میں کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ جیسے ہی میں آنجناب کے قریب گیا آپ نے بھی مجھے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے بخوشی لے کر انھیں شمار کیا تو پوری اٹھارہ کھجوریں تھیں میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ کچھ اور عنایت فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ نامدار نے تجھے اِن سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کردیتا۔

پھر آپ نے کچھ دنوں کے بعد میرے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور مجھ سے ایک چادر

کے لیے کہلا بھیجا جس کا طول و عرض بھی بتایا۔ میں نے کہا، اس طول و عرض کی چادر تو میرے پاس نہیں ہے: آپ نے کہلایا کہ ہاں موجود ہے تم اپنی فلاں کپڑوں کی گٹھڑی میں تلاش کرو۔ تمھاری زوجہ نے تمھارے ساتھ اس چادر کو بھیجا ہے: اب مجھے یاد آیا، اور میں نے وہ گٹھڑی اٹھائی اور اسے کھولا تو وہ چادر موجود تھی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۴۲)

(۶) بیت اللہ سے امامؑ کی آخری رُخصت

دلائلِ حمیری میں اُمیہ بن علی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس سال حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فریضۂ حج ادا فرمایا، میں مکّہ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ نیز آپ کے ساتھ حضرت ابوجعفر علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام بیت اللہ سے وداع ہو رہے تھے۔ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کا رُخ کیا، وہاں نماز بجالائے اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام موفق کے کاندھے پر بیٹھ کر طواف فرما رہے تھے۔ جب حجرِ اسود تک پہونچے تو وہاں بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ موفق نے عرض کیا، میں آپ پر قربان: اب اُٹھیے: آپ نے فرمایا، نہیں، میں اِس مقام سے نہیں اُٹھوں گا لیکن اگر اللہ چاہے (تو یہ بات اور ہے) آپ کے چہرے سے حزن و غم کے آثار نمایاں تھے۔ یہ سُن کر موفق حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان: حضرت ابوجعفر علیہ السلام تو حجرِ اسود کے پاس تشریف فرما ہیں، اُٹھنے سے انکار فرما رہے ہیں یہ سُن کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام اُٹھے اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے پاس پہونچے اور فرمایا میرے پیارے اُٹھیے: آپ نے فرمایا، میرا ارادہ تو اِس مقام سے اُٹھنے کا نہیں ہے: آپ نے فرمایا، ہاں پیارے اُٹھیے: حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے عرض کیا، کیوں کر اُٹھوں: آپ تو خانۂ کعبہ سے اس طرح وداع ہو رہے تھے جیسے اب یہاں واپس ہی نہیں آنا ہے: حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، میرے پیارے اب اُٹھیے: تو آپ، باپ کا حکم پا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

(کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۲۱۵)

بحار الانوار

باب ۱۱

نیشاپور میں امامؑ کی آمد اور معجزات
کا ظہور

(۱) لا الٰہ الا اللہ، اللہ کا قلعہ ہے

ابو الصلت ہروی سے منقول ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام شہرِ نیشاپور میں داخل ہوئے تو میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ایک بھورے رنگ کے خچر پر سوار تھے اور علمائے نیشاپور آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ جب آپ سوار ہو چکے تو علمائے نیشاپور نے آپ کی سواری کی لجام تھام لی اور عرض کیا: فرزندِ رسولؐ آپ کو اپنے آبائے طاہرینؑ کے حق کی قسم! آپ اپنے آباء سے منقول کوئی حدیث بیان فرمائیے: یہ سن کر آپ نے ہودج سے اپنا سرِ اقدس باہر نکالا۔ آپ اس وقت ایک اونی کڑھی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اور ان سے آنجناب کے پدرِ بزرگوار حضرت جعفرؑ بن محمدؑ نے اور آنحضرتؑ سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت محمدؑ بن علیؑ نے اور اُن جناب سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے اور آنحضرت سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت حسینؑ ابن علیؑ سردارِ جنت نے اور آنجناب سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت علیؑ امیر المومنین نے اور اُن جناب سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے روح الامین نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے یہ پیغام پہونچایا کہ "میں اللہ ہوں اور مجھ واحد کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، میرے بندو! میری عبادت کرو۔ یہ جان لو کہ تم میں سے جو شخص خلوصِ دل سے اس امر کی گواہی دیتا ہوا میرے پاس آیا، کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے تو وہ میرے قلعے میں داخل ہوا، اور جو شخص میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔" لوگوں نے پوچھا، فرزندِ رسولؐ "خلوص کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی شہادت سے کیا مراد ہے۔"؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ کی اطاعت، اس کے رسولؐ کی اطاعت اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی ولایت " مراد ہے۔ (امالی)

- یہی روایت حسن بن علی حزرمی، اسحاق بن راہویہ سے بھی منقول ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵)

(۲) امام رضاؑ کے دستِ مبارک کا لگایا ہوا درختِ بابرکات

ابو واسع محمدؐ بن احمد بن محمدؐ بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے اپنی دادی خدیجہ

بنتِ حمدان بن پسندہ سے سنا، اُنھوں نے بیان کیا کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو محلۂ بلاش آباد میں میری دادی پسندہ کے گھر میں قیام فرمایا۔ (اُن کا نام پسندہ اس لیے پڑ گیا کہ تمام اہلِ محلہ میں امام رضا علیہ السلام کو اُن ہی کے یہاں کا قیام پسند آیا) (یہ فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی میں مرضیؒ کہتے ہیں)۔

الغرض جب آپ نے میرے گھر میں قیام فرمایا تو گھر کے اندر ایک طرف آپ نے بادام کا ایک بیج ڈال دیا جو بہت جلد روئیدہ ہو گیا اور پورا درخت ہو کر اس میں اُسی سال پھل آنے لگے۔ لوگوں کو جب اس کے بارے میں علم ہوا تو بغرض شفا لے جانے لگے۔ جو شخص کسی مرض میں بھی مبتلا ہوتا، بطور تبرک وہ بادام کھا لیتا اور صحت یاب ہو جاتا، جس کی آنکھیں آشوب کر آتیں وہ اس بادام کو اپنی آنکھوں میں لگاتا تو آشوبِ چشم سے نجات پاتا۔ زنِ حاملہ کو اگر ولادت میں دشواری پیش آتی، یہ بادام اس کو کھلا دیا جاتا، ولادت آسان ہو جاتی۔ اگر کسی جانور کو مرضِ قولنج ہوتا، تو اس درخت کی شاخ اس کے جسم پر پھیر دی جاتی تو مرض دور ہو جاتا۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا تو میرے دادا حمدان نے اُس کی شاخیں کاٹ دیں، وہ اندھے ہو گئے اور اُن کے صاحبزادے ابو عمرو نے پورا درخت ہی کاٹ ڈالا تو بابِ فارس پر ان کا تمام مال و اسباب ضائع ہو گیا جو ستر اسّی ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔

ابو عمرو کے دو لڑکوں نے جن کے نام ابو القاسم اور ابو صادق تھے۔ ابو صادق نے جو ابو الحسن محمد بن ابراہیم سمجور کے کاتب تھے، بیس ہزار درہم صرف کر کے اس مکان کی از سرِ نو تعمیر کرائی اور اس درخت کی باقی ماندہ جڑیں بھی نکلوا دیں۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ ان پر اس کے کیا اثرات ہوں گے۔ ان میں سے ایک امیر خراسان کی جاگیر پر کارندہ بن کر نیشاپور واپس ہوا تو محمل ہی کے اندر اس کا داہنا پاؤں سیاہ ہو گیا، جب مرض نے شدت اختیار کی تو پاؤں کاٹ دیا گیا اور اسی میں وہ ایک ماہ کے اندر ہی مر گیا۔

دوسرا بھائی جو اس سے بڑا تھا وہ سلطان نیشاپور کے دربار میں ایک تحریر لکھ رہا تھا اور کچھ لوگ کھڑے اس کے خط کو دیکھ رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا اللہ اس تحریر کے لکھنے والے کو نظرِ بد سے بچائے۔ یہ کہتے ہی اس کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا اور قلم اس کے ہاتھ سے گر گیا، اس کے ہاتھ میں ایک پھوڑا نکل آیا اور وہ اپنے گھر واپس آ گیا۔ تو اس کے پاس ابو العباس کاتب چند آدمیوں کے ساتھ گیا اور کہا، یہ کچھ نہیں محض خون کی حدت کی وجہ سے ہے اس لیے آج ہی فصد کھلوا لو۔ اس نے اُسی دن فصد کھلوا دی جب دوسرے دن ابو العباس پھر آیا اور کہا کہ آج اور فصد کھلوا لو۔ دوسرے دن بھی اس نے فصد کھلوا لی جس کے نتیجے میں تمام ہاتھ سیاہ پڑ گیا۔ بالآخر ہاتھ

کاٹ دیا گیا، اور اسی میں وہ بھی مر گیا۔ یہ دونوں ایک سال کے اندر ہی مر گئے۔

۳ حمامِ رضا اور چشمۂ کہلان

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو آپ نے محلۂ قزوینی میں قیام فرمایا، وہاں ایک حمام تھا اور اب اس حمام کو "حمام رضا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں ایک چشمہ بھی تھا جس کا پانی کم ہو گیا تھا۔ کچھ مقررہ آدمی ہی اس چشمے سے پانی نکالا کرتے تھے۔ دروازے کے باہر ایک حوض بنا ہوا تھا۔ سیڑھی کے ذریعہ سے اتر کر اس چشمے تک پہونچا جاتا تھا۔ امام رضا علیہ السلام اس حوض میں داخل ہوئے، غسل فرمایا وہاں سے واپس آئے، اس کے عقب میں جا کر نماز پڑھی۔ اُس وقت سے لوگ متبرک سمجھ کر اس حوض میں غسل کرتے ہیں، اُس کا پانی پیتے ہیں اور اُس کے عقب میں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اُن کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ اور وہ چشمہ، چشمۂ کہلان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی لوگ وہاں جاتے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۳۶-۱۳۵)

۴ خواب میں نسخے کی تجویز

عبداللہ بن عبدالرحمٰن صفوانی سے روایت ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں نے اس قافلے کے ایک مشہور و معروف دولت مند شخص کو یرغمال بنا لیا، ایک مدت تک اپنے پاس رکھ کر سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ برف پر کھڑا کر کے باندھ دیتے کبھی اس کے منھ میں برف بھر دیتے تاکہ وہ اپنے فدیہ میں رقم دے کر خود کو اُن سے نجات دلائے۔ نگران ڈاکوؤں کی ایک عورت کو اس پر رحم آ گیا، اس نے اس کو کھول دیا اور وہ وہاں سے بھاگ نکلا مگر برف کی وجہ سے اُس کا منھ اور زبان اس طرح ماؤف ہو گئے کہ بات نہیں کر سکتا تھا۔

جب وہ شخص خراسان واپس آیا تو اس نے سُنا کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ نیشاپور میں ہیں۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان آئے ہوئے ہیں تو جا کر اپنا مرض بیان کر وہ تیرے لیے کوئی دوا تجویز فرما دینگے تجھے آرام ہو جائے گا۔ پھر خواب ہی میں اس نے یہ دیکھا کہ وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور آپ سے اپنی تکلیف بیان کی تو آپ نے فرمایا، زیرہ، پودینہ اور نمک کو باریک پیس کر سفوف کرے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منھ میں رکھ لے صحتیاب ہو جائے گا۔ یہ خواب دیکھ کر وہ

شخص بیدار ہوا، مگر خواب کو کچھ اہمیت نہ دی اور نیشاپور روانہ ہوگیا۔ جب شہر کے دروازہ پر پہونچا تو اسے بتایا گیا کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نیشاپور سے تشریف لے گئے ہیں اور اب رباط سعد میں ہیں۔

اُس نے دل میں سوچا کہ وہیں چل کر آپ سے اپنا حال بیان کرنا چاہیے۔ بنابریں وہ رباط سعد کی طرف روانہ ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں پہونچ کر عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مجھ پر یہ مصائب گذرے ہیں جن کی وجہ سے منھ اور زبان ماؤف ہو چکے ہیں بات کرنا بھی دشوار ہے آپ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمھیں اس کی دوا نہیں بتا چکا ہوں، جاؤ اور اسی کو استعمال کرو جو کچھ میں نے تمھیں خواب میں بتایا ہے: اُس نے عرض کیا فرزندِ رسولؐ! اگر مناسب سمجھیں تو دوبارہ بتا دیں: آپ نے ارشاد فرمایا۔ تھوڑا سا زیرہ، پودینہ اور نمک لیکر سفوف بنالو اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منھ میں رکھ لو۔ انشاء اللہ صحتیاب ہو جاؤ گے: اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس پر عمل کیا اور صحتیاب ہوگیا۔

• ابو حامد احمد بن علی بن حسین ثعالبی کا بیان ہے کہ میں نے ابو احمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن صفوانی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خود اُس شخص سے ملاقات کی اور دیکھا ہے اور اسی کی زبان سے یہ سارا قصہ سنا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۱)

⑤ امامؑ نے اپنا دستِ مبارک زمین سے مَس کیا......؟

احمد انصاری نے ہروی سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام شہرِ نیشاپور سے مامون کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے اور قریۂ الحمراء کے قریب پہونچے تو آپ سے عرض کیا گیا، فرزندِ رسولؐ! دن ڈھل چکا ہے کیا آپ ابھی نماز فریضہ ادا نہ فرمائیں گے یہ سن کر آپ اپنی سواری سے اترے اور فرمایا، پانی لاؤ۔ عرض کیا گیا کہ پانی تو ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دستِ مبارک کو زمین کی طرف بڑھایا اور انگشتِ مبارک سے زمین کی مٹی کو ہٹایا ہی تھا کہ وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا جس سے آپ نے اور تمام ہمراہیوں نے وضو کیا۔ (اس چشمے کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔) پھر آپ سناباد پہونچے تو ایک پہاڑی پر چڑھے جس کے خزینے سے دیگچیاں بنائی جاتی تھیں: آپ نے دعا کی، پروردگارا! اس میں نفع بخش دے اور جو برتن اس سے بنائے جائیں یا جو چیزیں ان برتنوں میں رکھی جائے اس میں برکت عطا فرما۔ پھر آپ کے ارشاد کے بموجب چند دیگچیاں آپ کے لیے بھی اس سے بنائی گئیں، آپنے غذائیں پکانے کا حکم دیا۔ (ویسے آپ از خود بہت کم خوراک تھے) اسی دن سے لوگ اسکے بنے ہوئے برتنوں کو استعمال کرنے لگے اور آپ کی دعاؤں

کی وجہ سے ان برتنوں میں برکتیں پیدا ہوگئیں۔

اس کے بعد آپ حمید بن قحطبہ طائی کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپ اس قبہ میں داخل ہوئے جس میں ہارون رشید کی قبر تھی۔ آپ نے اس کی ایک جانب اپنے ہاتھ سے نشان کھینچا اور فرمایا، یہ میری قبر کی جگہ ہے۔ میں یہیں دفن کیا جاؤں گا اور اس مقام پر میرے شیعہ اور میرے محبتین آئیں گے اور خدا کی قسم ان میں سے جو بھی میری زیارت کو آکر مجھ پر سلام بھیجے گا۔ تو حتماً (یقیناً) ہم اہلبیت کی شفاعت کے ذریعے سے مغفرت اور اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا۔ اس کے بعد آپ رو بہ قبلہ کھڑے ہوئے اور کئی رکعت نمازیں پڑھیں اور مختلف دعائیں پڑھتے رہے۔ بعد فراغت ایک طویل سجدہ کیا جس میں ہم نے شمار کیا تو پانچ سو بار سبحان اللہ کہا۔ پھر آپ وہاں سے واپس ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۶)

بحار الانوار

باب ۱۲

امامؑ نے ولیعہدی کیوں قبول فرمائی

یکم ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کیلئے بیعت ہوئی

(کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۱۷۱)

(۱) ولیعہد ہونے پر بنی ہاشم کو حسد

قاسم بن ایوب علوی کا بیان ہے کہ جب مامون الرشید نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے قبیلۂ بنی ہاشم کو جمع کیا اور انھیں بتایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کروں:

یہ سن کر بنی ہاشم کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی، اور بولے، کیا تم ایسے کو ولیعہد بناؤ گے جس نے کبھی کسی سے پڑھا لکھا ہی نہیں اور نہ جس کے پاس ایسی نگاہ ہے جس سے امورِ سلطنت کی دیکھ بھال کر سکے۔ اچھا، تم آدمی بھیج کر انھیں بلالو۔ ہم ان کے جہل کا ثبوت پیش کریں گے جو تم کو خود نظر آجائے گا۔

مامون نے آدمی بھیجا۔ امام رضا علیہ السلام تشریف لائے تو بنی ہاشم میں سے کسی نے کہا، اے ابوالحسن! ذرا منبر پر جاکر یہ بتاؤ کہ ہم کن دلائل کی بناء پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔؟ حضرت امام رضا علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر تو خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ بولے پھر ذرا جھرجھری لی، اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور حمدِ الٰہی بجالائے، نبی اکرمؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا" اوّل عبادۃ اللہ معرفتہ" اللہ تعالیٰ کی پہلی عبادت یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور اس طرح آپ نے اس موضوع پر پورا خطبہ بیان فرمایا جس کی پوری تفصیل ہم نے کتابِ توحید میں پیش کردی ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ا صہ ۱۵۳-۱۴۹)

(۲) مامون کی دھمکی

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابوصلت سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مامون الرشید نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہا: فرزندِ رسولؐ! میں آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور آپ کی عبادت سب سے واقف ہو گیا اور میری رائے میں آپ مجھ سے زیادہ اس خلافت کے مستحق ہیں: آپ نے فرمایا کہ عبادت تو اللہ کے لیے ہوتی ہے اور یہ قابلِ فخر ہے۔ زہد کی وجہ سے مجھے اُمید ہے کہ دنیاوی شر سے

محفوظ رہوں گا، تقویٰ اور ورع یعنی محرمات سے احتراز، تو اس کو میں بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ تواضع اور انکساری یعنی سب سے جھک کر ملنا اور خاطرداری کرنا، اس سے اُمید ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بلند درجہ حاصل ہوگا۔

مامون نے کہا، مگر میرا خیال ہے کہ میں خود خلافت سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کو خلیفہ بنا کر آپ کی بیعت کر لوں : امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اگر واقعتاً یہ خلافت تمھارا حق ہے اور اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو یہ جائز نہیں کہ جو خلعتِ خلافت اللہ نے تم کو پہنایا ہے تم اس کو اُتار کر کسی دوسرے کو پہنا دو۔ اور اگر یہ خلافت تمھاری نہیں ہے کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو تمھیں جائز نہیں کہ وہ چیز جو تمھاری نہیں ہے تم ہمیں بخش دو۔

مامون نے کہا، فرزندِ رسولؐ! مگر آپ کو تو یہ حکومت و خلافت قبول کرنی ہی پڑے گی : آپ نے فرمایا، زبردستی کی بات تو اور ہے ورنہ اپنی خوشی سے تو میں اسے تا ابد قبول نہ کروں گا۔ الغرض وہ کچھ دنوں تک کوشش کرتا رہا کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ مگر جب بالکل نا اُمید ہو گیا تو کہنے لگا، اچھا اگر آپ خلافت قبول نہیں فرماتے اور آپ کو یہ پسند نہیں کہ میں آپ کی بیعت کروں، تو آپ میرے ولیعہد بن جائیں تاکہ میرے بعد خلافت آپ کو ملے۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم، میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے سلسلے سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اور آنجناب نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرمائی ہے (میرے اور تیرے متعلق) کہ "میں تجھ سے پہلے زہر سے مقتول ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ اور مجھ پر آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے گریہ کریں گے اور عالم مسافرت میں ہارون کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔"

یہ سُن کر مامون رونے لگا اور بولا۔ فرزندِ رسولؐ میری زندگی میں بھلا کس میں دم ہے کہ جو آپ کو قتل کر دے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے : آپ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون قتل کرے گا : مامون نے کہا، فرزندِ رسولؐ، یہ سب کہنے سے آپ کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ یہ بارِ خلافت نہیں اُٹھانا چاہتے اور اس لیے یہ خلافت قبول نہیں کرنا چاہتے تاکہ لوگ کہیں کہ امام رضاؑ بڑے ہی تارک الدنیا ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! خدا کی قسم جب سے میرے رب نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے دنیا اس لیے نہیں چھوڑی تاکہ اس کے ذریعے سے میں دنیا حاصل کروں اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو : مامون نے کہا بتائیے میں کیا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا اگر سچ کہہ دوں تو جان کی امان ہے؟

اُس نے کہا ہاں، امان ہے : آپ نے فرمایا، تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ درحقیقت امام رضاؑ نے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا بلکہ دنیا نے ان کو چھوڑ رکھا تھا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ خلافت کے لالچ میں ولیعہدی ملی تو کیسے قبول کرلی : یہ سُن کر مامون کو غصہ آیا اور بولا، آپ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں جو ہمیں ناپسند ہیں، یہ میری ڈھیل اور رعایت کا نتیجہ ہے۔ اچھا، اب خدا کی قسم اگر آپ ولیعہدی قبول کرلیں تو خیر، ورنہ میں جبراً آپ کو ولیعہد بناؤں گا اور اگر اس پر بھی آپ نے قبول نہ کیا تو گردن اُڑا دوں گا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر یہ بات ہے تو تیرا جو دل چاہے سو کر میں اسے قبول کرلوں گا مگر اس شرط پر کہ نہ میں کسی کو مقرر کروں گا، نہ برخواست۔ نہ کوئی دستور منسوخ کروں گا نہ کوئی آئین۔ بس امرِ خلافت میں دور دور سے تجھے مشورہ دیتا رہوں گا۔ مامون اس پر راضی ہوگیا اور اُس نے آپ کو اپنی ناپسندیدگی کے باوجود ولیعہد بنا دیا۔

(علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۲، عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۹، امالی شیخ صدوقؒ ص ۶۸)

③ وضاحتِ امامؑ

ریان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! لوگ کہتے ہیں زھد فی الدنیا کے باوجود آپ نے ولیعہدی قبول فرمالی؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس کو بالکل ناپسند کرتا تھا مگر جب مجھ سے کہا گیا کہ یا تو ولیعہدی قبول کرو یا اپنا قتل ہونا قبول کرو۔ تو میں نے اپنے قتل کے بدلے ولیعہدی کو قبول کرلیا۔ ان لوگوں پر بیحد افسوس ہے، کیا وہ نہیں جانتے کہ حضرت یوسف نبی تھے رسول تھے مگر ضرورت نے مجبور کیا کہ وہ عزیزِ مصر کے خزانے دار (خزانچی) بن جائیں اور اُنھوں نے خود کہا

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝ (سورۂ یوسف)

"زمین کے خزانے میرے حوالے کردے میں حفاظت کروں گا اور میں جانتا ہوں کہ اس کی کیسے حفاظت کی جائے۔" :

بس اسی طرح ضرورت نے مجھے بھی مجبور کیا، مجھ پر اتنا جبر کیا گیا کہ ہلاکت سامنے نظر آرہی تھی۔ اس کے باوجود میں نے اس کو اس طرح قبول کیا کہ مجھے اس سے کوئی سروکار بھی نہ ہوگا۔ میں اللہ سے فریاد کرتا ہوں اور وہی میری مدد کرنے والا ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۹۔ امالی شیخ صدوقؒ ص ۷۲، علل الشرائع جلد ۲ ص ۲۲۸)

(۴) ــــــ یاسر سے روایت ہے ۔ کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنایا گیا تو میں نے سنا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہِ احدیّت میں عرض کر رہے تھے ۔ پروردگار ! تو جانتا ہے کہ میں بے بس و مجبور ہوں ، اس لیے مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا ۔ جس طرح تو نے حضرت یوسف علیہ السلام سے والئ مصر ہونے پر مواخذہ نہیں کیا ۔

(۵) ــــــ حسن بن جہم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ مامون رشید منبر پر گیا تاکہ لوگوں سے حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لے اور کہا ایہا الناس اس وقت علی ابن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی بیعت تمہارے سامنے ہے اور خدا کی قسم یہ وہ اسماء ہیں کہ اگر ان کو کسی بہرے اور گونگے پر بھی پڑھ کر دم کر دیا جائے تو وہ بھی حکمِ خدا سے اچھا ہو جائے گا ۔ (عیون اخبار جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

(۶) ــــــ یومِ ولادت و شہادت

عتاب ابن اسید کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ کی ایک جماعت سے سُنا وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ بروز پنجشنبہ مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد طوس کے ایک قریہ میں جس کو سناباد کہتے ہیں جو نوقان کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے ، وفات پائی اور حمید بن قحطبہ کے مکان میں اس قبہ کے نیچے دفن ہوئے جہاں ہاروں رشید دفن ہے ۔ اس کی قبر کے ایک طرف قبلہ کی جانب ۔

آپ کی وفات ۲۱ رمضان یومِ جمعہ ۲۰۴ھ کو ہوئی وقتِ وفات آپ کی عمر انتالیس سال چھ ماہ تھی ۔ آپ نے اپنی عمر کے اُنتیس ۲۹ سال دو ماہ اپنے والدِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ بسر کیے اور اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ کی مدّتِ امامت بیس سال چار ماہ رہی ۔ جب آپ انتیس سال دو ماہ کے تھے تو عہدۂ امامت پر فائز ہوئے آپ کے عہدِ امامت میں ہاروں رشید کی سلطنت کا آخری دور تھا ۔ پھر ہارون کی موت کے بعد محمد امین نے جو زبیدہ کا فرزند تھا تین سال پچیس دن حکومت کی ، پھر اُس سے حکومت چھین کر اس کے چچا ابراہیم بن شکلہ نے چودہ دن عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی ۔ اس کے بعد امین کو قید سے نکال کر دوبارہ اس کی بیعت کی گئی اور ایک سال چھ مہینے تیئس ۲۳ دن تک دوبارہ حکومت کی ۔ امین کے بعد عبداللہ مامون الرشید کی حکومت بیس سال تیئس ۲۳ دن رہی اور اپنے دورِ حکومت میں اس نے حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے لیے مسلمانوں سے ولیعہدی کی بیعت لی ، جس کو آپ قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے

اس نے آپ کو قتل کی دھمکی بھی دی، تو آپ نے بارگاہِ احدیت میں یہ عرض کیا:۔

"پروردگار! تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور اس وقت میں مامون کے سامنے اس منزل پر پہونچ چکا ہوں کہ اگر میں ولیعہدی نہ قبول کروں تو مجھے قتل کر دے گا۔ اس نے مجھے بالکل بے بس و مجبور کر دیا ہے، جس طرح حضرت یوسفؑ اور حضرت دانیال کو بے بس و مجبور ہو کر اپنے وقت کے کافر بادشاہ کی ولایت قبول کرنا پڑی تھی۔

پروردگارا! تیرے عطا کردہ عہدے کے سامنے تمام عہدے ہیچ ہیں درحقیقت ولایت وہی ہے جو تیری طرف سے ملتی ہے۔ پروردگارا! مجھے اس امر کی توفیق عطا فرما کہ میں تیرے دین کو قائم رکھوں، تیرے نبیؐ کی سنّت کو زندہ کروں۔ بیشک تو ہی مولیٰ اور نصیر (مددگار) ہے۔ اور تو بہترین مولیٰ اور بہترین نصیر ہے"۔

اِس کے بعد آپ نے مامون کی ولیعہدی غم و اندوہ کے ساتھ روتے ہوئے قبول فرمائی اور وہ بھی اس شرط پر کہ وہ نہ کسی کو والی مقرر کریں گے اور نہ کسی کو برخواست کریں گے نہ کسی رسم کو بدلیں گے اور نہ کسی سنت میں تغیّر کریں گے بس دور ہی دور سے یعنی برائے نام حکومت کے مشیر رہیں گے۔ اس کے بعد مامون نے ہر خاص و عام سے آپ کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ جب مامون پر حضرت امام رضا علیہ السلام کا علم و فضل و حسنِ تدبّر مزید منکشف ہوا تو وہ آپ سے حسد کرنے لگا اور اُس کے دل میں آپ کی طرف سے اتنا بغض بھر گیا کہ غدّاری و آزاری پر اُتر آیا اور آپ کو زہر سے شہید کر دیا۔ اور آپ جوارِ رحمت و کرامتِ خداوندی میں پہونچ گئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد اول ۸ تا ۲۰)

۷ مامون کا تصنّع

بیہقی نے صولی سے اور اس نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا کہ صلۂ رحمی سے کام لے اور حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنا کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرے اس طرح اُن بدسلوکیوں کا دھبّہ جو ہارون رشید نے آلِ محمدؐ کے ساتھ کی ہیں محو ہو جائے گا۔

چونکہ مامون کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ فضل بن سہل کے مشورے کے خلاف کچھ کرے اس لیے اس نے رجاء بن ابی ضحاک اور یاسر خادم دونوں کو روانہ کیا کہ وہ محمد بن جعفر اور علی بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو خراسان سے لیکر آئیں اور یہ ۲۰۰ھ کا واقعہ ہے۔

الغرض، جب حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مامون کے پاس مرو پہونچے تو اُس نے آپ کو اپنا جانشین و ولیعہد بنایا اور حکم دیا کہ تمام فوج کو ایک ایک سال کی تنخواہیں دے دی جائیں۔ اس نے ہر طرف اِس کی اطلاع دیدی اور حضرت علی ابن موسیٰ علیہ السلام کو "رضا" سے ملقب کیا۔ آپ کے نام کے درہم جاری کیے، لوگوں کو حکم دیا کہ سیاہ لباس اُتار کر سبز لباس پہنیں اور اپنی بیٹی ام حبیبہ سے آپ کا عقد کر دیا۔ مگر درحقیقت وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی و جانشینی اُس کے بعد قائم رہے۔

صولی کا قول ہے کہ عبید اللہ کا یہ بیان ہمارے نزدیک کئی وجوہ کی بنا پر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ عون بن محمد نے فضل بن ابی سہل نوبختی یا اس کے بھائی سے یہ روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ میں پرکھوں گا کہ وہ واقعتاً امام علیہ السلام کی ولیعہدی کے کام کو اتمام تک پہونچانا چاہتا ہے یا صرف تصنع اور ظاہر داری برت رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کے اس خادم کے ذریعے سے ایک خط بھیجا جو ہمارے اور اس کے درمیان صیغۂ راز کے خطوط لایا اور لے جایا کرتا تھا۔ اور ادھر فضل بن سہل ذوالریاستین ولیعہدی کی تقریب کے انتظام میں تھا بنا بر علمِ نجوم اُس وقت کا طالع سرطان اور اس میں ستارہ مشتری تھا۔ اور اگرچہ مشتری شرف میں تھا لیکن سرطان ایسا طالع ہے جو منقلب ہو جاتا ہے اور جو عہد و معاہدہ ہو وہ پورا نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ اُس وقت ستارہ مریخ برجِ میزان میں اس کے پچھلے خانے میں تھا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس کے لیے یہ عہد و معاہدہ کیا جائے گا وہ اس کے لیے نکبت و نحوست کا پیش خیمہ ہوگا۔

میں نے یہ تمام باتیں امیر المومنین ماموں رشید کو خط میں لکھ کر بھیج دیں تاکہ اگر یہ باتیں میرے علاوہ کسی دوسرے سے اس کو معلوم ہو جائیں تو وہ ہم پر عتاب نازل نہ کرے کہ تو نے کیوں نہ بتایا۔ مامون نے میرے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ جب تم میرا یہ خط پڑھ لو، تو اسی خادم کے ہاتھ میرا یہ خط واپس کر دینا۔ اور تم بالکل خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو کہ جو کچھ تم نے مجھے لکھا ہے اس سے دوسرا باخبر ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ ذوالریاستین اپنے ارادے سے پلٹ جائے اور اب اگر اُس نے ایسا کیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ یہ تمھاری وجہ سے ہوا ہے اور تم قصور وار ہو۔

مامون کا یہ خط دیکھ کر تو جیسے میرے لیے دنیا تنگ ہوگئی اور سوچنے لگا کہ کاش میں نے اُس کو اِس طرح کا خط ہی نہ لکھا ہوتا۔ پھر مجھے یہ اطلاع ملی کہ فضل بن سہل ذوالریاستین خود اس سے متنبہ ہو گیا ہے اور اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اِس لیے کہ وہ خود بھی علمِ نجوم سے اچھی طرح واقف تھا یہ سن کر مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ فوراً میں سوار ہو کر اُس کے پاس گیا۔ اور کہا۔ بتاؤ تمھارے

علم میں کوئی اور سیارہ ایسا ہے جو مشتری کا سے زیادہ سعد ہو ؟ اُس نے کہا نہیں : پھر میں نے کہا، اچھا تم جانتے ہو کہ سیاروں میں سے کوئی سیارہ جب حالتِ شرف میں ہوتا ہے تو اس سے بہتر اور سعد اس کی اور کوئی حالت بھی ہوتی ہے ؟ اُس نے کہا، نہیں : میں نے کہا، پھر اس وقت بحیثیت علم نجوم فلک کی حالت سعد ہے ۔ یہ نیک ساعت ہے ۔ اپنے ارادے کو ترک نہ کرو اس میں عمل کرو اس لیے کہ یہ بہترین ساعت ہے اور مامون کے خوف کی وجہ سے جب تک ولیعہدی کی تقریب انجام نہ پائی میں سمجھتا رہا کہ میں دنیا ہی میں نہیں ہوں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۷، ۱۴۸)

(۸) امامؑ اور نمازِ عید

ہمدانی، مکتب اور وراق سب نے علی ابن ابراہیم سے روایت کی ہے ۔ ان کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد جب یاسر خادم خراسان سے واپس آیا تو اس نے مجھے سارے حالات بتائے ۔ نیز ریّان بن صلت، محمّد بن عرفہ اور صالح بن سعید نے بھی آپ کے تمام واقعات بیان کیے اور کہا، کہ جب محمّد امین کی حکومت ختم ہو گئی اور مامون کی حکومت اچھی طرح قائم ہو چکی تو اُس نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ آپ خراسان تشریف لائیں۔ امام رضا علیہ السلام نے بہت سے عذر اور نہ جانے کے اسباب پیش کیے، مگر مامون مسلسل آپ کو خط لکھتا رہا اور خراسان آنے کی درخواست کرتا رہا۔ جب امام رضا علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ مجھے کسی طرح نہیں چھوڑے گا تو مجبوراً مدینہ سے رخصت ہوئے ۔ اُس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت ابوجعفر تقی جواد علیہ السلام صرف سات سال کے تھے ۔ مامون نے لکھا کہ نجف اور قم کے راستے سے نہیں بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس ہوتے ہوئے مرو آئیں۔ جب آپ مرو پہونچے تو مامون نے آپ کے سامنے حکومت اور خلافت کی پیشکش رکھی کہ اسے آپ سنبھالیں ۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اور اس سلسلے میں گفتگو کا رابطہ تقریباً دو ماہ تک قائم رہا۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السلام اس سے برابر انکار ہی کرتے رہے۔

جب اس بارے میں کافی گفتگو کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو مامون نے کہا، اچھا اگر آپ خلافت وحکومت قبول نہیں کرتے تو ہماری ولیعہدی وجانشینی ہی قبول کر لیجیے ۔ آپ کو یہ تو قبول کرنا ہی پڑے گا ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، اگر بغیر اس کے چارہ نہیں تو میں چند شرائط کے ساتھ ولیعہدی قبول کر لوں گا : مامون نے کہا جو چاہے شرط رکھ لیجیے : امام رضا علیہ السلام نے تحریراً یہ بتایا کہ ولیعہدی ان شرائط پر منظور ہے کہ میں امر ونہی کسی قسم کا حکم جاری نہیں کروں گا، نہ کسی مقدمہ کا فیصلہ کروں گا، اور حکومت کے جو ضوابط وقوانین رائج ہیں وہ بدستور جاری رہیں گے ہم ان میں بھی کوئی تبدیلی نہیں

کریں گے۔ تم ہمیں ان باتوں سے معاف ہی رکھنا۔

مامون نے آپ کی یہ تمام شرائط منظور کرلیں۔ اس کے بعد اُس نے اپنے تمام سرداروں، قاضیوں، ملازموں اور عباسیوں کو اس امر کی اطلاع دی۔ وہ لوگ یہ سُن کر بہت مضطرب ہوئے، مگر مامون نے اس کے لیے زرِ کثیر صرف کیا اور سرداروں کو بہت کچھ عطیات دے دلا کر راضی کرلیا۔ صرف تین آدمی راضی نہ ہوئے اور انھوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ ایک جلودی، دوسرا علی بن عمران اور تیسرا ابن موسیٰ۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لیے بیعت نہ کریں گے۔ مامون نے انھیں قید میں ڈال دیا۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لی گئی۔ تمام شہروں کو اس کے لیے پروانے جاری کیے۔ آپ کے نام سے درہم و دینار جاری کیے اور منبروں پر خطبوں میں آپ کا نام داخل کرلیا گیا۔ مامون نے ان کاموں کے لیے رقم کثیر خرچ کی۔

بیعت کے بعد جو عید آئی تو مامون نے امام رضا علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا اور درخواست کی کہ عید گاہ تشریف لے جائیں اور عید کا خطبہ آپ ہی دیں تاکہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور آپ کے فضل و شرف سے واقف ہوجائیں اور اس مبارک سلطنت سے اُن کے دل ٹھنڈے ہوجائیں: امام علیہ السلام نے مامون کے پاس پیغام بھیجا کہ تمھیں خود بھی معلوم ہے ہمارے اور تمھارے مابین اس بارے میں کیا شرائط طے پائے تھے: مامون نے جواب دیا کہ میرا مقصد امورِ حکومت میں دخل نہیں ہے بلکہ یہ اس لیے چاہتا ہوں کہ عوام، افواج اور ملازمینِ حکومت کے دلوں میں آپ جگہ اور قدر و منزلت پیدا ہو، وہ آپ کی ولیعہدی سے مطمئن ہوں اور اللہ نے جو فضل و شرف آپ کو بخشا ہے اس کا اقرار کریں۔ اس سلسلے میں مسلسل گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر جب مامون نے بیحد اصرار کیا تو امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! اول تو میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس امر سے درگذر کریں لیکن اگر درگذر کی گنجائش نہیں ہے تو پھر میں اس طرح نمازِ عید کے لیے برآمد ہوں گا جیسے حضرت رسولِ مقبولؐ اور حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ نمازِ عید کے لیے روانہ ہوا کرتے تھے: مامون نے جواب دیا۔ آپ کو اختیار ہے جیسے چاہیں تشریف لے جائیں۔ پھر مامون کے اپنے سرداروں وغیرہ کو حکم دیا کہ وہ علی الصباح امام رضا علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوجائیں۔

لہٰذا تمام سردارانِ فوج امام علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوگئے اور شہر کے مرد و زن اور بچے راستوں اور چھتوں پر اشتیاقِ دید و زیارت میں بیٹھ گئے۔

ادھر جب آفتاب طلوع ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے غسل فرمایا، سر پر سوتی سفید عمامہ باندھا جس کا ایک سرا سینہ پر اور دوسرا سرا دونوں کاندھوں کے درمیان ڈال دیا اور آستینوں کو چُن کیا۔ پھر اپنے تمام غلاموں سے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میں نے کیا ہے۔

اِس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں عصا لیا۔ ہم سب آپ کے سامنے تھے۔ آپ بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو اس شان سے کہ پا برہنہ تھے، شلوار (پائجامہ) کو نصفِ ساق تک چڑھائے ہوئے اور عبا کے دامن کو گردانے ہوئے۔ جب آپ چلے تو ہم آپ کے آگے آگے تھے؛ آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور چار تکبیریں کہیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے ساری فضا اور تمام در و دیوار آپ کی تکبیروں کے جواب میں تکبیریں بلند کر رہے ہیں۔ ادھر تمام سردارانِ فوج اسلحہ سجائے ہوئے اور عوام الناس لباسہائے فاخرہ پہنے ہوئے درِ دولت کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی امام علیہ السلام کی تقلید میں ننگے پاؤں گیے، اپنے اپنے دامن گردانے اور نصفِ ساق تک شلوار (پائجامے) چڑھا لیے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام باہر نکلے تو تھوڑی دیر درِ دولت پر توقف فرمایا، اور پھر ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکبر۔ اَللّٰہُ اَکبر۔ اَللّٰہُ اَکبر اس بنا پر کہ اس نے ہماری ہدایت فرمائی، اَللّٰہُ اَکبر اس بات پر کہ اس نے ہم کو بہائم اور چوپاؤں کی روزی عطا فرمائی اور اس کی حمد اس بات پر کہ اس نے ہمیں آزمایا۔

آپؑ کی آواز بلند تھی، ہم نے بلند آواز سے تکبیریں کہیں۔ پھر تو سارا مرو گریہ کناں اور نالہ و شیون و شین سے ہلنے لگا۔ آپ نے تین مرتبہ اللّٰہ اکبر کہا تو تمام سردارانِ فوج اپنی اپنی سواریوں سے نیچے گر پڑے اور اپنے اپنے جوتوں کے تسمے کاٹ کر جوتے اتار پھینکے اور جب لوگوں کی نظر حضرت امام رضا علیہ السلام پر پڑی تو پورے مرو میں ایک ساتھ مزید گریہ طاری ہو گیا۔ کسی کے لیے گریہ کو ضبط کرنا ممکن نہ تھا۔

اب امام رضا علیہ السلام آگے بڑھے تو ہر دس قدم پر کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ تمام ارض و سماوات اور در و دیوار آپ کی تکبیروں کا جواب دے رہے ہیں۔ اس کی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا۔ اے امیر المومنین اگر حضرت امام رضا علیہ السلام اسی شان سے عید گاہ تک پہونچ گئے تو سمجھ لیجیے کہ لوگوں میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اُن سے کہلا بھیجیں کہ آپ واپس آجائیں عید گاہ جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ مامون نے فوراً آدمی بھیجا اور کہلایا کہ فرزندِ رسولؐ بس آپ زحمت نہ فرمائیں واپس آجائیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نعلین منگوائی اور اسے پہن کر واپس تشریف لے آئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۵۰-۱۴۹)

• "ارشاد" شیخ مفیدؒ صہ ۲۹۳-۲۹۲ پر علی بن ابراہیم کی یاسر اور ریّان سے اسی کے مثل روایت موجود ہے۔

(۹) اور فضل بن سہل نے کہا؟

موسیٰ بن سلمہ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں محمد بن جعفر کے ساتھ خراسان میں تھا تو میں نے سُنا کہ ایک دن فضل بن سہل یہ کہتا ہوا آیا کہ میں نے ایک حیرت انگیز چیز دیکھی اب پوچھو کہ میں نے کیا دیکھا؟ لوگوں نے کہا، خدا آپ کا بھلا کرے بتائیے تو آپ نے کیا دیکھا۔ فضل بن سہل نے کہا، میں نے یہ دیکھا کہ امیر المومنین مامون حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے کہہ رہے تھے کہ میری رائے یہ ہے کہ میں مسلمانوں کی امارت اور خلافت آپ کے سپرد کر کے اپنی گردن کا بوجھ آپ کی گردن میں ڈال دوں۔ اور اس کے جواب میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ "اللہ اللہ میرے پاس اتنی قوت و طاقت نہیں۔"

میں نے خلافت و امارت کو اُس وقت اِس سے زیادہ ذلیل و رسوا اور بے وقعت ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ امیر المومنین اس سے دستبردار ہو کر حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے حوالے کرنا چاہتے تھے اور آپ اس سے انکار فرما رہے تھے۔ (الارشاد ص ۲۹، عیون اخبار جلد ۲ ص ۱۴۱)

(۱۰) ولیعہدی کا اصل سبب بقولِ مامون

علی بن ابراہیم نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ:
حضرت امام رضا علیہ السلام کی بیعتِ ولیعہدی کے متعلق سردارانِ لشکر اور عام لوگوں میں اکثر چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور کہنے لگے۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ فضل بن سہل ذوالریاستین کی کارستانی ہے۔ یہ بات جب مامون کو معلوم ہوئی تو اس نے شب کے وقت میرے پاس اپنا آدمی بھیجا اور بلایا۔ میں گیا تو اس نے کہا، اے ریان میں نے سُنا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت یہ سب فضل بن سہل کی کارستانی ہے: میں نے کہا، یا امیر المومنین! ایسا ہی ہے: مامون نے کہا مگر اے ریان! اُن کی سمجھ پر افسوس ہے جو یہ کہتے ہیں۔ یہ بتاؤ؟ ایک وہ خلیفہ جس کی خلافت ہر طرح سے مستحکم ہو رعایا اس کے قابو میں ہو، سردارانِ لشکر اس کے مطیع ہوں اور کوئی بھی یہ جسارت کرے اور اس سے کہے کہ تم اپنی خلافت سے دستبردار ہو جاؤ اور فلاں شخص کے حوالے کر دو! کیا عقل اس کو باور کر سکتی ہے؟ میں نے کہا نہیں! خدا کی قسم یا امیر المومنین، کسی میں یہ جرأت اور جسارت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے الفاظ زبان پر جاری کرے: مامون نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل سبب میں بتاتا ہوں سنو!

جب میرے بھائی محمد امین نے میرے نام حکمنامہ بھیجا کہ فوراً میرے دربار میں حاضر ہو

میں نے انکار کر دیا۔ تو اُس نے علی بن عیسیٰ بن ہامان کو سردارِ لشکر بنا کر اُسے حکم دیا کہ وہ اس کو قید کر کے اور گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر دربار میں حاضر کرے۔ جب اس کی اطلاع مجھے ملی تو ہرثمہ بن اعین کو سجستان اور کرمان کی طرف روانہ کیا مگر میرا معاملہ خراب ہوگیا، ہرثمہ کو شکست ہوئی اور صاحبِ سریر نے نکل کر صوبۂ خراسان پر ایک جانب سے قبضہ کر لیا۔ یہ ساری مصیبتیں مجھ پر صرف ایک ہفتہ میں نازل ہوئیں۔

ان پے در پے مصائب کو برداشت کرنے کی تاب و طاقت مجھ میں نہ تھی اور میرے پاس اس قدر مال و دولت بھی نہ تھی کہ مقابلے کا سامان مہیا کروں۔ پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری فوج کے سپاہی اور سردارانِ لشکر سب مایوسی اور بزدلی کے شکار ہیں۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ملک سے نکل کر کابل میں پناہ لوں۔ مگر پھر خیال آیا کہ کابل کا بادشاہ کافر ہے۔ اگر محمد امین نے اس کو کچھ رقم دیدی تو وہ مجھے پکڑ کر اس کے حوالے کر دے گا۔ لہٰذا سب سے بہتر صورت میں نے یہی پائی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ کروں اور اپنے ان اُمور میں اُس سے مدد چاہوں اور خدائے عزّوجلّ سے دعا کروں کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں رکھے۔

یہ سوچ کر میں نے حکم دیا کہ اس گھر کو صاف کیا جائے (یہ کہہ کر مامون نے اُس گھر کی طرف اشارہ کیا۔) جب گھر صاف ہوگیا تو میں نے غسل کیا دو سفید کپڑے پہنے اور چار رکعت نماز پڑھی۔ ہمیں جتنا قرآن یاد تھا وہ پڑھا اس کے بعد اللہ سے دعا کی اس سے پناہ چاہی اور صدق نیّت کے ساتھ اللہ سے پختہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں ان پریشانیوں سے نجات دلائی، میری مدد کی اور میں نے ان مشکلات پر قابو پا لیا تو اس حکومت و خلافت کو اس جگہ رکھ دوں گا جہاں اللہ نے اس کو رکھا ہے۔

جب یہ عہد کر کے اُٹھا تو میرے دل میں قوت آئی اور میں نے طاہر کو علی بن عیسیٰ بن ہامان کی طرف روانہ کیا اور اس کا جو حشر ہوا وہ معلوم ہے۔ پھر ہرثمہ کو رافع بن اعین کی طرف بھیجا اس نے بھی اس پر فتح پائی اور اسے قتل کر دیا۔ اور صاحب سریر کی طرف آدمی بھیجا، اس نے کچھ رقم دے کر صلح کر لی وہ واپس آگیا۔ اب مسلسل میری حکومت میں طاقت آنے لگی، یہاں تک کہ محمد امین کا جو انجام ہوا وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اس طرح اللہ نے ہمیں تمام مشکلات سے نجات دلائی، اور تمام اُمور میرے قابو میں آگئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری نذر و عہد کو پورا کر دیا تو اب میں نے بھی یہی چاہا کہ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں اور میری نظر میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے زیادہ حقدار اس خلافت و حکومت کا اور کوئی نہ تھا۔ میں نے یہ خلافت اُن جناب کو پیش کی مگر آنجناب نے اسے قبول

نہیں فرمایا، اور جو کچھ قبول فرمایا اور جس طرح قبول فرمایا وہ تمھیں معلوم ہے۔ یہ تھا اصل سبب۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ پھر مامون نے مجھ سے کہا، اے ریّان! اب، کل جب سرداران فوج آئیں تو تم اُن کے درمیان جاکر بیٹھنا اور اُن سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا: میں نے کہا، یا امیرالمومنین! حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں بہترین حدیثیں تو وہی ہیں جو میں نے آپ سے سُنی ہیں: مامون نے کہا سبحان اللہ میں کسی ایک کو بھی اس معاملے میں مدد کرنے والا نہیں پاتا میں نے تو ارادہ محکم کر لیا ہے کہ اہلِ قُم کو اپنے شعار کے سانچے میں ڈھال لوں۔

میں نے کہا، یا امیرالمومنین! کیا وہ احادیث جو میں نے آپ سے سُنی ہیں، آپ کے حوالے سے بیان کروں؟ مامون نے کہا، ہاں تم نے فضائل کے بارے میں جو احادیث مجھ سے سُنی ہیں وہ میرے حوالے سے بیان کر دینا۔

الغرض جب دوسرا دن آیا تو میں فوجی سرداروں کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھا اور کہا کہ مجھ سے بیان کیا امیرالمومنین مامون نے، اُنھوں نے اپنے والد سے سُنا اور اُنھوں نے اپنے آباء سے سُنا کہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

• "مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ"

یعنی: "جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔"

• مجھ سے بیان کیا امیرالمومنین (مامون) نے اُنھوں نے روایت کی اپنے والد سے اور اُنھوں نے روایت کی اپنے آباء سے کہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

• "عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنزِلَۃِ ھَارُونَ مِن مُوسٰی"

یعنی: علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

پھر میں نے حدیثِ خیبر اور اسی طرح دوسری حدیثیں بیان کیں۔ تو عبداللہ بن مالک خزاعی نے کہا، ہاں اللہ علیؑ کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے۔ اور مامون نے اپنے غلام کو بھی اس نشست میں بھیج دیا تھا جو ان سرداروں کی باتیں سُن رہا تھا۔ ریّان کا بیان ہے کہ پھر مامون نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ میں گیا، جب اُس نے مجھے دیکھا تو کہا، اے ریّان میں تجھ سے بہتر احادیث کا حفظ کرنے والا اور روایت بیان کرنے والا نہیں پاتا۔ اور جو کچھ اس یہودی عبداللہ بن مالک نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ علیؑ کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے"۔ میں نے وہ بھی سُنا ہے میں انشاءاللہ اُس کو ضرور قتل کروں گا۔

ہشام بن ابراہیم راشدی حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہدہ سنبھالنے سے

پہلے آپ کے مخصوصین میں سے تھا۔ یہ ایک صاحبِ علم اور ادیب لبیب تھا۔ امام رضاؑ کے تمام امور اس کے ذریعے سے انجام پاتے تھے۔ بلکہ اطراف و جوانب سے امام علیہ السلام کے لیے جو اموال آتے وہ بھی اسی کے پاس آیا کرتے تھے۔ مگر امام علیہ السلام کے عہدۂ ولیعہدی قبول کرنے کے بعد ہشام بن ابراہیم راشدی ذوالریاستین سے وابستہ ہوگیا اور ذوالریاستین نے اس کو اپنے مقربین میں داخل کرلیا۔ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے حالات ذوالریاستین اور مامون سے بیان کیا کرتا تھا۔ اور ان دونوں سے فائدہ اٹھایا کرتا تھا۔ اس طرح امام علیہ السلام کا کوئی حال ان دونوں سے چھپا نہ رہتا تھا۔

مامون نے ہشام بن ابراہیم کو حضرت امام رضا علیہ السلام کا حاجب مقرر کردیا تھا۔ وہ جسے چاہتا وہی حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کرسکتا تھا۔ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے دائرۂ احباب و اصحاب کو بالکل تنگ کردیا، حد یہ ہے کہ آپ کے غلاموں میں سے بھی اگر کوئی چاہتا کہ آپ سے ملے تو وہ بھی آپ سے نہ مل سکتا تھا اور امام علیہ السلام جو گفتگو بھی اپنے گھر میں کرتے، ہشام بن ابراہیم اس کو بھی ذوالریاستین اور مامون تک پہونچادیا کرتا تھا۔ پھر مامون نے ہشام کو اپنے بیٹے عباس کا اتالیق بھی بنادیا تھا۔ اسی بناء پر اس کا نام ہشام عباسی پڑگیا تھا۔

ذوالریاستین حضرت امام رضا علیہ السلام سے شدید عداوت اور حسد کرنے لگا تھا۔ اس لیے کہ مامون اُس پر حضرت امام رضا علیہ السلام کو فضیلت اور ترجیح دیتا تھا اور اظہارِ عداوت کا پہلا سبب یہ ہوا کہ مامون کی چچازاد بہن کو ذوالریاستین پسند کرتا اور وہ اس کو پسند نہ کرتی تھی جس کے حجرے کا دروازہ مامون کی نشست گاہ میں کھلتا تھا۔ کسی بناء پر مامون کی چچازاد بہن ذوالریاستین سے نفرت کرتے اور اس کی برائیاں کرنے لگی۔ جب ذوالریاستین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک دن مامون سے کہا۔ اے امیر المومنین یہ مناسب نہیں کہ عورتوں کے حجرے کا دروازہ آپ کی نشست گاہ میں کھلے: تو مامون نے اس کے کہنے پر وہ دروازہ بند کرادیا۔

عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ مامون ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کے یہاں آیا کرتا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام دوسرے دن مامون کے یہاں جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لائے تو آپ کی نظر اس بند شدہ دروازے پر پڑی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ یا امیر المومنین! آپ نے یہ دروازہ کیوں بند کرادیا.؟ مامون نے کہا، یہ فضل کی رائے تھی، اس کو پسند نہ تھا: امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعون۔ فضل کو امیر المومنین اور ان کے حرم کے درمیان دخیل

ہونے کا کیا حق : مامون نے دریافت کیا، تو آپ کی کیا رائے ہے ؟ آپ نے فرمایا، آپ اسے کھلوا دیں اور اپنی چچا زاد بہن کی آمد و رفت کا راستہ نہ روکیں اور وہ چیز جو نامناسب ہے اُس میں فضل کی بات کو قبول نہ کریں۔ تو مامون نے اس کو گرا دینے کا حکم دے دیا۔ اور پھر اپنی چچا زاد بہن کے پاس گیا۔ یہ خبر جب فضل کو ملی تو اس کو بہت رنج ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲)

(۱۱) ولیعہدی سے نجات کیلئے موت کی دعاء

یاسر خادم سے روایت ہے کہ جب آپ روز جمعہ جامع مسجد سے پلٹ کر آیا کرتے تو پسینہ میں ڈوبے ہوتے اور گرد و غبار میں بھرے ہوئے ہوتے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے کہ: پروردگار! جن حالات میں میں گرفتار ہوں اگر ان سے نجات صرف موت سے ہوگی تو پھر فوراً موت بھیج دے۔ آپ ہمیشہ کرب و غم میں مبتلا رہا کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کو موت آ گئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

(۱۲) ــــــ محمد بن عرفہ سے روایت ہے۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا۔ فرزندِ رسولؐ! کیا مصلحت تھی جو آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی ؟ آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ کیا مصلحت تھی جو میرے جد امیر المومنین علیہ السلام نے شوریٰ میں شرکت قبول فرمائی ؟ پھر آپ نے فرمایا کہ دنیا یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم خود ہی اپنے کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور مخالفین کے اقرار سے دنیا پر ثابت ہو جائے کہ امرِ خلافت کے ہم ہی حقدار ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

(۱۳) ــــــ ہروی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم حضرت امام رضا علیہ السلام نے بخوشی ولیعہدی کو قبول نہیں فرمایا۔ مدینہ سے جبراً کوفہ لائے گئے اور پھر وہاں سے بصرہ اور فارس کے راستے سے مرو منتقل کیے گئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

(۱۴) ــــــ ابن ابی عبدون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لے چکا اور اُس نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا تو اُس وقت دربار میں عباس خطیب اٹھا اور بہترین تقریر کی اور اپنی تقریر کو اس شعر پر ختم کیا۔ ترجمہ شعر:۔ لوگوں کے لیے ایک سورج اور چاند کی ضرورت لازمی ہے۔ آپ لوگوں کے لیے سورج ہیں اور یہ لوگوں کے لیے چاند ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

(۱۵) خطبۂ امامؑ بوقت تہنیتِ ولیعہدی

محمد بن اسحاق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لی جا چکی تو لوگ آپ کے پاس مبارکباد کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا، مجمع صامت و ساکت ہو گیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے ایک خطبہ دیا:

"شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"

ہر طرح کی حمد کا سزاوار ہے وہ اللہ کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی بھی ٹالنے والا نہیں۔ اس کے فیصلے کو کوئی مسترد کرنے والا نہیں۔ وہ لوگوں کی دُزدیدہ نگاہوں اور دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے اور درود ہو حضرت محمدؐ پر اوّلین و آخرین میں اور آپ کی طیّب و طاہر آلؑ پر۔

سنو! میں علیؑ ابن موسیٰؑ بن جعفرؑ ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ امیرالمومنین (مامون) اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ مضبوط کرے اور انھیں راہ صواب کی توفیق دے انھوں نے ہمارے اس حق کو پہچانا جس سے دوسرے لوگ انجان بنے ہوئے تھے اور اس صلۂ رحمی کا پاس و لحاظ کیا جو منقطع کر دی گئی تھی۔ وہ نفوس جو خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے تھے انھیں امن کا احساس ہوا۔ بلکہ جو تقریباً مر چکے تھے انھیں زندہ کر دیا، جو افلاس میں مبتلا ہو چکے تھے اُن کے افلاس کو دور کیا، اور یہ سب اُنھوں نے پروردگارِ عالم کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا اور اُسی سے اس کی جزا چاہتے ہیں۔ غیر سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو یقیناً جزا دیتا ہے۔ اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اور بیشک انھوں نے اپنی عظیم حکومت و خلافت کا مجھے ولیعہد اور جانشین بنایا ہے بشرطیکہ ان کے بعد میں زندہ رہا۔ پس یاد رکھو کہ جس نے اللہ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھولا اور جس رسّی کو خود اللہ نے مضبوط بنایا' اسے کاٹا تو سمجھ لو کہ اس نے حرامِ خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کیا۔ اس طرح اس نے امام کو نظر انداز کیا اور اسلام کی بے حرمتی کی درحقیقت یہ سلسلہ جاری کیا تھا ایک گذرنے والے نے مگر امامِ وقت نے اس کی اس عہد شکنی پر صبر کیا اور اس کے بعد وہ جو کچھ کرتا رہا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا محض اس خوف سے کہ اس طرح کہیں دین پارہ پارہ اور مسلمانوں کا شیرازہ نہ بکھر جائے۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت ابھی عنقریب

ہی گذرا ہے اور منافقین اسی تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ وہ وقت دور نہیں، جلد ہی آنے والا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اب ہمارے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ بس حکومت تو اللہ کے سوا کسی اور کی نہیں ہے۔ حق کا قصہ وہی سُنانے والا ہے اور بہترین فیصلہ کرنے والا بھی صرف وہی ہے۔"

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صٓ ۱۴۸ صٓ ۱۴۶)

(۱۶) خطبۂ امام بروایتِ دیگر

بیہقی نے صولی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی الملوح ابوالحسین رازی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے اُس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا تھا۔ آپ نے خطبہ دیا کہ:۔ "اس خدا کی حمد جس نے ہمارے حق کی حفاظت فرمائی جبکہ لوگ اس کو ضائع کر چکے تھے اور جس قدر ہماری منقصت کی اُسی قدر اُس نے ہمیں بلند کیا۔ حد یہ تھی کہ کفر کے منبروں سے ہم پر اسّی سال تک مسلسل لعنت کی گئی۔ ہمارے فضائل چھپائے گئے، ہم پر بہتان تراشی کے لیے سرمائے خرچ کیے گئے مگر اللہ کو یہ منظور ہی نہ تھا وہ ہمارے ذکر کو بلند اور ہمارے فضائل کو آشکار کرنا چاہتا تھا اور خدا کی قسم دنیا نے یہ سب بدسلوکیاں ہمارے ساتھ نہیں بلکہ درحقیقت جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی تھیں۔ ہم تو صرف ان کے قرابتدار ہونے کی وجہ سے زد میں آگئے۔ اور اس زد میں آکر ہمارا وہی حال ہوا جو ہم جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "عنقریب میرے بعد بڑی بڑی نشانیاں اور میری نبوّت کی دلیلیں ظاہر ہوں گی۔"

(عیون اخبار الرضا صٓ ۱۶۴ - ۱۶۵)

(۱۷) فضل نے مامون کو امامؑ کی ولیعہدی کا مشورہ کیوں دیا

بہت سے مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنائے۔ چنانچہ منجملہ ان کے ابوعلی الحسین بن احمد السّلامی بھی ہے جس نے اپنی کتاب میں جو تاریخ خراسان پر مشتمل ہے تحریر کیا ہے کہ فضل بن سہل ذوالریاستین مامون کا وزیر اور اس کے تمام امور کا نگران تھا۔ یہ پہلے مجوسی

تھا۔یحییٰ بن خالد برمکی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس کی صحبت میں رہا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ اس کا باپ سہل، مہدی کے ہاتھوں اسلام لایا تھا اور یحییٰ بن خالد برمکی نے مامون کی خدمت کے لیے اس کو منتخب کیا تھا۔ وہ مامون سے وابستہ ہوکر اُس پر چھا گیا اور اس میں مطلق العنانی آگئی۔ ذوالریاستین اس کو اِس لیے کہتے ہیں کہ وہ بیک وقت مامون کا وزیر اور اس کی فوج کا سالار بھی تھا۔ جب مامون نے اپنا ولیعہد اور جانشین اپنے بھائی موتمن کو مقرر کیا تو ایک دن فضل بن سہل نے اپنے ہمنشینوں سے کہا: ابومسلم خراسانی کے کام کے مقابلے میں میرا کام کس درجہ پر ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ اس کا کام تو یہ تھا کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں منتقل کرادے اور آپ نے یہ کیا کہ ایک بھائی کے ہاتھ سے حکومت کو دوسرے بھائی کی طرف منتقل کرادیا۔ اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ آپ خود جانتے ہیں۔

فضل نے کہا کہ مجھ میں یہ صفت بھی ہے کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں پہونچا دوں۔ اِس کے بعد اُس نے مامون کو مشورہ دیا کہ آپ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنائیں۔ اِس پر مامون نے اپنے بھائی موتمن کو ولیعہد کے عہدہ سے کالعدم قرار دے کر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد و جانشین مقرر کیا۔

حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام مامون کے پاس ۲۰۰ھ میں رجاء بن ابی ضحاک کے ساتھ براہ بصرہ و فارس خراسان پہونچے تھے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کا عقد مامون کی دختر سے ہوچکا تھا۔ جب آپ کی ولیعہدی کی خبر عباسیوں کو بغداد میں پہونچی تو اُنھوں نے ابراہیم بن مہدی کو آگے بڑھایا اور خلافت کے لیے اس کی بیعت کرلی۔ دعبلِ خزاعی نے اسی کے متعلق کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ مندرجۂ ذیل ہے:-

ترجمہ: "اے گروہِ افواجِ اسلامی مایوس کیوں ہو، خفگی کی کیا بات ہے۔ تمھیں تو اپنی تنخواہوں سے غرض ہے، تنخواہیں لیے جاؤ، اور پھر تمھیں تو یہ ایسے ایسے گانے سنائیں گے کہ جن کو سُن کر بوڑھے اور جوان بھی وجد میں جھومنے لگیں گے۔ یہ تمھارے سرداروں کو معبدیات (مشہور نغمہ) سے لطف اندوز کریں گے۔ نیز اپنے اصحاب کو بھی اسی سے نوازیں گے اس لیے کہ یہ وہ خلیفہ بنا ہے جس کا دین و ایمان اور قرآن سب کچھ بربط ہے۔"

اور دعبلِ خزاعی نے یہ اس لیے کہا کہ ابراہیم بن مہدی کو عود و بربط بجانے کا بڑا شوق تھا اور ہمیشہ شراب میں غرق رہتا تھا۔ الغرض جب یہ خبر مامون کو پہونچی تو اس کو احساس ہوا کہ فضل بن سہل نے یہ کام غلط کرادیا اور مجھے غلط رائے دی۔ فوراً عراق جانے کے لیے مرو سے نکلا

اور درمیانِ راہ میں کوئی ایسی تدبیر کی کہ سرخس کے ایک حمام میں اس قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ۲۰۳ھ کا ہے۔ پھر دوسری تدبیر یہ کی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ طوس کے قریۂ سنا باد میں ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں آپ کو دفن کیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقتِ شہادت آپ کی عمر پچپن ۵۵ سال تھی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۵-۱۲۶)

(۱۸) ہم دونوں کیلئے شرائط کی پابندی ضروری ہے

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ، ایک دن مامون نے مجھ سے کہا، فرزندِ رسولؐ! آپ ذرا دیکھیں کہ اگر آپ کے بھروسے کا کوئی آدمی ہو تو اس کو اُن شہروں کا والی بنا دیا جائے جن کا انتظام فاسد و خراب ہو رہا ہے تو آپ کو اختیار ہے اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو متعین فرمادیں۔

میں نے کہا، تم میرے ساتھ عہد کی وفا کرو، میں تمھارے ساتھ عہد کو پورا کروں گا اس لیے کہ میں نے ولیعہدی کو اسی معاہدے کے ساتھ قبول کیا تھا کہ میں نہ کوئی حکم جاری کروں گا اور نہ کسی کو کسی کام سے منع کروں گا۔ نہ میں کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی کو والی بناؤں گا، نہ کسی کو شہر بدر کروں گا۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ تم سے پہلے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمالے۔ اور بخدا، خلافت ایسی شے ہے کہ میرے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ میں تو شہر مدینہ کی گلیوں میں اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا پھرا کرتا تھا۔ اہلِ مدینہ اور غیر اہلِ مدینہ سب ہی اپنی اپنی حاجات کے لیے میرے پاس آتے تھے اور میں اُن کی حاجتوں کو پورا کیا کرتا تھا، وہاں کے باشندے ہمارے لیے چچاؤں کے مانند تھے۔ تمام دیار و امصار میں میری تحریر نافذ العمل تھی۔ اللہ نے جو نعمات مجھے عطا فرمائی تھیں اُن میں یہ ولیعہدی دے کر تو نے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے: مامون نے اعتراف کیا اور جواب دیا، اچھا میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ (الکافی جلد ۸ ص ۱۵۱) عیون اخبار جلد ۲ ص ۱۶۶-۱۶۷)

(۱۹) عقدِ بیعت اور فسخِ بیعت کے طریقوں میں فرق

برقی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ معتصم کے ماموں اور مادرہ کے بھائی ریان بن شبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مامون نے اپنے لیے امیر المومنین ہونے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے ولیعہد ہونے اور فضل بن سہل کے لیے وزیر ہونے کے متعلق بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اُس نے حکم دیا کہ تین کرسیاں رکھی جائیں۔ کرسیاں رکھدی گئیں۔ جب یہ تینوں اُن پر بیٹھے تو عوام الناس کو داخلے کی اجازت دی گئی۔ لوگ آتے رہے اور ان

تینوں کے داہنے ہاتھ پر اپنے داہنے ہاتھ سے بیعت کرتے رہے مگر اس طرح کہ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے چلے جاتے. یہانتک کہ بالکل آخر میں ایک انصار نوجوان آیا وہ اپنے داہنے ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لے گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت امام رضا علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا ابتک جن لوگوں نے بیعت کی ہے وہ بیعت کے توڑنے کے طریقے سے بیعت کی سوائے اِس نوجوان کے کہ اس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو بیعت کے باندھنے کا ہوتا ہے۔

مامون نے پوچھا کہ فسخ بیعت اور عقد بیعت کے طریقوں میں کیا فرق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس کی نیّت بیعت باندھنے کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لیجاتا ہے اور جس کی نیّت فسخ بیعت کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف لیجاتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر لوگوں میں ایک طوفان برپا ہوگیا۔ اور مامون نے حکم دیا کہ جس طرح حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا ہے اسی طرح پھر سے بیعت کی جائے۔ اب لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ شخص، جس کو بیعت لینے کا طریقہ بھی نہ معلوم ہو اُسکو امامت اور امارت کا استحقاق ہی کیا ہے۔ اس سے بہتر تو وہی ہے جسے کم از کم بیعت لینے کا طریقہ تو معلوم ہے۔ اور اسی بات نے مامون کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دے۔

(علل الشرائع جلد ۱ صـ ۲۲۸، عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۳۸)

(۲۰) میری آخری منزل تو خراسان ہی ہے

محمد بن عبداللہ افطس کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون کے پاس گیا تو اُس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی۔ خوش آمدید کہا، پھر بولا کہ اللہ تعالیٰ امام رضا علیہ السلام کا بھلا کرے، آپ نے مجھے ایک عجیب بات بتائی۔

صورت یہ ہوئی کہ جب سب لوگ آپ کی بیعتِ ولیعہدی کر چکے تو ایک شب میں نے آپ سے عرض کیا، میں آپ پر قربان، میری رائے یہ ہے کہ آپ عراق تشریف لے جائیں اور میں آپ کے جانشین کی حیثیت سے خراسان میں رہوں۔ یہ سُن کر امام رضا علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا، میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسی خراسان میں تو میری تجہیز و تکفین ہوگی اور یہیں میری آخری قیام گاہ ہے۔ یعنی موت آنے تک مجھے یہیں ٹھہرنا ہے اور یہیں سے مجھے عرصۂ محشر میں لامحالہ جانا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ؟
آپ نے فرمایا مجھے اپنی قبر کی جگہ کا علم اسی طرح ہے جیسے مجھے تمھاری قبر کے متعلق معلوم ہے۔: میں نے عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، بتائیے میری قبر کہاں ہو گی ؟: آپ نے فرمایا، ہماری اور تمھاری قبروں کے درمیان بہت فاصلہ ہو گا۔ مجھے مشرق میں موت آئے گی اور تمھیں مغرب میں: میں نے عرض کیا، آپ نے جو فرمایا وہ درست ہے۔ اللہ، اُس کے رسولؐ اور آلِ رسولؐ ہی کو اس کا زیادہ علم ہے: پھر میں نے بہت کوشش کی اور خلافت وغیرہ کی طرف رغبت بھی دلائی مگر آپ نے مزید کچھ نہ فرمایا اور خلافت وغیرہ کی طرف قطعاً راغب نہ ہوئے۔ (غنیۃ الشیخ ص ۵۳ ۔ ۵۲)

(۲۱) ــــ تقریب ولی عہدی

اصحاب اخبار و سیرِ خلفاء نے تحریر کیا ہے کہ مامون نے جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اُس نے فضل بن سہل کو بُلا کر اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ نیز یہ کہا کہ تم اپنے بھائی حسن بن سہل سے اس سلسلے میں مل لو اور اُسے اپنے ساتھ لے کر آؤ۔ جب حسن بن سہل آیا تو اُس نے مسئلۂ ولی عہدی کے بارے میں اُسے آگاہ کیا کہ اپنے خاندان سے حکومت کو نکال کر دوسرے خاندان کے حوالے کرنے کے کیا اثرات مرتب ہوں گے ؟ مامون نے کہا، کچھ بھی ہو میں نے اپنے معبود سے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے محمد امین پر فتح پائی تو اس خلافت کو آلِ ابی طالبؑ میں جو شخص سب سے افضل ہو گا اس کے حوالے کر دوں گا۔ اور علی ابن موسی الرضا علیہ السلام سے افضل و بہتر کسی کو نہیں پایا۔

جب فضل اور حسن دونوں نے یہ دیکھا کہ مامون نے اس کا عزم مصمم کر لیا ہے تو مباحثہ اور معارضہ سے باز آئے۔ پھر مامون نے ان دونوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے مامون کی یہ پیشکش آپ کے سامنے رکھی۔ آپ نے انکار فرمایا۔ یہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے۔ مجبوراً آپ کو اقرار کرنا پڑا۔ پھر یہ دونوں مامون کے پاس آئے اور آپ کے اقرار اور منظوری کی اطلاع دی۔ یہ سُن کر مامون خوش ہو گیا اور جلسۂ خاص منعقد کرنے کے لیے پنجشنبہ کا دن مقرر کر دیا۔ اب فضل مامون کے پاس سے نکلا تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے لیے مامون کا یہ خیال ہے اور یہ کہ اس نے آپ کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا ہے۔ اور اُن کو رضا کا خطاب دیا ہے اور سب کے لیے یہ حکم ہے کہ پنجشنبہ کے دن سبز لباس پہن کر بیعت کے لیے آئیں اور اپنے سال بھر کا خرچ بطور انعام لے جائیں

الغرض جب پنجشنبہ کا دن آیا تو تمام سرداران فوج، حاجبین، قضاۃ اور ان کے علاوہ دوسرے مصاحبین اپنے حسب مراتب اپنی اپنی سواریوں پر آئے۔ مامون تخت پر بیٹھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے دو بڑی بڑی مسندیں بچھادی گئیں جو مامون کی مسند سے ملی ہوئی تھیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کو سبز لباس پہنا کر سر پر عمامہ اور ہاتھ میں تلوار دے کر مسند پر بٹھایا گیا۔ پھر مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ سب سے پہلے تم ان کی بیعت کرو۔ امام رضا علیہ السلام نے بیعت لینے کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ آپ نے ہاتھ کی پشت اپنے چہرے کی طرف اور ہتھیلی عوام الناس کی طرف کرلی۔ مامون نے کہا یہ کیا؟ بیعت لینے کے لیے ہاتھ پھیلائیں: تو آپ نے فرمایا حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ تو لوگوں نے آپ کی بیعت اسی طرح کی کہ آپ کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ سے اوپر تھا۔ اس کے بعد دراہم کی تھیلیاں رکھی گئیں۔ خطیب اور شعراء کھڑے ہوئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے لگے اور مامون کے ساتھ حکومت میں آپ کی شرکت کا ذکر کرنے لگے۔

اس کے بعد مامون نے اپنے بیٹے ابو عباد عباس کو آوازی دی اور وہ فوراً ہی اپنے باپ کے پاس پہونچا۔ ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ مامون نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر محمد بن جعفر کو آواز دی گئی اور فضل نے کہا کہ اٹھو تو۔ وہ اُٹھے اور خراماں خراماں چلے، مامون کے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ ہاتھوں کو بوسہ نہیں دیا۔ اُن سے کہا گیا، جائیے اپنا انعام حاصل کرلیجیے۔ مگر مامون نے پکار کر کہا اے ابو جعفر واپس اپنی جگہ جاکر بیٹھ جاؤ۔ تو وہ اپنی جگہ جاکر بیٹھ گئے۔ پھر ابو عباد ہر علوی اور عباسی کو بلاتا رہا اور وہ آکر اپنا اپنا انعام لیتے رہے۔ یہانتک کہ ساری رقم ختم ہوگئی۔

پھر مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب آپ کچھ خطبہ ارشاد فرمائیں اور عوام الناس سے گفتگو کریں۔ آپ اُٹھے:

حمد وثنائے الٰہی بجالائے اور فرمایا "ایہا الناس! سنو! ہمارا حق تم پر رسولؐ کی وجہ سے ہے اور تمہارا حق بھی ہم پر رسولؐ کی وجہ سے ہے۔ جب تم ہمارا حق ادا کروگے تو پھر ہم پر بھی واجب ہوگا کہ تمہارے حقوق ادا کریں۔"

اس جلسے میں آپ کی تقریر میں سے صرف اتنے خطبے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد مامون نے حکم دیا، دراہم ڈھالے جائیں جن پر حضرت امام رضا علیہ السلام کا اسمِ گرامی نقش کیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر مامون نے اسحاق بن موسیٰ بن جعفر کا نکاح ان کے چچا اسحاق بن جعفر بن محمد کی بیٹی سے کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ حج کیلئے جائیں وہ حج کو گئے۔

پھر اپنے شہر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ولیعہد ہونے کا ذکر اپنے خطبے میں کیا۔

احمد بن محمد بن سعید نے یحییٰ بن حسن علوی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک سُننے والے نے مجھے بتایا کہ عبدالحمید بن سعید اُس سال منبر رسولؐ پر مدینہ میں خطبہ دے رہا تھا اُس نے خطبہ میں آپ کے لیے بھی دعا کی اور کہا ولیعہد مسلمین علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ ابن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہم السلام۔

(۲۲) ـــــ مدائنی نے اپنے رجال سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام خلعتِ ولیعہدی پہن کر جلوہ افروز ہوئے تو بہت سے خطباء و شعراء آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے سر کے اوپر پرچم لہرا رہا تھا۔ چنانچہ ایک شخص جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے مخصوصین میں سے وہاں موجود تھا، وہ کہتا ہے کہ اُس روز جو کچھ ہوا تھا اُس کی تہنیت کے لیے میں آپ کے سامنے موجود تھا۔ آپ نے مجھے اشارے سے بلایا۔ میں قریب پہونچا تو آپ نے بہت ہی آہستہ سے فرمایا (جس کو میرے علاوہ دوسرا نہ سن سکا) اِس سے بہت خوشدل نہ ہونا اور نہ اس کو کوئی مژدہ سمجھنا، اس لیے کہ یہ جانشینی اتمام تک نہیں پہونچے گی۔

اُس روز جو شعراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک دعبل بن علی خزاعی بھی تھے۔ یہ جب آپ کی خدمت میں پہونچے تو عرض کیا کہ میں نے ایک قصیدہ کہا ہے، اور دل میں یہ طے کرلیا ہے کہ آپ کو سنانے سے پہلے میں کسی اور کو نہ سُناؤں گا: آپ نے فرمایا، اچھا بیٹھو۔ جب لوگ چلے گئے اور مجمع کم ہوگیا تو فرمایا سناؤ۔ تو دعبل نے اپنا وہ قصیدہ سنایا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے: "مدارس آیاتٍ خلت من تلاوةٍ"

جب وہ پورا قصیدہ سنا چکا تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُٹھے، اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور ایک ریشمیں رومال میں چھ سو دینار رکھ کر خادم کے ہاتھ بھیجا اور کہلایا کہ یہ تمھارا سفر خرچ ہے میں معذرت خواہ ہوں کہ کچھ اور نہ دے سکا: تو دعبل نے خادم سے کہا جاکر عرض کرو کہ خدا کی قسم میرا یہ مقصد نہ تھا اور نہ میں اس کے لیے آیا تھا۔ لہٰذا یہ مولا کو واپس دے دو۔ اور میری طرف سے یہ عرض کرو کہ اگر ہوسکے تو اپنے ملبوسات میں سے ایک ملبوس مجھے عطا کردیں۔

خادم واپس لیکر گیا تو امام علیہ السلام نے پھر بھیجا اور فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے ساتھ ہی اپنا ایک جُبّہ بھی بھیجدیا: دعبل یہ سب لیکر نکلا اور قم آیا جب لوگوں نے دعبل کے پاس امامؑ کا جبہ دیکھا تو ایکہزار دینار دینے کو تیار ہوگئے۔ دعبل نے فروخت سے انکار کیا اور کہا۔ خدا کی قسم میں تو اس کا ایک ٹکڑا بھی ایکہزار دینار میں نہ دوں گا۔ پھر دعبل وہ جُبّہ لیکر قم سے نکلے تو لوگ اُن کے پیچھے لگ گئے اور راستے میں جُبّہ چھین کرے گئے۔ دعبل قم آئے اور لوگوں سے گفتگو کی

اُنھوں نے کہا، سنو! اب وہ جُبّہ تم کو نہیں ملے گا، البتّہ اگر تم چاہو تو ایک ہزار دینار حاضر ہیں۔ دعبل نے کہا، اچھا بھائیو، مجھے اُس جُبّہ کا ایک ٹکڑا ہی دے دو۔ تب اُنھوں نے ایک ٹکڑا جُبّہ کا اور ایک ہزار دینار دے دیے۔ (ارشاد شیخ مفید صہ ۲۹۳-۲۹۱)

(۲۳) امامؑ کے ولیعہد ہونے پر عباسیوں کے تاثرات

صاحبِ مناقب نے بھی تقریبِ ولیعہدی کے واقعات کچھ اس طرح تحریر کیے ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السّلام کی وہ تحریر بھی نقل کی ہے جو عہد نامہ پر ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ معتز باللہ کے بیٹے نے وفاتِ امام رضا علیہ السّلام کے بعد اولادِ علیؑ کو خطاب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ مندرجۂ ذیل ہے۔

ترجمہ: "تمھیں مامون نے خلافت کا حق دے دیا تھا۔ حالانکہ یہ وراثتاً ہمارا حق تھا مگر اُس نے یہ دنیا تمھیں بخش دی تھی۔ پھر جیسا کہ تم سب جانتے ہو کہ امام رضاؑ مر گئے تو وہ خلافت دوبارہ ہماری طرف پلٹ آئے گی۔"

اِس کے بعد صاحبِ مناقب نے تقریبِ ولیعہدی میں جن شعراء نے قصیدے سُنائے اُن میں دعبل کا قصیدہ، ابراہیم بن عباس کا قصیدہ اور ابو نواس کا قصیدہ پیش کیا ہے۔ بلکہ ابو نواس کے قصیدے پر تو امام رضا علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے تو ہماری ایسی مدح کی ہے جیسی اس قبل کسی نے نہ کی تھی۔ اور اپنے غلام کو بُلا کر دریافت فرمایا کہ اخراجات میں سے کچھ باقی ہے؟ اُس نے عرض کیا، جی ہاں، تین سو دنیار ہیں: آپ نے فرمایا، اسے دے دو، پھر فرمایا اے غلام! ایک سواری بھی اس کے حوالے کر دو۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صہ ۳۶۲-۳۶۲)

(۲۴) عہد نامۂ ولیعہدی کی اصل عبارت

بارگاہِ خداوندی کا بھکاری علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ ۶۷۰ھ میں مشہد امام رضاؑ سے ایک فوجی سردار آیا اس کے پاس وہ عہد نامہ تھا جو مامون کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس کے بین السطور اور پشت پر خود امام رضا علیہ السّلام کے ہاتھ کی تحریر تھی۔ میں نے دیکھا تو جہاں جہاں امام علیہ السّلام کا قلم چلا تھا، اس کو بوسہ دیا۔ اور آپ کے گلزارِ تحریر سے لُطف اندوز ہوا اس حسنِ اتفاق کو میں نے اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم و احسان تصوّر کیا۔ پھر میں نے اُس کو حرف بہ حرف نقل کر لیا۔ مامون کی تحریر یہ تھی:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جو امیر المومنین عبداللہ بن ہارون الرشید نے اپنے

ولیعہد علی ابن موسیٰ الرضاؑ کے لیے تحریر کیا ہے۔

اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان میں دین اسلام کو منتخب فرمایا اور اس دین کے لیے اپنے بندوں میں سے کچھ رسول منتخب فرمائے جو لوگوں کو اس دین کی طرف رہنمائی اور ہدایت کرتے رہے۔ چنانچہ جو پہلے آیا اُس نے بعد میں آنے والے کی بشارت دی اور جو بعد میں آیا اس نے پہلے آنے والے کی تصدیق کی۔ یہانتک کہ اللہ کی اس نبوّت و رسالت کا سلسلہ حضرت محمّد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک پہونچا۔ آپؐ سے پہلے عرصے تک فترت کا زمانہ تھا کوئی رسول نہیں آیا تھا علم الٰہی کا درس دینے والا کوئی نہ تھا۔ وحی کا سلسلہ منقطع تھا اور چونکہ قیامت قریب تھی اِس لیے اللہ نے آپؐ پر سلسلۂ نبوّت کو ختم کر دیا۔ آپؐ کو تمام انبیاء پر شاہد اور نگراں بنایا اور آپؐ پر اپنی وہ کتابِ عزیز نازل فرمائی کہ جس میں باطل نہ تو سامنے ہی سے داخل ہو سکتا ہے، نہ پیچھے سے۔ اس لیے کہ یہ ایک سزاوارِ حمد اور صاحبِ حکمت ذات کی طرف سے نازل کی ہوئی چیز ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن چیزوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور کن چیزوں کو حرام۔ کن کاموں پر ثواب کا وعدہ ہے اور کن کاموں پر عذاب کی دھمکی دے کر ڈرایا ہے۔ کن باتوں سے پرہیز کیا جائے اور کن کاموں کے کرنے کا حکم ہے اور کن کاموں کے نہ کرنے کا حکم ہے تاکہ تمام مخلوقات پر اللہ کی حجّت پوری پوری قائم اور تمام ہو جائے اور اب اس کے بعد بھی اگر کوئی ہلاک ہونا چاہے تو ہلاک ہو اور زندہ رہنا چاہتا ہے تو زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

پس حضرت رسولِ مقبولؐ نے اللہ کی طرف سے اُس کے بندوں کو پیغام پہونچایا۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق حکمت، موعظۂ حسنہ اور بحث وجدال احسن طریقے کے ساتھ اُس کے بتائے ہوئے راستے کی طرف دعوت دی۔ پھر جہاد کیا اور کچھ سختی سے بھی کام لیا۔ یہانتک کہ اللہ نے آپؐ کی قبضِ روح فرمائی اور جو نعمتیں آپؐ کیلئے اُس کے پاس مہیا تھیں ان کے لیے بُلالیا۔

اب جبکہ نبوّت ختم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمّد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سلسلۂ وحی و رسالت کو تمام کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے دین کے قیام اور امورِ مسلمین کے انتظام کو ایسی خلافت کے اتمام، اُس کی قوّت اور اطاعتِ الٰہی کے ساتھ قیامِ حق کی کوشش میں قرار دیا کہ جو اللہ کے فرائض وحدود و اسلامی شریعت و دستور کو قائم کرے۔ اس کیلئے

دشمنانِ اسلام سے جہاد کرے۔

لہٰذا خلفاء کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے دین اور اپنے بندوں کا انھیں محافظ اور نگراں بنایا ہے تو اس سلسلہ میں بھی اُس کی اطاعت کریں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خلفاء کی اطاعت کریں اور حق وعدل کے قیام میں اُن کی مدد کریں، راستہ پُرامن بنائیں، خونریزی نہ کریں، آپس میں صلح وآشتی سے رہیں، اگر مخالفت کریں گے تو مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہوجائے گا، ملّت میں اختلال واختلاف پرورش پائیں گے، اُن کا دین مغلوب ہوجائے گا، دشمن غالب آجائیں، کلمہ کا اتحاد باقی نہ رہے گا، اور اس طرح انھیں دنیا وآخرت دونوں جگہ خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین پر خلیفہ بنایا ہے اپنی مخلوق بطور امانت اُس کے سپرد کی ہے، اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کو درست رکھنے کی کوشش کرے۔ جن باتوں میں اللہ کی اطاعت اور خوشنودی نظر آئے اُن میں ایثار وقربانی سے کام لے اور اس کام کے لیے تیار رہے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور اُس کے متعلق وہ اس سے بازپُرس کرنے والا ہے۔ نیز حق کا فیصلہ کرے جو ذمّہ داریاں اللہ نے اُس کے سپرد کی ہیں اُن میں عدل سے کام لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داوٗد علیہ السلام سے فرمایا کہ:

- ترجمہ آیت: "اے داوٗد! میں نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے تو تم، میرے بندوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرو اور اپنے خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ بات تم کو اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی، اور جو لوگ راہِ خدا سے ہٹ گئے اُن کے لیے شدید عذاب ہے اِس لیے کہ وہ یومِ حساب کو بھول بیٹھے ہیں۔"

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

- ترجمہ آیت: "تمھارے رب کی قسم یقیناً ہم اُن تمام لوگوں سے ہر اُس کام کی بازپرس کریں گے جو وہ کررہے تھے۔"

نیز ہم تک یہ روایت بھی پہونچی ہے کہ حضرت عمر ابن خطّاب رضؓ نے فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچّہ بھی ضائع ہوجائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اُس کے متعلق بھی بازپُرس کرے گا۔ اور خدا کی قسم غور کرنے کی بات ہے کہ ایک وہ شخص جو صرف اپنی ذات کا جوابدہ ہے اور وہ بھی اپنے اُن اعمال کی بناء پر کہ جن کا تعلّق خود اُس کی ذات اور خدا سے ہے (مجھ سے کوئی مطالبہ نہیں)

اُس کو بھی آخرت میں بازپرس کا بڑا خطرہ ہے، تو پھر اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو پوری اُمّت کا ذمہ دار اور اُس کا جوابدہ ہے۔ اُس کو تو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، اُسی سے دُعا کرنی ہے، اُسی سے اُمید رکھنی ہے کہ وہ نیکی کی توفیق دے اور گناہوں سے بچائے۔ وہی قوت دے وہی رہنمائی کرے اور کامیابی تو صرف اللہ کی رضا اور اُس کی رحمت پر منحصر ہے۔

درحقیقت اُمّتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ اپنی ذات پر نظر رکھنے والا اور روئے زمین پر اللہ اور اُس کے دین کی طرف بندگانِ خدا کی سب سے بہتر رہنمائی کرنے والا وہی شخص ہوگا جو اپنے اور اپنے بعد کے ادوار کے لیے حکمِ خدا، قرآن اور سنّتِ رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے پوری کوشش کرے اور بہت سوچ سمجھ کر رائے قائم کرے کہ اپنے بعد کے لیے وہ جانشین اور ولیعہد کس کو مقرّر کرے۔ آئندہ مسلمانوں کے لیے کس کو خلیفہ منتخب کرے، اس کے بعد مسلمانوں کا سردار کون ہو، وہ اس کے لیے کس کو معیّن کرے، لوگ اپنی فریاد کس کے پاس لیکر جائیں گے، اُن میں باہم الفت کون پیدا کرے گا، اُن کی پریشانی اور انتشار کو کون دور کرے گا، اُنھیں آپس کی خونریزی سے کون بچائے گا، حکمِ خدا کے مطابق اُن کے گروہوں میں امن کون قائم کرے گا اور اُن کے اختلافات کون دور کرے گا، شیاطین کے مکروفریب سے کون اُن کو بچائے گا۔؟

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے بعد ولیعہدی اور جانشینی کو بھی اُمورِ اسلام کی تکمیل واتمام اس کے وقار وعزّت اور اہلِ اسلام کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اپنے خلفاء کو بذریعہ الہام یہ تاکید کردی ہے کہ وہ اپنے بعد فلاں شخص کو ولیعہد اور جانشین منتخب کردیں۔ بھلا اب اس سے بڑھ کر نعمت اور عافیت کیا ہوگی کہ اللہ نے اس طرح اہلِ شقاق ونفاق کے مکر اور اُن کی تفرقہ پردازی و فتنہ انگیزی کی آرزوں کو خاک میں ملادیا۔

چنانچہ جب سے امیر المومنین کو خلافت تفویض ہوئی وہ مسلسل اسی فکر میں رہے۔ آپ نے اس خلافت کے جُرعۂ تلخ کو خود نوش کرکے دیکھا، اس کا بار خود اُٹھا کر محسوس کیا اور یہ کہ جو شخص قلادۂ خلافت گلے میں ڈالتا ہے اُس کو اطاعتِ الٰہی سے کس قدر مربوط ہونا واجب ولازم ہے اور جس بار کا اُس کو متحمل بنایا گیا ہے اُس کو اِس کی کتنی دیکھ بھال کرنی ہے۔

چنانچہ اِس سلسلہ میں آپ نے پوری تندہی اور توجہ سے کام لیا، راتوں کو جاگے، دیر تک غور و فکر کیا کہ وہ کون سے اقدامات ہیں جن سے دین میں قوت آئے، مشرکین کا قلع قمع ہو، امت صلاح پکڑے، عدل پھیلے، کتاب و سنت کا نظام قائم ہو، مسلمان پستی میں نہ رہیں بلکہ خوشحالی سے زندگی بسر کریں، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ اس کے متعلق ان سے جواب طلب کرے گا اور اس امر کی تمنا رکھتے ہوئے کہ جب اللہ سے ملاقات کریں تو اُس کے دین اور اُس کے بندوں کے بہی خواہ بن کر اور اپنی ولیعہدی اور اپنے بعد اُمت کی پاسبانی کے لیے کسی ایسے شخص کو ہی منتخب کر کے ملاقات کریں جو دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور احکامِ خدا اور حقوقِ الٰہی کے قیام کی سعی بہتر طریقے پر کر سکے۔

اس کے لیے اُنھوں نے اللہ سے مناجات کی، طلبِ خیر کیا، دن رات دعائیں مانگیں، کہ پروردگارا! جس کا بھی انتخاب ہو وہ تیری مرضی کے مطابق ہو۔ پھر آپ نے اپنے خاندان یعنی اولادِ عبد اللہ ابن عباس اور اولادِ علیؑ ابن ابی طالبؑ میں سے ایسے فرد کی تلاش میں ایک ایک کے متعلق غور کیا اور جس کے حالات معلوم نہ تھے پوری کوشش اور جد وجہد کے ساتھ حتی الامکان جاننے والوں سے اُس کے حالات معلوم کرتے رہے یہانتک کہ سب ہی کے حالات سے واقف ہو گئے اور صرف اُن کے سُنے ہوئے حالات ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بچشمِ خود بھی دیکھا اور گفتگو و سوالات کر کے اندازہ لگایا کہ کس میں کتنی صلاحیت ہے۔ بالآخر قوم و ملک کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اپنی ذاتی جد وجہد اور اللہ سے طلبِ خیر کے بعد دونوں خاندانوں میں آپ کی نظرِ انتخاب حضرت علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ پر ٹھہری، اس لیے کہ آپ نے ان حضرت میں فضل و کمال نفع بخش، علمِ نافع، واضح تقویٰ، پُر خلوص زُہد، دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سب ہی کچھ پایا۔

پھر حضرت علی الرضا علیہ السلام کے متعلق جو متفقہ خبریں ملی تھیں اُن کی تصدیق بھی کر لی۔ اُن کے متعلق سب ایک زبان تھے، سب کی زبانی ایک ہی بات سُنی اُن میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ نیز عنفوانِ شباب سے لیکر سنِ رسیدگی تک اُن کے فضل و شرف سے خود بھی واقف تھے۔ اس لیے اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے بعد کے لیے اُن کو اپنا ولیعہد اور جانشین مقرر کر دیا۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ اُن کی طرف سے دینِ حق میں ایثار و قربانی ہے۔ مگر آپ کی نظر اسلام اور مسلمانوں کی فلاح

پر تھی، اسی میں ان کی سلامتی تھی، اسی میں قیامت کے دن اُن کی نجات تھی۔

پھر امیر المومنین نے اپنی اولاد، اپنے گھر والوں، اپنے مخصوص اصحاب، اپنے سرداران فوج اور اپنے ملازمین سب کو بُلایا، اُن سب نے بھی یہ جانتے ہوئے کہ امیر المومنین نے اپنی اولاد اور اپنے قریبی اعزاء پر اطاعتِ الہٰی کو ترجیح دی ہے سب نے بخوشی جلدی جلدی بیعت کرلی۔ پھر امیر المومنین حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو رضا کا لقب دیا۔ اس لیے کہ خود امیر المومنین ان کی ولیعہدی سے راضی اور خوش تھے۔

لہٰذا، اے امیر المومنین کے خاندان والو! اور اے دارالسلطنت میں تعینات فوجیو! اور اے سردارانِ فوج اور اے مسلمانو! تم بھی اللہ کا نام لیکر اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کے متعلق اس بہترین فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے امیر المومنین کی خلافت اور ان کے بعد حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولیعہدی اور جانشینی پر کھلے ہاتھوں اور صاف دل سے بیعت کرو، اور یہ سمجھو کہ امیر المومنین کے مقاصد کیا ہیں انھوں نے کس طرح حکمِ خدا کی تعمیل کی اور اپنی ذمہ داری محسوس کی اور امیر المومنین کو بحیثیت امیر اور خلیفہ تمہاری حق ادائیگی کا ثبوت دیا۔ اس سلسلے میں اللہ نے جو بذریعہ الہام ان کو ہدایت فرمائی اس کا تمہیں شکر گزار ہونا چاہیے۔ سوچو! کہ امیر المومنین کو تمہاری فلاح و بہبود کا کتنا خیال ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم میں الفت و محبت قائم رہے، خونریزی نہ ہو، انتشار کا شکار نہ ہو، تمہاری سرحدیں محفوظ رہیں، تمہارے دین میں قوت آئے، تمہارے دشمنوں کا قلع قمع ہو، تمہارے سارے امور مستحکم اور درست ہو جائیں۔ بس تم اللہ تعالیٰ اور امیر المومنین کے حکم کی فوری تعمیل کرو۔ اس لیے کہ اگر تم نے ان کی فوری تعمیل کی اور یہ محسوس کیا کہ اس تعمیل میں کیا لطف ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا تو پھر انشاء اللہ تمہارے لیے امن ہی امن ہے۔

یہ عہد نامہ امیر المومنین نے ۷ ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو اپنے قلم سے تحریر کیا، اور اس کی پشت پر حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی مندرجۂ ذیل تحریر ہے۔

۲۵ عہد نامہ کی پشت پر حضرت امام رضاؑ کی تحریر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُس خدا کی حمد جو فاعلِ مطلق ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ اُس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں، اُس کے فیصلہ کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ وہ لوگوں کی

دُزدیدہ نگاہوں کو بھی دیکھتا ہے، دلوں کے پوشیدہ اسرار سے بھی خوب اچھی طرح واقف ہے اور درود ہو اللہ کے نبی محمدؐ خاتم النّبیینؐ اور اُن کی طیب و طاہر آل پر۔

میں علیؑ ابن موسیٰؑ ابن جعفرؑ کہتا ہوں کہ امیر المومنین مامون، اللہ ان کے بازوؤں کو توانائی بخشے اور ہدایت کی توفیق عطا فرمائے، انھوں نے ہمارے حق کو پہچانا، جب کہ اس سے قبل ہمارے حق سے تجاہل برتا جاتا رہا تھا۔ نیز عزیزداری اور رشتوں کے وہ رابطے جو ایک عرصے سے منقطع تھے آج انھوں نے اُن کو پھر جوڑ دیا، اور ابتک جو لوگ ایک دوسرے سے خوفزدہ تھے انھیں امن و سکون ملا۔ انھوں نے باہم مِٹے ہوئے تعلقات کو پھر سے زندہ کر دیا۔ جو لوگ فقر و افلاس میں زندگی بسر کر رہے تھے اُن کی غربت و افلاس کو دور کیا۔ یہ سب کچھ انھوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔ وہ اس کام میں کسی سے اجر نہیں چاہتے اور سچ ہے کہ اللہ شکر کرنے والوں کو اس کی جزا دیتا ہے اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

انھوں نے مجھے اپنی خلافت اور امارتِ کبریٰ کا ولیعہد اور جانشین مقرر کیا ہے بشرطیکہ میں ان کے بعد زندہ بھی رہوں۔ لہٰذا اب جس گرہ کو باندھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُس کو کوئی شخص کھولے گا اور جس رسّی کو اللہ مضبوط رکھنا چاہتا ہے اس کو کوئی توڑنے کا ارادہ کرے گا تو وہ سمجھ لے کہ اُس نے حرامِ خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کیا۔ اِس لیے کہ وہ اِس طرح اپنے امام سے رُوگردانی کر کے حرمتِ اسلام کو برباد کرنے کا مرتکب ہوگا۔ جیسا کہ پچھلے لوگوں نے کیا، مگر اُن کے اُس ہنگامی اور فلتتی اقدام پر محض اس لیے صبر کیا گیا اور اُن کے کسی عمل سے فقط اِس لیے تعرض نہیں کیا گیا کہ کہیں اِس سے دین ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے اور مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہ ہو جائے، کیونکہ جاہلیت کا زمانہ ابھی ابھی گذرا تھا لوگوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مصیبتیں رونما ہوگئیں۔

مگر میں نے اپنی ذات کی حد تک یہ طے کر لیا ہے کہ اگر مجھے مسلمانوں کی عنانِ حکومت سنبھالنی پڑ جائے اور خلافت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالنا ہی پڑا تو میرے عہد میں تمام مسلمان بالعموم اور بنی عباس ابن عبد المطّلب بالخصوص حکمِ خدا اور حکمِ رسولؐ پر عمل کریں گے۔ نہ میں کسی کا خون بہاؤں گا اور نہ کسی کی زن و دولت پر قبضہ کرنے کی کسی کو اجازت دوں گا جبتک کہ شریعت اس کو جائز اور مباح نہ قرار دیدے۔ میں اس سلسلے

میں اپنی پوری کوشش اور طاقت سے کام لوں گا۔ میں نے اپنی ذات کے لیے اللہ سے اس کا عہدِ مؤکد کرلیا ہے وہ مجھ سے اس کی بازپرس کرے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق بازپُرس کیجائے گی"۔ (سورہ الاسراء آیت ۳۴)

اور یہ بھی عہد ہے کہ اگر میں دین میں احداث کروں یا اس کے احکام میں کوئی تغیر و تبدل کروں تو اس منصب سے ہٹا دیے جانے اور سخت سزا کا متوجب ہوں گا۔ اور میں اللہ کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ مجھے اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی معصیت اور نافرمانی سے دور رکھے۔ اسی میں میری اور تمام مسلمانوں کی بھلائی اور عافیت ہے۔

یہ عہد نامہ تو مکمل ہو گیا، مگر ہمارا علمِ جامعہ اور علمِ جفر اس کے برعکس کی نشاندہی کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا اور حاکمیت تو اللہ کے سوا اور کسی کی نہیں ہے وہی حق کا فیصلہ کرے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

میں نے یہ امیر المومنین مامون کے حکم کی تعمیل کی ہے ان کی خوشنودی بجالایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور انھیں دونوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ میں اپنی ذات پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور وہ بہترین گواہ ہے۔

یہ تحریر میں نے خود اپنے قلم سے امیر المومنین (اللہ ان کی زندگی کو طویل کرے) فضل بن سہل، سہل بن فضل یحییٰ بن اکثم۔ عبد اللہ بن طاہر۔ ثمامہ بن اشرس۔ بشر بن معتمر اور حماد نعمان کے روبرو ماہِ رمضان ۲۰۱ھ میں لکھی ہے"۔

دائیں جانب کے گواہ۔

اس عہد نامے کے داہنے جانب کے گواہوں میں مندرجہ ذیل اشخاص ہیں جنھوں نے مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ اپنی گواہیاں ثبت کیں۔

گواہ شد

۱۔ اس عہد نامے کے اندر اور پشت پر جو کچھ تحریر ہے اس کا گواہ یحییٰ بن اکثم ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اس عہد نامے کی برکات سے امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کو فیضیاب کرے۔ یحییٰ بن اکثم نے اپنے ہاتھ سے اسی تاریخ کو لکھا جو اس عہد نامے میں مرقوم ہے۔

۲ ۔ عبداللہ بن طاہر نے بحیثیت گواہ اسی تاریخ میں دستخط کیے۔
۳۔ حماد بن عثمان اس عہد نامے کے اندر اور پشت پر جو کچھ تحریر ہے سارے مضمون کی گواہی دیتا ہے اور اسی تاریخ میں اپنے ہاتھ سے دستخط کیے۔
۴۔ بشر بن معتمر بھی انھیں لوگوں کے ساتھ بمضمونِ واحد گواہی دیتا ہے۔

بائیں جانب کی گواہی

گواہ شد :

بائیں جانب کی گواہی میں خود امیر المومنین (اللہ ان کو طول عمر دے) نے تحریر کیا کہ اس تحریر کو جو عہد و میثاق کی تحریر ہے مجھے اُمید ہے کہ اس عہد نامے کے بعد میرے لیے پلِ صراط سے گذرنا آسان ہو جائے گا۔ میں نے اس معاہدے کی پوری تحریر کو مسجدِ رسولؐ کے اندر روضہ اور منبر کے درمیان تمام مجمع کے سامنے جن میں بنی ہاشم کے ذی وجہ بزرگ اور سارے اولیاء و احفاد موجود تھے اور بیعتِ ولیعہدی کی تمام شرائط پوری کرنے کے بعد سنایا، تاکہ تمام لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔ اور امیر المومنین کی طرف سے حجت تمام ہو جائے۔ اور جاہلوں کے سارے شبہات ختم ہو جائیں۔
ترجمہ آیت : "اور اللہ ہرگز یہ نہیں کرے گا کہ مومنین کو یونہی چھوڑ دے اور وہ جس حال میں بھی ہیں اسی میں پڑے رہیں۔"
فضل بن سہل نے امیر المومنین کے حکم سے مندرجہ بالا تاریخ میں تحریر کیا۔
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۷۹ - ص ۱۸۲)

(۲۴) موئے مبارکِ رسولؐ اور چوبِ آسیائے فاطمہؑ زہرا

صاحبِ کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ۶۷۰ھ میں مقام واسط پر حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے ہاتھ کا تحریر کردہ ایک خط دیکھا جو آپ نے مامون کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ امیر المومنین اطال اللہ بقاءہٗ کا خط ملا جس میں یہ تحریر ہے کہ میں ایک بال کے متعلق اور اس لکڑی کے متعلق جو حضرت فاطمۃ الزہرا کی چکی کی ہے جو کچھ میرے نزدیک از روئے روایات و نشانات ثابت ہے تحریر کروں تو اطلاعاً تحریر ہے کہ وہ ایک بال جس کے متعلق سوال ہے وہ بلاشک و شبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کاموئے مبارک ہے! اور وہ لکڑی بھی بلاریب و بلاشک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چکی کی ہے میں اس کی پوری تحقیق و تفتیش کے بعد آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میری بات کو تسلیم کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس تحقیق اور تفتیش پر اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ اور یہ توفیق اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔

یہ تحریر ہے علیؑ بن موسیٰ الرضا بن جعفر کی سنہ ۲۰۱ھ جو میرے جد صاحبِ تنزیلِ قرآن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد سے شمار کیا جاتا ہے۔

(۲۵) مدینہ میں ولیعہدی کا اعلان

ہارون قزوینی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لیے بیعت لینے کا حکمنامہ مدینہ پہونچا تو عبدالجبار بن سعید بن سلیمان ساحقی نے لوگوں کو خطاب کیا اور اپنی تقریر کے آخر میں کہا: تمھیں معلوم ہے اب تمھارا ولیعہدِ حکومت کون ہے؟ سنو! وہ علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۵)

بحار الانوار

باب ۱۳

امام رضا علیہ السلام اور دورِ

مامون رشید

(۱) امام علیہ السلام کا خطاب

حضرت امام رضا علیہ السلام کی کتاب "الحبا رو الشرط" کا ایک نسخہ جو آپ نے عمالِ حکومت میں سے فضل بن سہل اور اُس کے بھائی کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔ وہ میں ایک کتاب سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ یہ کسی راوی نے مجھ سے بیان نہیں کیا ہے اور وہ مندرجۂ ذیل ہے۔

اما بعد۔ پس ہر طرح کی حمد کا سزاوار ہے وہ اللہ جو خلق کی ابتدار کرنے والا ہے اور جس نے نئی نئی چیزوں کو ایجاد کیا کیونکہ وہ قادر بھی ہے اور قاہر بھی۔ وہ اپنے بندوں کا خود ہی نگراں بھی ہے اور رازق بھی۔ اُس کی مالکیت کے سامنے ہر شے سرافگندہ ہے اُس کی عزت و غلبے کے سامنے ہر شے ذلیل و مغلوب ہے۔ اُس کی قدرت کے آگے ہر شے سرنگوں اور سرِ تسلیم و نیاز خم کیے ہوئے ہے۔ اُس کی سلطنت کے آگے ہر شے متواضع و منکسر ہے اُس کا علم ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر شے کی مقدار و شمار کو جانتا ہے۔ بڑی سے بڑی چیز کا سنبھالنا اُس کے لیے گراں نہیں۔ اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اُس کی علمی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں اُس کی دید سے بے بصارت و درماندہ ہیں۔ تعریف کرنے والوں کی تعریفیں اُس کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خلق و امر صرف اُسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمینوں میں اُسی کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ وہ عزت اور حکمت والا ہے۔

نیز، سزاوار اور لائقِ حمد ہے وہ اللہ جس نے اسلام جیسا پسندیدہ دین و شریعت اپنے بندوں کے لیے بنایا، اور پھر اس کو تمام باطل ادیان پر فضیلت، عظمت، شرافت اور کرامت عطا فرمائی۔ اور اس دین کو قیّم اور نگراں بنایا کہ جس میں بیدینی کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جو اس پر گامزن رہا کبھی گمراہ نہ ہوگا، اور جس نے اس کو چھوڑا وہ کبھی ہدایت نہ پائے گا۔

اس دین میں اللہ نے نور، بُرہان، شفا اور بیان سب کچھ ودیعت فرما دیا ہے زمانۂ سابق اور گذشتہ اُمتوں میں وہ اسی دین کو اپنے منتخب شدہ رسولوں کے پاس اور اپنے منتخب کردہ فرشتوں کے ذریعے سے بھیجتا رہا، یہانتک کہ یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آکر منتہی ہوا۔ اور آپ پر ختمِ نبوت و رسالت کی مُہر ثبت فرما دی اور آپؐ کو بھی رسولانِ ماسبق کے

نقشِ قدم پر چلایا، سارے عالمین کے لیے رحمت اور آپ کی نبوّت کی تصدیق کرنے والوں کے لیے بشیر اور جھٹلانے والوں کے لیے نذیر بنا کر اس لیے بھیجا تاکہ اللہ کی حجت سب پر تمام ہو جائے کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؀ (سورۃ الانفال آیت ۴۲)

ترجمہ آیت :۔ "اب جو خود ہی ہلاک ہونا چاہتا ہے، ہلاک ہو اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے۔ اللہ یقیناً سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پس لائقِ حمد ہے وہ اللہ جس نے آنحضرت کے اہلبیت کو انبیاء کی میراث کا وارث بنایا، انھیں علم و حکمت سے نوازا، اُن کو امامت و خلافت کا معدن قرار دیا، اُن کی محبت کو واجب گردانا، اُن کے شرف و منزلت کو بڑھایا اور اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اُمت سے اپنے اہلبیت کی مودّت و محبت کی درخواست کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے رسولؐ سے اس طرح خطاب فرماتا ہے :۔

"قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔" (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ آیت :۔ "اے رسولؐ اپنی اُمت سے" کہدو کہ میں تم سے اپنی رسالت کا اجر اور کچھ نہیں چاہتا، مگر یہ کہ میرے قرابتداروں سے مودّت و محبت کرنا۔"

یعنی ان سے دشمنی کا سلوک نہ کرنا۔ نیز اہلبیتؑ کے اوصاف کے بارے میں یہ بتایا کہ ہم نے ان کو رِجس سے دور اور تمام بُرائیوں سے پاک رکھا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ؀" (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ آیت :۔ "اے اہلبیتِ رسولؐ! اللہ کا حتمی ارادہ یہ ہے کہ تمھیں رِجس اور بُرائیوں سے ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔"

مامون نے دراصل عترتِ رسولؐ کے معاملے میں رسولِ مقبولؐ کے ساتھ نیک سلوک کیا، اُن کے اہلبیت سے عزیزوں جیسا برتاؤ کیا، باہمی اُلفتوں کو واپس لایا، بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے مجتمع کیا، درمیان میں پڑی ہوئی خلیج کو ہموار کیا، تعلقات میں آئے ہوئے شگاف کو پُر کیا۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے دلی کدورتیں دور کیں، آپس کی نفرتیں مٹائیں اور اس کی جگہ دلوں میں محبت و مودّت، آپس میں میل ملاپ اور ایک دوسرے کی مدد اور ہمدردی

کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کی توجہ کی برکت اور حسنِ سلوک اور میل ملاپ کی بدولت سب ایک ہوگئے سب ایک زبان اور ایک دل بن گئے۔ اس لیے کہ انھوں نے صاحبانِ حق کا لحاظ کیا اور میراث کو اصل وارث کے حوالے کیا۔ احسان کرنے والوں کے احسانات کا بدلہ چکایا، جو لوگ بلا و مصیبت میں گرفتار تھے اُن کی مصیبتیں دور کیں۔

اِس کے بعد دوسرا کام یہ کیا کہ جو لوگ حکومت کی خدمت اور سعی و کوشش میں بھی پیش پیش تھے۔ ان کو اپنی نوازش اور شرف و منزلت بخشی کے لیے مخصوص کیا۔ چنانچہ ذوالریاستین فضل بن سہل ایسا ہی تھا۔ جب امیرالمومنین نے یہ دیکھا کہ فضل بن سہل نے ان کا بوجھ ہلکا کیا' اُن کے حق کے لیے لڑا۔ ان کی طرفداری میں بولا، یہ ان کے سرداروں کا سردار اور ان کی فوج کا سالار ہے۔ ان کی جنگوں کا منتظمِ اعلیٰ ہے، اس نے ان کی رعایا کا بہت خیال رکھا اور بہت دیکھ بھال کی، لوگوں کو ان کی خلافت کی طرف دعوت دی۔ جس نے امیرالمومنین کی اطاعت کو قبول کیا اُس پر نوازشیں کیں، جس نے روگردانی اور سرتابی کی اس سے قطع تعلق کیا۔ وہ امیرالمومنین کی نصرت و مدد میں یکتا اور منفرد ہے، وہ لوگوں کے دلوں اور نیتوں کا اچھا معالج ہے۔

مال کی کمی یا آدمیوں کی قلت نے کبھی اس کو عمل سے نہیں روکا۔ وہ کبھی کسی کی تحریص و ترغیب میں نہیں آیا۔ اُس نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی پرواہ نہ کی اور اپنے ارادہ پر مستحکم و قائم رہا۔ بلکہ جب ڈرانے والوں نے اُس کو ڈرایا، گرجنے والے گرجے، چمکنے والے چمکے، مجاہدوں سے زیادہ تعداد دشمنوں اور مخالفوں کی ہوئی تو اُس کا عزم اور بھی محکم ہوا، اور اُس کا ارادہ اور پختہ ہوا، اُس کی جرأت و دلیری اور بڑھ گئی، اُس نے بہتر سے بہتر انتظام اور اچھی سے اچھی تدبیر کی اور مامون کی طرف دعوت دینے اور اس کے حق کو ثابت کرنے میں اور زیادہ قوت صرف کی یہانتک کہ اُس نے گمراہوں کے دانت توڑ دیے اُن کی ساری تیزیاں ختم کردیں اُن کے ناخنِ تدبیر تراش دیے اُن کی ساری شان و شوکت خاک میں ملادی اور انھیں اِس طرح زیر کیا جس طرح ملحدوں، بدعہدی کرنے والوں، حکومت کی مخالفت کرنے والوں، اُس کے حق کا استخفاف کرنے والوں اور اُس کا رعب نہ ماننے والوں کو زیر کرتے ہیں۔

پھر ذوالریاستین کی خدمات مشرک اقوام و ممالک میں بھی کافی ہیں۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے مسلم ملک کی حدود میں اضافہ کیا جس کی خبریں تم لوگوں تک پہونچ چکی ہیں اور تمھارے منبروں سے اس کا اعلان ہوچکا ہے اور تم لوگوں سے سُن کر یہ خبریں دنیا نے دوسروں تک بھی پہونچائی ہیں۔

واقعتاً ذوالریاستین نے مامون کی نوازشوں پر اپنی شکر گذاریوں اور وفاداریوں کی حد کردی۔ اُن کے حق کے لیے جنگ کی، اپنی اور اپنے شریف النفس اور ستودہ صفات و مدبر بھائی

ابو محمد حسن بن سہل کی جان کی بازی لگادی اور اس سلسلے میں وہ گذشتہ سرفروشوں اور فاتح افراد سے بھی آگے بڑھ گیا۔ امیر المومنین نے بھی اس کی خدمات کے صلے میں مال جائیداد اور جواہرات بہت کچھ عطا کیے۔ اگرچہ یہ اس کی زندگی بھر کی خدمات میں ایک دن کی خدمت کا بھی صلہ نہیں بن سکتا اور نہ یہ اس کے مرتبے اور منزلت کے مطابق تھا مگر اس نے اپنی بلند ہمتی، سیر چشمی، اپنے زہد و تقویٰ، ترکِ دنیا اور شوقِ آخرت میں ان سب کو حقیر سمجھا، اور سب کچھ چھوڑ دیا۔

چنانچہ اس نے امیر المومنین سے درخواست کی اور یہ درخواست وہ برابر ہی کرتا رہا تھا کہ اب ہمیں چھوڑیئے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے دیجیے۔ مگر اُس کی یہ درخواست امیر المومنین و نیز ہم لوگوں پر بہت گراں تھی اِس لیے کہ ہم واقف تھے کہ اللہ نے اس کے ذریعے سے دین کو عزت بخشی ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور مشرکین سے جہاد کی قوت و طاقت عطا کی ہے۔ اور اللہ نے اُس کی صدق نیت، پُر برکت وزارت، اُسکی درست تدبیر، حصولِ مقصد کے لیے عزم محکم اور حق و ہدایت، نیکی و تقویٰ میں تعاون سب کچھ آشکارا کر دیا ہے۔

مگر جب ہمیں اور امیر المومنین کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے اس کے پیشِ نظر دین ہے اور یہ سب قربانیاں وہ اپنے اصلاحِ نفس کے لیے دے رہا ہے تو اُس کی درخواست منظور کر لی گئی، اور ہم نے اُس کے لیے ایک حباء و شرط نامہ تحریر کر دیا۔ جس کی تفصیل سابقہ باب میں دے دی گئی ہے اور اس پر اپنے خاندان میں سے جو لوگ اس وقت موجود تھے اُن کی سرداران فوج کی، اصحاب اور قاضیوں کی، فقہاء اور دیگر عوام و خواص کی گواہیاں بھی ثبت کرا دی گئیں۔

امیر المومنین کی رائے ہے کہ اس تحریر کی نقول ہر طرف روانہ کر دی جائیں تاکہ وہاں کے لوگوں میں اس کا اعلان ہو جائے اور منبروں سے پڑھ کر سُنا دی جائیں۔ وہاں کے والی اور قاضی ان کو محفوظ کر لیں، اور امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تحریر میں لکھوں اور اس کے مفہوم کو بھی واضح کر دوں یہ کتابچہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں ان تمام خدمات کی تفصیل دی گئی ہے جن کی وجہ سے اُس کے حق کی ادائیگی کو اللہ نے ہم سب مسلمانوں پر واجب کر دیا ہے۔

دوسرے حصے میں اس امر کا بیان ہے کہ جن کاموں میں اُس نے ہاتھ ڈالا اور جن اُمور کا انتظام سنبھالا، اُن میں موانع اور رکاوٹوں کو دور کرنے میں اس کا کیا مقام ہے اور جن کاموں کو اُس نے ناپسند کیا اُن میں ہاتھ نہیں ڈالا جس کی اُس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ وہ خدمات ہیں کہ امیر المومنین کی بیعت کرنے والوں میں سے ہر شخص اس کا اور اُس کے بھائی کا احسان مند رہے گا۔

اِس کے علاوہ جو لوگ ان دونوں کے خلاف ہوئے تھے اور جنھوں نے ہمارے اور تمھارے

ماننے والوں کے خلاف فتنے کھڑے کیے تھے اُن کے متعلق ان دونوں کے فیصلوں پر اعتراضات کا دور کرنا جن فیصلوں کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کوئی ان دونوں کے خلاف اقدام کرنے کی جرأت نہ کر سکے، اُن کے حکم کو نہ ٹال سکے اور ہمارے اور اُن دونوں کے درمیان دخل اندازی کی ہمت نہ کر سکے۔

تیسرے حصّے میں ہمارے عطیات کا ذکر ہے۔ اگرچہ اُنھوں نے حصولِ ثوابِ آخرت کے لیے گوشہ نشینی اور جامۂ زہد پہننے کی خواہش ظاہر کی ہے مگر ہم پر بہر حال لازم ہے کہ اسے اور اُس کے بھائی کو کچھ دیں، اُس کی قدر دانی اور عزّت افزائی کریں۔ اِس لیے کہ ان دونوں نے خود کو ان تمام چیزوں سے بچایا جن سے ہم اپنے نفس کو بچاتے ہیں اور واقعتاً وہ شخص جو دینی اور دنیاوی اُمور میں محتاط ہوتا ہے وہی سب کچھ کرتا ہے۔

اور یہ ہے اس کتابِ حباء وشرط کی نقل :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : یہ امیر المومنین عبداللہ المامون اور اُن کے ولئ عہد علی ابن موسیٰ رضا کی طرف سے ایک تحریر ہے جو ذوالریاستین فضل بن سہل کے لیے دوشنبہ ۷ ر ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو لکھی گئی آج ہی کا دن وہ ہے جس میں امیر المومنین مامون کی حکومت کی تکمیل ہوئی اور اُن کے ولیعہد کے لیے بیعت لی گئی۔ عوام النّاس نے سبز لباس پہنے اور اپنی ولیعہدی کے متعلق امیر المومنین کی خواہش پوری ہوئی، وہ اپنے دشمن پر فتحیاب ہوئے۔

ہم تمھیں کچھ صلہ دینا چاہتے ہیں، تمھاری اُن خدمات کا جو تم نے اللہ، اُس کے رسولؐ امیر المومنین، اُن کے ولیعہد اور بنی ہاشم کے حق کے لیے انجام دی ہیں جس سے اُمید ہے کہ دین کی فلاح ہوگی، آپس کے منافشات دور ہوں گے۔ ان ہی خدمات کی وجہ سے ہماری حکومت میں استحکام اور عام مسلمانوں کی نعمتوں میں پائیداری آئی۔

تم نے دین اور سنّت کے قیام، دعوتِ ثانیہ کے اظہار و ایثار، نیز شرک کا قلع قمع کرنے، بُت شکنی اور باغیوں کے قتل کرنے میں امیر المومنین کی مدد کی۔ علاوہ ازیں دشمن کے خالی کیے ہوئے شہروں میں اچھی خدمات انجام دیں۔ یہ اس کا صلہ ہے۔

تم نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دِیے مثلاً اصغر نامی شخص جس کی کنیّت ابو سرایا اور نام مہدی محمد بن جعفر ہے کی سرکوبی کی، ترک و خزلیجی، طبرستان اور اس کے مضافات بندار ہرمز بن شردین، دیلم اور اس کے مضافات، کابل اور اس کے مضافات، مہوزین، اصفہد، ابن میرم، کوہ بدار بندہ وغرشستان، غور اور اس کے اقسام، خراسان میں خاقان وملون صاحب جبل تبت، کیمان و تغزغز میں، آرمینہ دجی، صاحبِ سریر، صاحبِ خزر میں، مغرب اور اس کے غزوات میں جو خدمات

انجام دی ہیں جن کی تفصیل دیوانِ سیرۃ میں درج ہے، اعترافاتِ خدمات کے صلے میں تم کو دس کروڑ درہم نقد اور دس لاکھ درہم کی قیمت کا غلّہ دیتے ہیں اور یہ اس کے علاوہ ہے جو امیر المومنین تم کو اس سے قبل جاگیریں دے چکے ہیں۔ اور یہ دس کروڑ درہم بھی تمھارے استحقاق کو دیکھتے ہوئے کم ہیں۔ اس لیے کہ اتنی رقم تم کو محمد ابن مخلوع بھی دے رہا تھا لیکن تم نے چھوڑ دی۔ تم نے اللہ اور اس کے دین کے لیے قربانی دی۔ اس طرح تم نے امیر المومنین اور اُن کے ولیعہد کو ممنون کیا، تمھارا یہ سب مسلمانوں کے لیے ایثار تھا جو اُنھیں بخش دیا۔

تم نے درخواست کی ہے کہ تمھیں زہد اور تخلیے کی اُس منزل پر پہونچنے دیا جائے جس کی تمھیں ہمیشہ خواہش رہی ہے، تاکہ تمھارے ترکِ دنیا پر لوگوں کا شک دور ہو جائے اور وہ سمجھ لیں کہ یہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ آخرت کے لیے کیا ہے دنیا کے لیے نہیں کیا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ نہ تم جیسے شخص سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے اور نہ درخواست کو رد کیا جا سکتا ہے۔ اگر تم نے اپنی درخواست میں کچھ مال و دولت طلب کیا ہوتا، تو وہ بھی مسترد نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ ایسے امر کی درخواست کی ہے جس میں کچھ صرف نہیں۔ اور تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کر دو جو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے ہماری امارت و خلافت کی طرف جو دعوت ہے وہ صرف دنیا کے لیے دی ہے آخرت کے لیے نہیں۔

بہر حال ہم نے تمھاری اس درخواست کو قبول کیا اور ہم تمھارے لیے اللہ سے یہ تاکیدی عہد و میثاق کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں ہوگا۔ حکومت اور امارت اس وقت بھی تمھارے ہی سپرد ہے۔ خوشدلی کے ساتھ جو کام کرنا چاہو کرو اور جو نہ کرنا چاہو نہ کرو خواہ وہ کوئی سا بھی کام ہو۔ بہر حال، ہم صرف ان ہی کاموں سے تمھیں روکیں گے جن سے ہم خود کو بچاتے ہیں۔ ہم نے اس تخلیے کی درخواست اِس لیے قبول کی ہے کہ تمھیں جسمانی طور پر آرام ملے، اِس لیے کہ تمھیں جسمانی راحت و آرام کی ضرورت ہے۔ اس تحریر میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ سب تم کو دیتے ہیں۔ اور جس کو آج تم چھوڑ رہے ہو۔ نیز تمھارے بھائی حسن بن سہل کو بھی اتنی ہی رقم دیتے ہیں جتنی تم کو دی ہے، اِس کے علاوہ جو عطیات تم کو دیے ہیں اُن کا نصف اُس کو بھی دیتے ہیں۔ اِس لیے کہ اُس نے بھی باغیوں سے جہاد کیا اور دو مرتبہ فتح عراق، اور شیاطین کے جتھے کو پراگندہ کرنے میں جان کی بازی لگا دی تھی جس سے دین میں قوت آئی اور جنگ کے شعلے بجھ گئے۔ اُن کا، اُن کے گھر والوں کا اور تمام حق کا ساتھ دینے والوں کا بہت بہت شکریہ۔

اِس تحریر میں جو کچھ مرقوم ہے ہم اس پر اللہ کو، اُس کے ملائکہ کو، اُس کی مخلوقات میں سے منتخب ہستیوں کو اور ہر اُس شخص کو جس نے آج بیعت کی ہے یا اس کے بعد کریگا

شاہد بناتے ہیں۔ اللہ کو اپنا کفیل قرار دیتے ہیں۔ ہم سب نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ ہم ان تمام شرائط کو بلا استثناء اور بے کم وکاست، درپردہ اور ظاہر میں بھی پورا کریں گے۔ مومنین سے ان کی شرائط اور کیے ہوئے عہد کے لیے بازپرس ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تمام لوگوں سے وفا کا طالب ہے اُس کو سب سے زیادہ وفا کرنی چاہیے جبکہ وہ صاحبِ قدرت واستطاعت بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۹۱ (سورہ النحل آیت ۹۱)

ترجمۂ آیت: "اور اللہ کے عہد کو، جب تم عہد کر چکے ہو، پورا کرو اور قسموں کو اُن کے پختہ کر دینے کے بعد نہ توڑو۔ جس حال میں کہ تم اللہ کو ضامن قرار دے چکے ہو۔ بیشک جو کچھ تم کروگے (یا۔ کرتے ہو) اللہ اُس سے خوب واقف ہے۔"

حسن بن سہل نے مامون کی طرف سے یہ تحریر کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جو کچھ اس تحریر میں مرقوم ہے ان سب کا پورا کرنا امیر المومنین نے اپنے اوپر واجب و لازم کر لیا ہے اور اس پر اللہ کو داعی اور کفیل و ضامن بنایا۔ اور اس پر اپنے ہاتھ سے حبار اور شرط کی تاکید و تشریف کے لیے ماہِ صفر ۲۰۲ھ میں دستخط کیے۔

حضرت امام رضاؑ کی تحریر و توثیق بخطِ خود

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِس تحریر میں جو شرائط مرقوم ہیں اُن سب کا پورا کرنا علیؑ ابن موسٰی رضا نے اپنے اوپر لازم و واجبِ تاکیدی قرار دیا۔ آج کے لیے بھی اور کل کے لیے بھی جبتک وہ زندہ ہیں۔ اور اس پر اللہ کو داعی اور ضامن و کفیل بنایا اور اللہ شہادت کے لیے بہت کافی ہے۔ اور یہ تحریر اپنے ہاتھ سے اسی مہینے اور اسی سنہ میں لکھی اور ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اور دُرود ہو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ہمارے لیے اللہ کافی ہے وہ بہترین وکیل ہے۔ (امام رضا علیہ السلام نے اس تحریر کی تصدیق و توثیق کی)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۵۹ - صہ ۱۵۴)

(۲) مجھ پر ولیعہدی کا احسان نہ جتاؤ

ثمامہ بن اسرشں سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام پر احسان جتایا کہ اُس نے آپ کو اپنا ولیعہد بنایا: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے رسولؐ اللہ کی قرابت کے بہانے سے لیا ہے اُس کو رسولؐ اللہ کی قرابت ہی کی وجہ سے دے بھی دینا چاہیے۔ (عیون اخبار الرضا)

(۳) فضل بن سہل کا امامؑ کو ورغلانا

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن سہل، ہشام بن عمر کو ساتھ لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس پہونچا اور کہا، فرزندِ رسولؐ! میں تنہائی میں آپ سے کچھ بات کرنے آیا ہوں۔ تخلیہ چاہیے۔ جب تخلیہ ہوگیا تو فضل نے آزادی اور طلاق کا ایک ایسا حلف نامہ نکالا جس کا کوئی کفارہ نہ ہو۔ اور ان دونوں نے کہا، ہم لوگ آپ کے پاس اِس لیے آئے ہیں کہ آپ سے حق اور سچی بات کہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ یہ حکومت آپ کی ہے۔ فرزندِ رسولؐ یہ آپ کا حق ہے کہ آپ حکومت کریں۔ ہم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں یہی ہمارے دل میں بھی ہے۔ ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ ہم مامون کو قتل کر دیں گے اور خالص حکومت آپ کی ہوگی۔ آپ کا حق آپ کو مل جائے گا۔ اگر ایسا نہ کریں، تو ہمارے سارے غلام آزاد اور ہماری ساری عورتوں کو طلاق اور تیس۳۰ حج پا پیادہ ہم پر واجب۔

آپ نے اُن کی ایک بات نہیں سنی اور انھیں ڈانٹا، اُن پر لعنت کی اور اُن سے کہا کہ تم لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ لہٰذا اب تمھاری خیر نہیں اور اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو میری بھی خیر نہیں۔

جب فضل نے ہشام کے سامنے امام رضا علیہ السلام کا یہ جواب سنا تو سمجھ گئے کہ ہم نے غلطی کی تو فوراً امام رضا علیہ السلام سے بولے؛ ہم نے تو آپ کو آزمانے کے لیے یہ کہا تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم دونوں جھوٹے ہو۔ جو تم نے کہا وہی تمھارے دلوں میں بھی تھا، مگر میں تمھارے ارادے سے متفق نہیں ہوا۔ اس کے بعد یہ دونوں مامون کے پاس پہونچے اور بولے۔

یا امیر المومنین! ہم دونوں امام رضا علیہ السلام کے پاس اس لیے گئے تھے کہ انھیں آزمائیں۔ اور دیکھیں کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ ہم نے اُن سے یہ کہا۔ اور اُنھوں نے اس کا یہ جواب دیا۔ مامون نے کہا، اللہ تم دونوں کو توفیقِ خیر دے۔ جب یہ دونوں مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو حضرت

امام رضا علیہ السلام، مامون کے پاس تشریف لے گئے اور تخلیے میں مامون کو وہ سب کچھ بتایا جو اُن دونوں نے کہا تھا اور فرمایا کہ آپ اُن سے اپنی جان کی حفاظت کریں۔ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوری تفصیل سُنی تو سمجھ گیا کہ حضرت امام رضاؑ سچ فرماتے ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۶۷)

(۴) ابراہیم بن محمد حسنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے حضرت امام رضاؑ کے پاس ایک کنیز بھیجی، مگر آپ نے اُسے واپس کردیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۷۸)

(۵) فضل بن سہل کا قتل

علی بن ابراہیم نے یاسر خادم سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ:

حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس جب باہر کا کوئی شخص نہ ہوتا تو آپ اپنے تمام متعلق کو اپنے پاس جمع کرتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اُن سب سے محبت وموانست کی باتیں کرتے اور جب دسترخوان پر بیٹھتے تو چھوٹے بڑے سب ہی موجود ہوتے یہاں تک سائیس اور حجام بھی آپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ اُس دروازے کا قفل کھُلا جو مامون اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا، اب تم لوگ جاؤ۔ ہم اُٹھ کر چلے گئے۔ تو مامون آیا، اُس کے ہاتھ میں ایک طویل خط تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے چاہا کہ اُس کی تعظیم کے لیے اُٹھیں کہ مامون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم دیدی کہ آپ اپنی جگہ سے نہ اُٹھیں۔ وہ خود آپ کے سامنے ایک مسند پر بیٹھ گیا اور وہ خط پڑھ کر سُنانے لگا اُس میں کابل کے بعض دیہاتوں کی فتح تحریر تھی کہ ہم نے فلاں فلاں دیہات فتح کرلیے۔ جب وہ سارا خط پڑھ کر فارغ ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اے امیر المومنین! آپ کو مشرکوں کے ایک قریے کی فتح نے خوش کردیا؟ مامون نے کہا، کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا، اے امیر المومنین اُمتِ محمدیؐ کے سلسلے میں آپ اللہ سے ڈریں۔ اللہ نے آپ کو اُمت کی خبرگیری سے ہٹا کر ملک گیری کی خدمت کے لیے معین نہیں کردیا۔ آپ نے مسلمانوں کے اُمور کی ذمہ داریوں کو تو پورا کیا نہیں اس کو دوسرے کے حوالے کردیا جو اُن لوگوں پر حکمِ خدا کے خلاف اپنا حکم چلاتا ہے اور آپ ہیں کہ اِس ملک میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے اُس شہر مدینہ کو چھوڑ دیا جو دار الہجرت تھا، وہاں نزولِ وحی ہوتا تھا۔ آپ کی عدم موجودگی میں وہاں مہاجرین والانصار پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے مومنین کے پاس کچھ نہیں ہے۔

بلکہ بعض لوگوں پر تو ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آجاتے ہیں۔ وہ دانے دانے کو محتاج ہو جاتے ہیں، وہاں کون ہے جس سے وہ اپنا دکھ درد بیان کریں۔ وہ لوگ یہاں آپ تک نہیں پہونچ پاتے۔

لہٰذا، اے امیر المومنین! اُمورِ مسلمین کے سلسلے میں اللہ سے ڈریں اور شہرِ نبیؐ اور مہاجرین و انصار کی آبادی میں واپس چلیں۔ اے امیر المومنین! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مسلمانوں کے والی اور خلیفہ کی حیثیت اُس عمود اور چوب کی ہے جو خیمے کے درمیان میں استادہ ہوتی ہے۔ جو چاہے اُس تک پہونچ جائے۔

مامون نے کہا، پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ اس ملک سے نکلیں اور اپنے آباء و اجداد کے وطن میں واپس چلیں۔ وہاں مسلمانوں کی دیکھ بھال کریں۔ وہاں کے لوگوں کو کسی غیر کے سپرد نہ کریں۔ اللہ آپ ہی سے بازپرس کرے گا، اِس لیے کہ آپ والی ہیں۔

یہ سُن کر مامون اُٹھا اور بولا، ہاں آپ کی رائے بالکل درست ہے اور یہ کہہ کر نکلا اور حکم دیا، کوچ کا سامان کرو۔ جب یہ خبر ذوالریاستین کو پہونچی تو اُسے شدید غم ہوا۔ وہ حکومت پر چھایا ہوا تھا اُس کے سامنے مامون کی رائے بھی اہمیت نہ رکھتی تھی مگر اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اپنے غم کا اظہار کر سکے۔ اِس کے بعد جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے مزید زور دیا تو ذوالریاستین مامون کے پاس آیا اور کہا، یا امیر المومنین! آپ نے جو حکم دیا ہے یہ کس کی رائے سے دیا ہے؟ مامون نے کہا، یہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی رائے ہے اور یہی درست ہے: اُس نے کہا، یا امیر المومنین! یہ رائے درست نہیں ہے۔ ابھی کل کی تو بات ہے کہ آپ نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے اور اُس سے خلافت چھینی ہے۔ آپ کے باپ کی اولادیں آپ کی دشمن ہیں بلکہ عراق، عرب اور آپ کا سارا خاندان آپ کا دشمن ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات آپ نے یہ کر دی کہ ابوالحسن الرضاؑ کو اپنا ولیعہد بنا دیا اور اپنے خاندان سے خلافت نکال کر دوسرے خاندان کو دے دی۔ اِس بناء سارے عوام، علماء، فقہا اور آلِ عباس آپ سے ناراض ہیں اُن کے دل آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ابھی کچھ دِنوں اور خراسان میں قیام کریں تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات نکل جائے اور لوگ آپ کے بھائی محمد امین کے واقعے کو بھول جائیں۔ اے امیر المومنین! یہاں چند اور بھی ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے آپ کے والد ہارون الرشید کی خدمت کی ہے معاملہ فہم ہیں اُن سے بھی مشورہ کر لیجیے اگر اُن کا بھی یہی مشورہ ہو تو بسم اللہ۔

مامون نے پوچھا، مثلاً وہ کون لوگ ہیں؟ اُس نے کہا، علی بن عمران، ابنِ مونس اور

جلودی۔ "یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی ولیعہدی سے انکار کیا تھا، اس پر راضی نہ ہوئے تھے۔ اسی بات پر مامون نے انھیں قید میں ڈال دیا تھا" مامون نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔

دوسرے دن حضرت امام رضا علیہ السلام پھر مامون کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا، یاامیرالمومنین! آپ نے کیا فیصلہ کیا۔ تو مامون نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو کچھ ذوالریاستین نے مشورہ دیا تھا۔

پھر مامون نے حکم دیا کہ وہ لوگ سامنے حاضر کیے جائیں۔ وہ قید خانے سے نکالے گئے اور پہلا شخص جو مامون کے سامنے آیا وہ علی بن عمران تھا۔ اُس نے مامون کے پہلو میں جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بولا۔ خدا کی پناہ یاامیرالمومنین! وہ حکومت جو اللہ نے آپ کو دی اور آپ کے لیے مخصوص کر دی تھی آپ نے اُسے اپنے خاندان سے نکالکر اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں دے دی۔ اور دی بھی اُن ہی کو جن کے آباء واجداد کو آپ کے آباء واجداد نے قتل کیا تھا اور انھیں شہر بدر کیا تھا: مامون نے کہا، اے زانیہ کی اولاد ابھی تو بچ گیا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ پس اُس کی گردن ماردی گئی۔ اب ابنِ مونس آیا اور جب اُس نے مامون کے پہلو میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا تو بولا۔ یاامیرالمومنین! یہ آپ کے پہلو میں جو بیٹھے ہیں، خدا کی قسم یہ بُت ہیں بُت۔ خدا کو چھوڑکر ان کی پوجا کی جاتی ہے: مامون نے کہا، اے ولدالحرام، تو بھی بچ گیا تھا۔ اُس نے جلاّد کو حکم دیا۔ کہ اِس کی بھی گردن ماردو۔ چنانچہ اس کی بھی گردن ماردی گئی۔ اس کے بعد جلودی سامنے آیا۔

(واضح ہو کہ جلودی وہ ہے جو ہاروں رشید کے دورِ حکومت میں تھا۔ جب محمد بن جعفر بن محمدؑ نے مدینے سے خروج کیا تو ہاروں رشید نے اس کو مدینے بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کو پکڑ و تو گردن ماردینا۔ نیز اولادِ ابی طالبؑ کے سارے گھروں کو مسمار کر دینا۔ اور اُن کی عورتوں کے جسموں پر صرف ایک کپڑے کے سوا اور کچھ نہ چھوڑنا۔ جلودی نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ تمام گھروں کو لوٹتا ہوا حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے دروازے پر پہونچا اور آپ کے گھر پر اپنے فوجیوں کے ساتھ ہجوم کیا۔ جب حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے یہ دیکھا تو ساری عورتوں کو ایک مکان میں جمع کر لیا اور خود دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ جلودی نے کہا، امیرالمومنین کے حکم کے مطابق لازم ہے کہ میں گھر کے اندر داخل ہو جاؤں اور عورتوں کے جسموں سے کپڑے تک اتارلوں۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ میں خود عورتوں کے جسموں سے کپڑے اُتار کر تجھے دیے دیتا ہوں اور بہ حلف کہتا ہوں کہ ایک چیز بھی بغیر اُتارے نہ رہوں گا۔ آپ مسلسل اُس سے درخواست کرتے رہے اور بہ حلف کہتے رہے کہ وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اندر تشریف

لے گئے اور عورتوں کے کانوں کے بندے اور پاؤں کے خلخال وغیرہ سب اُتروا کر اُسے دے دیں اور گھر میں جو چیز بھی تھی خواہ بڑی تھی یا چھوٹی سب اُس کے حوالے کر دی۔"

لیکن آج جب جلودی مامون کے سامنے حاضر ہوا، تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، یا امیر المومنین! اِس شیخ کو مجھے بخش دیجیے۔ مامون نے کہا، جناب یہ وہی شخص تو ہے جس نے دخترانِ رسولؐ کے جسموں سے کپڑے اور زیورات تک اُتار لیے تھے۔ جلودی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ مامون سے مصروفِ گفتگو ہیں، مگر وہ اُس کے لیے عفو کی درخواست کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اِس شیخ کو مجھے بخش دیں۔ مگر وہ یہ سمجھا کہ امام رضاؑ مامون کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ اِس لیے کہ وہ مدینے میں آپ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر چکا تھا۔ اُس نے پکار کر کہا، یا امیر المومنین آپ کو اللہ کا واسطہ، میں نے جو آپ کے باپ ہارون رشید کی خدمت کی ہے اُس کا واسطہ، میرے معاملے میں آپ اِن سے کوئی مشورہ قبول نہ کریں: مامون نے کہا، یا ابوالحسن! اب میں معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کی بات نہیں مان سکتا۔ اس نے مجھ کو قسم دے دی ہے: پھر جلودی سے پکار کر کہا۔ خدا کی قسم، میں تمھارے معاملے میں اِن کی بات نہیں مانوں گا اور حکم دیا، اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہونچا دو۔ اُس کو بھی لیجایا گیا اور گردن ماردی گئی۔

اِدھر مامون ڈیرے خیموں کو آگے بڑھانے کا حکم دے چکا تھا۔ ذوالریاستین تو مامون کو اپنا مشورہ دے کر اپنے باپ سہل کے پاس چلا گیا۔ مگر جب مامون نے ان تینوں کو قتل کرا دیا تو وہ سمجھ گیا کہ مامون نے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا۔ یا امیر المومنین! آپ نے ڈیرے خیموں کے آگے بڑھانے کے لیے کیا کیا: مامون نے کہا، یا سیدی! آپ خود ذرا زحمت فرمائیں۔ پس امام رضا علیہ السلام نے لوگوں کو پکار کر فرمایا۔ ڈیرے خیمے آگے بڑھائے جائیں۔ یہ سنتے ہی فوراً لوگوں نے ڈیرے خیمے آگے بڑھانے شروع کیے مگر ذوالریاستین اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا۔ مامون نے آدمی بھیج کر اُسے بلایا اور اُس سے پوچھا، تم گھر میں کیوں بیٹھے ہو؟ کیا چلنا نہیں ہے؟ اُس نے کہا، یا امیر المومنین! میں آپ کے خاندان اور عام مسلمانوں کی نظر میں سب سے بڑا مجرم ہوں۔ لوگ مجھے آپ کے بھائی محمد امین کے قتل اور امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی پر بُرا بھلا کہتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ چغلخور، حاسد اور مخالف آپ سے میرے متعلق لگائی بجھائی کریں گے۔ لہٰذا مجھے یہیں خراسان میں چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کی نیابت کروں گا: مامون نے کہا، نہیں ہمیں تو تمھاری ضرورت ہے اور تمھارا یہ خیال کہ لوگ ہم سے تمھارے متعلق چغلیاں کریں گے تو اس کا مجھ پر کیا اثر ہوگا، اِس لیے کہ تم ہمارے نزدیک باوثوق اور ناصح مشفق ہو اور اگر پھر بھی تمھیں خطرہ ہو تو خود اپنے قلم سے امان نامہ اور ضمانت نامہ لکھ لو جس عبارت میں بھی چاہو، تاکہ تمھیں اطمینان ہو جائے۔

فضل بن سہل گیا، اپنے ہاتھ سے ایک امان نامہ لکھا، علماء کو جمع کیا اور مامون کے پاس آیا، اُسے پڑھ کر سنایا، مامون نے اُس امان نامے کی ہر بات قبول کرلی اور اپنے قلم سے ایک حبا، نامہ لکھا کہ میں نے فلاں فلاں جاگیر، نقد اور اختیار فضل کو دیا۔ تو فضل نے کہا، یاامیرالمومنین اس امان نامے پر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے بھی دستخط ضروری ہیں اِس لیے کہ وہ آپ کے ولیعہد ہیں: مامون نے کہا، تمھیں معلوم ہے کہ اُنھوں نے اپنی ولیعہدی کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ یہ سب کچھ نہ کریں گے۔ لہٰذا میں اُن سے دستخط کے لیے نہیں کہوں گا، تم خود ہی اُن سے بات کرو وہ تمھاری بات کو نہیں ٹالیں گے۔

فضل بن سہل وہ امان نامہ لےکر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا۔

یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم سب ہٹ جاؤ۔ ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ فضل کو اندر بلایا اور وہ آپ کے سامنے کچھ دیر خاموش کھڑا رہا: امام رضا علیہ السلام نے نظر اُٹھائی، اسے دیکھا اور دریافت فرمایا، اے فضل! کیا کام ہے؟ اُس نے کہا، یاسیدی! یہ امان نامہ میرے لیے امیرالمومنین نے منظور فرمایا ہے۔ آپ ولیعہد ہیں اس لیے جو مراعات مجھے امیرالمومنین نے دی ہیں آپ بھی منظور فرما کر دستخط فرما دیجیے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا پڑھو۔ چونکہ امان نامے کی جلد بڑی طویل تھی اس لیے اُس نے کھڑے ہو کر آخر تک پڑھ کر سنا دیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے فضل! ان سب کی پابندی ہم پر اُس وقت تک لازم ہے جبتک تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو:

یاسر کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے فقط اس ایک ہی فقرے پر اُس کا تمام معاملہ ختم کر دیا اور وہ امام علیہ السلام کی خدمت سے نکلا۔ اب مامون نے کوچ کیا، اُن کے ساتھ ہم نے بھی امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ کوچ کیا۔

جب کئی دن کے سفر کے بعد ہم نے ایک منزل پر قیام کیا تو ذوالریاستین اپنے بھائی حسن بن سہل کا ایک خط لےکر آیا۔ جس میں درج تھا کہ "میں نے از روئے علم نجوم اِس سال کی تحویل پر نظر ڈالی ہے۔ اس میں یہ ملا کہ فلاں مہینے میں چہار شنبہ کے دن تم کو لوہے اور آگ سے گزند پہونچے گی۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم اور امیرالمومنین اور حضرت امام رضا علیہ السلام اُس دن حمام جا کر فصد کھلواؤ اور خون اپنے اپنے جسموں پر مَل لو تاکہ نحوست ختم ہو جائے۔ فضل نے مامون کے پاس آدمی بھیجا اور اِس کے متعلق اُسے تحریری اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ بھی میرے ساتھ حمام چلیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہیں۔ مامون امامؑ کو رقعہ لکھا اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ امام رضا علیہ السلام نے جواباً تحریر فرما دیا کہ میں کل حمام نہیں

جاؤں گا اور میری رائے تو یہ ہے کہ یا امیر المومنین آپ بھی کل حمام نہ جائیں، بلکہ میری رائے تو فضل کے لیے بھی یہی کہ وہ بھی کل حمام نہ جائے۔" اِس سلسلے میں طرفین سے دو مرتبہ رقعے آئے۔" بالآخر حضرت امام رضا علیہ السلام نے رقعے کے جواب میں لکھا کہ میں تو کل حمام نہیں جاؤں گا، اِس لیے کہ میں نے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اِس شب خواب میں دیکھا ہے۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ اے علیؑ کل حمام نہ جانا، اور میری رائے یہ ہے کہ یا امیر المومنین آپ اور فضل دونوں کل حمام نہ جائیں۔ مامون نے رقعے کا جواب لکھا، یا سیّدی! آپ نے سچ فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی سچ فرمایا، میں بھی کل حمام نہیں جاؤں گا۔ البتہ فضل اپنے معاملہ میں خود مختار ہے۔

یاسر کا بیان ہے کہ جب شام ہوئی اور سورج غروب ہوگیا تو امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھتے رہو:۔

نعوذ باللہ من شر ما ینزل فی ھٰذہ اللیلۃ

"ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اُس شر سے جو آج کی شب نازل ہونے والی ہے۔"

ہم سب یہ دعا پڑھتے رہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے نمازِ صبح ادا فرمائی اور ہم سے فرمایا، اب بھی یہ دعا پڑھتے رہو:۔

نعوذ باللہِ من شر ما ینزل فی ھٰذا الیوم

"ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اُس شر سے جو آج دن میں نازل ہونے والا ہے۔"

پھر جب آفتاب طلوع ہونے کے قریب ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، ذرا مکان کی چھت پر جا کر سنو کچھ شور و غل سننے میں آ رہا ہے۔ جب میں چھت پر گیا تو سُنا کہ ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ اتنے میں مامون اُس دروازے میں داخل ہوا، جو امام رضا علیہ السلام اور مامون کے گھروں (کمروں) کے درمیان تھا اور یہ کہتا ہوا آیا، یا سیّدی، یا ابوالحسن، فضل کی موت پر صبر کیجیے، اللہ آپ کو اس صبر کا اجر دے گا۔ وہ حمام میں گیا تھا، کچھ لوگ تلواریں لیے ہوئے وہاں پہونچے اور اُسے قتل کر دیا۔ جو لوگ وہاں گئے تھے پکڑے گئے اور وہ تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک فضل کا خالہ زاد بھائی ذوالقلمین بھی گرفتار ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر سردارانِ فوج اور تمام فوجی اور ذوالریاستین کے آدمی مامون کے دروازے پر مظاہرہ اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم نے دھوکے سے حمام میں بھیج کر فضل کو قتل کرایا ہے ہم اس کے خون کا عوض لیں گے۔

مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، یا سیّدی! آپ زحمت فرمائیں اور اس مجمع کو منتشر فرمائیں۔ یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی سواری پر سوار

ہوئے اور مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب ہم دروازے سے نکلے تو حضرت امام رضاؑ نے اُس مجمع پر نظر ڈالی، وہ لوگ آگ لیے ہوئے تیار تھے کہ مامون کے دروازے کو آگ لگائیں گے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجمع سے فرمایا کہ منتشر ہو جاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی سب منتشر ہو گئے۔ یاسر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور آپ نے جس کو چلے جانے کا حکم دیا، وہ فوراً ہی سواری کو ایڑ لگا کر روانہ ہو گیا کوئی بھی وہاں نہیں ٹھہرا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۶۴ تا ۱۵۹)

- ابن قولویہ نے کلینی سے اُنھوں نے علی ابن ابراہیم سے اور اُنھوں نے یاسر خادم سے معمولی سے اختلاف کے ساتھ قریب قریب اسی کے مثل روایت بیان کی ہے۔

(ارشاد شیخ مفیدؒ صـ ۲۹۵ - ۲۹۴) الکافی جلد ا صـ ۴۹۱ - ۴۹۰)

(۶) آپ حکومت کریں میں دُعا کروں

محمد بن ابی عبادہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے۔ جب فضل بن سہل کا کام تمام ہوا اور وہ قتل ہو گیا، تو مامون روتا ہوا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا، اے ابوالحسن! اب اِس وقت ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ اب آپ حکومت کا انتظام سنبھالیں اور میری مدد فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! سلطنت کا انتظام تو آپ ہی کریں البتہ میری دعا آپ کے ساتھ ہے۔ جب مامون چلا گیا۔ تو میں نے حضرت امام رضاؑ سے عرض کیا کہ امیر المومنین نے آپ سے انتظام سنبھالنے کے لیے کہا تو آپ نے انکار کیوں فرمایا آپ کو اِس میں کیا پس وپیش ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وائے ہو تجھ پر، مجھے اِس حکومت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے غمگین دیکھا تو فرمایا۔ تمھارا اس میں کیا فائدہ ہے۔ فرض کرو تمھارے کہنے کے مطابق اگر حکومت اِدھر پلٹ بھی آئے تو تم کو تو اُس وقت بھی مجھ سے اتنا ہی ملے گا جتنا اخراجات کے لیے اب تمھارے ہاتھ میں ہے اور تم میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق تو نہیں ہوگا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۶۴)

(۷) بندہ نہ بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار

الآبی نے اپنی کتاب "نثر الدرّ" میں تحریر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مامون کے دربار میں سوال کیا، یہ فرمائیے کہ "کیا بندے مجبور ہیں؟"

آپ نے فرمایا، خدا عادل ہے یہ ممکن نہیں کہ لوگوں سے جبراً گناہ کرائے اور پھر اس پر اُن کو سزا دے۔ فضل نے کہا، اچھا تو پھر بالکل آزاد ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، اُس کی حکمت سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے بندے کو بالکل آزاد ناقۂ بے مہار بنا کر چھوڑ دے۔

(۸) ـــــــ مامون کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو ایک ہاشمیہ سے مرتکبِ جُرم ہوا تھا۔ مامون کو اُس پر طیش آیا مگر جب نصرانی نے اُس کو بیحد طیش میں دیکھا تو ڈر اور خوف کی وجہ سے کہہ دیا کہ میں اسلام لایا اور مسلمان ہو گیا۔ مامون نے فقہائے دربار سے دریافت کیا کہ اب اس کے بارے میں کیا حکمِ شریعت ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کے سارے گناہ معاف۔ اِس کے بعد مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے یعنی شریعت کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کردیا جائے کیونکہ اُس نے جب یہ دیکھا کہ خطرہ سامنے ہے تو ڈر کے مارے اسلام قبول کرلیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (سورۃ المومن آیت ۸۵-۸۴)

ترجمہ آیت "پھر جس وقت اُنھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے، اب ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو اُس کا شریک بنایا کرتے تھے اب ہم اُن سب سے منکر ہو گئے۔ مگر جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکیں گے تو اللہ کے اِس قاعدے کے مطابق جو اُس کے بندوں میں جاری رہا ہے، اُن کا ایمان لانا اُن کو کوئی فائدہ نہ پہونچائے گا اور کافر وہاں گھاٹے ہی میں رہیں گے۔"

(۹) ـــــــ عمرو بن مسعدہ کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ میں اُنھیں بتاؤں کہ اس کتاب کے متعلق جو بجبر و تقریظ لکھی گئی ہے مجھے کیا حکم ملا ہے چنانچہ میں نے آپ کو بتایا تو آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا، اے عمرو! جس شخص نے رسولؐ کی طرف انتساب کی وجہ سے لیا ہے اُس کو رسولؐ ہی کی نسبت کی وجہ سے دینا بھی چاہیے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ۱۴۲)

(۱۰) عفو کرنے سے عزت بڑھتی ہے

الآبی کا بیان ہے کہ مامون کے دربار میں ایک شخص کو حاضر کیا گیا۔ مامون نے

چاہا کہ اس کی گردن زدنی کا حکم دے ۔ امام رضا علیہ السلام وہاں موجود تھے : مامون نے دریافت کیا، اے ابوالحسنؑ ! آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اس کو معاف کردیں تو اللہ تعالے آپ کی عزت میں اضافہ ہی کرے گا ۔ یہ جواب سُن کر مامون نے اُس کو معاف کر دیا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۱۴۳)

(۱۱) حضرت علیؑ قسیم الجنۃ وَالنّار کیونکر ہیں

ایک مرتبہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا ۔ اے ابوالحسنؑ یہ تو بتائیے کہ آپ کے جدِ بزرگوار حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالبؑ قسیم الجنۃ وَالنّار کیسے ہیں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا، یاامیر المومنین ! کیا آپ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے آباء سے یہ روایت نہیں بیان کی ہے کہ اُنھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ علیؑ کی محبت ایمان ہے اور اُن سے بُغض رکھنا کفر ہے : مامون نے کہا جی ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، پس اس طرح اُنھوں نے جنت وجہنم کو تقسیم کر دیا۔

مامون نے کہا، اے ابوالحسنؑ ! آپ کے بعد اللہ ہمیں باقی نہ رکھے ۔ سچ ہے، "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وارثِ علمِ رسولؐ ہیں"۔

ابوالصلت ہروی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس سے اپنے گھر واپس تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! آپ نے امیر المومنین کو کتنا اچھا جواب دیا : آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابوالصلت وہ جس حیثیت کا تھا اُسی طرح کا میں نے اُسے جواب بھی دیا ۔ ویسے میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے آباء سے اور اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ حدیث سُنی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ "اے علیؑ تم بروزِ قیامت قسیم الجنۃ وَالنّار ہو گے اور جہنم سے کہو گے لے یہ تیرا حصّہ ہے اور یہ میرا حصّہ ہے ۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۱۴۷)

(۱۲) وارثِ کتاب کون ہیں

ریان بن صلت سے روایت ہے ۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام، مامون کے دربار "مقام مرو" میں تشریف لے گئے ۔ وہاں بہت سے علمائے عراق و خراسان بھی جمع تھے ۔ مامون نے اُن علماء سے کہا، آپ حضرات ہمیں اس آیت کا مطلب بتائیں کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں ۔ وہ آیت یہ ہے :۔ " ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ

اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۔ (سورہ فاطر آیت ۳۲)

ترجمہ آیت: "پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا۔"

علماء نے کہا، اِس سے مراد اللہ نے ساری اُمّتِ محمّدیؐ کو لیا ہے: مامون، حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ یا ابوالحسن! آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ ہم نہیں کہتے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس سے مراد رسولؐ کی عترتِ طاہرہ کو لیا ہے۔ اور پھر اس پر آپ نے مختلف آیاتِ قرآنی اور روایات سے دلیل پیش فرمائی: تو مامون و نیز تمام علماء بول اُٹھے کہ اے اہلِ بیتِ نبوّت آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ ساری اُمّتِ محمّدیؐ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، واقعاً جو باتیں ہمارے نزدیک مشتبہ ہوتی ہیں اُن کی شرح و تفسیر ہم آپ حضرات کے سوا کہیں اور نہیں پاتے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

(۱۳) امامؑ کا علماء سے مناظرہ

حسن بن محمد نوفلی ہاشمی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام، مامون کے پاس تشریف لائے تو مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تمام مباحثہ کرنے والے مثلاً جاثلیق راس الجالوت، صابئین کے رؤسا، ہربذ اکبر، اصحابِ زردشت ونسطاس رومی اور متکلمین کو جمع کرو تاکہ امام رضا علیہ السلام اور اُن لوگوں کی گفتگو اور بحث سُنی جائے۔ بموجب حکم فضل بن سہل نے سب کو جمع کیا اور مامون کو اُن کے جمع ہونے کی اطلاع دی۔ مامون نے کہا، اچھا ان سب کو میرے پاس لاؤ۔ جب سب حاضرِ دربار ہوئے تو مامون نے اُن سب کو مرحبا اور خوش آمدید کہا، اور ان سے بولا۔

میں نے آپ لوگوں کو ایک امرِ نیک کے لیے جمع کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے ایک چچازاد بھائی مدینے سے میرے پاس تشریف لائے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ان سے مناظرہ اور مباحثہ کریں۔ لہٰذا کل صبح سویرے ہی ہمارے پاس آجائیں کوئی غیر حاضر نہ ہو جائے۔ اُنھوں نے بسر و چشم قبول کیا اور کہا یا امیرالمومنین ہم سب کل صبح ہی حاضر ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حسن بن نوفلی کا بیان ہے کہ ادھر ہم حضرت امام رضا علیہ السلام سے مصروفِ گفتگو تھے کہ یاسر خادم حاضرِ خدمت ہوا جس کو مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ اُس نے عرض کیا، یا سیدی! امیرالمومنین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا بھائی آپ پر قربان، ہمارے پاس مختلف مذاہب کے کچھ علماء اور متکلمین آئے ہوئے ہیں

اگر آپ ان سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں تو کل صبح تشریف لائیں اور اگر آپ ان سے گفتگو کرنا ناپسند فرمائیں تو زحمت نہ فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم سب ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ ہمارے آنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، امیر المومنین سے میرا سلام کہو اور یہ کہدو کہ ہمیں معلوم ہے کہ تمھارا کیا ارادہ ہے۔ ہم کل صبح انشاء اللہ تعالیٰ خود وہاں آئیں گے۔

حسن بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ جب یاسر واپس چلا گیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام میری متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے نوفلی! تم عراق کے رہنے والے اور عراقی لوگوں میں رقت ہوتی ہے غلظت نہیں ہوتی۔ جانتے ہو کہ تمھارے ابن عم نے ہمارے لیے یہ جو اہلِ شرک و مناظرین کو جمع کیا ہے اُن کا کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، وہ آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے، اور یہ جاننا چاہتا ہے کہ آپ کا مبلغِ علم کیا ہے۔ مگر اس کے لیے اُس نے یہ اپنی عمارت سُست اور کمزور بنیاد پر تعمیر کی ہے۔ اور خدا کی قسم اُس نے جو کچھ کیا غلط کیا ہے: آپ نے دریافت فرمایا کس بنیاد پر اُس نے یہ منصوبہ بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا، بات یہ ہے کہ اصحابِ کلام اور اہلِ بدعت تو علماء کے خلاف ہیں۔ اِس لیے کہ علماء تو صرف اُن ہی باتوں سے اِنکار کرتے ہیں جو اِنکار کے لائق ہیں لیکن یہ اصحابِ مقالات، متکلمین، اہلِ شرک، اہلِ کفر اور اہلِ بہتان، اِن کا تو کوئی ٹھیک نہیں ان کے سامنے اگر اللہ کی وحدانیت کی دلیلیں پیش کی جائیں تو وہ کہیں گے کہ ہاں درست ہے۔ اللہ ایک ہی ہے اور جب کوئی یہ کہے کہ محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ تو وہ فوراً کہیں گے کہ آپ اُن کی رسالت ثابت کیجیے۔ اور اسی میں وہ آدمی کو پریشان کر دیتے ہیں۔ وہ غریب دلیل پر دلیل دیتا ہے اور یہ سب اس کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالآخر وہ بیچارہ چپ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں آپ پر قربان آپ ان لوگوں کے ساتھ مباحثے سے پرہیز فرمائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میری یہ بات سُنکر آپ نے تبسم فرمایا، اور پھر کہا اے نوفلی! کیا تمھیں اس کا خوف ہے کہ وہ میری دلیلوں کو کاٹ کر مجھے لاجواب کر دیں گے؟ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم مجھے آپ سے یہ ڈر نہیں کہ آپ اُن کے سامنے لاجواب ہو جائیں گے۔ بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ آپ کو اُن پر فتحیاب فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر آپ نے فرمایا، اے نوفلی کیا تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مامون کب اپنے اِس منصوبے پر نادم ہو گا؟ میں نے کہا، جی ہاں، آپ نے فرمایا جب وہ میری دلیلوں کو اہلِ توریت کے سامنے توریت سے سُنے گا، اہلِ انجیل کے سامنے انجیل سے۔ اہلِ زبور کے سامنے زبور سے۔ صابئین کے سامنے عبرانی زبان میں اہلِ ہرابذہ کے سامنے ان کی فارسی زبان میں اہلِ روم کے

سامنے اُن کی رومی زبان میں بلکہ ان تمام مباحثہ کرنے والوں سے اُن ہی کی زبانوں میں بحث کو سُنے گا اور یہ دیکھے گا کہ میں اُن لوگوں میں سے ہر ایک کی دلیلیں کاٹ کر پھر اپنے مقصد پر آگیا ہوں تب اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جس مقام پر وہ بیٹھا ہے اُس کا مستحق نہیں ہے پھر اُس کو شرمندگی وندامت ہوگی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (اور نہیں ہے (کوئی) قوت و طاقت مگر خدائے بزرگ و برتر کی عطا کردہ۔)

الغرض جب صبح نمودار ہوئی تو فضل بن سہل حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی کہ میں آپ پر قربان آپ کے ابنِ عم آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور تمام حضرات جمع ہیں۔ وہاں تشریف لیجانے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو، میں انشاء اللہ وہیں آرہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز کے لیے وضو فرمایا اور ستّو کا شربت نوش فرمایا اور ہمیں پلایا اور مامون کے دربار میں جانے کے لیے بیت الشرف سے برآمد ہوئے ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب مامون کے دربار میں پہونچے تو دیکھا کہ سارا دربار لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ محمد بن جعفر طالبین اور ہاشمیین کی جماعت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تمام سردارانِ حکومت بھی دربار میں موجود ہیں۔

مامون نے جیسے ہی آپ کو دیکھا، تعظیماً کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی محمد بن جعفر اور تمام بنی ہاشم بھی کھڑے ہو گئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے قریب تشریف فرما ہوئے اور یہ لوگ جبتک ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں ملا، کھڑے رہے۔ پھر کچھ دیر تک مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی جانب متوجہ رہا اور آپ سے گفتگو میں مصروف رہا، اس کے بعد وہ جاثلیق کی طرف ملتفت ہوا اور کہا۔ اے جاثلیق! یہ میرے ابنِ عم علیؑ ابن موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ یہ ہمارے نبیؐ اکرمؐ کی دخترؑ، فاطمہ زہراؑ اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اولاد ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم ان سے انصاف کے ساتھ مکالمہ اور مباحثہ کر لو۔

جاثلیق نے کہا، یا امیر المومنین! میں ان سے کیا مباحثہ کروں۔ جو دلیل بھی یہ پیش کریں گے وہ اُسی کتاب سے ہوگی جس کے ہم منکر ہیں اور ایسے نبی کے اقوال پیش کریں گے جن کو ہم نہیں مانتے: امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے نصرانی! اگر میں تیرے سامنے انجیل سے دلائل پیش کروں تو کیا تو اقرار کرے گا؟ جاثلیق نے کہا، ہماری کیا مجال ہے کہ جو انجیل کہے اور ہم اس کو نہ مانیں۔ ہاں خدا کی قسم ہم اسے تسلیم کریں گے خواہ وہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے اس کے سامنے انجیل کے بعض حصّوں کی تلاوت

کی اور یہ ثابت کیا کہ ہمارے نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تذکرہ اس میں موجود ہے۔ پھر حضرت عیسٰیؑ کے حواریین کی تعداد بتائی، ان کے حالات بیان فرمائے اور اس کے علاوہ بہت سی دلیلیں پیش کیں کہ جن کا اُس نے اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ نے اُس کے سامنے شعیا وغیرہ کی کتاب کی تلاوت فرمائی، یہانتک کہ جاثلیق نے لاجواب ہو کر کہا، اچھا اب آپ سے کوئی دوسرے صاحب سوال کریں گے۔ حضرت عیسٰی مسیح کی قسم مجھے تو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا مسلمان علماء میں آپ جیسے عالم بھی ہو سکتے ہیں۔

پھر آپ راس الجالوت کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کے سامنے توریت و زبور اور کتاب شعیا و حیقوق سے دلائل پیش کیے، یہانتک کہ اُس نے بھی آپ کے علم و بیان سے مرعوب ہو کر اپنی شکست تسلیم کر لی اور مزید گفتگو کرنے سے عاری ہو گیا۔

اِس کے بعد آپ نے ہربذ اکبر کو مخاطب کیا اور اُس کے سامنے بھی دلائل پیش کیے۔ وہ بھی لاجواب ہو کر شرمندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے پورے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا۔ اَیُّھا النَّاس! اگر تم میں سے کوئی اسلام کا مخالف ہے اور کچھ دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ مجھ سے بلا تکلف سوالات کر سکتا ہے۔

(۱۴) عمران صابی کا ایمان لانا

یہ سُن کر عمران صابی کھڑا ہوا، جو متکلمین میں سے تھا۔ اُس نے کہا، اے عالِمِ زمانہ! اگر آپ نے مجھے دعوتِ سوال نہ دیا ہوتا تو میں آپ سے کوئی سوال نہ کرتا۔ میں کوفہ، بصرہ، شام اور الجزائر و دیگر مقامات پر گیا اور وہاں کے متکلمین سے گفتگو کی مگر اُن سے کوئی ایک بھی یہ ثابت نہ کر سکا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کیا اجازت ہے کہ میں آپ سے سوال کروں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اگر اس مجمع میں عمران صابی ہے تو وہ تو ہے: اُس نے کہا، جی ہاں، میں ہی عمران صابی ہوں: آپ نے فرمایا، اچھا اے عمران سوال کرو مگر گفتگو میں انصاف اور سنجیدگی سے کام لینا، اور بیہودہ گوئی سے احتیاط کرنا: اُس نے عرض کیا: یا سیّدی! واقعتاً میرا مقصد بحث نہیں بلکہ حقیقت سے آگاہ ہونا ہے لہٰذا آپ کوئی ایسی دلیل پیش فرمائیں جو میرے دل میں اُتر جائے: آپ فرمایا، اچھا جو چاہو سوال کرو۔

اِس اجتماع میں کافی اضافہ ہو چکا تھا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اُس کے سامنے دلیل پیش کی، گفتگو

طویل ہو گئی یہانتک کہ وقتِ زوال آگیا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا کہ "اب نماز کا وقت آگیا ہے" : عمران نے عرض کیا، یا سیّدی! میرے سوال کو نامکمل چھوڑ کر نہ جائیں میرا دل آپ کے جواب سے متاثر ہو چکا ہے : امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، میں نماز پڑھ کر پھر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اور مامون دونوں چلے گئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے گھر میں نماز پڑھی اور دیگر افراد نے محمد بن جعفر کے پیچھے باہر نماز پڑھی۔

فریضۂ نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اور مامون دونوں برآمد ہوئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئے اور عمران کو آواز دی کہ اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اُس نے صانعِ کائنات اور اُس کے صفات کے متعلق سوال کیا۔

آپ نے اس کا مفصل اور مدلّل جواب دیا۔ جس سے عمران مطمئن ہو گیا، مزید آپ نے فرمایا کہ اے عمران کیا تم سمجھ گئے؟ اُس نے جواب دیا، جی ہاں، یا سیّدی میں سمجھ گیا اور مطمئن ہو کر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا اور اُس کی وحدانیت کو بہ تفصیل سمجھایا، اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے ہیں جو ہدایتِ دینِ حق کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر وہ قبلہ رُخ سجدے میں گر پڑا اور دل سے اسلام لایا۔

• اِن مباحثے کی تفصیل کیلئے کتاب عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۷۷ ملاحظہ فرمائیں

حسن بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ مجمع میں جتنے متکلمین موجود تھے جب اُنھوں نے عمران صابی جیسے مناظر، جس کو آج تک کوئی شخص اپنی دلیلوں سے قائل نہ کر سکا تھا، جب یہ کہتے ہوئے سنا تو کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ بحث کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کے قریب آتا۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام سے کسی نے کوئی سوال نہ کیا۔ اب شام ہو چکی تھی، لہٰذا مامون اور امام رضا علیہ السلام دربار سے اُٹھ کر اندر چلے گئے اور دیگر افراد بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ محمد بن جعفر نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا اور مجھ سے کہا، اے نوفلی! دیکھا تم نے کہ تمھارے دوست نے کیسی کیسی دلیلیں پیش کر کے سب کو لاجواب کر دیا۔ خدا کی قسم میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ علیؑ ابن موسیٰؑ اس قدر علم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مجھے تو ابتک ان کی صحیح معرفت ہی نہ تھی۔ کیا یہ مدینے میں بھی اسی طرح مناظرے اور مباحثے کرتے تھے اور متکلمین و مناظرین ان کے پاس آیا کرتے تھے؟ میں نے کہا ہاں، کبھی کبھی حاجی لوگ بھی آیا کرتے تھے اور اپنے اپنے مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور آپ اُن سب کو اطمینان بخش جواب دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی کوئی بحث و مباحثے کے لیے بھی آجاتا تھا۔

محمد بن جعفر نے کہا، اے ابو محمد! مجھے تو ڈر ہے کہ ان سے یہ شخص (مامون) حسد کرنے

لگے لگا۔ پھر یا تو زہر دے کر شہید کرے گا ورنہ کوئی اور بلا نازل کرے گا۔ لہٰذا ان کو مشورہ دو کہ بس جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، آئندہ اس طرح کے بحث و مناظرہ سے اجتناب کریں اور خاموش رہیں۔

میں نے کہا، وہ میرا مشورہ ہرگز قبول نہ فرمائیں گے۔ اور اُس شخص کا (مامون کا) مقصد تو یہ تھا کہ وہ ان کا امتحان لے اور دیکھے کہ ان کے آباء کے علوم میں سے کچھ ان کے پاس بھی ہے یا نہیں: محمد بن جعفرؒ نے کہا کہ تم جا کر یہ کہو کہ تمھارے چچا کو یہ پسند نہیں اور چاہتے ہیں کہ آئندہ تم مصلحتاً اس طرح کے بحث و مناظرے سے احتیاط رکھو اور خاموش رہو۔

اب جب میں وہاں سے پلٹ کر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور محمد بن جعفرؒ نے جو کچھ کہا تھا وہ سب بیان کیا، تو آپ مسکرائے اور فرمایا۔ "اللہ میرے چچا کو سلامت رکھے۔ اگر وہ مجھ کو پہچان گئے ہوتے تو کبھی اس کو ناپسند نہ کرتے۔ اور فرمایا، اے غلام جا کر عمران صابی کو لے آ۔" میں نے کہا، میں آپ پر قربان (شاید اس کو گھر نہ معلوم ہو) اس کا جائے قیام مجھے معلوم ہے۔ وہ شیعوں میں سے ایک کے مکان میں مقیم ہے: آپ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں اس کے لیے سواری لے جاؤ۔ پس میں جا کر عمران کو بلا لایا۔ آپ نے اُس کی آمد پر مرحبا اور خوش آمدید کہا آپ نے ایک خلعت منگا کر پہنائی اور دس ہزار درہم اس کو عطا فرمائے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان آپ نے تو بالکل وہی کام کیا ہے جو آپ کے جد حضرت امیرالمومنین کیا کرتے تھے: آپ نے فرمایا، ایسا کرنا واجب تھا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ رات کے طعام کے لیے دسترخوان بچھایا جائے: آپ نے مجھے اپنی داہنی جانب اور عمران کو بائیں جانب بٹھایا۔ جب ہم طعام سے فارغ ہوئے تو عمران سے فرمایا، اب جاؤ۔ کل صبح آنا، ہم تم کو مدینہ کا کھانا کھلائیں گے۔

اس کے بعد عمران کے پاس متکلمین اور مناظرین آیا کرتے اور وہ اُن کی ہر بحث کو رد کر دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ اُس سے بحث کرنے سے اجتناب کرنے لگے۔ پھر مامون نے بھی اُس کو دس ہزار درہم دیے اور فضل نے بھی اُس کو کچھ مال دیا۔ اور امام رضا علیہ السلام نے اس کو صدقات بلخ کا والی بنا دیا اور وہ خوشحال ہو گیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۵۴ تا ۱۷۸)

(۱۵) سلیمان مرزوی سے مناظرہ

حسن بن محمد نوفلی سے یہ بھی روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان مرزوی متکلم خراسان، مامون کے پاس آیا۔ مامون اُس کے ساتھ بہت اکرام و احترام سے پیش آیا اور کہا کہ میرے چچازاد بھائی علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام حجاز سے ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں۔

وہ اور اُن کے اصحاب بحث مباحثہ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ آپ ان سے مناظرے مباحثے کے لیے یومِ ترویہ یعنی ۸ ر ذی الحجہ کو ہمارے پاس آجائیں: سلیمان نے جواب دیا۔ یا امیر المومنین مجھے یہ پسند نہیں کہ اُن جیسے شخص سے آپ کے دربار میں تمام بنی ہاشم کے سامنے میں کچھ سوال کروں، اور گفتگو میں قوم کے سامنے اُن کی کمزوری عیاں ہو اور میں اپنی تحقیق اُن کو بتاؤں : مامون نے کہا، میں نے تو تمھاری طرف اس لیے رجوع کیا ہے کہ تمھاری علمی قابلیت مجھے معلوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فقط ایک ہی دلیل سے اُنھیں لاجواب کردو۔ اُس نے کہا، بہتر ہے، یا امیر المومنین! پھر آپ میری اور اُن کی ملاقات کرائیں اور یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔

اس کے بعد مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے رجوع کیا اور کہلا بھیجا کہ مرو سے میرے پاس ایک شخص آیا ہے اور وہ خراسان کے سارے متکلمین میں واحد و یکتا ہے۔ اگر مناسب ہو تو تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

یہ سُن کر حضرت امام رضا علیہ السلام وضو کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ہم سے فرمایا، تم سب پہلے ہی پہونچ جاؤ۔ لہٰذا ہم دربار کی طرف روانہ ہوئے۔ عمران صابی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ جب وہاں پہونچے تو یاسر اور خالد نے میرا ہاتھ پکڑا اور دربار میں لے گیا میں نے مامون کو سلام کیا، اُس نے کہا میرے ابنِ عم ابوالحسن کہاں ہیں اللہ اُن کو سلامت رکھے: میں نے کہا آنحضرت لباس تبدیل فرمارہے ہیں۔ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم سب چلو میں بھی آتا ہوں: پھر میں نے کہا یا امیر المومنین! آپ کا غلام عمران بھی ہمارے ساتھ ہے اور وہ دروازے پر کھڑا ہے: مامون نے پوچھا، کون عمران؟ میں نے کہا وہ صابی جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا: مامون نے حکم دیا، اُس کو بھی بُلالو۔ جب وہ آیا تو مامون نے اُس کو مرحبا کہا۔ اور کہا، اے عمران! اب تو تم بھی بنی ہاشم کے ایک فرد ہوگئے: اُس نے کہا، یا امیر المومنین! اُس خدا کا شکر ہے جس نے آپ حضرات کی وجہ سے مجھے یہ شرف بخشا: مامون نے کہا، اے عمران! یہ سلیمان مروزی متکلم خراسان ہیں: عمران نے کہا، جی ہاں یا امیر المومنین! ان کا خیال ہے کہ یہ خراسان کے سب سے بڑے متکلم اور عالم ہیں مگر عقیدۂ بداء کے منکر ہیں: مامون نے کہا، پھر ان سے مناظرہ کرکے دیکھ لو: عمران نے کہا، یہ تو اِن ہی پر منحصر ہے مجھے انکار نہیں۔

اسی دوران حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا ابھی آپ لوگ کیا گفتگو کر رہے تھے؟ عمران نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ یہ سلیمان مروزی ہیں۔ سلیمان نے کہا، اے عمران! کیا تم اس پر راضی ہو کہ حضرت ابوالحسنؑ سے گفتگو کی جائے: عمران نے

جواب دیا۔ ہاں ہاں، حضرت ابوالحسن علیہ السلام جو کچھ عقیدۂ بداء پر ارشاد فرمائیں گے وہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے مسائلِ توحید میں سے عقیدۂ بداء، اور ارادۂ باری تعالیٰ پر ایسی ایسی دلیلیں پیش کیں کہ سلیمان خاموش ہوگیا اور اُسے جواب کی جرأت نہ ہوئی : مامون نے کہا، اے سلیمان! تمھیں معلوم ہے یہ بنی ہاشم کے سب سے بڑے عالم ہیں؟ گفتگو ختم ہوگئی اور سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مامون کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے آپ کے علم و فضل اور قدر و منزلت کی وجہ سے حسد پیدا ہوگیا تھا اسی لیے وہ مختلف ادیان اور فرقوں کے متکلمین کو تلاش کر کے بُلاتا اور اُن سے مناظرہ کراتا تھا تاکہ وہ کسی سے اپنی شکست تسلیم کرلیں۔ مگر جو بھی آتا وہ آپ کے علم و فضل کا اقرار کر کے جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے کلمے کو بلند رکھے گا اپنے نور کو اتمام کی منزل تک پہونچائے گا اور اپنی حجّت کی مدد کرے گا۔ اور یہ وعدہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ :

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝ (سورۃ المومن آیت ۵۱)

ترجمہ آیت : "ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیوی زندگانی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں اور اُس دن بھی جب گواہیاں پیش ہوں گی۔"

اِس آیت میں وَالَّذِينَ آمَنُوا سے مراد ائمۂ طاہرین علیہم السلام اور ان کے متبعین اور اُن کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد اُن کے مخالفین کے مقابلے میں دلائل کے ساتھ کرتا رہے گا جبتک یہ لوگ دنیا میں ہیں۔ اور اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی اُن کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۷۹ تا ۱۹۱)

۱۶ عصمت انبیاءؑ پر مناظرہ

قاسم بن محمد برمکی نے ہروی سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مناظرے کے لیے تمام مسلم و غیر مسلم متکلمین و مناظرین یہود و نصاریٰ و مجوس و صابئین وغیرہ کو جمع تو ان میں سے جو بھی بحث کے لیے کھڑا ہوتا آپ اس کی دلیل اسی کے گلے میں ڈال دیتے۔

اسی سلسلے میں علی بن محمد بن الجہم کھڑا ہوا اور بولا، فرزند رسولؐ! کیا آپ عصمتِ

انبیاءؑ، کے قائل ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں: اُس نے کہا، مگر آپ قرآن کی اس آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ :-

" وَعَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔" (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۱)

آپ نے اس سلسلے میں جو کچھ اُس نے کہا ان سب کا جواب اس قدر مؤثر انداز میں دیا کہ علی بن محمد بن الجہم رونے لگا۔ اور کہا، فرزندِ رسولؐ! میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ انبیاءِ کرام کے متعلق وہی کہوں گا جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۹۱ تا ۱۹۵)

۱۷۔ مامون اور عصمتِ انبیاءؑ کے متعلق سوالات

حمدان بن سلیمان نے علی بن محمد بن الجہم سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مامون کا دربار بھرا ہوا تھا اور وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام بھی موجود تھے تو مامون نے آپ سے ان تمام احادیث و روایات کے متعلق دریافت کیا جن سے انبیاءؑ کے غیر معصوم ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ آپ نے اُن سب کا جواب دیا، اور مامون آپ کا جواب سُن کر کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعاً فرزندِ رسولؐ اور وارثِ علمِ رسولؐ ہیں۔ کبھی کہتا کہ فرزندِ رسولؐ آپ کا خدا بھلا کرے، کبھی کہتا، یا ابوالحسنؑ! اللہ آپ کے علم میں اور اضافہ فرمائے، کبھی کہتا، یا ابوالحسن! آپ کو اللہ اپنے انبیاءؑ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب آپ اُس کے تمام سوالات کا جواب دے چکے تو مامون نے کہا، فرزندِ رسولؐ آج آپ نے میرے دل کو شفا بخشی اور جو چیزیں مشتبہ تھیں اُن سب کو واضح فرما دیا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے انبیاء اور اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

علی بن محمد بن الجہم کا بیان ہے۔ پھر مامون نماز کے لیے اُٹھا اور محمد بن جعفر جو اُس وقت وہاں موجود تھے، کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوا۔ میں بھی اُن دونوں کے پیچھے پیچھے تھا۔ مامون نے محمد بن جعفر سے پوچھا، تم نے اپنے بھتیجے کو کیسا پایا۔ اُنھوں نے کہا واقعاً عالم پایا، مگر ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کسی اہلِ علم کے پاس تحصیلِ علم کے لیے گئے ہوں: مامون نے کہا، تمھارا بھتیجا اہلِ بیتِ نبیؐ میں سے ہے جن کے متعلق نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود فرمایا ہے۔ "آگاہ رہو کہ میری عترت کے نیک لوگ اور میری نسل کے پاک لوگ بچپن میں سب سے زیادہ حلیم اور بڑے ہو کر سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوتے ہیں تم اُن کو علم سکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ وہ خود ہی تم سب سے زیادہ صاحبِ علم ہیں۔ وہ تمھیں نہ کبھی ہدایت کے دروازے سے نکالیں گے اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کریں گے۔"

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے گھر واپس آ گئے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علی بن محمد بن الجہم ناصبی تھا اور اہلبیتؑ سے بُغض و عداوت رکھتا تھا، اُس سے یہ حدیث مروی ہے جو قابلِ حیرت ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۹۵ تا ۲۰۴)

⑱ حضرت امام رضاؑ اور طلب باراں

مفسر نے حضرت ابو محمد عسکری سے اُنھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے علیؑ بن موسیٰ رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو اُس سال بارش نہیں ہوئی۔ اور مامون کے بعض حاشیہ نشین اور حضرت امام رضاؑ سے تعصب رکھنے والوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ دیکھو! جب سے علیؑ ابن موسیٰ رضاؑ آئے اور ولیعہد مقرر ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر بارش روک دی۔ یہ باتیں مامون تک پہونچیں، تو اُس کو بہت گراں گذرا۔ اُس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ بارش بالکل نہیں ہوئی، کاش آپ دُعاء فرماتے اور بارش ہو جاتی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا۔

مامون نے کہا، پھر کب آپ دُعاء فرمائیں گے۔

یہ گفتگو جمعہ کے دن ہوئی: آپ نے فرمایا کہ دوشنبہ کو۔ اس لیے کہ شبِ گذشتہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس خواب میں تشریف لائے تھے آپؐ کے ساتھ حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام بھی تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے فرزند ذرا انتظار کرو دوشنبہ کے دن صحرا میں جاؤ اور بارش کے لیے دعاء کرو اللہ تعالیٰ پانی برسا دے گا؛ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ خواب تم سب پر ظاہر کر دو تاکہ جو لوگ تم سے ناواقف ہیں اُن کو پتہ چل جائے کہ اللہ کے نزدیک تمھاری کیا قدر و منزلت ہے۔

الغرض جب دوشنبہ کا دن آیا تو آپ صحرا میں تشریف لے گئے۔ ہجومِ خلائق دیکھنے کے لیے پہونچا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس طرح دُعاء شروع کی۔

"اے اللہ، اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم اہلبیتؑ کو بڑا حق عطا فرمایا ہے اور اسی لیے سب لوگ تیرے حکم کے مطابق ہمیں اپنا وسیلہ اور ذریعہ بنا کر تیرے فضل و کرم کی اُمید رکھتے ہیں اور تجھ سے احسان و نعمت کی توقع رکھتے ہیں؛ لہٰذا تو ان لوگوں کو سیراب کر دے ایسی بارش دے جو عام اور جلد ہونے والی ہو، غیر مضر

بھی ہو، لیکن یہ بارش اُس وقت شروع ہو جب یہاں سے سب لوگ چلے جائیں یہانتک کہ اپنے اپنے گھر اور اپنی اپنی منزلوں پر پہونچ جائیں۔"

راوی کا بیان ہے کہ اُس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ یہ دُعا، کرتے ہی فضاؤں میں بادل منڈلانے لگے۔گرج اور چمک شروع ہوگئی۔ اور لوگ بارش سے بچنے کے لیے وہاں سے دوڑنے لگے۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ابھی نہ جاؤ، اپنی ہی جگہ پر رہو کیونکہ یہ بادل تمھارے لیے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر کے لیے ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بادل لوگوں کے سروں سے گذر گیا۔ پھر ایک دوسرا بادل گرج چمک کے ساتھ نمودار ہوا۔ لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا، ابھی جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بادل بھی فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے بادل آتے اور سروں کو عبور کرتے رہے یہانتک کہ دس بار بادل اُٹھے اور ہر مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام یہی فرماتے رہے کہ ابھی نہ جاؤ، یہ بادل تمھارے لیے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔

بالآخر جب گیارہواں بادل اُٹھا تو آپ نے فرمایا۔ ایہا النّاس! لو یہ بادل اللہ نے تمھارے لیے بھیجا ہے اُس نے تم پر بھی کرم فرمایا، اُس کا شکر ادا کرو اور اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی منزلوں پر پہونچ جاؤ۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے اطمینان سے چلے جاؤ، جبتک تم لوگ اپنے گھروں تک نہیں پہونچ جاؤگے یہ بادل یوں ہی تمھارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ اس کے بعد ہی برسے گا۔ یہ فرماکر آپ منبر سے اُترے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق وہ بادل اسی طرح سروں پر منڈلاتا رہا۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں کے قریب پہونچے تو بڑی بڑی بوندیں برسنے لگیں اور اتنی بارش ہوئی کہ سارے گڑھے، تالاب، وادیاں اور صحرا پانی سے پُر باش نظر آنے لگے لوگ کہنے لگے کہ مبارک ہو یہ فرزندِ رسولؐ کی وجہ سے اللہ کا کرم ہوا ہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام برآمد ہوئے۔ سامنے بہت بڑا مجمع تھا۔ آپ نے سب کو خطاب کرکے فرمایا۔ ایہا النّاس! جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے یہ نعمتیں چھن جائیں۔ ان نعمتوں اور بخششوں پر اُس کا شکر ادا کرکے اور اُس کے احکام کی اطاعت کرکے ان نعمتوں کو ہمیشہ باقی رکھنے کی کوشش کرو۔ اور یہ جان لو کہ اللہ پر ایمان لانے اور آلِ محمدؐ کے حقوق کا اعتراف کرنے کے بعد اللہ کا سب سے بہترین شکر، یہ ہے کہ تم اپنے برادرانِ ایمانی میں ایک دوسرے کی مدد اور اعانت کرو جو ان کو جنّت تک پہونچنے کے لیے بطور معبر اور پُل کام دے گا، اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے مخصوص بندوں میں شمار ہوگا۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی فرمایا، جو ایک کہنے والے کو کہنا چاہیے۔ آپ سے کہا گیا تھا کہ یا رسولؐ اللہ! فلاں شخص ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ تو تباہ ہوا، اُس کی نجات تو نہ ہوگی:

آپؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں، اُس کی نجات ہوگی۔ اور اُس کے اعمال کا اختتام نیکی پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو محو فرمادے گا اور ان کے بدلے اُس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ شخص راستہ چل رہا تھا کہ اسے ایک مردِ مومن دکھائی دیا جس کی شرمگاہ کھلی ہوئی تھی۔ اُس بیچارے کو پتہ نہ تھا۔ اِس نے بڑھ کر اُسس کو ڈھانپ دیا اِس خیال سے کہ اس مردِ مومن کو شرمندگی نہ ہو۔ اور اس شخص نے مردِ مومن سے کچھ نہیں کہا، مگر اُس کو راستہ چلتے ہوئے پتہ چل گیا، تو اُس نے اِس شخص کو دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے ثواب میں اضافہ فرمائے، تیری بازگشت مکرّم ہو، تجھ سے حساب کتاب کرنے میں اللہ تعالیٰ نرمی کرے۔ اللہ نے اُس مردِ مومن کی دعاء، اس کے متعلّق قبول فرمائی ہے اور اُس مردِ مومن کی دعاء کی بدولت اُس کا انجام بخیر ہوگا۔

چنانچہ رسولِ مقبولؐ کا یہ قول جب اُس گنہگار شخص تک پہونچا تو اُس نے توبہ کی اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے لگا۔ اور ابھی سات دن بھی نہ گذرے تھے کہ مدینہ کی چراگاہ میں ڈاکہ زنی ہوئی۔ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ڈاکوؤں کے پیچھے ایک گروہ کو بھیجا جس میں یہ مردِ گنہگار بھی تھا اور وہ اس میں شہید ہوگیا۔

حضرت امام محمد تقی ابن حضرت علی ابن حضرت موسیٰ علیہم السلام کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی دُعاء کی برکت سے ملک میں خوشحالی آئی اور مامون کے رشتہ داروں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو چاہتے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے عوض وہ خود ہی ولیعہد بن جائیں۔ نیز مامون کے دربار میں امامؑ سے حسد کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُن ہی میں سے کسی نے مامون سے کہا، اے امیرالمومنین! خدا نہ کرے خلفاء کی تاریخ میں آپ وہ ہوں کہ جس نے اس قابلِ فخر اور شرف عام خلافت کو اولادِ عباس سے نکال کر اولادِ علیؑ میں پہونچادی۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی بنی ہوئی بات بگاڑ دی۔ آپ اس ساحر ابن ساحر کو خلافت میں لے آئے جو گمنامی میں تھا، آپ نے اس کو شہرت دلائی۔ یہ لپست تھا آپ نے اسے بلند کیا۔ لوگ انھیں بھول چکے تھے، آپ نے یاد دلایا۔ اس کا کوئی وزن نہ تھا، آپ نے اس کو گرانقدر بنا دیا۔ اور اس کی دعاء سے یہ جو بارش ہوگئی تو ساری دنیا میں اس کی اور بھی دھوم مچ گئی۔ ہمیں تو سب سے زیادہ خوف اس کا ہے کہ یہ شخص حکومت کو بنی عباس سے نکال کر اولادِ علیؑ میں پہونچا دے گا۔

اور یہی نہیں بلکہ سب سے بڑا خوف یہ ہے کہ یہ آپ سے آپ کی حکومت چھین لے گا۔
بھلا کوئی اپنے اور اپنے ملک کے حق میں ایسی بھی غلطی کرتا ہے جیسی کہ آپ نے کی ہے۔

مامون نے کہا، کیا بتاؤں، یہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ تھے اور درپردہ اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ میں نے چاہا کہ انھیں اپنا ولیعہد بنا لوں تو بجائے اپنی طرف دعوت دینے کے، یہ ہماری طرف لوگوں کو بلائیں گے اور ہمارے ملک اور ہماری خلافت سے متعارف کرائیں گے اور ان کے معتقدین اور شیدائیوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ جس امر کا انھیں دعویٰ ہے وہ بات ان میں تھوڑی سی بھی نہیں ہے۔ اور واقعاً خلافت ہمارا حق ہے ان کا نہیں۔ نیز ہمیں ڈر تھا کہ اگر انھیں اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو کہیں یہ ایسا انقلاب نہ لے آئیں جس کا سدِ باب ہم سے نہ ہو سکے۔ اور ایسی مصیبت ہم نہ نازل کریں جو ناقابلِ برداشت ہو۔ اب تو جو ہم نے کرنا تھا وہ کر چکے، جو ہم سے غلطی ہونی تھی وہ ہو گئی۔ اب ان کے معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دینا جائز نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی منزلت کو آہستہ آہستہ گھٹائیں اور رعایا کے سامنے انھیں اس شکل میں پیش کریں کہ رعایا سمجھ لے کہ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ پھر ہم ایسی تدبیر کریں کہ اس بلا و مصیبت کی جڑ کٹ جائے۔

اُس شخص نے کہا، اے امیر المومنین یہ کام آپ میرے حوالے کریں، میں اُن کے اور اُن کے اصحاب کے دانت کھٹے کر دوں گا۔ میں اُن کی قدر و منزلت کو ایسا گھٹا دوں گا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور واقعاً اگر میرے دل میں آپ کا خوف نہ ہوتا تو میں بہت پہلے یہ کام کر چکا ہوتا۔ اور یہ جو اُن کی وجہ سے بارش ہوئی ہے اُس کا بھی نقص و قصور لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔

مامون نے کہا، میرے لیے اِس سے اچھی اور کون سی بات ہوگی: اُس نے کہا کہ آپ اپنے ملک کے تمام سرداروں، قاضیوں، اور فقہائے روزگار کو جمع کریں۔ میں اُن سب کے سامنے اس کا نقص و قصور بیان کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مامون نے اپنی رعایا میں سے افاضلین کو جمع کیا اور ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کو افاضلین کے سامنے اُن کے مناسب مقام پر بٹھایا۔ اور اُس شخص نے امام رضا علیہ السّلام کی بے حرمتی کرنے کے لیے اس طرح خطاب کرنا شروع کیا۔ ”اے علیؑ بن موسیٰؑ! لوگ آپ کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں اور آپ کے اوصاف کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ انھیں سُنیں تو آپ خود بھی اُن سے برأت کا اظہار کریں گے۔ ان میں سے پہلی صفت تو یہ کہ آپ نے اللہ سے دعا کی اور بارش ہو گئی۔ حالانکہ اس بارش کا وقت مقرر تھا جب وہ وقت آ گیا تو

بارش ہوگئی لیکن لوگوں نے اسے آپ کا معجزہ قرار دے دیا اور طے کرلیا کہ دنیا میں کوئی آپ کا مثل و نظیر نہیں۔ حالانکہ یہ امیر المومنین، اللہ ان کو اور ان کے ملک کو سلامت رکھے، دنیا کے ہر شخص سے بہتر اور افضل ہیں۔ انھوں نے آپ کو اس مرتبے پر پہونچایا ہے، آپ پر ان کا احسان ہے جس کا بدلہ یہ تو نہیں ہے کہ آپ جھوٹوں اور کاذبوں کو چھوڑ دیں کہ وہ آپ کی تعریف اور اِن کے خلاف جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتے پھریں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے جو کرم و احسان مجھ پر فرمایا ہے اگر لوگ اُس کو بیان کرتے ہیں تو اُن کو روکا نہیں جا سکتا، اگرچہ میں خود یہ نہیں چاہتا۔ اور تو نے جو یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھے اِس عہدے پر فائز کیا، تو انھوں نے مجھے بالکل اسی طرح عہدے پر فائز کیا کہ جس طرح بادشاہِ مصر نے حضرت یوسف کو عہدہ پر فائز کیا تھا (فرق صرف اتنا ہے کہ اُنھوں نے خود کہا کہ میں فلاں عہدے پر بہت عمدہ کام کر سکتا ہوں اور میں نے از خود کوئی عہدہ حاصل نہیں کیا بلکہ جبراً عہدہ دیا گیا۔) اور اِس کی تفصیل بہ تمام و کمال تجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے۔

یہ سُن کر حاجب کو غصہ آگیا، اُس نے کہا، اے فرزندِ موسیٰ! دیکھیے! آپ اپنی حد سے بڑھے جا رہے ہیں۔ صرف اِس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے بارش کر دی جس کا ایک وقت مقرر تھا نہ اس سے پہلے بارش ہو سکتی تھی نہ اس کے بعد۔ اور آپ نے اس کو اپنا معجزہ بتا دیا تاکہ اس سے آپ کی شان بڑھ جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ نے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا معجزہ دکھا دیا ہے جو اُنھوں نے چڑیوں کے سر اپنے ہاتھ میں لیکر اُن کے جسم کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دیے اور پھر ہر ایک کو آواز دی تو وہ تیزی سے اُڑتے ہوئے اپنے اپنے سروں سے ملحق ہو گئے۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو آپ اِس قالین پر جو دو شیروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ان کو مجسم اور زندہ کر دیں اور ان سے کہدیں کہ وہ مجھے پھاڑ کھائیں۔ تب میں سمجھوں گا کہ یہ معجزہ ہے ورنہ اِس بارش کا تو وقت وہی مقرر تھا آپ کو یہ حق نہیں کہ یہ دعویٰ کریں کہ بارش آپ ہی کی دعا سے ہوئی۔ اُس وقت اگر کوئی انسان بھی دعاء کرتا تو بارش کو ہونا ہی تھا۔

شیرِ قالین کا مجسّم ہونا

اُس کی یہ بیہودگی سُن کر حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو غصہ آگیا اور قالین پر منقّش شیر کی صورتوں کو حکم دیا۔ "اُٹھو اور اِس فاجر و فاسق کو پھاڑ کھاؤ اور اس طرح کھا جاؤ کہ

اس کی ایک بوٹی بھی نہ باقی رہے۔

یہ حکم سنتے ہی اُن دونوں تصویروں نے ایک مرتبہ ہمہمہ بھرا اور مجسّم شیروں کی شکل اختیار کرلی اور اُس بیہودہ گو حاجب پر جست لگا کر حملہ آور ہوئے اور اس طرح اُس کی تکّہ بوٹی کر کے کھا گئے کہ جس طرح کا حکم امامؑ تھا، یہانتک کہ ہڈیاں بھی چبالیں اور خون تک چٹ کر گئے۔ مجمع حیران و ششدر اور سہما ہوا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

جب یہ دونوں شیر اس سے فارغ ہوئے تو حضرت امام رضا علیہ السلام کیطرف مخاطب ہو کر بولے۔ اے روئے زمین پر اللہ کے ولی! اب آپ کا کیا حکم ہے، اگر اجازت ہو تو اس مامون کو بھی اسی طرح صاف کر دیں جس طرح حاجب کو صاف کیا ہے۔

یہ سُن کر مامون کو غش آگیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، نہیں۔ ٹھہر جاؤ وہ دونوں حکمِ امامؑ کے منتظر رہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ مامون پر عرقِ گلاب چھڑکا جائے اور خوشبو سُنگھائی جائے۔ چنانچہ اُس پر عرقِ گلاب چھڑکا گیا اور وہ ہوش میں آگیا۔ پھر اُن شیروں نے پلٹ کر کہا کہ اگر اجازت ہو تو اِس کو بھی اِس کے ساتھی کے پاس پہونچا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کی مصلحت اسی میں ہے اور وہ پوری ہو کر رہے گی۔ اور حکم دیا، تم دونوں اپنی اصلی صورتوں پر پلٹ جاؤ۔ وہ دونوں قالین کی طرف پلٹے اور پھر تصویر بن گئے۔

اس کے بعد مامون نے سکون کی سانس لی اور کہا، شکر ہے اُس اللہ کا جس نے اس موذی حاجب حمید بن مہران (جس کو شیروں نے پھاڑ کر کھا لیا تھا) سے ہمیں نجات دلائی۔ اور پھر وہ امام رضا علیہ السلام سے بولا۔ فرزندِ رسولؐ! یہ حکومت آپ کے جد رسول اللہؐ کی تھی اور اب آپ کا حق ہے۔ آپ چاہیں تو میں حکومت چھوڑ دوں اور آپ سنبھال لیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر میں چاہوں تو مجھے تجھ سے مانگنے کی ضرورت نہیں اللہ نے اپنی ساری مخلوق کو ہمارا مطیع بنایا ہے جیسا کہ تو نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ ان تصویروں نے میری کس طرح اطاعت کی۔ بس صرف چند جاہل انسان ہیں جو نافرمانی اور سرکشی پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ کی اس میں بھی مصلحت ہے کہ ہمیں صبر کا حکم فرمایا کہ تم پر اعتراض نہ کریں۔ مگر تم نے جو اس سے کہلایا تھا کہ تم نے مجھے ولیعہد اور اپنا نائب بنایا ہے، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے فرعونِ مصر کے نائب حضرت یوسفؑ تھے۔

راوی کا بیان ہے اس واقعہ کے بعد مامون بالکل سُست پڑ گیا اور اس نے حضرت امام رضاؑ کے متعلق وہ فیصلہ (زہر خورانی کا) کیا، جو آپ کو معلوم ہے (دیکھئیے جلد ۱۲ ص ۱۶۷ تا ۱۷۰)

(۱۹) شکریے کی اہمیت

احمد بن عیسیٰ بن زید سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مامون نے مجھے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ اُس بیچارے نے مجھ سے کہا کہ مجھے زندہ رہنے دیجیے۔ میں آپ کا شکر گذار رہوں گا۔

مامون نے کہا، تیری اور تیرے شکریے کی کیا حقیقت و اہمیت ہے۔؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے امیرالمومنین! خدا کا واسطہ۔ کسی کے شکریے کے بعد تو اُسے معاف ہی کر دینا چاہیے۔ چاہے وہ شکریہ تمھاری نظر میں بے حقیقت ہی کیوں نہ ہو۔ اِس لیے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ میرا شکریہ ادا کرو اور جب وہ شکر ادا کرتے ہیں تو انھیں معاف فرما دیتا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۵)

(۲۰) امامؑ کے قتل کا ناکام منصوبہ

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں مامون کی محلسرا میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کو گیا تو وہاں یہ افواہ تھی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام وفات پا گئے ہیں مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ میں ملاقات کی غرض سے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ صبیح دیلمی، مامون کے باوثوق غلاموں میں سے ایک غلام تھا۔ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو بہت زیادہ دوست رکھتا تھا۔ میں نے ناگاہ دیکھا کہ وہی صبیح اندر سے برآمد ہوا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو بولا۔ اے ہرثمہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں مامون کے ہر پوشیدہ و ظاہر باتوں کے لیے اس کا معتمد علیہ ہوں: میں نے کہا، ہاں مجھے معلوم ہے: اُس نے کہا۔ اے ہرثمہ! سنو! مامون نے مجھے اور مجھ ہی جیسے اپنے تیس اور معتمد غلاموں کو رات کا ایک تہائی حصّہ گذر جانے کے بعد بلایا۔ ہم لوگ پہونچے تو دیکھا کہ اتنی شمعیں روشن ہیں کہ رات گویا دن میں تبدیل ہوگئی ہے اور اس کے سامنے بہت سی برہنہ آبدار اور زہر آلود تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔

اُس نے ہم میں سے ایک ایک غلام کو الگ الگ بُلایا اور سب سے زبانی عہد و پیمان لیا۔ اُس جگہ ہمارے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اور یہ کہا کہ یہ عہد کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا وہ کرو گے اور ہرگز اس کے خلاف نہ کرو گے۔ ہم سب نے بہ حلف اس کا اقرار کیا۔ اُس نے کہا، اچھا تو اب تم میں سے ایک ایک تلوار اٹھالے اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے حجرے میں جائے اور اُن کو جس حالت میں بھی پائے کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا سو رہے ہوں، اُن سے کوئی بات بھی نہ کرے، سب ایک ساتھ اُن پر تلواریں

برسائیں، اور اُن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور قیمہ قیمہ کر دیں۔ پھر اُن پر اُن کا بستر اُلٹ دیں اور اپنی اپنی تلواروں کا خون اُن کے بستر سے صاف کر کے میرے پاس واپس آجائیں۔ ہم تمھیں اس کام کے کرنے اور اسے صیغۂ راز میں رکھنے کے عوض درہموں کی دس دس تھیلیاں اور دس دس جاگیریں دیں گے اور جبتک ہم زندہ رہیں گے تم عیش کرو گے۔

صبیح دیلمی کا بیان ہے کہ ہم نے وہ تلواریں اُٹھائیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے حجرے میں داخل ہو گئے اور دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اُلٹے ہوئے کچھ پڑھ رہے ہیں جسے ہم نہ سمجھ سکے۔ پس سارے غلاموں نے اُن پر تلواریں برسانی شروع کر دیں۔ میں نے اپنی تلوار رکھ دی اور کھڑا ہوا سب کچھ دیکھتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُن کو ہمارے آنے کی اطّلاع تھی اور ایسا لباس پہن رکھا تھا جس پر تلوار کارگر نہ ہو۔ اس کے بعد غلاموں نے اُن کا بستر اُن پر لپیٹ دیا اور وہاں سے نکل کر مامون کے پاس پہونچے مامون نے پوچھا تم لوگ کیا کر کے آئے ہو؟ غلاموں نے جواب دیا، یا امیر المومنین جو حکم آپ نے دیا تھا اس پر عمل کر کے آئے ہیں: مامون نے کہا کہ جو کچھ تم نے کیا ہے ہرگز اُس کا اظہار نہ کرنا۔

الغرض جب سپیدیٔ صبح نمودار ہوئی تو مامون اپنی خوابگاہ سے نکل کر اپنی نشست گاہ میں سر برہنہ گریبان چاک کر کے بیٹھا۔ اس حلیے سے اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور وہ تعزیت قبول کرنے کے لیے بیٹھا ہے۔ مگر پھر اچانک پا برہنہ اٹھا، تاکہ امام رضا کا حال دیکھ کر آئے۔ میں اُس کے پاس موجود تھا۔ جب وہ حجرے میں داخل ہونے لگا تو کچھ گنگناہٹ کی آواز سُنی اور رکڑک کر بولا۔ ان کے پاس یہ کون ہے؟ میں نے کہا، یا امیر المومنین! مجھے تو پتہ نہیں: مامون نے کہا، جاؤ اندر جلدی جا کر دیکھو: صبیح کا بیان ہے کہ میں فوراً حجرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے آقا محرابِ عبادت میں اپنے مصلّے پر نماز و تسبیح میں مشغول ہیں۔

میں نے باہر نکل کر کہا، یا امیر المومنین! میں نے تو دیکھا کہ ایک شخص محرابِ عبادت میں نماز و تسبیح میں مشغول ہے: مامون یہ سُن کر کانپنے لگا، اور بولا، خدا تم سب پر لعنت کرے۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا۔ پھر میری طرف رُخ کیا اور کہا۔ اے صبیح! تم اُن کو پہچانتے ہو، جا کر دیکھو کون نماز پڑھ رہا ہے۔ صبیح کا بیان ہے کہ میں اندر داخل ہوا اور مامون اُلٹے پاؤں پھرا۔ جب میں دروازے کی چوکھٹ پر پہونچا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے آواز دی: یا صبیح! میں نے کہا، میرے آقا، میں حاضر ہوں اور یہ کہہ کر میں منھ کے بل گر گیا۔ اور قدم چومے۔ آپ نے فرمایا، اُٹھو، اللہ تم پر رحم کرے۔ اِس کے بعد آپ نے سورۂ توبہ آیت ۳۲ کی تلاوت فرمائی:۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ

اللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ۝

ترجمہ آیت :۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نورِ خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنے نور کو تمام و کمال تک پہونچانے والا ہے خواہ کافر اپنے کتنا ہی ناپسند کریں۔"

صبیح کا بیان ہے کہ میں مامون کے پاس پلٹا تو دیکھا کہ اُس کا چہرہ بالکل سیاہ پڑ گیا ہے۔ (مثل اندھیری رات کے)۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہو کیا دیکھ آئے؟ میں نے کہا، یاامیرالمومنین! خدا کی قسم وہ تو اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ اُنھوں نے مجھے آواز بھی دی اور یہ سب کچھ کہا بھی۔ یہ سُن کر اُس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیے اور حکم دیا، میرے لیے لباس لاؤ۔ پھر حکم دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ انھیں غش آگیا تھا۔ اب ٹھیک ہیں۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں نے اللہ کا بہت بہت شکر ادا کیا۔ اس کے بعد میں اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ آپ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا اے ہرثمہ! جو کچھ تم سے صبیح نے کہا ہے وہ کسی دوسرے سے نہ بیان کرنا، مگر اس سے بیان کر دینا جس کے دل میں ہم اہلبیتؑ کی محبت ہے: میں نے عرض کیا۔ آقا بہتر ہے۔ پھر فرمایا اُن کی کوئی چال ہمیں نقصان نہیں پہونچا سکتی جبتک کہ مدّتِ حیات ختم نہ ہو جائے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۴ - ۲۱۶)

(۲۱) سادات اور غیرِ سادات میں بنیادی فرق

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ روایت میں ہے کہ جب مامون خراسان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام بھی اُس کے ساتھ تھے۔ درمیانِ راہ میں مامون نے کہا، یا ابوالحسن میں بہت سوچنے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ آپ کے اور میرے معاملات نسب و فضیلت میں ہم دونوں ایک ہیں دونوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ ہمارے اور آپ کے شیعوں اور ماننے والوں میں جو اختلاف ہے وہ محض حرص و ہوس اور عصبیت کا نتیجہ ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ تمھاری اس بات کا ایک جواب ہے، اگر کہو تو بیان کر دوں، ورنہ خاموشی اختیار کروں۔

مامون نے کہا کہ میں نے یہ بات اسی لیے کہی ہے تاکہ پتہ چلے کہ آپ کی معلومات اس سلسلے میں کیا ہیں؟ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: یاامیرالمومنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ، بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر سے اس دنیا میں فانی تشریف لے آئیں اور وہ تمھاری بیٹی سے عقد کرنے کے لیے تم کو

پیغام دیں تو کیا تم اُن سے اپنی بیٹی کا عقد کر دو گے ؟ مامون نے کہا، سبحان اللہ! بھلا کوئی شخص رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بات ٹال سکتا ہے : امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا، اِس مسئلے میں تمھاری کیا رائے ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے شرعاً کیا یہ بھی جائز ہے کہ وہ ہماری بیٹی سے عقد کا پیغام دیں ؟ یہ سُن کر مامون خاموش ہو گیا پھر ذرا ٹھہر کر بولا۔ ہاں خدا کی قسم ! آپ حضرات کا رسول اللہؐ سے زیادہ قریبی رشتہ ہے۔

(کتاب عیون والمجالس سیّد مرتضیٰ علیہ الرحمۃ)

(۲۲) حضرت علیؑ از روئے قرآن نفسِ رسولؐ ہیں

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ایک دن مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا۔ آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی جو سب سے بڑی فضیلت ہو اُسے قرآن سے ثابت کریں :

آپ نے فرمایا، اُن حضرت کی ایک فضیلت تو آیۂ مباہلہ ہی سے ثابت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ ..... الخ (آلِ عمران آیت ۶۱) تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو بُلایا۔ وہ دونوں آنحضرتؐ کے اَبْنَاءَ تھے۔ حضرت فاطمہ زہرا کو بُلایا۔ وہ اس جگہ آپ کی نِسَآءَ تھیں اور حضرت امیر المومنینؑ علیؑ کو بُلایا۔ تو وہ بحکمِ خدا آنحضرتؐ کے نفس قرار پائے۔ اور یہ طے ہے کہ تمام مخلوقات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے افضل ہیں۔ تو اِس کا لازمی نتیجہ ہے کہ از روئے قرآن، رسولؐ کے نفس سے بھی مخلوقات میں کوئی افضل نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا، مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ اس آیت میں اللہ نے اَبْنَاءَ جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے مگر رسولِ مقبولؐ نے صرف اپنے دونوں ہی فرزندوں کو بُلایا، اور نِسَآءَ بھی جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے مگر رسولؐ اللہ نے صرف اپنی اکیلی بیٹی کو بُلایا، اسی طرح اَنْفُسَنَا بھی جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے اور اس سے مراد صرف رسول مقبولؐ کا خود اپنا ہی نفس اور اپنی ذات ہو کوئی دوسرا مراد نہ ہو۔ ایسی صورت میں حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام کی کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔ جیسا آپ فرماتے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اِس لیے کہ بُلانے والا کسی غیر کو بُلایا کرتا ہے خود اپنی ذات کو نہیں بُلاتا۔ حکم دینے والا کسی اپنے غیر کو حکم دیتا ہے خود اپنی ذات کو حکم نہیں دیتا۔ اس لیے یہ درست نہیں

کہ رسولؐ اللہ نے خود اپنی ذات کو بُلایا تھا، اور چونکہ مباہلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے اور کسی مرد کو نہیں بُلایا۔ اِس بات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی از روئے کتاب اللہ (قرآن مجید) آنحضرتؐ کے نفس ہیں اور اُن ہی کے بُلانے کا حکم قرآنِ مجید میں رسولِ اکرمؐ کو ملا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مامون نے کہا کہ جب جواب مل گیا تو سوال بھی خود بخود ختم ہوگیا۔

(کتاب عیون والمجالس سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ)

بحار الانوار

باب ۱۴

مامون کا اہلِ بیتؑ کے مخالفین
سے بحث ومناظرہ

(۱) مامون کے متعلق امامؑ کا ارشاد

اسحاق بن حمّاد سے روایت ہے کہ مامون صرف حضرت امام رضا علیہ السلام کو خوش کرنے اور قربت جتانے کے لیے اہلبیت علیہم السّلام کے مخالفین سے مباحثوں اور مناظروں کی مجالس منعقد کیا کرتا اور اُن میں حضرت علیؑ امیر المومنین کی امامت اور تمام صحابہ پر آپ کی فضیلت کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے معتمد اور باوثوق اصحاب سے یہ بتا دیا کرتے تھے کہ دیکھو! مامون کی باتوں سے دھوکہ نہ کھا جانا۔ بخدا یہی میرا قاتل ہے لیکن ہمیں ابھی اُس معیّنہ اجل تک صبر کرنا ہے۔

(۲) مخالفینِ اہلبیتؑ سے مامون کا مناظرہ

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن اکثم قاضی کو کہتے ہوئے سُنا کہ مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں محدّثین، متکلّمین اور مناظرین کی ایک جماعت فراہم کر دوں تو میں نے محدّثین و متکلّمین دونوں قسم کے تقریباً چالیس افراد جمع کر دیے اور پھر اُن سب کو لے کر دربار میں پہونچا اور انھیں دربان کے پاس بٹھا کر میں اندر گیا تاکہ اُنھیں یہ بتا دوں کہ یہ لوگ کس مرتبے اور منزلت کے ہیں۔ مامون نے یہ سُن کر کہا اچھا ان سب کو میرے سامنے لاؤ۔ میں نے انھیں دربار میں حاضر کیا، تو مامون نے اُن سے بڑے اخلاق سے گفتگو کی اور کہا، میں چاہتا ہوں کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اُس حجت کو تمام کر دوں جو مجھ پر عند اللہ فرض ہے۔ لہٰذا اب آپ حضرات میں سے جن صاحب کو اپنی ضروریاتِ بشری سے فارغ ہونا ہو وہ فارغ ہو جائیں؛ اپنے موزے اور ردائیں اُتار کر بے تکلف بیٹھ جائیں۔ چنانچہ جب وہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے تو مامون نے اُن سے خطاب کیا۔

حضرات! میں نے آپ کو آج اِس لیے زحمت دی ہے کہ آپ سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کروں اور آپ سے بھی اُمید ہے کہ ہمہ تن گوش ہو کر اس گفتگو کو سنیں۔

مامون: سُنیے! میں ایک شخص ہوں جس کا دعویٰ ہے کہ "بعد از نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ خیر البشر اور افضلِ خلائق ہیں۔ اگر آپ حضرات کے نزدیک بھی میرا یہ دعویٰ سچا ہے تو اِس کی تصدیق و تائید کریں ورنہ اسے رد کریں۔ اور اب اِس سلسلے میں اگر آپ کہیں تو میں چند سوالات کروں یا آپ حضرات مجھ سے سوالات پوچھ سکتے ہیں

پہلا محدّث : ہم آپ سے سوال کریں گے "۔

مامون : بہتر، مگر آپ حضرات اپنے حلقے میں سے ایک کو گفتگو کے لیے منتخب کر لیں تاکہ صرف وہی بات کرے باقی سب سُنتے رہیں۔ البتہ اس کے بعد اگر کوئی اور شخص مزید گفتگو کرنا چاہے تو وہ اُس کی کمی کو پورا کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک محدّث نے بحث کا آغاز اِس طرح کیا۔

محدّث : یا امیر المومنین! ایک متفق علیہ روایت کی بناء پر ہمارا یہ دعوٰی ہے کہ بعد از نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُمّت میں سب سے بہتر ابوبکر صدیق ہیں اور وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، تم لوگ میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی اقتداء کرنا۔ پس جب خود نبی اُمتؐ نے یہ حکم دے دیا کہ ان دونوں کی اقتداء کرنا، تو پھر بحث ختم۔ آنحضرتؐ اُسی کی اقتداء کا تو حکم دینگے جو لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا"۔

مامون : یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے پاس روایات بیشمار ہیں۔ لہٰذا اب اس کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ساری روایتیں صحیح تسلیم کر لی جائیں۔ یا ساری روایتیں غلط مان لی جائیں۔ یا بعض روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے اور بعض کو غلط۔ اگر ہم ساری روایتوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو سب کی سب اپنے آپ ہی باطل ہو جاتی ہیں۔ اِس لیے کہ ان میں سے بعض روایتیں بعض کی نقیض اور ضد ہیں۔ اور اگر تمام روایتوں کو غلط کہتے ہیں تو سارا دین ہی غلط ہو جائے گا اِس لیے کہ شرعی احکامات کا سارا دارومدار تو روایات ہی پر ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بعض روایات صحیح ہیں اور بعض غلط۔ تو اب ضرورت اس بات کی ہوگی کہ کسی محکم دلیل کے ذریعے سے صحیح روایت کو صحیح ثابت کیا جائے اور پھر اس کے خلاف جو روایات ملیں اُن کی نفی کر دی جائے یعنی جو روایات دلیلوں سے صحیح ثابت ہوں اُن پر اپنے عقیدے اور عمل کی بنیاد قائم کی جائے۔

لہٰذا آپ نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے اُس کی صحت کی دلیلیں ہی غلط ہیں اور وہ اس طرح کہ یہ امر مسلّم ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمام صاحبانِ حکمت میں سب سے بڑھ کر صاحبِ حکمت ہیں اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ سچے ہیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ آپؐ کسی ناممکن اور محال امر کا حکم فرمائیں اور لوگوں کو

مجبور کریں کہ وہ دیانتداری کے خلاف عمل کریں اور آپ کی پیش کردہ روایت میں یہی بات نظر آتی ہے۔ اس روایت میں جن دو افراد کا ذکر ہے ان کو چاہیے کہ وہ دونوں ہر جہت سے ایک ہوں یعنی شکل وصورت میں ایک ہوں اور تمام صفات میں ایک ہوں۔ پھر اگر ایسا ہو گا تو دو افراد کو دو کیسے کہا جائے گا وہ تو ایک ہی ہوئے۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ دو چیزیں تمام جہات سے ایک ہوں اور پھر ان کو دو کہا جائے۔ اور اگر وہ دونوں مختلف ہیں تو بیک وقت دونوں کی اطاعت کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے۔ اِس لیے کہ ایک کی پیروی دوسرے کی مخالفت پر منتج ہو گی اور ان دونوں میں اختلاف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اہلِ ردّہ کو قید کا حکم دیا اور حضرت عمر فاروق کی رائے تھی کہ انھیں آزاد کر دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے مالک بن نویرہ کے قتل کے جرم میں خالد بن ولید کو معزول کرنے کا مشورہ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اُن کی بات نہ مانی۔ حضرت عمر فاروق نے متعہ کو حرام قرار دیا اور حضرت ابوبکر نے متعہ کو اپنے دور میں جاری رکھا۔ حضرت عمر فاروق نے بیت المال سے لوگوں کے وظیفے مقرر کیے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے بعد کے لیے اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا، مگر حضرت عمر فاروق نے ایسا نہیں کیا، بلکہ یہ معاملہ شوریٰ پر چھوڑا۔ اور اس طرح ان دونوں میں اختلاف کی مثالیں بیشمار ہیں۔ پھر دونوں کی اقتدار کیسے ممکن ہو گی؟ یہ سن کر وہ محدث تو خاموش ہو گیا۔

دوسرا محدّث: مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل منتخب کرتا تو حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب کرتا۔

مامون: یہ بھی ناممکن، اِس لیے کہ آپ ہی لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں سے ایک کو دوسرے کا بھائی بنانے کے لیے منتخب فرمایا مگر حضرت علیؑ کو چھوڑ دیا۔ اور جب حضرت علیؑ نے آپؐ سے اس کا سبب معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "اے علیؑ میں نے تمھیں اپنے لیے منتخب کیا ہے" پس آپ حضرات کی یہ روایت اور وہ روایت (جو اوپر بیان ہو چکی) دونوں کس طرح صحیح ہو سکتی ہیں؟ ایک ہی صحیح ہو گی اور دوسری غلط۔ چنانچہ یہ جواب سن کر وہ بھی خاموش ہو گیا۔

تیسرا محدث: جنابِ عالی۔ مگر حضرت علیؑ نے تو برسرِ منبر خود کہا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد اس اُمّت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

مامون: آپ خود سوچیے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اِس لیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ان دونوں حضرات کو سب سے بہتر سمجھتے تو ان دونوں کو کبھی عمرو بن عاص کے اور کبھی اُسامہ بن زید کے ماتحت نہ کرتے۔ اور اس روایت کی تکذیب تو حضرت علیؑ کا یہ قول کر رہا ہے کہ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں آنحضرتؐ کی جانشینی کا سب سے زیادہ حقدار تھا، مگر میں نے سوچا کہ یہ لوگ ابھی ابھی تو چند دن پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔ اگر میں اُلجھوں گا تو یہ پھر کہیں کافر نہ ہو جائیں۔ نیز حضرت علی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں ہم سے بہتر کیسے ہو سکتے ہیں۔ میں ان دونوں کے اسلام لانے کے پہلے سے اللہ کی عبادت کرتا رہا اور ان دونوں کی وفات کے بعد بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہوں۔ یہ سُن کر وہ لاجواب ہوا۔

چوتھا محدّث: مگر یہ روایت بھی تو ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور کہتے تھے۔ کیا کوئی ہے جو مجھ سے یہ عہدہ لے لے اور میں اس کے حق میں دستبردار ہو جاؤں؟ تو اُس موقع پر حضرت علیؑ نے کہا کہ جب آپ کو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مقدّم کیا ہے تو پھر آپ کو مؤخر کون کر سکتا ہے۔

مامون: مگر یہ روایت بھی درست نہیں۔ اِس لیے کہ حضرت علیؑ تو حضرت ابوبکر کی بیعت سے خود ہی کنارہ کش رہے اور آپ ہی لوگوں کی روایات میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی وفات تک حضرت علیؑ بیعت سے کنارہ کش رہے بلکہ حضرت فاطمہ زہراؑ یہ وصیت بھی کر کے فوت ہوئی تھیں کہ مجھے شب کے اندھیرے میں دفن کرنا تاکہ یہ دونوں میرے جنازے کو نہ دیکھ سکیں۔

اور ایک دوسری دلیل اِس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ اگر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُن کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے تو پھر انھیں جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے حق میں دستبردار ہوں۔ اور انھیں کیا حق تھا کہ وہ ایک انصاری سے یہ کہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر حضرت ابوعبیدہؓ یا حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا کر خود خلافت سے دستبردار ہو جاؤں۔ جواب معقول تھا اس لیے وہ بھی خاموش ہو گیا۔

پانچواں محدّث: ایک روایت میں یہ بھی تو ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پوچھا۔ اللہ کے نبیؐ عورتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا، عائشہ۔ پھر پوچھا۔ اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا، ان کے باپ۔

مامون: یہ روایت بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کے پاس یہ ایک بہت مشہور اور متواتر روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے ایک بھنا ہوا طائر دکھا گیا۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ پروردگارا! جو تیرے نزدیک ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخص ہو اُس کو اِس وقت بھیج دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو بھیج دیا۔ آپ ہی بتائیں کہ اس متواتر روایت کے سامنے آپ کی پیش کردہ روایت کو کس طرح قبول کیا جائے۔

چھٹا محدّث: حضرت علیؑ نے تو خود ہی کہا ہے کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ فاروق پر افضلیت دے گا اُس کو میں اتنے تازیانے لگاؤں گا جتنی کہ ایک جھوٹے اور مفتری پر حد جاری کی جاتی ہے۔

مامون: یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ ایسا کہیں کہ جس پر از روئے شرع کوئی حد نہیں اُس پر میں حدِ شرع جاری کروں گا۔ اِس طرح تو اُنھوں نے خود حدودِ الٰہی سے تجاوز اور حکمِ خدا کے خلاف کیا۔ اِس لیے کہ ان دونوں سے کسی کو افضل سمجھنا کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور پھر آپ لوگوں نے تو خود خلیفۂ اوّل سے روایت کی ہے کہ مجھے تم نے اپنا والی تو بنا دیا ہے مگر میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جو اپنے لیے یہ اعلان کر رہے ہیں یا حضرت علیؑ جو حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ کہہ رہے ہیں (جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے) اور ان دونوں حدیثوں میں جو تناقص و تضاد ہے وہ تو اپنی جگہ ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو کس حد تک۔؟ اگر سچے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُنھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ بذریعہ وحی؟ تو وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا۔ اب یہ کہ وہ خود اپنی ہی نظر میں ایسے تھے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے متعلق مشکوک تھے اور اگر وہ اپنے اس قول میں سچے نہ تھے تو ایسا شخص جو مسلمانوں

کا والی ہو، جو احکامِ اسلام کے نفاذ کا ذمّہ دار ہو، جو مسلمانوں پر حدودِ اسلامی جاری اور وہ کاذب ہو۔ یہ عجیب بات ہے۔ یہ جواب سُن کر وہ بھی خاموش ہوگیا۔

ساتواں محدّث: مگر حدیث میں یہ بھی تو آیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، یہ دونوں جنّت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

مامون: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمانا بھی ممکن نہیں۔ اِس لیے کہ جنّت میں بڑھاپا نہیں ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا، اے ضعیفہ تجھے خبر بھی ہے کہ کوئی بوڑھی عورت جنّت میں داخل نہ ہوگی۔ یہ سُن کر وہ رونے لگی۔ آپ نے فرمایا، کیوں روتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

"اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا

(سورہ واقعہ آیت ۳۵ تا ۳۷)

ترجمۂ آیت: ہم ان کو خلق کریں گے اور انھیں باکرہ اور آپسمیں ہم سن سہیلیاں بنا دیں گے"۔ یعنی وہاں پر بڑھاپا نہیں ہوگا۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی جوان ہو کر جنّت میں جائیں گے تو آپ لوگوں کے یہاں یہ روایت بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسنؑ وحسینؑ سردار ہیں جوانانِ جنّت کے خواہ وہ اوّلین میں سے ہوں یا آخرین میں سے۔ اور دونوں کے والدین ان سے افضل و بہتر ہیں۔ یہ مسکت جواب سُن کر وہ بھی خاموش ہوگیا۔

آٹھواں محدّث: ان کے افضل ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں تمھارے پاس نبیؐ بنا کر نہ بھیجا جاتا تو حضرت عمرؓ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

مامون: یہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ (سورۃ النسآء آیت ۱۶۳)

ترجمۂ آیت: اے رسول! ہم نے تمھارے پاس بھی تو اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اُن کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی۔"

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ

نُوحٍ وَّ اِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (سورۃ الاحزاب آیت ۷)

ترجمہ آیت :- " اور اے رسول! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے دیگر پیغمبروں سے اور خاص کر تم سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسٰیؑ اور مریمؑ کے بیٹے عیسٰیؑ سے عہد و پیمان لیا۔"

اب آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے خاص طور پر عہد و میثاق لے اُس کو تو نہ بھیجے اور جس سے کوئی عہد و میثاق نہیں لیا گیا اُس کو بھیج دے۔ یہ سُن کر وہ بھی لاجواب ہو گیا۔

نواں محدّث : یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ فخر و مباہات کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ آپؐ یومِ عرفہ میں حضرت عمر فاروق کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالعموم اور حضرت عمرؓ پر بالخصوص فخر و مباہات کرتا ہے۔

مامون : یہ بھی ناممکن اور محال ہے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کر سکتا کہ حضرت عمرؓ پر فخر کرے اور اپنے محبوب نبیؐ کو چھوڑ دے۔ حضرت عمرؓ کا شمار خاص بندوں میں ہو اور اپنے محبوب نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شمار عام بندوں میں ہو۔ اور آپ کی روایات کو دیکھتے ہوئے اِس روایت پر کوئی تعجب بھی نہیں ہوتا۔ اِس لیے کہ آپ کے یہاں یہ بھی تو روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جب میں جنّت میں داخل ہونے لگوں گا تو مجھے کسی کے پاؤں کے جوتوں کی چاپ سُنائی دے گی اور دیکھوں گا کہ حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت بلالؓ مجھ سے پہلے جنّت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اسی بناء پر جب شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ، حضرت ابوبکرؓ سے بہتر ہیں۔ تو آپ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا تو غلام بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے افضل ہے۔ کیونکہ سابق افضل ہوتا ہے مسبوق سے۔ نیز آپ لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان حضرت عمر فاروق کو آتا ہوا محسوس کرتا تھا تو بھاگ جاتا تھا۔ مگر رسول اکرمؐ کے منہ سے اس شیطان نے انھن الغرانیق العلیٰ تک نماز میں کہلا دیا۔ تو بقول آپ کے شیطان حضرت عمرؓ سے تو بھاگ جاتا تھا، مگر حضرت رسولِ اکرمؐ سے کلمۂ کفر تک کہلا دیا کرتا تھا۔

مامون کا جواب معقول تھا، محدّث بیچارہ کیا کہتا، خاموش ہو گیا۔

دسواں محدّث : سُنیے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر عذاب نازل ہو تو میری اُمّت میں سوائے عمر فاروقؓ کے اور کوئی نہیں بچ سکتا۔ (اب اس سے بڑھ کر افضلیت

کی اور کیا دلیل ہوگی۔)

مامون: مگر یہ روایت تو نصِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۃ الانفال آیت ۳۳)

ترجمہ آیت: اے رسولؐ! "جبتک تم ان لوگوں کے درمیان موجود ہو اللہ ان پر عذاب نہیں کرے گا۔"

آپ لوگوں نے تو اس روایت کی بنا پر حضرت عمرؓ کو حضرت رسولِ اکرمؐ کے مثل بنا دیا۔ (یہ جواب سُن کر یہ محدّث بھی خاموش ہوگیا۔)

گیارہواں محدّث: اچھا، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود گواہی دی ہے کہ حضرت عمرؓ فاروق ان دس صحابہ میں سے ہیں جو جنّتی ہیں اور جنھیں جنّت کی بشارت دے دی گئی ہے؟

مامون: اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو حضرت عمرؓ بار بار حضرت حذیفہ سے یہ نہ کہتے کہ میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں؟ غور کیجیے۔ اگر رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کے متعلق یہ فرمادیا تھا کہ تم جنّتی ہو۔ تو کیا اُن کو رسولِ اکرمؐ کی بات کا یقین نہ تھا اور وہ حذیفہؓ سے اس کی تصدیق چاہتے تھے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ حضرت حذیفہؓ کو تو سچّا جانتے تھے مگر رسولِ اکرمؐ کو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ان کے اسلام ہی کی نفی کرتا ہے۔ اور اگر وہ رسولِ اکرمؐ کو سچّا جانتے تھے تو یہ بتائیں کہ پھر انھوں نے حضرت حذیفہؓ سے بار بار کیوں دریافت کیا۔ بہر حال عشرۂ مبشرہ والی روایت اور حذیفہؓ والی روایت یہ دونوں آپس میں متناقض اور متضاد ہیں۔ (محدّث کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ خاموش ہوگیا۔)

بارہواں محدّث: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے کہ میری ساری اُمّت کو ترازو کے ایک پلّے میں رکھا گیا اور دوسرے پلّے میں مجھے رکھا گیا تو میرا پلّہ بھاری رہا۔ پھر مجھے اُتار کر میری جگہ حضرت ابوبکرؓ کو رکھا گیا تو ان کا پلّہ بھی بھاری رہا۔ پھر اُن کو اُتار کر اُن کی جگہ حضرت عمرؓ کو رکھا گیا۔ اُن کا پلّہ بھی بھاری رہا۔ مگر اس کے بعد وہ ترازو ہی اٹھالی گئی۔

مامون: جناب یہ ناممکن ہے۔ اِس لیے کہ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یہاں یا تو ان دونوں کے اجسام کا وزن مراد ہے یا اُن کے اعمال کا۔ اگر ان دونوں کے اجسام کا

وزن مراد ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ان کے اجسام اتنے وزنی ہوں کہ ساری اُمت کے اجسام سے بھاری ہو جائیں۔ اب رہ گیا اعمال و افعال کا وزن، تو وہ کچھ دنوں کے بعد تو رہے نہیں، ان کے اعمال کا سلسلہ جلدی ختم ہو گیا۔ مگر کچھ لوگ ان کے بعد بھی زندہ رہے اور اعمال بجالاتے رہے نیز بہت سے لوگ تو ابھی اُمت کے پیدا بھی نہیں ہوئے پھر ان لوگوں کے اعمال سے توازن کے کیا معنی؟

اچھا، آپ حضرات یہ بتائیں کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت کس بنا پر ہوتی ہے؟ کسی نے کہا اعمالِ صالحہ کی بنا پر: مامون نے کہا، پھر یہ بتائیں کہ زیادہ سے زیادہ عہدِ نبیؐ تک اُن کے اعمال کا پلّہ بھاری ہو سکتا ہے مگر جن لوگوں کا پلّہ ہلکا تھا اُنھوں نے تو بعدِ نبیؐ بھی اعمالِ صالحہ انجام دیے۔ کیا اُن کو بھی اس میں ملا دیا جائے گا؟ اگر آپ کہیں کہ ہاں، تو میں عہدِ حاضر کی مثالیں پیش کروں گا۔ ان میں ایسی ہستیاں ہیں جنھوں نے ان دونوں سے زیادہ جہاد کیے ان سے زیادہ حج کیے ان سے زیادہ نمازیں پڑھیں، ان سے زیادہ صدقات و زکوٰۃ دیے۔ لوگوں نے کہا، یا امیر المومنین آپ نے سچ فرمایا، ہمارے زمانے میں جو لوگ ہیں ان کے اعمالِ صالحہ عہدِ نبیؐ کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ ہیں دونوں کا توازن نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا اچھا ذرا آپ اپنے ان ائمہ کو دیکھیں جنؐ سے آپ نے دین حاصل کیا کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں کتنی روایات نقل کی ہیں اور پھر عشرۂ مبشّرہ کے فضائل میں کتنی روایات منقول ہیں اگر عشرۂ مبشّرہ میں سے سب کے فضائل مل کر بھی حضرت علی علیہ السّلام کے فضائل کے برابر بھی ہو جائیں تو میں آپ حضرات کی بات تسلیم۔ اور اگر ان ائمہ نے عشرۂ مبشّرہ کے فضائل سے زیادہ حضرت علی علیہ السّلام کے فضائل نقل کیے ہوں تو آپ حضرات میرے موقف کو تسلیم کریں: یہ سُن کر سب لوگ خاموش ہو گئے۔

مامون نے کہا، کیا بات ہے۔ کیوں خاموش ہو گئے؟ اُنھوں نے کہا بس اس سلسلے میں ہمیں جو کچھ پیش کرنا تھا پیش کر چکے۔ مزید ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے۔

مامون کے محدّثین سے سوالات

سوال : پہلی بات تو یہ بتائیں کہ بعثتِ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کون سا عمل سب سے افضل تھا ؟

جواب : اسلام کی طرف سبقت کرنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
" وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔" (سورۂ واقعہ آیت ۱۰)

مامون : کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے کسی اور نے بھی اسلام کی طرف سبقت کی تھی ؟

جواب : نہیں۔ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام ہی اسلام لائے۔ مگر وہ ابھی نابالغ تھے اور نابالغ کا اسلام معتبر نہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق بڑھاپے میں اسلام لائے، ان کا اسلام معتبر ہے۔

مامون : خیر ! مگر یہ تو بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام کیوں اسلام لائے ؟ کیا آپ کو الہام ہوا تھا کہ تم اسلام لاؤ۔ یا یہ کہ رسولِ مقبولؐ نے آپ کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ انھیں بذریعۂ الہام حکم ملا تھا، تو پھر آپ رسولِ مقبولؐ سے بھی افضل ہوئے۔ اس لیے کہ آنحضرتؐ کو الہام نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئے اور انھوں نے آنحضرتؐ کو دعوت دی اور بتایا: اور اگر آپ یہ کہیں کہ رسولِ مقبولؐ نے حضرت علیؑ کو دعوت دی تھی تو پھر یہ بتائیں کہ جناب رسولِ مقبولؐ نے آپؑ کو یہ دعوت اپنی طرف سے دی یا خدا کے حکم سے دی ؟
اگر آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے دعوت دی تو یہ آیۂ قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ " وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۔" (سورۂ ص آیت ۸۶)
اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ " وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم آیت ۳) رسولِ مقبولؐ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے جبتک کہ اُن کے پاس اللہ کی طرف سے وحی نہ آجائے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ بچوں میں سے علیؑ کو دعوتِ اسلام دیجیے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی دعوتِ اسلام اور حضرت علیؑ کا اسلام لانا دونوں لائقِ وثوق اور معتبر ہیں۔ اور یہیں پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدائے حکیم کے لیے یہ روا ہے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو ایسے کام کا حکم دے جو اُس مخلوق کی

طاقت اور بساط سے باہر ہو؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے۔ تو یہ کفر ہے اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو پھر یہ کیسے روا ہوا کہ اللہ اپنے رسولؐ کو حکم دے کہ تم ایسے شخص کو دعوتِ اسلام دو جو اپنے بچپن، اپنی کمسنی، اپنی نابالغیت کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کے قابل نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ حضرات نے کہیں دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے بچوں میں سے کبھی کسی اور بچے کو دعوتِ اسلام دی ہے تاکہ اسی دستور کے مطابق آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بھی دعوت دی۔ اگر حضرت علیؑ کے سوا کبھی کسی بچے کو آپؐ نے دعوتِ اسلام نہیں دی، تو یہ حضرت علیؑ کی مخصوص فضیلت ہے تمام دنیا کے بچوں پر۔

سوال: اس کے بعد مامون نے کہا۔ اچھا، یہ بتائیں کہ سابق الایمان ہونے کے بعد سب سے افضل اور برتر عمل کیا ہے؟

جواب: انھوں نے کہا۔ جہاد فی سبیل اللہ۔

سوال: یہ بتائیے۔ کیا آپ لوگوں نے عشرۂ مبشرہ میں سے کسی ایک کے لیے بھی اُن کے جہاد کے کارناموں کی اتنی حدیثیں روایت کی ہیں جتنی غزواتِ رسولؐ کے سلسلے میں حضرت علیؑ کے لیے نقل کی ہیں؟ مثال کے طور پر آپ دیکھیں، یہ غزوۂ بدر ہے کہ جس میں مشرکین میں سے ساٹھ سے کچھ زائد قتل ہوئے جن میں سے حضرت علیؑ نے بیسؔ سے کچھ زائد آدمی قتل کیے اور جبکہ سارے مسلم مجاہدین نے مل کر چالیسؔ قتل کیے۔

یہ سُن کر ایک محدّث نے کہا:

ایک محدّث: مگر حضرت ابوبکر تو غزوۂ بدر میں رسولؐ کے ساتھ عرشے (مچان) پر بیٹھے ہوئے جہاد کا انتظام کر رہے تھے۔

مامون: یہ تو آپ نے عجیب بات کہی ہے۔ اچھا، یہ بتائیں کہ کیا وہ نبیؐ کے علاوہ کوئی اور انتظام کر رہے تھے یا نبیؐ کے انتظام میں شریک تھے یا، یہ کہ آنحضرتؐ اپنے انتظام میں حضرت ابوبکر کی رائے اور مشورے کے محتاج تھے؟ آپ حضرات اِن تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کریں۔

دوسرا محدّث: خدا نہ کرے اگر ہم یہ سمجھیں کہ اُن کا انتظام نبیؐ سے الگ تھا یا وہ انتظام میں نبیؐ کے شریک تھے۔ یا نبیؐ کو اُن کے مشورے کی احتیاج تھی۔

مامون: پھر حضرت ابوبکر کو جہاد (جنگ کا میدان) چھوڑ کر عرشے پر بیٹھے رہنے میں کیا

فضیلت حاصل ہوگئی اور اگر یہی فضیلت ہے تو پھر جو لوگ جنگ کا میدان (جہاد بالسیف) چھوڑ کر بیٹھ گئے اُن مجاہدین سے افضل تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۹۵)

ترجمہ آیت:۔ معذوروں کے سوا جہاد سے منھ چھپا کر بیٹھنے والے اور خدا کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ بلکہ اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھے والوں پر خدا نے درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے اگرچہ خدا نے ایمان والوں سے، خواہ جہاد کریں یا نہ کریں بھلائی کا وعدہ کرلیا ہے مگر غازیوں کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے"

سورۂ دھر کی تلاوت:

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے کہ پھر مامون نے مجھ سے کہا، ذرا سورۂ ھل اتیٰ علے الانسان کی تلاوت تو کرو۔ میں نے تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچا "وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ اور اس کے بعد وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝ تک تلاوت کرتا ہوا پہونچا تو مامون نے دریافت کیا، بتاؤ یہ آیتیں کس کے لیے نازل ہوئی ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ سب حضرت علیؑ کے لیے نازل ہوئی ہیں: مامون نے کہا۔ بتاؤ تمھارے پاس کوئی ایسی روایت پہونچی ہے جس میں اس کا ذکر ہو کہ جب حضرت علیؑ نے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا تو اُن سے کہا ہو کہ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ یعنی ہم تمھیں اللہ کی خوشنودی کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں تم سے نہ اس کی جزا چاہتے ہیں اور نہ اس کا شکریہ" (جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے)؟ میں نے کہا، نہیں: مامون نے کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلی بھید اور ان کی نیت کو دیکھتے ہوئے اپنی کتاب میں ان کی تعریف کر رہا ہے۔ مامون نے پھر کہا، اچھا تمھیں یہ بھی معلوم ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اِس سورہ میں جنّت کی تعریف کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ کسی اور شے کے لیے بھی استعمال کیے ہیں۔ (قواریر من فضۃ) میں نے کہا: نہیں : مامون نے کہا پھر یہ دوسری فضیلت ہوئی۔ مگر معلوم رہے کہ چاندی کا شیشہ کیسا ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں : مامون نے کہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاندی کی طرح سفید اور شیشے کی طرح لطیف کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ میں ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اسے ایسا پایا جیسے سمندر کی موج ہو۔ یعنی اپنی تیز رفتاری میں سمندر کی موج کے مانند تھا۔ یا۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ (سورۂ ابراہیم آیت ۱۶)

ترجمہ آیت:۔ "اور اسے موت ہی موت ہر طرف سے آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ وہ مارنے سے بھی نہ مر سکے گا اور پھر اس کے پیچھے پیچھے سخت عذاب ہوگا۔"

مامون : اے اسحاق! کیا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ عشرۂ مبشّرہ جنتی ہیں؟

اسحاق : جی ہاں۔

مامون : اچھا، تمھاری کیا رائے ہے اس شخص کے لیے جو یہ کہے کہ پتہ نہیں یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں۔ تو کیا اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا؟

اسحاق : جی نہیں، ایسا کہنے سے کافر نہیں ہو سکتا۔

مامون : اچھا، اب اُس شخص کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے جو یہ کہے کہ پتہ نہیں کہ یہ سورۂ دھر قرآن میں ہے بھی یا نہیں، تو کیا وہ اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا؟

اسحاق : جی ہاں، وہ کافر ہو جائے گا۔

مامون : اِس طرح تو میری رائے میں حضرت علیؑ کی فضیلت اور زیادہ مستحکم اور مؤکّد ہوگئی۔

کچھ حدیثِ طیر کے متعلق :

مامون : اے اسحاق! یہ بتاؤ، حدیثِ طیر کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

اسحاق : جی ہاں، صحیح ہے۔

مامون : پھر تو خدا کی قسم تمہارا علیؑ سے بُغض وعناد ظاہر ہوگیا۔ اِس لیے کہ۔ یا تو حضرت علیؑ ایسے تھے جس کی دُعا رسولِ مقبولؐ نے فرمائی تھی یا وہ ایسے نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مخلوقات میں سب سے افضل کون ہے۔ مگر اس کے باوجود غیرِ افضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ تھا۔ یا پھر تمہارا خیال شاید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خود معلوم نہ تھا کہ افضل کون ہے اور غیرِ افضل کون ہے؟ اس لیے اپنی لاعلمی کی وجہ سے غیرِ افضل اُس کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوگیا۔ بتاؤ۔ اِن تمام شکلوں میں سے کون سی شکل تم اختیار کرو گے؟ (یعنی حدیثِ طیر کو صحیح تسلیم کرنے کے باوجود حضرت علیؑ کی افضلیت سے انکار کر دینا بغضِ علیؑ کا ثبوت ہے)

"راوی کہتا ہے کہ اسحاق کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں تھوڑی دیر تو خاموش رہا، پھر بولا۔

آیتِ غار (سورۂ توبہ)

اسحاق : یا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

"ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۂ توبہ آیت ۴۰)

ترجمہ آیت : "دو آدمیوں میں سے دوسرے (یعنی رسولؐ) نے، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اپنے ساتھی سے کہا، حزن وملال نہ کرو اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابوبکر کو صحبت ومصاحبت کو نبیؐ سے منسوب کیا ہے۔

مامون : لغت اور کتاب اللہ کا علم واقعاً تم کو بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایک کافر ایک مومن کا مصاحب نہیں ہو سکتا۔ تو اِس مصاحبت سے اس کافر میں کیا فضیلت آگئی۔ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی:

"قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا۔ (سورۂ کہف آیت ۳۷)

ترجمہ آیت : "اس کا ساتھی (مصاحب) جو اُس سے باتیں کر رہا تھا، کہنے لگا۔ کیا تو اُس پروردگار

کا منکر ہے جس نے تجھے پہلے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تجھے بالکل ٹھیک ٹھاک مرد (آدمی) بنایا۔"

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کو ایک مومن کا ساتھی اور مصاحب کہا ہے۔ نیز عرب کے شعراء نے تو اپنی سواری کے گھوڑے اور گدھے کو بھی اپنا ساتھی اور مصاحب کہا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ کو رسولِ مقبولؐ کا ساتھی اور مصاحب کہدیا تو اس میں کون سی فضیلت آگئی۔

اور سورۂ توبہ کی اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ بھی کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اللہ تو ہر نیکوکار اور بدکار کے ساتھ ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا؟

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا (سورۂ المجادلہ آیت ۷)

ترجمہ آیت: "جب تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) ضرور اُن کا چوتھا ہے اور جب پانچ آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) اُن کا چھٹا، اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور چاہے کہیں بھی ہوں وہ (اللہ) اُن کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔"

پھر اُسی آیت میں لَا تَحْزَنْ کا لفظ ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر سے کہا گیا کہ حُزن و غم نہ کرو۔ تو یہ بتائیے کہ حضرت ابوبکر کے حُزن کو اس موقع پر کیا سمجھا جائے۔ اطاعتِ الٰہی سمجھا جائے یا معصیتِ الٰہی؟ اگر آپ اس حُزن کو اطاعتِ الٰہی سمجھیں گے تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسولِ مقبولؐ نے حضرت ابوبکر کو اطاعتِ الٰہی سے روکا۔ اور یہ ایک صاحبِ حکمت نبیؐ سے بہت بعید ہے کہ وہ کسی کو اطاعتِ الٰہی سے روکے۔ اور اگر اُن کا یہ حُزن معصیتِ الٰہی ہے تو پھر ایک معصیت کار کے لیے کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔

اچھا، آگے بڑھیں، اسی آیت میں یہ فقرہ بھی ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اُن پر نازل کیا۔ تو یہ بتائیں کہ سکینہ کس پر نازل ہوا؟

اسحاق: حضرت ابوبکرؓ پر۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تو سکینہ سے مستغنی ہیں۔ اُن کو اس کی ضرورت نہ تھی۔

مامون : اگر ایسا ہے تو پھر اس آیت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے :
" وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

(سورۂ توبہ آیت ۲۲-۲۵)

ترجمہ آیت :۔ جنگِ حُنین کے دن جب تمھیں اپنی کثرتِ تعداد نے مغرور کر دیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمھارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، تب اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔"
تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ مومنین سے کن لوگوں کو مراد لیا ہے!

اسحاق : مجھے معلوم نہیں۔

مامون : مجھ سے سنو! مسلمانوں نے غزوۂ حنین شکست کھائی اور سب فرار ہو گئے۔ پیغمبرِ اسلامؐ کے ساتھ بنی ہاشم میں سے صرف سات آدمی رہ گئے۔ ایک حضرت علیؑ جو تلوار چلا رہے تھے۔ دوسرے حضرت عباس جو آنحضرتؐ کے گھوڑے کی لجام تھامے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ پانچ آدمی رسولِ اکرمؐ کو اپنے حلقے میں لیے ہوئے تھے۔ محض اِس خوف سے کہ کفار آپؐ کو گزند نہ پہونچا سکیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ اِس موقع پر مومنین سے حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے چھ اشخاص کو مراد لیا۔ اب بتائیں کہ افضل کون ہے۔ وہ کہ جو رسولؐ کے ساتھ رہا اور سکینہ اُس پر نازل ہوا، یا وہ کہ جو رسولِ اکرمؐ کے ساتھ غار میں رہا ؟

بسترِ رسولؐ پر شب بسری :

اے اسحاق! تم ہی انصاف سے کہو کون افضل ہے؟ آیا وہ افضل ہے جو پیغمبرؐ کے ساتھ غار میں رہا، یا وہ افضل ہے جس نے پیغمبرِ اکرمؐ کے بستر پر سو کر اپنی جان کی بازی لگائی اور پیغمبرِ اکرمؐ کو بچا لیا، یہانتک کہ پیغمبرِ اکرمؐ نے اپنے ہجرت کے ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔ اور اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ تم علیؑ سے کہہ دو کہ وہ تمھارے بستر پر تم کو خطرہ سے بچانے کے لیے سو رہیں۔ تو حضرت علیؑ نے کہا۔ بسر و چشم، لیکن یا رسول اللہؐ! میرے بستر پر سونے کی وجہ سے کیا آپکی

جان بچ جائے گی ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت علیؑ نے کہا پھر تو میں دل وجان سے سو جاؤں گا، یہ کہہ آپ آنحضرتؐ کی خوابگاہ میں پہونچے اور آپؐ کی چادر اُوڑھ کر سو رہے۔

چنانچہ مشرکین شب کی تاریکی میں آئے اور چاروں جانب سے آپ کا محاصرہ کر لیا۔ اُن کو یقین تھا کہ بستر پر پیغمبرؐ سو رہے ہیں۔ اُن لوگوں نے متفقہ طور پر یہ طے کر لیا تھا کہ قریش کے خاندان کا ہر فرد ایک ساتھ آنحضرتؐ پر تلوار چلائے تاکہ اُن کا خون تمام قریش میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم سارے خاندانِ قریش سے اُن کے خون کا بدلہ نہ لے سکیں۔

حضرت علیؑ کی جب آنکھ کھلی تو اُن کی آہٹ سنی اور سمجھ لیا کہ آج میں حد درجہ خطرے میں ہوں۔ اس کے باوجود آپ نے حسبِ وعدہ انتہائی صبر و تحمّل سے کام لیا۔ (جبکہ حضرت ابوبکر غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے اور صبر نہ کر سکے اور رونا شروع کر دیا۔) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت علیؑ بستر سے اُٹھے۔ مشرکین نے جب آپ کو دیکھا تو حیران تھے۔ پوچھنے لگے کہ محمدؐ کہاں ہیں ؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کیا تم نے اُنھیں میرے سپرد کیا تھا ؟ اُنھوں نے کہا کہ تم نے ہمیں رات بھر دھوکے میں رکھا۔ اِس کے بعد حضرت علیؑ بھی مدینہ جا کر پیغمبرِ اکرمؐ سے ملاقی ہوئے

چونکہ حضرت علیؑ نے شروع ہی سے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے۔ اِس لیے وہ ہمیشہ ہی سے افضل رہے اور پھر اس کے بعد ان کے کارناموں میں اور اضافہ ہوتا گیا اور وہ افضل ترین ہو گئے۔ یہانتک کہ جب آپ اِس دنیا سے اُٹھے تو محمود و مغفور اُٹھے۔

حدیثِ ولایت

مامون : اے اسحاق ! کیا تم حدیثِ ولایت کی روایت نہیں کرتے ؟

اسحاق : جی ہاں، کرتا ہوں۔

مامون : اچھا تو بیان کرو۔

اسحاق : سُنیے ! "من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ "

مامون : کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پر حضرت علیؑ کا حقِ ولایت واجب ہے۔ مگر حضرت علیؑ پر ان دونوں کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔؟

اسحاق : مگر لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے لیے جو بات کہی وہ زید بن حارثہ کے سبب سے کہی۔

مامون : یہ بتاؤ، آنحضرتؐ نے یہ حدیث کس مقام پر فرمائی؟

اسحاق : غدیرِ خم پر حجۃ الوداع سے واپسی میں۔

مامون : اور زید بن حارثہ قتل کب ہوئے تھے؟

اسحاق : جنگِ موتہ میں قتل ہوئے تھے۔

مامون : تو کیا یہ ایسا نہیں ہے کہ زید بن حارثہ غدیرِ خم کے واقعہ سے پہلے قتل ہو چکے تھے؟

اسحاق : جی ہاں۔ ایسا ہی ہے۔

مامون : پھر تو تم پر افسوس ہے کہ تم لوگوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے علماء و فقہاء کو اپنا رب بنالیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (سورۂ برأت (توبہ) آیت ۳۱)

ترجمہ آیت:- "ان یہود و نصاریٰ نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان (علماء وغیرہ) کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔" اور یہ معلوم ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اپنے احبار و رُہبان کی عبادت نہیں کرتے تھے یعنی نہ اُن کے لیے روزہ رکھتے، نہ نماز پڑھتے بلکہ جو وہ حکم دیتے یہ لوگ ان کی اطاعت کرتے۔ یہی حال تم لوگوں کا بھی ہے کہ جو تمھارے فقہاء نے کہا تم نے اُن کی اطاعت کی۔

حدیثِ منزلت

مامون : اچھا، یہ بتاؤ۔ کیا تم اس حدیث کی بھی روایت کرتے ہو: حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کے متعلق فرمایا:

"اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى"

ترجمہ حدیث: "(اے علیؑ) تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"

اسحاق : جی ہاں، اس کی بھی روایت کرتا ہوں۔

مامون : کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بھائی ایک باپ اور ایک ماں سے تھے

اسحاق : جی ہاں، دونوں حقیقی بھائی تھے۔

مامون : کیا علیؑ بھی ایسے ہی رسولؐ کے بھائی تھے ؟

اسحاق : نہیں، ایسے نہیں تھے بلکہ چچازاد بھائی تھے۔

مامون : مگر ہارونؑ تو نبی تھے اور حضرت علیؑ نبی نہیں تھے۔ پھر، جب نہ یہ منزلت نہ وہ منزلت، تو اب تیسری منزلت سوائے خلافت و نیابت کے اور کیا باقی رہ جاتی ہے ؟ جیسا کہ منافقین بھی اس حدیث سے انکار نہیں کرتے، بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؑ کو ایک بوجھ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ پھر اُن کی دلجوئی کے لیے یہ کہہ دیا اور یہ حدیث اس آیتِ قرآنی کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا :

" وَاخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ○ (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۲)

ترجمہ آیت : " اور میری قوم میں میری نیابت اور جانشینی کرو، اُنکی اصلاح کرنا اور مفسدوں کی پیروی نہ کرنا۔"

اسحاق : جی ہاں حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنی قوم میں اپنا جانشین اپنی زندگی میں بنایا تھا اور پھر میقات رب کی طرف (کوہِ طور پر) تشریف لے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی حضرت علیؑ کو اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا۔ جب آپ جنگ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ (یعنی یہ جانشینی وقتی تھی آپؐ کی وفات کے بعد کے لیے نہ تھی۔)

مامون : اچھا، یہ بتاؤ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا کر میقات ربّ عزّوجل کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کے اصحاب میں سے کوئی حضرت ہارون کے پاس تھا۔ ؟

اسحاق : جی ہاں۔

مامون : تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو اُن سب پر اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا ؟

اسحاق : جی ہاں، سب پر خلیفہ بنایا تھا۔

مامون : بس اسی طرح حضرت علیؑ کو بھی آنحضرتؐ نے جنگ پر جاتے وقت بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا۔ اِس لیے کہ قوم کی اکثریت تو حضرت

علیؑ کے پاس رہ گئی تھی۔ (سب جنگ پر نہیں گئے تھے) اگرچہ آپ نے پوری قوم پر اُن کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ اب رہ گئی اِس امر کی دلیل، کہ آپؐ نے اُن کو اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد کے لیے بھی بنایا تھا؛ تو اس کی دلیل تو خود یہی حدیث ہے کہ "عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اَلَّا اَنَّہٗ لَاَ نَبِیَّ بَعْدِیْ"۔

ترجمہ حدیث :۔ علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (البتہ خلیفہ ہوگا)

اور اس حدیث کے مطابق حضرت علیؑ آپؐ کے وزیر بھی ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا، کی تھی کہ:۔

"وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هَارُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِہٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ"۔ (سورۂ طٰہٰ آیت ۲۹-۳۲)

ترجمہ آیت : پروردگارا! "میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کاموں میں میرا شریک بنا دے۔"

اور جب حضرت علی علیہ السلام حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بمنزلۂ ہارونؑ کے ہیں تو پھر یہ بھی آپؐ کے اسی طرح وزیر ہوئے جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ نیز یہ بھی آپؐ کے اسی طرح خلیفہ ہوئے جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے

متکلمین سے گفتگو :

اس کے بعد مامون الرشید مناظرین و متکلمین کے گروہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا؛ بتاؤ، میں تم سے کچھ پوچھوں یا تم لوگ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو اُن لوگوں نے کہا، ہم آپ سے پوچھیں گے۔ مامون نے کہا پوچھیے۔

پہلا متکلم : یہ بتائیے کہ کیا حضرت علیؑ کی امامت بھی اللہ کی جانب سے اسی طرح فرض نہیں ہے جس طرح ظہر کی چار رکعات نماز یا دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ یا مکے میں خانہ کعبہ کا حج؟ (مامون نے کہا ہاں ہاں) متکلم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آخر یہ تمام فرائض بھی رسول اللہؐ ہی نے تعلیم

فرمائے ہیں اور حضرت علیؑ کی امامت بھی رسول اللہؐ کی تعلیم کردہ ہے کہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ تو پھر کیا بات ہے کہ اُمت نے ان تمام فرائض میں تو کوئی اختلاف نہیں کیا، اور اختلاف کیا تو صرف حضرت علیؑ کی امامت میں۔؟

مامون : اِس لیے کہ خلافت میں جو جلبِ منفعت اور دنیاوی فائدہ نظر آرہا تھا وہ دیگر فرائض میں نہ تھا۔

دوسرا متکلم : آپ کو اِس سے کیوں انکار ہے کہ آنحضرتؐ چونکہ اپنی اُمت پر انتہائی مہربان اور شفیق تھے اِس لیے آپؐ نے سوچا کہ اگر میں اپنے خلیفہ اور جانشین کا خود انتخاب کروں اور اُمت اُس کی نافرمانی کرے تو وہ معذّب ہوگی۔ اِس لیے آپؐ نے اُمت کو ہی حکم دے دیا کہ تم جس کو چاہو میرا خلیفہ اور جانشین منتخب کرلو تاکہ نافرمانی سے بچو۔

مامون : ہمیں انکار اللہ کی وجہ سے ہے اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو آنحضرتؐ سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان اور شفیق ہے مگر اِس کے باوجود اُس نے انبیاء اور رسول بھیجے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے بندے میرے منتخب شدہ انبیاء اور رُسل کی نافرمانی کریں گے۔ اور باوجود تجربے کے انبیاء اور رُسل کے بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا، اور اِس سے باز نہ رہا۔

اِس کے علاوہ، دوسری بات یہ کہ اگر آپؐ نے اُمت کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ ساری اُمت کو اختیار دیا ہے، یا اُمت میں سے صرف چند لوگوں کو؟ اگر ساری اُمت کو اس کا حق دیا ہے تو بتاؤ وہ کون سا خلیفہ ہے جو تمام اُمت کا منتخب کیا ہوا ہے۔ اور اگر اُمت میں سے صرف چند کو آپؐ نے یہ اختیار دیا ہے تو اُن کی شناخت اور پہچان بھی بتائی ہوتی۔ اگر تم کہو کہ اُمت کے فقہاء کو اختیار دیا ہے تو اُن کی بھی تحدید، پہچان اور شناخت کی ضرورت تھی۔

تیسرا متکلم : آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ تمام مسلمان جس بات کو اچھا سمجھیں اور پسند کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور پسندیدہ ہے اور جس بات کو تمام مسلمان ناپسند اور بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ اور بُری ہے۔

مامون : یہ امر بھی وضاحت طلب ہے کہ اس سے مراد تمام مومنین بلا استثنا، فردِ واحد ہیں یا بعض مومنین ؟ اگر تمام مومنین بلا استثنا، مراد ہیں، تو اس کا وجود ہی نہیں۔ اس لیے کہ تمام مومنین کا بلا استثنا ایک فرد پر مجتمع ہونا ہی ناممکن اور محال ہے۔ اور اگر بعض مومنین مراد ہے تو یہ اور زیادہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ بعض مومنین ایک فرد کو پسند کریں گے اور بعض دوسرے کو۔ مثلاً شیعہ ایک فرد کو پسند کرتے ہیں اور حشویہ دوسرے فرد کو پسند کرتے ہیں تو وہ خلافت جو مقصود ہے وہاں کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

تیسرا متکلّم : اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا کہ اصحابِ محمدؐ سے خطا ہوئی، کیا یہ جائز ہے؟

مامون : ہم یہ کیوں سمجھیں کہ اصحابِ محمدؐ نے خطا کی جبکہ وہ خلافت کو نہ فرض سمجھتے تھے نہ سنّت۔ اس لیے کہ تمھارا تو یہی خیال ہے کہ امامت و خلافت نہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور نہ رسول اللہؐ کی سنّت ہے۔ تو وہ چیز جو تمھارے نزدیک نہ فرض ہے نہ سنّت، تو اس کے لیے خطا کا کیا سوال ہے ؟

چوتھا متکلّم : اچھا، اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی حقدارِ خلافت ہیں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں، تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کیجیے۔

مامون : یہ دعویٰ میرا تو نہیں، میں تو اقرار کرنے والا ہوں اور اقرار کرنے والے پر بارِ ثبوت نہیں۔ دعویٰ تو اُن کا ہے اور بارِ ثبوت اُن پر ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں خلیفہ مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے مگر یہ امر بھی خالی از دلچسپی نہیں کہ گواہی اور ثبوت میں کس کو پیش کیا جائے گا۔ کیا اُن کو جن کا خود اس میں ہاتھ ہے؟ وہ تو خود ایک فریق اور مدّعا علیہ ہیں۔ تو اُن کی گواہی کے کیا معنی یا غیروں کو پیش کیا جائے۔ تو غیر وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ لہٰذا گواہی اور ثبوت اگر کوئی پیش بھی کرے گا تو کیسے اور کس طرح ؟

پانچواں متکلّم : اچھا جناب یہ بتائیے کہ بعد وفاتِ رسولؐ حضرت علیؑ کا کیا فریضہ تھا؟

مامون : تم بتاؤ کیا فریضہ تھا ؟

متکلّم : کیا حضرت علیؑ پر یہ واجب نہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتاتے کہ میں خلیفہ و امام ہوں ؟

مامون : وہ امام خود نہیں بن گئے تھے کہ سب کو بتلاتے پھرتے کہ میں امام بن گیا ہوں اور نہ لوگوں نے اُن کو امام بنایا تھا یا منتخب کیا تھا یا انھیں ترجیح دی تھی وغیرہ وغیرہ بلکہ امام بنانا تو اللہ کا کام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے لیے ارشاد ہے۔ "اِنِّیۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ"
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۴)

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ارشادِ ربّ العزّت ہے
"یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى الۡاَرۡضِ (سورۃ ص آیت ۲۶)
اور حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ:
"اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً (سورۃ البقرۃ آیت ۳۰)
اِن تینوں آیات کی روشنی میں دیکھیے تو پتہ چلتا ہے کہ امام ابتدائے خلقت ہی سے اللہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نسب میں شریف و نجیب ہوتا ہے وہ پیدائشی طاہر ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا جاتا ہے۔ اگر امام بن جانا حضرت علی علیہ السلام کا ذاتی فعل ہوتا یعنی اپنے کسی فعل کی وجہ سے وہ مستحقِ امامت ہوتے اور جب اس کے خلاف کام کرتے تو معزول ہو جاتے، تب کہا جاسکتا تھا کہ امامت اُن کا ذاتی فعل ہے۔ مگر جب اُن کا یہ فعل ہی نہیں تو پھر اُن پر اس طرح کا فرض بھی کوئی نہیں۔

چھٹا متکلم : یہ کیا ضروری ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ ہی امام ہوں؟

مامون : یہ اس لیے ضروری ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بچپن ہی سے صاحبِ ایمان تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن ہی سے صاحبِ ایمان تھے۔ اور آپؑ بھی اپنی قوم کی ضلالت و گمراہی سے کنارہ کش رہے تھے اور کفر و شرک و بدعات سے اجتناب کرتے رہے تھے۔ جس طرح آنحضرتؐ اپنی اُمت کی گمراہیوں اور کفر و شرک سے مجتنب رہے تھے کیونکہ شرک بقولِ قرآن ظلمِ عظیم اور سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور بنصِ قرآنی بہ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ۔ یعنی کوئی ظالم امامت کا عہدہ نہیں پاسکتا۔ اور جس نے بُت پرستی کی ہو، وہ بھلا کس طرح اس عہدہ تک پہونچ سکتا ہے۔ اِس لیے کہ جس نے شرک کیا اس کا شمار اللہ کے دشمنوں میں ہوگا اور یہ وہ فیصلہ ہے کہ جس پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔ جبتک کہ اِس فیصلے کے خلاف اُمت کا کوئی دوسرا اجماع نہ ہو جائے۔

ساتواں متکلم : اچھا یہ بتائیے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے

جنگ کیوں نہیں کی، جس طرح انھوں نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی؟

مامون: تمھارا یہ سوال ہی غلط ہے۔ کسی کام کے کرنے کا سبب ہوتا ہے نہ کرنے کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کے معاملے میں لازماً یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپؑ اللہ کے بنائے ہوئے امام تھے یا کسی دوسرے کے بنائے ہوئے۔ اگر اللہ کے بنائے ہوئے تھے تو پھر جو کچھ آپؑ نے کیا اس میں نہ تو شک وشبہہ کی گنجائش اور نہ چون وچرا کی۔ اور اگر کوئی یہ کرتا ہے تو اُس پر کفر کا فتویٰ لازم ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورۃ النساء آیت ۶۵)

ترجمہ آیت: "پس نہیں تمھارے پروردگار کی قسم نہیں، یہ لوگ اُس وقت تک مومن بن ہی نہیں سکتے جبتک یہ لوگ آپس کے اختلافات میں تم کو حَکَم نہ بنائیں اور پھر جب تم اس کا فیصلہ کردو تو یہ اس کے ماننے میں ہرگز پس وپیش نہ کریں اور اس فیصلے کو اس طرح تسلیم کرلیں جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے۔"

اِس لیے کہ کسی فاعل کا فعل اس کے اصل کا تابع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو امام بنایا ہے پھر ان کے ہر کام کو بھی اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہیے اور لوگوں کا فرض ہے کہ اُن کے کام پر راضی رہیں اور اسے تسلیم کریں۔

اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ یوم حدیبیہ پر مشرکین نے آنحضرتؐ کا مناسکِ حج بجالانے سے روک دیا تھا۔ اُس وقت آپؐ نے جنگ نہیں کی، مگر جب آپؐ کے اعوان وانصار کی تعداد میں اضافہ ہوگیا اور آپؐ کی ظاہری قوت وطاقت بڑھ گئی تو جنگ سے گریز بھی نہیں کیا۔ حدیبیہ کے موقع پر اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (سورۃ الحجر آیت ۸۵)

ترجمہ آیت "ایک اچھے انداز سے اس موقع کو ٹال دو جنگ نہ کرو۔"

مگر جب دیکھ لیا کہ ہمارے رسولؐ کی ظاہری طاقت بڑھ گئی تو اس کا حکم آپہونچا

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (سورۃ التوبہ آیت ۵)

ترجمہ آیت :۔ "تم لوگ ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو، انھیں پکڑو، گرفتار کرو اور ہر طرف ان کے لیے پہرے بٹھا دو۔"

آٹھواں متکلم : جب آپ کا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؑ کو عہدۂ امامت اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور لوگوں پر اُن کی اطاعت فرض تھی۔ تو پھر اُنھوں نے انبیاء کی طرح لوگوں کو اپنی طرف دعوت کیوں نہ دی اور یہ پیغام بندوں تک کیوں نہ پہونچایا حضرت علیؑ کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینے اور اپنی اطاعت پر خاموش رہیں۔ ؟

مامون : میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ حضرت علیؑ کو تبلیغ اور پیغام رسانی کا حکم تھا۔ اِس لیے کہ آپؑ رسول نہیں تھے بلکہ آپؑ اللہ اور اُس کی مخلوق کے درمیان ایک عَلَم اور ایک نشان بنائے گئے تھے جس نے آپؑ کی پیروی کی اُس کو مطیع کہا جائے گا اور جس نے آپؑ کی مخالفت کی وہ عاصی اور گنہگار کہلائے گا۔ اور جب آپؑ کو اعوان و انصار ملے اور قوتِ جہاد پائی تو جہاد کیا اور جب اعوان و انصار میسّر نہ آئے تو جہاد نہ کرنے کا الزام آپؑ پر نہیں بلکہ اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے آپؑ کی اطاعت اور مدد و نصرت سے اعراض کیا۔ اس لیے کہ لوگوں کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ بہرحال حضرت علیؑ کی پیروی کریں۔ حضرت علیؑ کو تو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ بغیر اعوان و انصار کی قوت کے جہاد کریں۔

اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کی مثال بالکل خانۂ کعبہ جیسی ہے۔ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کے پاس جائیں، خانۂ کعبہ پر فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے پاس جائے۔ اگر لوگ خانۂ کعبہ تک پہونچ کر مناسکِ حج ادا کرتے ہیں تو وہ اپنا فرض پورا کرتے ہیں اور اگر وہ نہیں پہونچتے تو قابلِ ملامت ہیں وہی لوگ جو وہاں نہیں پہونچے، نہ کہ خانۂ کعبہ پر کوئی ذمہ داری عائد کی جائے۔

نواں متکلم : یہ بتائیے۔ کہ اگر کسی امام پر مفترض الطّاعۃ ہونا واجب و لازم ہی ہے تو یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت علیؑ ہی امام ہوں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو۔

مامون : اللہ کی طرف سے کوئی ایسا فریضہ عائد نہیں کیا جا سکتا جو مجہول ہو اور لوگ اس سے ناواقف اور لاعلم ہوں اور یہ بھی یقینی ہے کہ جب اللہ نے ایک فریضہ عائد کیا ہے تو اس کا وجود بھی یقینی ہوگا۔ وہ ممتنع العمل نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ

مجہول ممتنع العمل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ رسول اس فرض کی نشاندہی کر دیں، تا کہ اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تمھاری اس میں کیا رائے ہے کہ اگر اللہ نے ایک مہینے کے روزے فرض کیے ہوتے اور لوگوں کو معلوم نہ ہوتا کہ وہ کون سا مہینہ ہے اور نہ اللہ نے اُس مہینے کا نام بتایا ہوتا اور لوگوں پر واجب کر دیا ہوتا کہ وہ بغیر کسی نبی یا امام سے دریافت کیے ہوئے خود ہی اپنی عقلوں سے سوچ کر یہ فیصلہ کریں کہ اللہ نے کس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں۔ کیا یہ درست ہوتا۔؟

دسواں متکلم : یہ کہاں سے ثابت ہے کہ جس وقت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام وایمان دی تو حضرت علیؑ بالغ تھے۔ اِس لیے کہ لوگوں کا تو خیال یہ ہے کہ اُس وقت حضرت علیؑ سنِ طفولیت میں تھے۔ بلوغیت کی حد تک نہیں پہونچے تھے اس لیے اُن کا اسلام معتبر نہ تھا۔

مامون : یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حضرت علی علیہ السلام اُس وقت اُن لوگوں میں سے تھے جن کی طرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تا کہ انھیں دعوتِ ایمان دیں۔ اگر اُن میں سے تھے تو مکلّف تھے اور اتنی قوّت رکھتے تھے کہ فرائض کو ادا کر سکیں اور اگر آپؑ اُن میں سے تھے جن کی طرف نبیؐ مبعوث نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ الزام خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آتا ہے کہ آپؐ نے قرآنِ مجید کے اس حکم کے خلاف کیا:

" وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ " (سورۃ الحاقہ آیت ۴۴ تا ۴۶)

ترجمہ آیت :- " اگر رسولؐ ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنا لاتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم ضرور اُن کی شہ رگ کاٹ دیتے۔"

یعنی آپؐ نے اللہ کی طرف اُن بندوں کو تکلیف دی جو ابھی مکلّف نہ تھے۔ ابھی وہ غیر مکلّف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والاصفات سے یہ امر ناممکن اور محال ہے اور ایک حکیم ایسا حکم کبھی نہ دے گا، اور نہ اللہ کا رسولؐ یہ کام کرے گا۔ اللہ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ کسی امرِ محال کا حکم دے اور اُس کا رسولؐ اس سے بالاتر ہے کہ وہ ایسے امر کا حکم دے جو خدائے حکیم کی حکمت کے خلاف ہو۔ مامون کے یہ جوابات سُن کر سارے فقہاء خاموش ہو گئے۔ اور مزید کسی

نے کوئی سوال نہ کیا۔

مامون نے کہا کہ تم سب اپنے اپنے سوالات کر چکے اور مجھ پر اعتراضات کر چکے۔ اب اگر کہو تو میں بھی تم سے چند سوالات کروں ؟ سب نے کہا جی ہاں۔ پوچھیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟

محدثین و متکلمین سے مامون کے سوالات

سوال : بتاؤ، کیا ساری اُمت نے بالاجماع یہ روایت نہیں کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمداً کوئی جھوٹ بات میری طرف منسوب کرے گا وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا ؟

جواب : جی ہاں، یہ حدیث صحیح ہے۔

سوال : اور یہ بھی تو لوگوں نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کرے اور پھر اس گناہ کو اپنا دین بنالے اور اُس پر اصرار کرے، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے نچلے طبقوں میں رہے گا۔

جواب : جی ہاں، بیشک یہ بھی روایت درست ہے۔

سوال : اچھا، اب یہ بتاؤ کہ ایک شخص کو عوام نے منتخب کیا، اور اُسے اپنا خلیفہ بنایا تو کیا یہ جائز ہے کہ رسول اللہؐ کا خلیفہ کہا جائے یا یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے خلیفہ ہے۔ حالانکہ نہ اُس کو رسول اللہؐ نے خلیفہ بنایا، اور نہ اللہ تعالیٰ نے؟ اگر تم کہو کہ ہاں جائز ہے تو پھر یہ مکابرہ اور بلاوجہ کی بات ہوگی۔ اور اگر کہو گے کہ نہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نہ خلیفۂ رسولؐ تھے اور نہ اللہ کی طرف سے وہ خلیفہ بنائے گئے تھے اور تم لوگ اُن کو خلیفۂ رسولؐ کہہ کر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ اتہام لگاتے ہو اور وہ کام کرتے ہو جس کے مرتکب ہونے پر آنحضرتؐ نے جہنم کا مستحق ٹھہرایا ہے۔

اچھا یہ بتاؤ کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی ایک بات سچ ہے؟

یہ کہ رسولِ مقبولؐ نے انتقال فرمایا اور کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ یا۔ یہ کہ : حضرت ابوبکر کو خلیفۃ الرسول اللہ کہہ کر مخاطب کرنا ؟

اگر کہو گے کہ دونوں باتیں سچ ہیں، تو یہ ناممکن ہے۔ اِس لیے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک بات سچ ہے

تو دوسری لازماً جھوٹ ہے۔

لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے دل میں سوچو، دوسروں کی تقلید مت کرو اور شک و شبہے میں نہ پڑو! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے صرف اُسی عمل کو قبول فرماتا ہے جس کو وہ سوچ سمجھ صحیح انجام دیتا ہے اور اس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے جس کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ حق ہے۔ اور سنو! شک و شبہ اور اس کا تسلسل کفر باللہ ہے اور ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔

بتاؤ، کیا یہ درست ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک غلام خریدے اور وہ غلام مالک و آقا بن جائے اور مالک و آقا غلام بن جائے۔؟

جواب : نہیں، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوال : پھر یہ کیسے درست ہو گیا کہ تم نے اپنی حرص و ہوائے نفس کی خاطر ایک فرد پر اجماع کر کے خلیفہ بنایا، لہٰذا وہ تم لوگوں پر خلیفہ اور حاکم ہو گیا۔ حالانکہ تم ہی نے اُس کو اپنا والی اور خلیفہ بنایا تھا اور اُس کے خلیفہ ہونے پہلے تم لوگ اُس پر والی اور حاکم تھے اور اب وہ تم پر حاکم ہو گیا۔ تم لوگ اُس کو خلیفۂ رسولؐ کے نام سے یاد کرنے لگے۔ جب تم اُس سے خفا و ناراض ہوئے تو اُسے قتل بھی کر دیا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔

جواب : بات یہ ہے کہ امام درحقیقت مسلمانوں کا وکیل ہوتا ہے۔ جبتک مسلمان اُس سے راضی رہے، اُس کو اپنا والی اور امام بنائے رکھا اور جب ناراض ہوئے تو اُس کو معزول کر دیا۔ اِس میں بُرائی کیا ہے۔؟

سوال : یہ بتاؤ کہ، یہ سارے مسلمان، یہ سارے بندے اور یہ سارا ملک کس کا ہے؟

جواب : اللہ تعالیٰ کا۔

سوال : تو پھر اللہ تعالیٰ کسی اور سے زیادہ حق دار و سزاوار ہے کہ وہ اپنے بندوں اور اپنے ملک پر وکیل بنے۔ کیونکہ ساری اُمت کا اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غیر کی ملکیت میں کوئی امر حادث کرے تو وہ اس کا ذمّہ دار ہے۔ اس کو کوئی حق نہیں کہ کسی غیر کی ملکیت میں کوئی امر حادث و صادر کرے، اگر کرے گا تو وہ گنہگار ہو گا اور اُسے تاوان دینا پڑے گا۔

اور یہ بھی بتاؤ کہ حضرت رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو آپؐ نے کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا یا نہیں؟

جواب : نہیں، کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔

سوال : آنحضرتؐ نے اپنی اُمت کو ہدایت پر چھوڑا تھا، یا، گمراہی پر۔؟

جواب : ہدایت پر۔

سوال : تو پھر لوگوں (اُمت) پر لازم تھا کہ اُسی ہدایت پر قائم رہتے جس پر رسولِ مقبولؐ چھوڑ کر گئے تھے، گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے۔

جواب : اُمّت نے ایسا ہی تو کیا۔

سوال : پھر اُمّت نے خلیفہ کیوں بنایا، جبکہ رسولؐ اس کام کو ترک کر کے گئے تھے۔

اور جس کام کو رسولؐ نے ترک کر دیا تھا اُس کام کو کرنا تو گمراہی ہے (جب کہ رسولؐ کا ایک کام کو ترک کرنا عینِ ہدایت ہو) اس ہدایت کے خلاف کرنا بھی ہدایت ہی ہو۔ یہ ناممکن اور محال ہے۔ اب بتاؤ کہ جب نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیوں بنایا؟ اور حضرت عمرؓ نے اپنے پچھلے خلیفہ کی سیرت کے خلاف استخلاف کے کام کو شوریٰ کے حوالے کیوں کر دیا؟

تمھارے خیال کے بموجب نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تو کسی کو خلیفہ نہیں بنایا، مگر حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنایا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی استخلاف کو نہیں چھوڑا حالانکہ تمھارے خیال کے بموجب آنحضرتؐ نے استخلاف کو ترک کر دیا تھا، اور اس طرح بھی خلیفہ نہیں بنایا جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے بنایا تھا بلکہ اس کے لیے ایک تیسری صورت اختیار کی۔ بتاؤ ان تینوں صورتوں میں سے کونسی صورت درست ہے؟ اگر تمھاری رائے میں وہ صورت درست ہے جو نبیٔ اکرمؐ نے اختیار کی۔ یا۔ یہ صورت درست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوبکرؓ خطا کے مرتکب ہوئے۔ اور اسی طرح وہ دیگر باتوں میں بھی خطاکار ثابت ہوئے۔

- بتاؤ تمھارے خیال کے بموجب رسولِ اکرمؐ نے استخلاف کو ترک کیا تو آنحضرتؐ کا یہ فعل افضل ہے یا ان لوگوں کا استخلاف کرنا افضل ہے؟
- اور یہ بھی بتاؤ کہ اگر ایک کام کو رسولؐ کا ترک کرنا ہدایت ہے اور اسی کام کو دوسرا کرے تو وہ بھی ہدایت ہو تو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدایت کی ضد بھی ہدایت ہے
- اور یہ بھی بتاؤ کہ وفاتِ سرورِ کائنات کے وقت سے لیکر آج تک کیا کوئی

شخص تمام صحابہ کا انتخاب کیا ہوا ولی اور خلیفہ ہوا ہے ؟ اگر تم کہو گے کہ نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے تسلیم کرلیا کہ بعدِ نبیؐ اکرمؐ سب لوگوں نے گمراہی پر عمل کیا۔ اور اگر کہو گے کہ ہاں، تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ساری اُمّت کو جھوٹا بنا رہے ہو۔

• اور یہ بھی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول " قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ۔ " (سورۃ الانعام آیت ۱۲)

ترجمہ آیت : " کہدو، آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ کس کا ہے، کہدو کہ اللہ کا۔"

سوال : بولو! سچ ہے یا جھوٹ ؟

جواب : سچ ہے۔

سوال : تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ اللہ کی ہیں، اس لیے کہ اُسی نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور وہی ان سب کا مالک ہے۔

جواب : جی ہاں۔

سوال : پھر تو تمھارا واجب الاطاعت خلیفہ منتخب کرنا، اُس کو خلیفۂ رسولؐ کے نام سے یاد کرنا، اُس سے ناراض ہونا، اگر وہ تمھاری مرضی کے خلاف عمل کرے تو اُس کو معزول کر دینا اور اگر وہ معزول ہونے کو قبول نہ کرے تو قتل کر دینا، یہ سب کا سب باطل ہے۔

مامون نے پھر کہا۔ وائے ہو تم پر تم اللہ پر یہ جھوٹ اتہام تو نہ رکھو، ورنہ جب تم کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمدًا جھوٹ بول کر اُن کے سامنے جاؤ گے تو اس کی سخت سزا پاؤ گے۔ اِس لیے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے " جو شخص مجھ پر عمدًا جھوٹ منسوب کرے گا وہ اوندھے منھ جہنّم میں جائے گا۔"

اِس کے بعد مامون نے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور یہ کہا۔ پروردگارا! میں ان لوگوں کو پوری نصیحت کر چکا، پروردگارا! میں ان لوگوں کی پوری پوری ہدایت کی کوشش کر چکا، میں نے اپنا فرض پورا کر دیا، اور اپنی گردن سے ذمّہ داری کا بوجھ اُتار چکا۔ پروردگارا! تو جانتا ہے کہ میں خود کسی شک وشُبہہ میں مبتلا رہ کر ان لوگوں کو حق کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ پروردگارا! میں حضرت علی علیہ السلام کو بعدِ نبیؐ اکرمؐ تمام مخلوق میں سب سے افضل مان کر تیرا تقرب چاہتا ہوں جیسا کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر تمام علماء کا مجمع منتشر ہو گیا اور اس کے بعد ایسا کوئی اجتماع

نہ ہو سکا، حتیٰ کہ مامون مر گیا۔

محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری کا بیان ہے کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ مامون کی باتیں سُن کر علماء خاموش رہے۔ مامون نے پوچھا کیوں؟ خاموش کیوں ہو؟ اُنھوں نے کہا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کہیں: مامون نے کہا، بس یہی کافی ہے حجت تو تمام ہو گئی۔

اِس کے بعد ہمیں چلے جانے کا حکم دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم سب حیرت زدہ اور شرمندہ وہاں سے نکلے تو مامون نے فضل بن سہل کی طرف دیکھا اور کہا اِن علماء میں بس یہی دم خم تھا۔ میں نے ان کو بے جھجک گفتگو کا موقع دیا اور کوئی گمان کرنے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ میرے رُعب میں آکر حضرت علی علیہ السلام پر اعتراض سے باز رہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۰ - ۱۸۵)

۲ مامون کا بنی ہاشم کو جواب

حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیتِ رسولؐ کی مدح میں مامون نے جو نادر، اور پُر لطف حقائق پیش کیے ہیں اس کا ذکر مسکویہ نے اپنی تاریخ "ندیم الفرید" میں کیا ہے اور اس میں ایک خط نقل کیا ہے جو بنی ہاشم نے مامون کو تحریر کیا تھا اور اس سے اس خط کا جواب طلب کیا تھا مامون نے اس خط جواب مندرجۂ ذیل الفاظ میں دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم • ہر طرح کی حمد سزاوار ہے اُس اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے اور درود ہو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر، ناک رگڑتے ہوئے اُن لوگوں کی جو اس درود کو ناپسند کرتے ہیں۔

اما بعد۔ مامون تمھارے خط کے مندرجات سے مطّلع ہوا۔ تمھارے اُمور تمھاری تدابیر اور تمھاری اصلِ نیّت سے آگاہ ہو گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمھارے ہر چھوٹے، بڑے امیر، غریب کے دلوں میں کیا ہے۔ وہ تمھارے اس خط کے آنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم سب حق کو اس کی جگہ سے ہٹا کر باطل کی شادابی و سرسبزی چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے کتابِ خدا، احادیثِ رسولؐ بلکہ ہر اُس چیز کو جو رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لے کر آئے تھے، چھوڑ بیٹھے ہو اور اُن سابق اُمتوں کی منزل پر پہنچ گئے ہو جو زمین شق ہونے، غرق ہونے، آندھی طوفان آنے، بجلی گرنے اور آسمان سے پتّھر برسنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئی تھیں۔

کیا تم لوگ قرآن مجید پر غور و فکر نہیں کرتے یا تمھارے دلوں پہ تالے پڑے ہوئے ہیں؟ اُس ذات کی قسم جو مامون کی رشہ رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے کہ اگر اس کا خیال

نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ مامون سے اس خط کا جواب بن نہ پایا تو میں تمھاری بداخلاقیوں، کوتاہ اندیشیوں، کم عقلیوں اور رائے کی سخافتوں کو دیکھتے ہوئے ہرگز جواب نہ دیتا، مگر اب سُننے والے سُنیں اور یہ سُن کر دوسروں تک بھی پہونچادیں۔

امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اُس وقت رسول بنا کر بھیجا جبکہ صدیوں سے کوئی رسول نہ آیا تھا۔ زمانۂ فترت تھا اور اس عرصے میں قبیلۂ قریش اس منزل پر پہونچ چکا تھا کہ وہ اپنی ذات اور اپنے مال و دولت کے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ہمارے نبیٔ امین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قریش کے ایک متوسط گھرانے سے تعلّق رکھتے تھے جس کو دولت مند نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اعلانِ نبوّت کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد اُن پر ایمان لائیں اور اپنے مال سے آپؐ کی مدد کی۔ پھر حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ جن کا سِن ابھی سات سال کا تھا آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور چشم زدن کے لیے بھی کبھی مشرک نہ رہے نہ کبھی کسی بُت کو سجدہ کیا نہ کبھی سود کھایا، نہ کبھی ایامِ جاہلیّت کے عربوں کی جہالت میں اُن کے شریک رہے۔ حالانکہ آنحضرتؐ کے چچاؤں میں سے کچھ مسلم تھے مگر کمزور تھے، کچھ کافر تھے جو آپؐ کے سخت دشمن تھے سوائے حضرت حمزہ کے کہ جنھیں نہ اسلام سے کوئی روک سکا اور نہ اسلام کو ان کے قبول کرنے سے کوئی باز رکھ سکا۔ اور انھوں نے اسی طرح اپنے رب کی ہدایت پر قائم رہتے ہوئے عدم کی راہ لی۔

لیکن آپ چچاؤں میں صرف ابوطالبؑ تھے جنھوں نے آنحضرتؐ کی کفالت اور آپؐ کی پرورش کی۔ وہ ہمیشہ آپؐ کی حفاظت اور دشمنوں سے آپؐ کا دفاع کرتے رہے مگر جب حضرت ابوطالبؑ کا بھی انتقال ہوگیا تو ساری قوم اِس بات پر آمادہ اور متفق ہوگئی کہ آنحضرتؐ کو قتل کردیا جائے۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے ترکِ وطن اور ہجرت اختیار کی اور اُن لوگوں کے پاس (مدینہ) چلے گئے جو اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ کفّارِ مکّہ کے ظلم سے تنگ آکر جو اُن کے پاس ہجرت کر کے جاتا، یہ لوگ اُس کے ساتھ محبّت سے پیش آتے اور اُن کو کچھ دینا اور مدد کرنا، اِن پر گراں نہ گزرتا، بلکہ ایثار سے کام لیتے۔ اپنی ضرورتوں کو ترک کر کے اُن کی مدد کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو بخل سے بچایا وہی فلاح یافتہ ہے۔

مگر مہاجرین میں سے کوئی بھی رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدد کے لیے اِس طرح کھڑا نہ ہوا جس طرح حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپؐ کی اکثر ذمّے داریاں سنبھال لیں۔ جان کی بازی لگا کر آپؐ کا دفاع کیا۔ شبِ ہجرت آپؐ کے بستر پر سوئے۔ اس کے بعد فتح کرنے کے لیے مختلف قلعوں کے گرد چکّر لگاتے رہے، بڑے بڑے

پہلوانوں اور بہادروں کے سر قلم کرتے رہے۔ کسی مدِ مقابل سے پیچھے نہیں ہٹے، اگر مقابلہ پر دشمن کا پورا لشکر بھی ہوتا تب بھی منہ نہ موڑتے (جیسا آپ نے خود فرمایا تھا کہ میں نے بچپن اور اپنی کمسنی کے باوجود عرب کے بہادروں کے گھٹنے زمین پر ٹکوا دیے تھے) آپ اپنی ساری فوج کے سردار اور امیر ہوتے۔ اُن پر کوئی سردار و امیر نہ ہوتا مشرکین کی صفوں کو پامال کرنے میں سب سے بڑھ کر صف شکن، اللہ کی راہ میں سب سے بڑے مجاہد، دینِ الٰہی کے سب سے بڑے عالم، کتابِ خدا کے سب سے بڑے قاری، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے سب سے زیادہ عبادت گذار، متقیوں کے امام، مومنوں کے امیر، مقامِ غدیر میں رسولِ اکرمؐ نے آپؑ ہی کی ولایت کا اعلان کیا، آپؑ ہی کے متعلق رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ :-

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبیَّ بعدی

مقامِ طائف میں آیۂ نجویٰ پر تنہا عمل کرنے والے۔ آپؑ کے علاوہ اس آیت پر عمل کوئی نہ کر سکا اللہ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب، مسجدِ رسولؐ میں سب کے دروازے بند ہوئے لیکن آپؑ کا دروازہ کھلا رہا۔ فتح خیبر کے دن رسولؐ سے عَلَم پانے والے۔ جنگِ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنے والے، مواخات کے موقع پر رسول اللہ نے آپؑ ہی کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی بنایا تھا۔

آپؑ بڑے صاحبِ قوت و طاقت و کرامت تھے۔ سورۂ دھر کی آیت ۸ آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ "(وَ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۔") آپؑ ہی حضرت خاتونِ جنت سیّدة النساء العالمین فاطمہ زہراؑ کے شوہر نامدار اور حضرت خدیجہ علیہا السّلام کے داماد تھے۔ آپؑ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ حقیقی چچازاد بھائی تھے جن کی تربیت اور کفالت خود رسولِ مقبولؐ نے اپنے ذمے لی تھی آپؑ ہی حضرت ابو طالبؑ کے وہ فرزند تھے جو جہاد اور نصرتِ رسولؐ میں بالکل اپنے پدر بزرگوار کے نقشِ قدم پر تھے۔ آپؑ ہی مباہلہ کے موقع پر نفسِ رسولؐ قرار پائے۔ آپؑ وہ ہیں کہ جن کے مشورے کے بغیر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کوئی حکم یا فتویٰ نافذ نہ کرتے۔ آپؑ وہ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنی ہاشم میں سے مجلسِ شوریٰ کے لیے انہی کو منتخب کیا۔

اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباس نے حضرت علیؑ کی طرف سے دفاع کیا، اگر حضرت علی کے اور اصحاب میں قدرت ہوتی تو وہ بھی حضرت علیؑ کا یقیناً دفاع کرتے اور ساتھ دیتے۔

اب تم لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت عباس جو رشتے میں چچا تھے وہ حضرت علیؑ سے افضل تھے

تو اِس کے متعلق تو قرآن مجید کی نص موجود ہے یہ فیصلہ قرآن مجید نے اس طرح کر دیا ہے کہ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ (سورۃ التوبہ آیت ۱۹)

ترجمہ آیت: "کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی تعمیر کو اُس شخص کے عمل کے برابر سمجھ لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور یومِ آخرت (قیامت) پر اور اس نے راہِ خدا میں جہاد کیا؟ یہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں ہے"۔

اور خدا کی قسم قرآن مجید میں امیر المومنینؑ کے جس قدر مناقب و فضائل کا تذکرہ ہے اُن میں سے اگر کوئی ایک فضیلت بھی تمھارے مردوں میں سے کسی ایک کو یا کسی غیر کو مل جاتی تو یقین کرو کہ وہ صرف اُسی ایک فضیلت پر خلافت کا حقدار بن جاتا اور تمام صحابہ میں اس کا حق سب سے مقدّم سمجھا جاتا۔ (مگر حضرت علیؑ کو اس حق سے محروم رکھا گیا) پھر اُمورِ خلافت مسلسل آگے بڑھتے گئے یہانتک کہ حضرت علی علیہ السلام خلیفۃ المسلمین قرار پائے اور آپؑ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو اپنا رشتہ دار اور قابلِ وثوق سمجھتے ہوئے انتظامی امورِ خلافت میں شامل کر لیا اُن کے علاوہ بنی ہاشم میں سے کسی سے بھی مدد نہیں لی۔ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی مغفرت فرمائے، اُنھوں نے جو اُمور انجام دیے وہ سب کو معلوم ہیں۔ پھر ہم بنی عباس اور وہ یعنی آلِ محمدؑ یک دل ہو کر چلے، جیسا کہ تم لوگوں نے بھی تحریر کیا ہے۔ یہانتک کہ حکومت بنی عباس کو اللہ نے عطا کی اور حکومت پاتے ہی ہم بنی عباس نے آلِ محمدؑ کی اہمیت کو گھٹانا اُنھیں تنگ کرنا اور اُنھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور ہم نے دَورِ بنی اُمیہ سے بھی زیادہ آلِ محمدؑ کو قتل کیا۔

تم پر وائے ہو، کیوں نہیں سمجھتے کہ بنی اُمیہ نے تو آلِ محمدؑ میں سے صرف اُسی کو قتل کیا جس نے اُن کے مقابلے میں تلوار کھینچی۔ اور ہم گروہِ بنی عباس نے تو سبھی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور قیامت کے دن ہم بنی عباس سے یقیناً یہ سوال ہوگا کہ بنی ہاشم میں سے فلاں فلاں کو کس جرم میں قتل کیا گیا۔ فلاں فلاں کو کس جرم میں دجلہ و فرات کی لہروں کے حوالے کیا گیا، فلاں فلاں نفوس کو بغداد اور کوفہ میں کس جرم میں زندہ دفن کیا گیا۔ افسوس۔ قرآن مجید کا یہ کھلا ہوا فیصلہ ہے کہ جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا اُس کو اُس نیکی کی جزا ملے گی اور جو شخص ذرّہ برابر بدی کرے گا اُس کو اُس بدی کی سزا ملے گی۔

تم نے اپنے خط میں مخلوع الخلافت امین اور اُس کی حکومت کی تعریف کی ہے اور اس کی خلعِ خلافت میں اشتباہ ظاہر کیا ہے۔ تو سنو! کہ اس سے خلعِ خلافت میں تم لوگوں کے

سوا اور کسی کو بھی اشتباہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اُس نے پوری طرح بدعہدی کی اور غداری سے کام لیا۔ مگر تم لوگوں نے اُس کی اِس غداری کی تعریف کی اور اُس سے کہا کہ اُمید نہیں کہ تمھارے بھائی (مامون) کی حکومت قائم ہو۔ اِس لیے کہ وہ دارالحکومت سے دور ہے اور جلاوطن ہے۔ اس کے پاس خزانہ بھی ہے اور فوج بھی۔ ہم فوج بھیجیں گے جو اُسے پکڑ لائے گی۔ یہ تم نے غلط کہا اور بلاوجہ دھمکی دی۔ تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھول گئے کہ:

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ (سورۃ الحج آیت ۶۰)

ترجمہ آیت "جس شخص پر زیادتی کی جائے گی ہم اُس کی ضرور مدد کریں گے"۔

حضرت ابوالحسن رضاؑ کی ولیعہدی کو جو تم نے مامون کی بے بصیرتی پر محمول کیا ہے تو ایسا نہیں ہے، بلکہ مامون نے یہ فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر اور یہ جان کر کیا ہے کہ روئے زمین پر اُن سے بڑھ کر نہ کوئی صاحبِ فضل ہے اور نہ صاحبِ عفت۔ نہ اُن سے بڑھ کر کوئی صاحبِ ورع ہے نہ صاحبِ زُہد۔ نہ اُن سے بڑھ کر کوئی نفسانیت سے آزاد اور راضی بہ رضائے الٰہی ہے نہ اُن سے زیادہ کوئی اللہ کے معاملے میں سخت۔ خواہ وہ عوام ہوں یا خواص۔ اُن کی بیعتِ ولیعہدی رضائے رب کے مطابق ہوئی ہے۔ میں نے اِس کے لیے بڑی کوشش کی اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کی۔ اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ ولیعہدی میری طرف سے کوئی عطیہ ہوتی تو میرے دل کو سب سے زیادہ پسند اور میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت خود میرے فرزند عباس اور میری دوسری اولاد کی تھی لیکن میری پسند کچھ اور اللہ کی پسند کچھ اور۔ میں اپنی پسند کو اللہ کی پسند پر ترجیح نہ دے سکا۔

تم لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرے دورِ حکومت میں تم پر بڑے مظالم ہوئے تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا وہ خود تمھاری وجہ سے ہوا۔ اُس کو (امین کو) فتحیاب کرانے کی کوشش اور اُس کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہوا۔ اور جب وہ میرے ہاتھوں قتل ہوگیا تو تم لوگ گروہوں میں بٹ گئے۔ تم نے کبھی ابن ابی خالد کی اتباع کی، کبھی اعرابی کی پیروی کی، کبھی ابن شکلہ کے پیچھے چل پڑے۔ غرض جس نے ہمارے خلاف تلوار اُٹھائی تم لوگ اُسی کے ساتھ ہولیے۔ یاد رکھو! کہ اگر میری عادت درگذر کی نہ ہوتی اور طبیعت میں ظلم و زیادتی ہوتی تو میں روئے زمین پر تم میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑتا، اِس لیے کہ تم سب کا خون حلال اور تم سب ہی مستحقِ قتل ہو۔

نیز تمھاری یہ استدعا کہ میں حضرت ابوالحسن رضاؑ کی ولیعہدی کو ختم کر کے اپنے بیٹے عباس کو ولیعہد بنا لوں، تو کیا تم سب ایک بہتر فرد کو ایک کمتر فرد سے بدل لینا چاہتے ہو؟

وائے ہو تم سب پر۔ عباس ابھی بچہ اور کمسن ہے۔ اُس کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ ناتجربہ کار ہے، عورتوں کی تربیت میں رہا ہے کنیزوں کی گودیوں میں پلا بڑھا ہے پھر یہ کہ ابھی دینی تعلیم بھی حاصل نہیں کی ہے۔ حرام وحلال کی پہچان بھی نہیں۔ اور اگر کچھ جانتا بھی ہے تو رعایا کو نہیں سنبھال سکتا۔ نہ اُن پر حجت قائم کر کے اُنھیں مطمئن کر سکتا ہے۔ اور بالفرض وہ اِس لائق بھی ہوتا، یعنی اُسے تجربہ بھی ہوتا، دینی معلومات بھی ہوتیں، زُہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رُخی بھی ہوتی، بلکہ یوں کہوں کہ وہ ایک عادل حکمراں بھی ہوتا، تو خلافت کے لیے اُس کی حیثیت میرے نزدیک قبیلۂ عک وحمیر کے کسی آدمی کے برابر ہی ہوتی (یعنی ناقابلِ خلافت) لہٰذا اِس سلسلے میں میری زبان نہ کھلواؤ، ورنہ میں ایسی ایسی پیشین گوئیاں اور خبریں بیان کر دوں گا کہ اللہ ایک نہ ایک دن اپنی بات پوری کر کے، جو طے کر لیا ہے اُس کو ظاہر کر کے رہے گا؛ تو لوگ میری باتوں کو ہنسی اور مذاق سمجھیں گے۔ اور اگر تم ان باتوں سے پردہ چاک کرائے بغیر نہ مانو گے تو پھر سنو!

ہارون الرشید نے اپنے آبار کے سلسلے سے یہ روایت مجھ سے بیان کی اور کتابِ حکومت میں اُس نے یہ بھی پایا کہ بنی عباس کی ساتویں پشت پر زوال آئے گا۔ اس کے بعد بنی عباس کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ بس اس کی زندگی تک یہ حکومت رہے گی۔ اِدھر وہ رخصت ہوا اور اُدھر یہ حکومت بھی رخصت ہوئی۔ لہٰذا خبردار! جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم لوگ اپنے لیے جائے پناہ تلاش کر لینا۔ افسوس اُس وقت تم سب تہہ تیغ ہو گے۔ ایک حسنی شخص تم سے انتقام کے لیے آئے گا، وہ کسی کی رعایت نہ کرے گا اور تمھیں اتنا کاٹے گا جتنا وہ کاٹ سکے گا۔ یا سفیانی آئے گا جو تمھیں ذلیل وخوار کرے گا۔ اور قائم مہدیؑ آئے گا جو تمھارا ناحق خون بہنے سے بچائے گا۔

میں بتاؤں کہ میں نے علی ابن موسیٰ رضا کو ولیعہد کیوں بنایا؟ اوّل تو وہ فی نفسہٖ اس کے مستحق تھے دوسرے ہم نے جو اُن کو ولیعہدی کے لیے منتخب کیا تو اِس لیے کہ تمھارا خون بہنے سے بچاؤں اور اپنے اور آلِ محمدؐ کے درمیان رشتۂ مودّت کو مسلسل باقی رکھ کر (اُس آنے والے وقت پر) تم لوگوں کا تحفظ کر جاؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آلِ ابی طالبؑ کا اکرام کرتا ہوں اور مالِ غنیمت میں سے کچھ دے کر اُن کے ساتھ مواسات اور حسنِ سلوک سے پیش آتا ہوں۔ اگر تمھارا یہ خیال ہے کہ میں نے عافیت اور منفعت ان لوگوں کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو ایسا نہیں ہے۔ میں تمھاری بہبود اور نفع رسانی کی تدبیر میں ہوں۔ میری نظر تم پر تمھاری اولاد اور آئندہ نسلوں پر ہے کہ تمھارے بعد اُن کا حشر کیا ہوگا؟ تم لوگ تو انجام کو بھولے ہوئے ہو، لہو ولعب میں مبتلا ہو، غفلت کے سمندر میں ڈوب رہے ہو، گمراہی کے

صحرا میں بھٹکتے ہوئے پھر رہے ہو۔ تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور کون سا عذاب تمھارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ یہ عیش و عشرت، یہ نعمت و دولت سب سلب ہونے والی ہے۔ تم میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ شام کو سواریوں پر سوار ہو سیر و تفریح میں وقت گذاریں اور صبح کو مخمور اور نشے میں چور اُٹھیں۔ تم گناہوں کا ارتکاب کر کے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہو اور بہت خوش ہوتے ہو۔ بربط تمھارا خدا بن گیا ہے۔ تمھارے اندر نسوانیت اور زنانہ پن رچ بس گیا ہے۔ تم میں کوئی ایسا سوچ بچار اور غور و فکر کرنیوالا بھی نہیں جو اپنی معیشت کی اصلاح و درستی کے لیے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی حفاظت اور بقا کے لیے کوشش کرے۔ نہ حصولِ کرامت و شرف کی فکر، نہ کارِ خیر اور اعمالِ حسنہ انجام دینے کا ارادہ جس سے اُس دن (قیامت کے روز) سرفرازی اور بلندی نصیب ہو اور گردن اُٹھا کر چل سکیں، جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔

تم لوگوں نے نماز ترک کر رکھی ہے، شہوات و خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہو۔ نغمات و لذات پر منھ کے بل گرے پڑ رہے ہو اور گمراہی میں مبتلا ہونے والے ہو۔

خدا کی قسم میں اکثر تمھارے حالات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ سابق اُمتوں میں سے جو اُمت بھی موردِ عذابِ الٰہی ہوئی وہ اپنی ہی بدکرداری و بداعمالی کی وجہ سے۔ اور تمھارے اندر بہت سی بدکرداریاں موجود ہیں اور وہ ایسی کہ میرا تو خیال ہے کہ شاید ابلیس کو بھی شرم آئے۔ قومِ صالحؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ اُن میں نو گروہ تھے جو زمین پر فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح قبول نہیں کر رہے تھے۔ مگر تم میں سے کون ایسا ہے کہ جس کے ساتھ ننانوے ۹۹ مفسدین نہ ہوں۔ تم لوگوں نے معاد اور آخرت کا استخفاف اور مذاق اُڑانا اپنا شعار اور دستور بنا لیا ہے۔ حساب و کتاب پر یقین نہ ہونے کے برابر ہے۔

سوچو! کہ تم میں کوئی ایک بھی ایسا صاحبِ رائے نہیں ہے کہ جس کی پیروی کی جائے یا اُس کے کردار سے استفادہ کیا جائے؟ تم لوگوں کی شکلوں پر پھٹکار، تمھارے چہروں پر خاک۔ کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔

تم لوگوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نور اللہ وجہہ کی ولیعہدی کا معاملہ غلط رہا۔ تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ وہ بہترین اقدام ہے کہ جس کے ذریعے سے مجھے اُمید ہے کہ میں صراط سے آسانی کے ساتھ گذر سکوں گا۔ اور قیامت کے ہولناک دن مجھے خوف سے امن و نجات ملے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی کام اس سے بہتر انجام نہیں دیا اور نہ آئندہ انجام دے سکوں گا۔ اور اگر کبھی

سکوں گا تو وہ اسی کے مثل کوئی دوسرا کام ہو گا مگر یہ بھی میرے لیے کہاں ممکن ہے اور تم یہ سعادت بھلا کیسے حاصل کر سکتے ہو۔

تمھارا یہ کہنا کہ میں نے یہ قدم اُٹھا کر تمھارے بزرگوں اور تمھارے آبا ءو اجداد کو بے عقل اور کج رائے ثابت کر دیا ہے۔ یہی تو مشرکینِ قریش بھی کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے آبا ءو اجداد کو جس مسلک پر پایا ہے ہم بھی اسی مسلک پر چلیں گے اور انہی کی پیروی کریں گے وَیل ہو تم پر، دین ہمیشہ سے صرف انبیاءِ کرام ہی کے ذریعے سے لیا جاتا رہا ہے۔ سوچو اور سمجھو! مگر مجھے اُمید نہیں کہ تم سمجھ سکو گے۔

تمھیں اس کی بھی شکایت ہے کہ میرا برتاؤ تمھارے ساتھ مجوسیوں جیسا ہے تو میرا خیال ہے کہ اگر میں تمھارے ساتھ بندروں اور خنزیروں جیسا سلوک کروں تب بھی تمھاری اکڑ نہیں جائے گی جو تم امیر المومنین کو دکھا رہے ہو۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح ہمارے ماں باپ اسلام لائے اسی طرح یہ مجوسی بھی اسلام لائے تھے تو وہ مجوسی بیچارے تو اب بھی مسلمان ہیں مگر تم مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے۔ اور وہ مجوسی جو مسلمان ہو گئے، اس مسلمان سے بہتر ہیں جو مرتد ہو گیا ہے۔ وہ بیچارے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اچھائیوں کے قریب اور بُرائیوں سے دور رہتے ہیں مسلمانوں کی عزت و حرمت کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ شرک و اہل شرک کی بُرائیوں سے پاک ہو کر خوش ہیں۔ اسلام نے جو خوبیاں دی ہیں اُن کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے بعض تو اپنی مدتِ حیات پوری کر کے جا چکے اور بعض اس کا انتظار کر رہے ہیں اُنھوں نے اپنے اِس عنوانِ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اور ایک تم ہو کہ تم میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو لہو و لعب میں مبتلا نہ ہو۔ اُس کی عقل و تدبیر ماؤف نہ ہو چکی ہو۔ تم میں سے کوئی یا تو گویّا (گانے والا) ہو گا یا طبلچی یا بانسری بجانے والا۔ خدا کی قسم وہ بنی اُمیہ جن کو تم نے کل تہہِ تیغ کیا ہے کہ وہ پھر سے زندہ کیے جائیں اور اُن سے کہا جائے کہ جس قدر بُرائیاں تم کر سکتے ہو کر گذرو۔ تو وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکیں گے جتنی بُرائیوں کو تم لوگوں نے اپنا شعار و کردار بنا رکھا ہے۔

تم میں ہر ایک کی یہ فطرت ہے کہ جب بدحالی میں مبتلا ہوا تو چیخنے لگا۔ اور جیسے ہی خوشحالی آئی پھر کسی کی بات بھی سُننا گوارا نہیں کرتا۔ اور جب تک ڈرایا نہ جائے، نہ تو وہ باز آتا ہے اور نہ پرہیز گار بنتا ہے۔ اور کیسے باز آئے گا وہ شخص جس کی رات مرکوب (سواری پر سیر و تفریح میں) بسر ہوتی ہے اور جب صبح کو (تمام رات عیش و طرب کی لذت و تھکان کے بعد) اُٹھتا ہے

تو اپنے گناہوں پر نازاں اور فرحاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ اُس کی زندگی کا مقصد شکم پروری یا شہوت رانی ہے۔ اور اگر اس کو اپنی شہوت کی تسکین کے لیے ایک ہزار نبی پیغمبر یا ملکِ مقرّب کو بھی قتل کرنا پڑے تو وہ اس کی بھی پروا نہیں کرے گا۔

اُس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو اُس کو معصیت پر اُبھارے اور فواحش میں اس کی مدد کرے۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اگر تم لوگ اب بھی بُرائیوں اور بدکاریوں سے باز نہ آئے تو تمھیں اختیار ہے۔ میرے پاس جو بھی قوّت ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے اور میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی میرے لیے کافی ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۵

آپؑ کی ازواج و اولاد

(۱) ـــــــ زید النار

ابن ابی عبدون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ۱۹۹ھ میں زید بن موسیٰ (حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی) نے بصرہ میں خروج کیا اور عباسیوں کے گھروں کو نذرِ آتش کر دیا جس کی بنا پر انہیں زید آتشین کہا جانے لگا تھا۔ جب یہ گرفتار کر کے مامون کے سامنے لائے گئے تو مامون نے ان سے کہا۔ اے زید اگر تمہیں آگ لگانی ہی تھی تو ہم لوگوں کے دشمن بنو امیہ۔ و ثقیف و غنی و باھلہ اور ال زیاد ہیں ان کے گھروں سے شروع کیا ہوتا۔ یہ کیا کہ تم نے انہیں تو چھوڑا اور اپنے چچا کی اولادوں کے گھروں کا رخ کر دیا؟ زید بھی بہت پُر مزاج آدمی تھے انھوں نے برجستہ جواب دیا۔ یا امیر المومنین غلطی ہو گئی اب جب آگ لگاؤں گا تو پہلے انہی لوگوں کے گھروں سے شروع کروں گا۔ مامون یہ سن کر ہنسنے لگا۔ پھر انہیں ان کے بھائی حضرت ابو الحسن الرضا کے پاس بھیج دیا اور کہلایا کہ زید کے جرم کا میں نے آپ کو اختیار دیا۔ جب لوگ ان کو لے کر امام کی خدمت میں آئے تو آپ نے انہیں بہت جھڑکا اور رہا کر دیا مگر بحلف کہہ دیا کہ میں تا عمر ان سے بات نہ کروں گا۔

ابو الخیر علی بن احمد نسابہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن موسیٰ علیہ السلام منتصر کے ندیم و مصاحب تھے اور بڑے خوش گفتار تھے۔ یہ زیدیہ خیالات کے حامل تھے اور بغداد میں نہر کرخایا پر قیام کیا کرتے تھے۔ یہی وہ زید ہیں جو ابو سرایا کے دور میں کوفہ کے اندر تھے اور اس نے ان کو کوفہ کا والی بنا دیا تھا مگر جب ابو سرایا قتل ہو گیا تو طالبین منتشر ہو گئے کچھ بغداد جا کر چھپ رہے کچھ کوفہ اور کچھ مدینہ واپس چلے گئے اور انہی روپوش ہونے والوں میں زید بن موسیٰ بھی تھے۔ حسن بن سہل نے ان کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب مل گئے تو انہیں حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا گیا اس نے ان کو قید کا حکم دے دیا چند دن بعد انہیں گردن زدنی کے لئے پیش کیا گیا جلاد نے ان کے قتل کے لئے تلوار کھینچ لی۔ جب قریب پہنچا تو انھوں نے پکار کر کہا۔ ایہا الامیر اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے قتل میں اتنی جلدی نہ کریں ٹھہر جائیں۔ مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ حسن بن سہل نے حکم دیا جلاد نے تلوار روک لی۔ یہ حسن بن سہل کے قریب پہونچے اور اس وقت وہاں حجاج بن خیثمہ بھی موجود تھا۔ انھوں نے کہا ایہا الامیر یہ جو آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو کیا اس کے متعلق امیر المومنین کا کوئی حکم آپ کے پاس آیا ہے؟ حسن بن سہل نے کہا۔ نہیں۔ زید بن موسیٰ نے کہا تو پھر آپ امیر المومنین کے چچازاد بھائی کو بغیر ان کی اجازت۔ بغیر ان کے حکم اور بغیر ان کی رائے لئے ہوئے کیوں قتل کر رہے ہیں۔؟ پھر انھوں نے ابو عبد اللہ بن افطس کا واقعہ بیان کیا کہ ہارون رشید نے ان کو جعفر بن یحیٰ کے پاس قید میں ڈال دیا تھا۔ مگر رشید کے حکم کے بغیر جعفر نے ان کو قتل کر دیا۔ اور نوروز کے نذاروں اور ہدیوں کے ساتھ ان کا سر بھی رشید کے پاس بھیجا تھا۔ مگر جب ہارون رشید نے مسرور کبیر کو جعفر بن یحیٰ کے قتل کرنے کا حکم دیا تو یہ کہا کہ اگر جعفر تم سے یہ پوچھے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہے تو کہہ دینا کہ تو نے

میرے چچازاد بھائی ابن افطس کو بغیر میرے حکم کے قتل کیا تھا اس کے بدلے میں تجھے قتل کر رہا ہوں۔

یہ سن کر حجاج بن خیثمہ نے حسن بن سہل سے کہا ایہا الامیر کیا آپ کو پورا اطمینان ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی آپ کے اور امیر المومنین کے درمیان کوئی تلخی پیدا ہو اور آپ بھی اس شخص کو بغیر اجازت کے قتل کر چکے ہوں اور وہ آپ کے لئے وہی بہانہ پیش کرے جو رشید نے جعفر بن یحیٰ کے قتل کے لئے پیش کیا تھا۔ یہ سن کر حسن بن سہل نے حجاج سے کہا اللہ تمہیں اس کی اچھی جزا دے تم نے ہمیں خطرہ سے بچایا۔ پھر زید کے قتل کے حکم کو واپس لے لیا اور انہیں قید میں واپس کر دیا پھر یہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ ابراہیم بن مہدی کا دور آیا اور اہل بغداد نے جسارت کر کے حسن بن سہل کو بغداد سے نکال دیا۔ مگر زید اسی طرح قید میں پڑے رہے بالآخر انہیں مامون کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور مامون نے ان کو ان کے بھائی امام رضاؑ کے پاس بھیج دیا امام رضا علیہ السلام نے انہیں رہا کر دیا۔ زید بن موسیٰ خلافت متوکل کے آخر دور تک زندہ رہے بالآخر سر من رای میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۲-۲۳۳)

یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰ نے مدینہ میں خروج کیا لوگوں کے گھر جلائے اور انہیں قتل کیا اور اسی بنا پر ان کو زید النار کہا جانے لگا۔ مامون نے ان کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجے اور جب انہیں گرفتار کر کے مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون نے حکم دیا انہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔

یاسر کہتا ہے کہ جب یہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس پہونچے تو آپ نے ان سے کہا۔ اے زید تم نے پست فطرت اہل کوفہ کے اس قول سے دھوکا کھایا کہ "حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا چونکہ صاحب عصمت و عفت ہیں اس لئے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کر دیا ہے"۔ حالانکہ یہ بات صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے لئے مخصوص ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے پھر بھی جنت میں جاؤ گے اور موسیٰ بن جعفر اللہ کی اطاعت کریں گے اور جنت میں جائیں گے تو پھر اللہ کے نزدیک موسیٰ بن جعفر سے تم ہی اچھے ٹھہرے۔ سن لو خدا کی قسم اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بغیر اس کی اطاعت کے حاصل نہیں ہو سکتا اور تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ کی معصیت کر کے اسے حاصل کر لو گے تو تمہارا خیال غلط ہے۔

زید نے کہا میں آپ کا بھائی اور آپ کے باپ کا فرزند ہوں۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے تم میرے بھائی اس وقت تک ہو جب تک اللہ کی اطاعت کرتے رہو گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ یاد کرو جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت نوح نے کہا۔ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ

پروردگار میرا یہ فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تو حاکم الحاکمین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ یٰنُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (سورہ ہود ص ۴۶-۴۵) اے نوح یہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کا عمل غیر صالح ہے۔ (یہ نافرمان ہے)
تو دیکھا تم نے کہ اللہ نے نوح کے بیٹے کو اس کی معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے حضرت نوح کے اہل سے خارج کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۴)

(۳) ــــــ اولادِ فاطمہؑ اور نارِ جہنم

حسن بن موسیٰ وشاء بغدادی کا بیان ہے کہ میں خراسان کے اندر حضرت امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا اور وہاں زید بن موسیٰ بھی تھے وہ اہلِ مجلس سے مخاطب تھے اور ان پر فخر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں اور ہم لوگ وہ ہیں اور ادھر حضرت امام رضاؑ کچھ دوسرے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ زید کی باتیں سنیں تو اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ اے زید کیا تم کو اہلِ کوفہ کے ناقلین روایت کے اس قول نے دھوکے میں مبتلا کر دیا کہ "حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا چونکہ صاحب عصمت و عفت ہیں اس لئے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کر دیا ہے" خدا کی قسم یہ سوائے امام حسن اور بطنِ فاطمہ سے جو پیدا ہوئے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ ہو کہ موسیٰ بن جعفر اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ دن بھر روزہ رکھ رہے ہیں رات بھر عبادت کر رہے ہیں اور تم اللہ کی معصیت اور اس کی نافرمانی کر رہے ہو پھر دونوں قیامت میں پہنچیں اور دونوں برابر ہو جائیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہو۔ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں جو نیکوکار ہیں ان کو دہرا ثواب ملے گا اور جو خطاکار ہیں ان کو دہرا عذاب دیا جائے گا۔

حسن وشاء کا بیان ہے کہ پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے حسن بتاؤ تم لوگ اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہو۔ یٰنُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ میں نے عرض کیا کچھ لوگ اس کو انه عملٌ غیرُ صالحٍ پڑھتے اور کچھ لوگ اس کو انه عمِلَ غیرَ صالحٍ پڑھتے ہیں وہ حضرت نوح کے باپ ہونے ہی سے انکار کرتے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا نہیں نہیں وہ حضرت نوح کا ہی بیٹا تھا مگر چونکہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اس لئے اللہ نے اس کو حضرت نوح کا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا۔ پس اسی طرح ہم میں سے بھی جو شخص اللہ کی اطاعت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تم اگر اللہ کی اطاعت کرتے ہو تو تم اہلِ بیت میں سے ہو۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۲ معانی الاخبار شیخ صدوق ص ۱۰۸-۱۰۷

(۴) ــــــ اصل شئے تقویٰ ہے

حسن بن جہم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہاں ان کے بھائی زید بن موسیٰ بھی موجود تھے اور حضرت امام رضاؑ زید سے کہہ رہے تھے کہ اے زید تقویٰ اور خوفِ خدا اختیار کرو اس لئے کہ ہم لوگ جس مرتبہ اور منزلت پر پہنچے ہیں وہ تقویٰ اور خوفِ خدا سے پہنچے ہیں۔ پس جس میں تقویٰ اور خوف خدا نہیں وہ نہ ہم میں سے ہے اور نہ ہم اس میں سے ہیں اے زید ہمارے شیعوں میں سے تم جس سے ملو اس کی توہین نہ کیا کرو ورنہ تم سے نور ایمان رخصت ہو جائے گا۔ اے زید تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے شیعوں سے لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ ان کا خون بہانا، ان کا مال لوٹ لینا لوگ حلال اور جائز سمجھتے ہیں محض اس لئے کہ وہ بیچارے ہم سے محبت کرتے ہیں ہماری ولایت و امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں لہٰذا اگر تم نے ان بیچاروں سے بدسلوکی کی تو خود اپنے اوپر ظلم کرو گے اور اپنے حق سے محروم ہو جاؤ گے۔

حسن بن جہم کا بیان ہے کہ زید کو ہدایت کرنے کے بعد آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن جہم جو شخص بھی دین خدا کا مخالف ہے میں اس سے برائت اور لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو۔ اور جو شخص اللہ کا دشمن ہو اس سے دوستی نہ رکھو خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول خدا کا دشمن کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے۔ (عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۳۵)

⑤ —— حسین بن جعفر

بزنطی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، اور اکثر کہا کرتا کہ میں ان سے یعنی ابو جعفر سے باتیں اخذ کیا کرتا ہوں تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچاؤں میں سے کس کا سلوک سب سے زیادہ اچھا ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا "حسین کا" تو آپ کے والد نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا خدا کی قسم وہ واقعاً ان کے لئے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ قرب الاسناد ص ۲۲۳

⑥ —— محمد بن جعفر

عمیر بن برید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہاں محمد بن جعفر کا تذکرہ چھڑ گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے متعلق یہ طے کر لیا ہے کہ ہم اور وہ دونوں کبھی ایک گھر میں ایک چھت کے نیچے جمع نہ ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ہمیں تو حسنِ سلوک اور اعزا کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں اور خود

اپنے چچا کے لئے ایسا کہہ رہے ہیں ۔میرے دل میں یہ خیال آتے ہی انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ بھی ایک طرح کا حسنِ سلوک اور صلہ رحمی ہی ہے ۔ اس لئے کہ یہ بزرگ جب میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے ملتے ہیں تو یہاں سے جاکر میرے متعلق طرح طرح کی باتیں کہا کرتے ہیں اور لوگ ان کو سچا سمجھنے لگتے ہیں مگر جب نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ میرے متعلق جب بھی کوئی بات کہیں گے کسی کو یقین نہ آئے گا۔ (عیون اخبار الرضا صـ۲۰۴)

(۷) ـــــــ محمد بن سلیمان علوی

محمد بن اثرم کی روایت ہے وہ یہ کہ مدینہ میں ابو سرایا کے دور میں محمد بن سلیمان علوی کے سپاہیوں پر تعینات تھا۔اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن سلیمان علوی کے پاس ان کے خاندان والے اور دوسرے لوگ جمع ہوئے اور ان کی بیعت کی اور یہ کہا کہ اگر آپ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کو پیغام بھیجیں کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہو جائیں تو بڑا اچھا ہو اس لئے کہ ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے ۔محمد بن سلیمان علوی نے مجھ سے کہا۔ان کے پاس تم جاؤ میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کا سارا خاندان متحد اور یک رائے ہو گیا اور وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہو جائیں لہٰذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایسا کرلیں اور آجائیں ۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس وقت مقام حمرا میں تھے میں نے جاکر محمد بن سلیمان کا پیغام آپ تک پہنچایا۔آپ نے جواب دیا۔تم میرا بھی سلام ان سے کہنا اور یہ کہنا کہ میں بیس دن کے بعد آؤں گا۔الغرض میں نے واپس آکر آپ کا جواب محمد بن سلیمان کو پہنچایا۔اور اس کے بعد ہم لوگ چند دن کسی اقدام کے بغیر ٹھہرے رہے جب اٹھارواں دن آیا تو ورقا قائد جلودی آپہنچا۔ہم لوگوں نے اس سے جنگ کی بالآخر شکست کھائی اور میں صورین کی طرف بھاگ نکلا کہ اتنے میں پیچھے سے کسی نے آواز دی اے اثرم، میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت ابوالحسن امام رضاؑ تھے اور فرما رہے تھے بتاؤ ابھی بیس دن گذرے یا نہیں ۔محمد بن سلیمان کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے ۔محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۰۸

(۸) ـــــــ جعفر بن عمر علوی

حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہم چند جوانان بنی ہاشم حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے گرد جمع تھے کہ اتنے میں ادھر سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا وہ اس وقت بالکل بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں تھے ۔ ان کی یہ ہئیت جو نظر آئی تو ہم لوگوں

نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہنسنے لگے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مگر عنقریب تم ان کو دیکھو گے کہ یہ بہت دولتمند اور صاحب حشم و خدم ہوں گے آپ کے اس ارشاد کو ابھی چند ہی مہینے گذرے تھے کہ وہ مدینہ کے حاکم بن گئے اور خوشحالی آ گئی اور اس کے بعد جب بھی ہمارے سامنے سے گذرتے تو پورے حشم و خدم کے ساتھ گذرتے۔

مذکورہ جعفر کا سلسلہ نسب یہ ہے جعفر بن محمد بن عمر بن الحسن بن عمر بن علی بن الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔ (عیون اخبار الرضا۔ جلد ۲ صـ ۲۰۹)

(۹) —— رشتۂ اخوت

ایک مرتبہ زید موسیٰ بن جعفر مامون کے پاس گئے اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہیں حضرت امام رضا علیہ بھی موجود تھے زید نے ان کو بھی سلام کیا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو زید نے کہا میں آپ کا بھائی اور آپ کے باپ کا فرزند ہوں اور آپ میرے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا تم اس وقت تک میرے بھائی ہو جب تک تم اللہ کی اطاعت کرو اور جب تم نے اللہ کی نافرمانی کی تو ہمارے تمہارے درمیان کوئی برادری نہیں۔ (مناقب ال ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۲۱)

(۱۰) —— تعداد اولاد

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کی چھ اولادیں تھیں جن میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ محمد^۱ القانع حسن^۲ جعفر^۳۔ ابراہیم^۴ حسین^۵۔ عائشہ^۶

اور عبد العزیز اخضر کا بیان ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ امام محمد^۱ تقی۔ ابو محمد حسن^۲۔ جعفر^۳۔ ابراہیم^۴ حسین^۵۔ عائشہ^۶۔

دلائل حمیری میں حنان بن سدیر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا۔ کیا کوئی لاولد شخص امام ہو سکتا ہے؟۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے صرف ایک لڑکا ہوگا اور اسی سے اللہ میری نسل کو بہت پھیلائے گا۔ ابو خداش کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو تیس سال پہلے سنا تھا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۳ صـ ۱۳۶)

ابن خشاب کا بیان ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

امام محمد تقی۔ ابو جعفر ثانی۔ ابو محمد الحسن۔ جعفر۔ ابراہیم حسین اور عائشہ۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۳ صـ ۱۱۲)

مناقب ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۶۷ پر درج ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے صرف ایک فرزند حضرت ابو جعفر محمد بن علی الجواد تھے اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ کتاب الدّر میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام

کا انتقال ہوا آپ نے صرف ایک فرزند چھوڑا جن کا نام ابوجعفر محمد بن علی ہے جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت صرف سات سال اور چند ماہ تھی۔

(۱۱) ——— احمد بن جعفر

محمد بن احمد بن اسید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے ساتھ جو ہونا تھا ہو چکا۔ تو ابو سمال کے دونوں فرزندوں ابراہیم و اسماعیل نے کہا کہ ہم اب ان کے بیٹے احمد کو لائیں گے اس کے بعد ان لوگوں نے احمد کے پاس آمدورفت شروع کر دی اور ایک عرصہ تک آتے جاتے رہے۔ مگر جب ابوسرایا نے خروج کیا تو اس کے ساتھ احمد نے بھی خروج کیا۔ اس کی اطلاع کے بعد میں ابراہیم و اسماعیل کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ انھوں نے تو ابوسرایا کے ساتھ خروج کر لیا۔ اب تم دونوں کیا کہتے ہو۔؟ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر دونوں نے اس اقدام کو ناپسند کیا اور اپنی عقیدت و ارادت ان سے ختم کر لی اور بولے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر تو زندہ ہیں۔ (اور غیبت اختیار کر لی) لہٰذا ہم (کسی اور کو امام نہ مانیں گے بلکہ) انہی پر ثابت قدمی سے توقف کریں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میرا تو خیال ہے کہ اسماعیل اسی اپنے شک پر قائم رہتے ہوئے مرگیا۔ (رجال کشی ص۴۰۰ روایت نمبر ۲۴۴-۳۴۳)

(۱۲) ——— علی بن عبید اللہ

سلیمان بن جعفر سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی بن عبید اللہ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ کسی دن حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے چلوں۔ میں نے کہا تو پھر تمہارے لئے اس میں رکاوٹ کیا ہے۔ انھوں نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف ان کا رعب و جلال مانع ہے ان کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

راوی کا بیان کہ اسی اثناء میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی ذرا طبیعت ناساز ہو گئی اور لوگ ان کی عیادت کو جانے لگے تو میں نے علی بن عبید اللہ سے جاکر کہا۔ لو تم ملاقات کا موقع چاہتے تھے وہ موقع آگیا حضرت امام رضا علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز ہے لوگ عیادت کے لئے جارہے ہیں۔ اگر تمہارا ارادہ ہو تو آج چلے جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ علی بن عبید اللہ اسی دن حضرت امام رضا کی عیادت کو گئے تو آپ ان سے بہت تکریم و تعظیم سے پیش آئے یہ سلوک دیکھ کر علی ابن عبید اللہ بہت خوش ہوئے اور اس کے کچھ دنوں بعد خود علی ابن عبید اللہ بیمار ہو گئے تو حضرت امام رضا علیہ السلام ان کی عیادت کو ان کے گھر گئے میں آپ کے ساتھ تھا۔ ہم ان کے پاس اتنی دیر تک بیٹھے کہ سارے عیادت کرنے والے چلے گئے۔ پھر ہم جب وہاں سے واپس آئے تو میری ایک کنیز نے مجھ سے بیان کیا کہ علی بن عبید اللہ کی زوجہ ام سلمہ پس پردہ امام کو دیکھ رہی تھیں یوں ہی حضرت امام رضا علیہ السلام

وہاں سے نکلے وہ فوراً پردے سے نکل آئیں اور اس مقام پر جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام بیٹھے تھے جھک پڑیں اور اس مقام کو بوسہ دینے لگیں اور ہاتھوں سے مسح کرنے لگیں۔

سلیمان کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر جب میں علی بن عبید اللہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی ام سلمہ کی عقیدت کو بیان کیا۔ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے سلیمان اگر اولاد علی و فاطمہ کو امام کی صحیح معرفت عطا کر دے تو وہ پھر عام لوگوں کی طرح نہیں رہ جاتے۔

(رجال کشی صـ ۴۹۵ روایت نمبر ۴۸۵ = اختصاص صـ ۸۹)

(۱۳) ـــــــ حضرت موسیٰ بن جعفر کا وصیّت نامہ

یزید بن سلیط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو ابراہیم (موسیٰ بن جعفر) علیہ السلام نے اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تو اس پر مندرجہ ذیل اصحاب کو شاہد اور گواہ بنایا۔

۱۔ ابراہیم بن محمد جعفری۔ ۲۔ اسحاق بن محمد جعفری۔ ۳۔ اسحاق بن جعفر بن محمد۔ ۴۔ جعفر بن صالح ۵۔ معاویہ جعفری۔ ۶۔ یحییٰ بن زید بن علی۔ ۷۔ سعد بن عمران انصاری۔ ۸۔ محمد بن حارث انصاری ۹۔ یزید بن سلیط انصاری۔ ۱۰۔ محمد بن جعد بن سعد اسلمی۔ اور سابق میں وصیتوں کے یہی کاتب ہوا کرتے تھے۔ وصیت نامہ کی عبارت مندرجہ ذیل تھی:

"میں اِن لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اس امر کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ان کو پھر سے اٹھائے گا، اور یہ کہ موت کے بعد پھر اٹھایا جانا اور دوبارہ زندہ ہونا حق ہے اور یہ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ حساب حق ہے۔ قضا حق ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا حق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھی لے کر آئے وہ سب حق ہے۔ روح الامین جبریل جو کچھ لے کر نازل ہوئے وہ سب حق ہے انہی اعتقادات کے ساتھ میں نے زندگی بسر کی اور ان ہی اعتقادات کے ساتھ میں مروں گا اور انشاءاللہ ان ہی اعتقادات کو لئے ہوئے میں قبر سے اٹھوں گا۔

اور میں ان لوگوں کو اس امر کا بھی شاہد بناتا ہوں کہ یہ خود میرے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے۔ میں نے اس میں اپنے جد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب اور محمدؑ بن علیؑ اور جعفر ابن محمد کے وصایا کو حرف بحرف شامل کیا ہے۔

میں نے اپنا وصی بنایا علی کو اور پھر اگر یہ چاہیں اور محسوس کریں کہ میری دیگر اولادیں سعید و رشید ہیں تو اپنے ساتھ لے لیں یہ ان کو اختیار ہے اور اگر ناپسند کریں اور خارج کر دینا چاہیں تو یہ بھی ان کی

مرضی پر ہے۔ اور اس امر میں میری باقی اولاد کو کوئی اختیار نہیں۔ یہ وصیت میں نے ان کو (یعنی علی کو) اپنے صدقات (کارِ خیر) اموال۔ غلاموں۔ بچوں (جو میرے پسماندگان ہیں) اور اپنی اولاد ابراہیم، عباس، قاسم، اسماعیل، احمد اور ام احمد تک کے لئے کی ہے۔ میری ازواج کے معاملات کا اختیار صرف علی کو ہے میری اولاد میں سے کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ میرے متروکات میں سے ایک تہائی صدقہ اور کارِ خیر کے لئے ہے اور دو تہائی وہ جیسے چاہیں استعمال کریں۔ اس پر انہیں وہی حق ہے جو ایک صاحبِ مال کو اپنے مال پر ہوتا ہے۔

اگر وہ چاہیں تو اسے فروخت کر دیں، کسی کو بخش دیں۔ کسی کے لئے چھوڑ دیں یا ہم نے جن لوگوں کا نام لیا ہے یا ان لوگوں کے علاوہ جس پر چاہیں صرف کریں یہ ان کو اختیار ہے۔ وہ میری وصیت کی رو سے میرے مال میرے اہل وعیال اور میری اولاد پر وہی اختیار رکھتے ہیں جو مجھے ان پر تھا اگر وہ مناسب سمجھیں تو ہم نے اس تحریر میں جن جن کے نام لئے ہیں انہیں اس وصیت میں برقرار رکھیں اور اگر نہ چاہیں تو انہیں حق ہے کہ وہ بے روک ٹوک ان لوگوں کو خارج کر دیں۔ اگر وہ محسوس کریں یہ لوگ جیسا میں ان کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اس میں فرق آ رہا ہے تو اگر چاہیں تو اپنی ولایت اور سرپرستی میں لے لیں یہ ان کو اختیار ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مرد یہ چاہے کہ اپنی بہن کا نکاح کسی سے کر دے تو اسے یہ حق نہیں کہ بغیر ان کی اجازت اور بغیر ان کے حکم کے ایسا کرے۔ اس لئے کہ یہ بہتر جانتے ہیں کہ قوم میں مناکحت کے قابل کون ہے اور کون نہیں۔

اور کسی صاحبِ اقتدار یا کسی اور شخص کو یا ان لوگوں کو جن کا ذکر میں نے اس تحریر میں کیا ہے۔ ان کو کوئی حق نہیں کہ ان کو (یعنی علی کو) ان تمام باتوں سے باز رکھے یا درمیان میں حائل ہو جن کا ذکر میں نے اس تحریر میں کر دیا ہے۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے بری ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نازل ہوگا۔ اور ملائکہ مقربین، انبیاؑ و مرسلین نیز جماعت مومنین اس پر سدا لعنت کرتے رہیں گے۔ سلاطین وصاحبان اقتدار میں سے کسی کو حق نہیں کہ انہیں اس سے باز رکھے۔ اور جو کچھ اُن کے پاس ہے وہ اب میرا نہیں خواہ اس کا نفع ہو خواہ اس کا نقصان اور نہ میری کسی اولاد کا۔ میرے پاس جو مال ہے وہ سب ان کا ہے اور وقف ہے اس میں شامل ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں اگر کم ہے تو اس کا بھی ان کو علم ہے اور زیادہ تو اس کے متعلق بھی وہ سچ ہی کہیں گے۔ اور میں نے ان کے نام کے ساتھ جو اور لوگوں کے نام لئے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان لوگوں کی عزت افزائی ہو ان کو شرف حاصل ہو۔

میری وہ کنیزیں کہ جن کے بطن سے میرا کوئی لڑکا ہے (امہات اولاد) تو ان میں سے جو اپنے گھر میں اقامت کرے۔ اور چار دیواری میں رہے تو میری زندگی میں جو اس کو ملتا تھا جاری رہے گا بشرطیکہ وہ (علی) اس کو مناسب سمجھیں۔ اور ان میں سے جو اپنے گھر سے نکل کر دوسرا شوہر کرے تو پھر اسے کوئی حق نہیں کہ ہمارے گھروں کی طرف رجوع کرے الا یہ کہ علی اس کو مناسب خیال کریں اور اسی طرح میری بیٹیاں بھی۔ اور میری لڑکیوں کا نکاح کوئی ان کا اہم بطن بھائی۔ یا سلطان وحاکم یا چچا بھی بغیر علی کے مشورے اور رائے کے، نہیں کر سکتا اگر کسی نے ایسا کیا تو

گویا اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت اور اس سے جنگ کی۔ اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ قوم میں سے کون کون مناکحت کے لائق ہے۔ یہ سب علی کی مرضی پر ہے اگر وہ نکاح کر دینا چاہیں تو کر دیں اور اپنی مرضی ترک کرنا چاہیں تو ترک کر دیں۔ اس وصیت نامہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کی مثل میں نے اپنی عورتوں، کنیزوں وغیرہ کو بھی وصیت کی ہے اور اس پر اللہ کو، علی کو، اور امام احمد گواہ بنایا ہے۔

وہ لوگ کہ جن کا ذکر یا جن کا نام میں نے اپنی تحریر میں کیا ہے، ان میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں اس وصیت نامہ کو غیروں پر ظاہر کرے اور اس کو نشر کرے۔ جو بدی کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی اور جو نیکی کرے گا اس کو اس کی جزا ملے گی۔ تمہارا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ اپنی رحمتیں نازل کرے محمد اور ان کی آل پر۔ اور کسی سلطان و صاحب اقتدار وغیرہ کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ وہ اس وصیت نامہ کے آخری حصّہ کو جسے بند کر کے ہم نے اپنی مہر ثبت کر دی اس مہر کو نہ توڑے اور جو ایسا کرے گا اس پر اللہ کی لعنت اللہ کا غضب اور ملائکہ مقربین و گروہ مرسلین و مسلمین اور لعنت کرنے والوں کی لعنت جو میرے اس وصیت نامہ کی مہر توڑے۔ اس وصیت نامہ کو لکھا اور اس پر مہر لگائی ابو ابراہیم اور گواہ ہوں نے اللہ تعالیٰ درود نازل کرے محمد پر اور ان کی آل پر۔

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ اس وقت مدینہ کے قاضی ابو عمران طلحی تھے جب حضرت موسیٰ بن جعفر کا انتقال ہو گیا تو امام رضا علیہ السلام کے سب بھائی قاضی کے پاس پہنچے اور عباس بن موسیٰ نے کہا اللہ آپ کو سلامت رکھے اور بھلا کرے اس وصیت نامہ کے آخر میں کسی خزانے اور جواہرات کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔ غالباً میرے والد یہ چاہتے تھے وہ ہم سے پوشیدہ رہے اور ہمارے علاوہ کوئی اور شخص اس سے نہ فائدہ اٹھائے میرے والد اللہ ان پر رحم کرے انھوں نے تو ہم لوگوں کو علی کا محتاج بنا کر چھوڑا۔ اور ہمیں تنگدست بنا گئے۔ بس میں ضبط کئے ہوئے ہوں ورنہ کچھ باتیں تم کو سب کے سامنے بتاتا۔

یہ سُن کر ابراہیم بن محمد ان کی طرف لپکے اور بولے۔ خدا کی قسم اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم ایسی باتیں کہنے والے ہو کہ جو ہمیں قبول نہیں۔ اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے، اور پھر تم ہمارے نزدیک قابلِ ملامت و نفرت بن جاؤ گے، اور ہم تو تمہیں پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم ہر بات چھوٹی اور بڑی جھوٹ ہی کہتے ہو۔ اور تمہارے والد تو تم کو ہم سے زیادہ جانتے تھے اگر تمہارے اندر ذرا بھی بھلائی ہوتی خواہ ظاہر یا باطن میں تو وہ اس سے واقف ہوتے تو کم از کم دو عدد کھجوریں ہی تمہارے سپرد کر کے جاتے۔

پھر ان کے چچا اسحاق بن جعفر ان کی طرف بڑھے تو عباس نے ان کا گریبان تھام لیا اور بولے تم بوڑھے سفیہ اور احمق ہو۔ جو کام تم کل کر چکے تھے وہی آج بھی کر رہے ہو۔ سب نے بیچ بچاؤ کیا۔ اس کے بعد قاضی ابو عمران نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہا یا اباالحسن میں آپ کے پدر بزرگوار کی لعنت کا مستحق ہوں اگر آپ لوگوں کے معاملہ میں پڑ کر جو ہوا وہی میرے لئے کافی ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔ آپ کے والد نے تو خود آپ کو

ہر طرح کا اختیار دے دیا ہے (مزید فیصلے کی ضرورت ہی نہیں) اور خدا کی قسم باپ اپنے بیٹے کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیسا ہے اور لا واللہ ہماری نظر میں تو آپ کے پدر بزرگوار نہ کم عقل تھے اور نہ سست رائے تھے۔

اس کے بعد عباس نے قاضی سے کہا خدا تمہارا بھلا کرے اس مہر کو توڑ کر دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ قاضی ابو عمران نے کہا نہیں میں ہرگز یہ مہر نہ توڑوں گا۔ آج جو آپ کے والد نے مجھ پر لعنت بھیج دی ہے وہی میرے لئے کافی ہے۔ عباس نے کہا اچھا آپ نہیں توڑتے تو میں توڑتا ہوں۔ قاضی نے کہا ہاں تم کو اختیار ہے۔ عباس نے مہر توڑی تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ ان سب کو تولیت اور وصایت سے خارج کر دیا جائے اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا تنہا متولی اور وصی رہیں۔ اور ان سب کو ان کی ولایت اور سرپرستی میں دے دیا جائے خواہ یہ لوگ اسے پسند کریں یا نہ کریں اور ان لوگوں کو وقف وغیرہ تولیت اور ملکیت سے خارج کر دیا جائے۔ وصیت نامے کے اس حصّے کا کھلنا ان لوگوں کے لئے بلا و مصیبت اور رسوائی و ذلت کا سبب بنا اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے لئے بہتری ہی بہتری رہی۔ اور وصیت نامہ کے اس دوسرے حصّے پر جس کی مہر کو عباس نے توڑا تھا اس پر ان لوگوں کی گواہیاں تھیں۔ ابراہیم بن محمد و اسحاق بن جعفر و جعفر بن صالح اور سعید بن عمران۔

اور ان لوگوں نے حد یہ کر دی کہ قاضی کے دربار میں اُم احمد کا چہرہ کھلوایا۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا برقعہ میں اُم احمد نہیں ہے کوئی دوسری عورت ہے اس لئے نقاب ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا گیا اور پہچانا گیا۔ اور اس وقت اُم احمد نے کہا خدا کی قسم میرے آقا نے سچ کہا تھا کہ تم کو عنقریب جبریہ مجلسوں میں پکڑ کر بلایا جائے گا۔ یہ سن کر اسحاق بن جعفر نے کہا خاموش رہ کم عقل عورت۔ اور غالباً خیال ہے کہ اس سے آگے کچھ نہیں کہا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو آپ حضرت امام رضا علیہ السلام عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ باتیں جو تم نے کی ہیں کہ تم کو خسارہ ہوا ہے اور تم پر قرض ہو گیا ہے۔ اچھا سعید جاؤ اور معلوم کرو کہ ان پر کس کس کا کتنا کتنا قرض ہے اس کو ادا کر دو اور ان سب سے فارغ الخطی (ادائیگی کی رسید) لکھوا لاؤ۔ اور سنو جب تک میں زندہ ہوں اور اس زمین پر چل پھر رہا ہوں تمہارے ساتھ مواخات اور حسنِ سلوک سے خدا کی قسم باز نہ آؤں گا خواہ لوگ میرے متعلق کچھ کہتے رہیں۔

عباس نے کہا۔ یہ تو آپ صرف اصل سرمایہ کی آمدنی میں سے دے رہے ہیں۔ ہمارا حق تو آپ کے پاس اس سے بھی زیادہ بنتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تم جو چاہو کہو۔ جو کچھ ہے وہ تم لوگوں کے سامنے ہے۔ اگر نیکی کرو گے اللہ سے اس کی جزا پاؤ گے اگر بدی کرو گے اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرے اب تک کوئی اولاد نہیں تمہارے سوا میرا کوئی وارث نہیں اگر تمہارے خیال کے مطابق میں نے کچھ بچا رکھا ہے یا جمع کر رکھا ہے تو وہ سب تم ہی لوگوں کے لئے ہے اور تم ہی لوگوں تک پلٹ کر جائے گا۔ خدا کی قسم جب سے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا تم لوگوں نے دیکھا کہ میں نے سب صرف کر دیا۔

عباس نے پلٹ کر جواب دیا۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے اللہ نے آپ کو اس کا حق نہیں دیا ہے کہ آپ ہم پر اپنی کوئی رائے تھوپیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے باپ ہی نے ہمارے ساتھ حسد سے کام لیا اور جو نیت ان کی تھی وہی نیت آپ کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یا آپ کو اس کا حق نہیں دیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں کوفہ کے اس پارچہ فروش صفوان بن یحییٰ کو خوب پہچانتا ہوں میں یہ چیز اس کے گلے میں بھی اٹکا دوں گا اور آپ بھی اس کے زد میں آئیں گے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم میرے بھائیو اللہ جانتا ہے کہ میں تم لوگوں کی خوشحالی اور شادمانی کا خواہشمند ہوں۔

پروردگار اگر تیرے علم میں ہے کہ میں ان کی بھلائی چاہتا ہوں، ان کے لئے نیکی کرتا ہوں ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہوں۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں۔ اور دن رات ان کے امور میں ان کی مدد کرتا ہوں تو مجھے اس کی اچھی جزا دے۔ اور اگر میں ایسا نہیں کرتا تو تو علام الغیوب مجھے اس کی وہ جزا دے جس کا میں اہل و مستحق ہوں۔ اگر برائی کی ہے تو بُری جزا دے اور اگر نیکی کی ہے تو نیک جزا دے۔ پروردگار تو ان کی اصلاح کر ان کے حالات کو درست کر مجھے اور ان کو شر شیطان سے دور رکھ ان کو اپنی اطاعت میں مدد دے اور ہدایت کی توفیق عطا فرما۔"

اور سنو اے میرے بھائی یقین کرو کہ میں تمہاری خوشحالی اور شادمانی چاہتا ہوں تمہارے حالات کی درستی کی کوشش کر رہا ہوں اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر اللہ شاہد ہے۔

عباس نے جواب دیا۔ بس بس زیادہ باتیں نہ بنایئے اب آپ کے بیلچہ کے لئے میرے پاس کوئی کولئی نہیں (آپ کا حیلہ نہیں چلے گا) بس اس گفتگو کے بعد سب لوگ متفرق و منتشر ہو گئے درود بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

(عیون اخبار الرضا جلد ا ص ۳۷-۳۳۔ الکافی جلد ا ص ۳۱۹-۳۱۶)

(۱۴) —— علی بن عبداللہ اور ان کی زوجہ جنتی ہیں

سلیمان بن جعفر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی بن عبداللہ بن حسین بن علی ابن الحسن ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی زوجہ اور ان کی اولاد اہلِ جنت میں سے ہیں۔

(۱۵) —— حضرت موسیٰ بن جعفر کی وفات میں اختلاف

علی بن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کو آپ کے بھائی ابراہیم نے بتایا کہ آپ کے پدر بزرگوار بقیدِ حیات ہیں مگر اس کے

متعلق آپ کو جو علم ہو گا وہ ان کو نہیں ہو گا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ، عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو موت آئے اور موسیٰ بن جعفر کے لئے موت نہ آئے۔ خدا کی قسم جس طرح رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا اسی طرح موسیٰ بن جعفر نے بھی انتقال کیا لیکن بعد وفات رسولؐ اللہ تعالیٰ نے مسلسل اولادِ عجم کو اس دین سے نوازنا شروع کر دیا۔ اور نبی کے قرابتداروں کی دین کی توفیق سلب کرنی شروع کر دی اور مسلسل اُن کو یہ توفیق دیتا جاتا ہے اور ان سے یہ توفیق سلب کرتا جاتا ہے۔ ابھی ماہ ذی الحجہ میں میں نے ان کی طرف سے ایک ہزار دینار ادا کئے، اور اس سے قبل ان کو اپنی عورتوں کے طلاق دینے اور غلاموں کو آزاد کر دینے سے بچا چکا ہوں لیکن تم نے تو سنا ہی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔

(۱۶) —— نصیحت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے

ریان بن الصلت سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ کچھ لوگ خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کے گھرانے کے کچھ لوگ امور قبیحہ میں مبتلا ہیں، اگر آپ منع کر دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پدر بزرگوار کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ نصیحت ہمیشہ تلخ محسوس کی جاتی ہے (کسی کو اچھی نہیں لگتی)

(۱۷) —— سفیان بن عینیہ

وشاء نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے اور ہم مدینہ میں ہوں تو ہمیں یہ جائز نہیں کہ حج کے سوا کسی اور قسم کا احرام باندھیں اس لئے کہ ہم مقام شجرہ سے احرام باندھیں گے اور یہ وہ مقام ہے جسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات بنایا ہے اور تم جب عراق سے آؤ اور ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے تو تم لوگ عمرہ کی نیت کرو اس لئے کہ تمہارے آگے مقام ذات عرق وغیرہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میقات قرار دیا ہے۔ تو فضل نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی میں طوافِ کعبہ کر چکا ہوں اب تمتع کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو محمد بن جعفر اس کو (یعنی فضل کو) سفیان بن عینیہ اور ان کے اصحاب کے پاس لے گئے اور ان لوگوں سے کہا فلاں صاحب ایسا ایسا کہتے ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام پر طعن و تشنیع کی۔

نوٹ ۔ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ سے روایت بھی کی ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے دور تک زندہ رہے۔

⑱ ——— عباس بن الحسن کی فصاحت و بلاغت

حضرت عباس ابن الحسن امیر المومنین علیہ السلام کی نسل میں سے ایک بزرگ تھے جن کا نام عباس بن الحسن بن عبید اللہ ابن العباس بن امیر المومنین علیہ السلام تھا۔ جن کا ذکر خطیب نے تاریخ بغداد میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ آپ ہارون رشید کے عہد میں بغداد تشریف لائے اور اس کی صحبت میں شامل رہے رشید ان کا بڑا اکرام کیا کرتا تھا۔ پھر اس کی وفات کے بعد مامون کے اصحاب میں داخل رہے اور یہ نہ صرف ایک مرد فاضل و شاعر و فصیح شخص تھے بلکہ علوی خاندان تو ان کو آل ابی طالب میں سب سے بڑا شاعر سمجھتا تھا۔

خطیب کا بیان ہے کہ ایک دن آپ مامون کے پاس آئے اور اس سے بہت فصیح و بلیغ گفتگو کی۔ تو مامون نے کہا کہ آپ بولتے ہیں اور خوب بولتے ہیں۔ ہماری مجلس میں آتے ہیں تو مجلس کی زینت بن جاتے ہیں غائب رہتے ہیں تو کبھی اعتماد کو ٹھیس نہیں لگاتے۔

خطیب کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک دن آپ مامون کی ڈیوڑھی پر آئے تو حاجب نے نگاہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور گردن جھکالی۔ عباس بن حسن نے کہا۔ اگر (مامون) اجازت دیں گے تو ہم اندر جائیں گے۔ اگر نہ ملنے کا عذر پیش کریں گے تو ہم قبول کرلیں گے اگر وہ واپس کردیں گے تو واپس ہوجائیں گے پھر یہ تمہاری ترچھی نگاہ یہ گردن کا جھکانا کیا ہے۔ حاجب یہ سن کر شرمندہ ہوگیا۔ تو آپ نے یہ شعر پڑھا سنو۔

ترجمہ۔ کوئی شخص گدھے پر سوار ہونا قبول نہیں کرتا۔ مگر یو بیچارہ پیدل چل رہا ہے اس کو جو سواری مل جائے وہی قبول ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۶

ولیعہدی اور شعراء کا نذرانۂ عقیدت

① شعراء کی خدمتِ امام میں حاضری

احمد بن اسماعیل بن خضیب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام ولیعہد بنائے گئے تو ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی (یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے) اور دعبل کے بھائی زرین بن علی یہ تینوں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ مگر راستہ ہی میں ڈاکوؤں نے ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ ان لوگوں نے بڑی التجا کی تو آخر ڈاکوؤں نے انہیں اگلی منزل تک کے لئے چند ایسے گدھے دے دیئے جن پر خار و خاشاک لادے جاتے تھے۔

(عیون الاخبار جلد ۲ ص ۱۴۱)

② ——— ہارون بن عبداللہ مہلبی کی روایت ہے کہ جب ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی ولیعہدی بیعت ہو چکی تھی۔ دعبل نے حضرت کی مدح میں اپنا یہ مشہور قصیدہ پڑھا۔

مدارس آیات خلت من تلاوۃ ومنزل وحی مقفر العرصات

پھر ابراہیم بن عباس نے اپنا مندرجہ ذیل قصیدہ پیش کیا۔

ازال عزاء القلب بعد التجلّد مصارع اولاد النبی محمد

تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان دونوں کو بیس ہزار درہم ایسے دیئے جن پر آپ کا اسم گرامی منقوش تھا اور جسے مامون نے اس وقت ڈھلوایا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ دعبل اپنا حصہ دس ہزار درہم لے کر قم گیا اور وہاں اس میں سے ہر درہم کو دس درہموں کے عوض فروخت کر دیا اس طرح اسے ایک لاکھ درہم مل گئے۔ لیکن ابراہیم نے اپنا حصہ اپنے پاس رکھا اور اس میں سے کچھ درہم لوگوں کو تحفتہً دیئے کچھ اپنے اعزا و اقارب میں تقسیم کئے بقیہ اپنے پاس رکھے اور جب وفات پائی تو یہی رقم تجہیز و تکفین میں کام آئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۲)

③ ——— علی بن محمد بن سلیمان کی روایت ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو ابو نواس کے سوا تمام شعراء مامون کے دربار میں پہنچے اور ہر ایک نے امام کی مدح اور مامون کے اس اقدام کی تعریف کر کے بہت کافی انعامات حاصل کئے۔ ابو نواس نہ حاضرِ دربار ہوا اور نہ اس نے مدح میں کوئی قصیدہ کہا۔ پھر جب وہ مامون کے پاس آیا تو مامون نے اس سے پوچھا اے ابو نواس تمہیں معلوم ہے کہ علی ابن موسیٰ رضا کا میرے نزدیک کیا مقام ہے اور میں نے ان کو کس عہدہ پر فائز کیا ہے۔ اس کے باوجود تم نے ان کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں

پیش کیا حالانکہ تم شاعرِ عصر سرتاج شعرائے دھر ہو۔ تو ابونواس نے یہ قطعہ پیش کیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ مجھ سے کہا گیا کہ تم مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کرنے والے شعراء میں فرد ہو۔

۲۔ تم اپنے نادر اور بدیع کلام سے ایسے ایسے جواہرات پیش کرتے ہو جس کے چننے والے افکار وخیالات کے موتی چنتے ہیں۔

۳۔ مگر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا میں اتنے فضائل کے باوجود تم نے ان کی مدح کیوں نہ کی۔

۴۔ تو میں نے کہا کہ میری کیا تاب و مجال جو ایسے امام کی مدح میں لب کشائی کروں کہ جبرئیل ایسا جلیل القدر ان کا آبائی اور خاندانی خادم ہو مامون نے کہا۔ واہ واہ۔ پھر تمام شعراء کو جس قدر انعام دیئے تھے اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ اس کو بھی دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۴۲)

(۴) صولی سے روایت ہے کہ میں نے ابوالعباس محمد بن یزید مبرّد کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن ابونواس اپنے گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک سوار اس کے سامنے سے گذرا مگر اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تھے تو اس نے دو شعر پڑھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

کاش قوم تجھے اپنا امام بنائے ہوتی تو تیری قیادت میں یہ اسلام کا سارا قافلہ ہدایت پا جاتا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۴۲)

(۵) ابونواس کے چار شعر

محمد بن یحییٰ فارسی کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت علی ابن موسیٰ رضا اپنے بغلہ پر سوار ہو کر نکل رہے تھے کہ ابونواس کی آپ پر نظر پڑی فوراً قریب گیا اور سلام کیا اور عرض کیا فرزندِ رسولؐ میں نے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ میری زبان سے ان کو سن لیں۔ آپ نے فرمایا سناؤ کیا ہے تو اس نے چار اشعار سنائے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ یہ آئمہ طاہرین اللہ کی طرف سے طاہر و مطہر پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کا لباس بھی پاک صاف اور طیب و طاہر ہے۔ ان لوگوں کا جہاں بھی ذکر ہوتا ہے درود اور صلوٰۃ کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

۲۔ حسب و نسب کی گفتگو میں اگر کوئی شخص علوی النسب نہ نکلے تو سمجھ لو کہ اس کا ابتدائی اور قدیمی سلسلۂ نسب کوئی قابلِ فخر نہیں ہے۔

۳۔ اے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے مصداق لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کی خلقت کو استوار کیا اسی وقت سے تم لوگوں کو چُنا اور منتخب کیا ہے۔

۴۔ تمہیں لوگ باشندگان قاب قوسین اور ملاء اعلیٰ ہو تمہیں لوگوں کے پاس قرآن اور اس کے تمام سوروں میں جو مفاہیم و مطالب ہیں ان سب کا علم ہے۔

ابو نواس کے ان اشعار کو سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا واقعی تم نے ایسے اشعار سنائے کہ تم سے پہلے ایسے اشعار کسی نے نہیں سنائے تھے۔ پھر آواز دی اے غلام ہمارے اخراجات کی رقم میں سے تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں تین سو دینار ہیں فرمایا۔ یہ ابو نواس کو دے دو پھر فرمایا شاید اس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اے غلام اسے سواری کے لئے یہ بغلہ بھی دے دو۔

(۶) ——— جب ۲۰۱ھ ہجری کا سال آیا تو اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ لوگوں کے ساتھ حج کے لئے گیا اور وہاں لوگوں کو مامون کی خلافت اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی دعوت دی۔ اس کے بعد حمدویہ ابن علی بن عیسیٰ بن ماہان آگے بڑھے تو اسحٰق نے سیاہ لباس منگوایا تاکہ انہیں پہنایا جائے مگر وہ نہ ملا تو ایک علم کا سیاہ پھر ہرا لے کر اپنے جسم پر ڈال لیا۔ پھر بولے ایہا الناس ہمیں جو حکم دیا گیا تھا وہی ہم نے پہنچایا ہے۔ ہم امیر المومنین مامون اور فضل بن سہل کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے یہ کہہ کر وہ ممبر سے اتر آئے۔

(۷) ——— ایک دن عبداللہ بن مطرف بن ماہان مامون کے پاس آیا وہاں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام بھی موجود تھے، مامون نے کہا کہ اہل بیت کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ عبداللہ نے جواب دیا، اس طینت کے متعلق میرے قول کی کیا حقیقت جو آب رسالت سے گوندھی اور خمیر کی گئی ہو پھر وحی کے پانی سے مسلسل تر رکھی گئی ہو تو ہدایت کی مشک اور تقویٰ کے عنبر کی خوشبو کے سوا اس سے بھلا کوئی اور خوشبو آسکتی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ (مامون کو اس کے یہ فقرات اتنے پسند آئے کہ) اس نے جواہرات کا صندوقچہ منگوایا اور عبداللہ بن مطرف کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۲-۱۴۳

(۸) ═══ دعبل کے دو الہامی اشعار

ہروی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے دعبل ابن علی خزاعی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے مولا و آقا حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا وہ قصیدہ سنایا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مدارس آیات خلت من تلاوۃ ومنزل وحی مقفر العرصات

اور جب میں قصیدہ سناتے ہوئے اپنے ان اشعار پر پہونچا

۱۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے امام پردہ غیب سے لازماً برآمد ہوں گے۔ اور اللہ کا نام اور اس کی نصرت و برکت لئے ہوئے اٹھیں گے۔

۲۔ سارے حق اور باطل کو جدا جدا کر دیں گے پھر اہلِ حق کو انعام اور اہلِ باطل کو سزائیں

دی جائیں گی۔

دعبل کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام بہت روئے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خزاعی یہ تیرے دونوں اشعار الہامی ہیں رُوح القدس تیری زبان سے گویا ہوا ہے۔ مگر تجھے معلوم ہے کہ وہ امام کون ہے اور کب اُٹھے گا؟ میں نے عرض کیا آقا مجھے نہیں معلوم میں نے تو آپ ہی حضرت سے سنا ہے کہ آپ میں سے ہی ایک امام ظہور فرمائیں گے جو زمین کو فتنہ وفساد سے پاک کر کے اسے قسط عدل سے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا اے دعبل میرے بعد امام میرا فرزند محمد ہے محمد کے بعد ان کا فرزند علی ہوگا۔ اور علی کے بعد ان کا فرزند جو امام ہوگا اس کا نام حسن ہے۔ حسن کے بعد ان کا فرزند حجت قائم ہوگا۔ اور اس کی غیبت میں اس کے ظہور کا انتظار کیا جائے گا۔ ظہور کے بعد سب کو اس کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ اور اگر دنیا کی مدت کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ اس ایک دن ہی کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ ظہور کرے اور دنیا کو عدل وداد سے بھر دے جس طرح ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے لیکن یہ کہ وہ کب ظہور فرمائیں گے۔ اس بارے میں مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے اپنے اباء سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کی ذریت میں سے امام قائم کب ظہور کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ظہور کا وقت بھی قیامت کے وقت کے مانند ہے اس کا وقت بھی متعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا تعین آسمانوں اور زمینوں پر گراں گزرے گا۔ وہ یک بیک بغیر کسی سابقہ اعلان کے ظہور کرے گا۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۶۵-۲۶۶ اور آیت متعلقہ روایت سورہ اعراف ا ۱۸۷ کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۶۴۔ اکمال الدین جلد ۲ صفحہ ۴۲-۴۳

⑨ دعبل کے قصیدہ میں امام کی طرف سے دو اشعار کا اضافہ

ہروی سے روایت ہے کہ دعبل بن علی خزاعی مرد میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فرزندِ رسول میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپ کے سنانے سے پہلے میں کسی کو نہ سناؤں گا۔ آپ نے فرمایا سناؤ کیا قصیدہ ہے؟ تو دعبل نے اپنا وہ مشہور قصیدہ سنانا شروع کیا۔

مدارس آیات خلت من تلاوة ومنزل وحی مقفرات العرصات

اور جب دعبل اپنے اس شعر پر پہونچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

ا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا مال تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور یہ لوگ بے چارے بالکل

خالی اور تنگدست ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا اے خزاعی تو نے بالکل سچ کہا۔

اس کے بعد آل محمد کے مصائب کا ذکر کرتے کرتے جب دعبل اپنے اس شعر پر پہونچا

ترجمہ: (ان بے چاروں کو تو قبریں بھی ایک جا نہیں ملیں چنانچہ) ایک قبر بغداد میں ہے جو نفس ذکیہ کی ہے۔ اللہ ان کو غرفہائے جنت میں جگہ دے۔

تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں یہاں پر دو شعروں کا اضافہ کر دوں؟ تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ دعبل نے عرض کیا ہاں ہاں فرزند رسولؐ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہوگی آپ نے فرمایا اچھا لکھو۔

ترجمہ: اور ایک قبر طوس میں بھی ہوگی افسوس یہ مصائب ایسے ہیں کہ اس کے غم کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی۔ یہاں تک کہ امام قائم کو اللہ بھیجے گا جو ہمارے سارے غم واندوہ کو دور کر دے گا۔

دعبل نے عرض کیا فرزند رسول یہ طوس میں کس کی قبر ہوگی؟ امام نے فرمایا یہ میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ طوس میں ہمارے شیعوں اور زواروں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ یاد رکھو جو طوس میں آکر مجھ غریب و آوارہ وطن کی زیارت کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ اللہ اسے بخش دے گا۔

دعبل کے اس قصیدے کو آخر تک سننے کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اٹھے اور اندر تشریف لے گئے اور دعبل کو حکم دیا بیٹھے رہنا ابھی جاتا نہیں۔ ذرا دیر کے بعد ایک خادم گھر میں سے برآمد ہوا اور ایک سو دینار رضویہ کی تھیلی دعبل کو دے کر بولا آقا نے فرمایا ہے کہ یہ رقم تمہارے اخراجات کے لئے ہے۔ دعبل نے کہا خدا کی قسم میں اس لئے تو نہیں آیا تھا اور نہ اس لالچ میں یہ قصیدہ کہا تھا کہ اس کے صلے میں کچھ مجھ کو ملے گا اور یہ کہہ کر اس نے وہ تھیلی واپس کر دی اور کہا کہ اگر مولا و آقا کے لباسوں میں سے ایک لباس مجھے مل جاتا تو میں بطور تبرک اپنے پاس رکھتا اور اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھتا۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنا ایک خز کا جُبہّ اور اس کے ساتھ دیناروں کی وہ تھیلی بھی بھیجی اور کہلایا یہ تھیلی واپس نہ کرو اس کی تمہیں ضرورت پڑے گی۔

دعبل نے وہ جُبہّ اور وہ تھیلی لے لی اب واپسی کا ارادہ کیا اور مرو سے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا جب خراسان پہونچا تو ڈاکہ پڑ گیا۔ اور ڈاکوؤں نے سارے اہل قافلہ کو پکڑ پکڑ ان کی مشکیں باندھ دیں اور دعبل کی بھی مشکیں باندھ دی گئی تھیں۔ اب ڈاکوؤں نے قافلہ کے سارے مال پر قبضہ کر کے اسے آپس میں تقسیم کرنے لگے کہ انہیں میں سے ایک ڈاکو نے دعبل کا یہ شعر بطور مثل پڑھا۔

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ بے چاروں کا مال و متاع تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور اب ان غریبوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔

جب دعبل نے اپنا یہ شعر ایک ڈاکو کو پڑھتے ہوئے سُنا تو بولے۔ یہ شعر کس کا ہے۔ اس ڈاکو نے کہا۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک شاعر کا جس کا نام دعبل بن علی ہے: دعبل نے کہا میں ہی تو وہ دعبل ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے کہ جس کا ایک شعر یہ ہے۔ یہ سن کر وہ ڈاکو دوڑا ہوا اپنے سردار کے پاس پہونچا جو ایک ٹیلے پر نماز میں مشغول تھا اور شیعوں میں سے تھا۔ اور اس کو اس کی اطلاع دی۔ وہ سردار خود آکر دعبل کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ کیا تم دعبل ہو؟ دعبل نے کہا ہاں سردار نے کہا اچھا اگر تم دعبل ہو تو اپنا پورا قصیدہ سناؤ۔ دعبل نے پورا قصیدہ سنایا تو سردار نے دعبل کی مشکیں کھول دیں اور پھر سارے اہلِ قافلہ کی مشکیں کھول دی گئیں اور دعبل کے اعزاز میں سارے قافلے کا مال و متاع جو کچھ لوٹا تھا وہ سب واپس کر دیا۔

ڈاکوؤں سے چھٹکارا پاکر دعبل قم میں پہونچے۔ اہلِ قم نے ان سے قصیدہ سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا اچھا سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو دعبل منبر پر گئے اور اپنا قصیدہ سنایا اور لوگوں نے ان کو بہت کچھ مال و متاع اور خلعت و پوشاک ان کی نذر کیا۔ پھر جب لوگوں کو پتہ چلا کہ امام نے ان کو ایک جبّہ بھی دیا ہے تو ان سے گذارش کی کہ وہ جبّہ ان لوگوں کے ہاتھ ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیں۔ مگر جب دعبل اس پر راضی نہ ہوئے تو بولے اچھا اس جبّہ کا ٹکڑا ہی ایک ہزار دینار پر فروخت کر دو۔ مگر دعبل اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور قم سے روانہ ہو گئے۔ مگر شہر کے قرب و جوار کے قصبات سے جوں ہی آگے بڑھے۔ عرب کے نوجوانوں کا ایک گروہ آپہونچا اور اس نے ان سے وہ جبّہ چھین لیا۔ اب بے چارے دعبل قم پھر واپس آتے اور جبّہ کی واپسی کی درخواست کی مگر نوجوانوں نے دینے سے انکار کیا اور اپنے بزرگوں کی بات بھی نہیں مانی اور بولے جناب اب یہ جبّہ تو آپ کو ملتا نہیں۔ آپ اس کی قیمت ایک ہزار دینار اگر چاہیں تو لے لیں۔ دعبل نے قیمت لینے سے انکار کیا مگر جب دیکھا کہ جبہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتا تو کہا اچھا ان میں سے کوئی ٹکڑا ہی دے دو نوجوانوں نے کہا ہاں یہ منظور ہے پھر اس جبّہ کا ایک حصہ اور باقی حصہ کی قیمت ایک ہزار دینار دے دی اب دعبل وہاں سے پلٹے تو دیکھا کہ گھر کا سارا اثاثہ چور لے گئے تو دعبل نے حضرت امام رضاؑ کے عطا کردہ دیناروں میں سے ایک سو دینار فی دینار ایک سو درہم پر لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس طرح انکو دس ہزار درہم ہاتھ آگئے۔ اب انہیں یاد آیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ دینار واپس نہ کرو۔ اس کی تمہیں ضرورت پیش آئے گی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۶۵) کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۷۸-۴۷، صفحہ ۱۶۲، ۱۸۷ میں یہی روایت

کچھ اضافے کے ساتھ تحریر ہے۔

رجال الکشی ص۴۲۶و۴۲ پر اسی مثل کی روایت درج ہے۔

⑩ دعبل پر امام کی عنایات

دعبل خزاعی کے بھائی کے فرزند علی بن علی کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۸ھ میں مجھ سے میرے آقا حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ علیہ السلام نے مقام طوس میں بیان فرمایا۔ اور اسی سنہ میں ہم کوچ کر کے بصرہ کے راستہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اسی سفر میں عبدالرحمٰن بن مہدی سے ہم ملے جو ان دنوں بیمار تھے۔ ہم نے چند دن ان کے وہاں قیام کیا اسی اثنا میں عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا۔ ہم سب ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ نمازِ جنازہ اسمٰعیل بن جعفر نے پڑھائی۔ اس کے بعد ہم اور ہمارے بھائی دعبل دونوں اپنے آقا کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ان کے پاس سنہ ۲۰۰ھ کے آخر تک قیام کیا۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے بھائی دعبل کو خز کی ہرے رنگ کی ایک قمیض، ایک انگوٹھی جس پر عقیق کا نگینہ تھا اور کچھ دراہم رضویہ عطا فرمائے اور کہا اس قمیض کو حفاظت سے رکھنا، اس کے اندر میں نے ایک ہزار راتوں میں ایک ہزار رکعتیں نماز کی پڑھی ہیں اور اسی کو پہن کر میں نے ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید بھی ختم کیا ہے نیز فرمایا کہ قم چلے جاؤ تمہارے لئے مفید رہے گا۔ پھر ہم لوگ قم روانہ ہو گئے

⑪ ابونواس کو رسولؐ کی شفاعت پر بھروسہ

محمد بن ابراہیم بن کثیر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ابونواس حسن بن ہانی مرض الموت میں مبتلا تھے ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تو عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے کہا اے ابو علی غالباً یہ تمہارا دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہے اور تمہارے اور اللہ کے درمیان تمہاری کچھ کمزوریاں ہیں۔ بہتر ہے کہ توبہ کر لو اور اللہ سے معافی چاہ لو۔ یہ سُن کر ابونواس نے کہا مجھے تکیہ کا سہارا لگاؤ۔ وہ تکیہ کا سہارا لگا کر بیٹھے اور کہا کیوں تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ سنو مجھ سے حماد بن سلمہ نے اور ان سے ثابت بنانی نے اور ان سے انس بن مالک نے روایت کی ان کا بیان ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو شفاعت کا حق دیا گیا ہے مگر میں نے اپنی شفاعت قیامت کے دن اپنی امت کے گناہانِ کبیرہ کرنے والوں کے لئے چھپا رکھی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں اُن اہلِ کبائر میں سے نہ ہوں گا؟

⑫ دعبل کا عالمِ نزع

علی بن دعبل بن علی خزائی کا بیان ہے کہ جب میرے والد کا وقتِ وفات قریب آیا تو ان کا رنگ

بدل گیا۔ زبان بیٹھ گئی۔ چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر قریب تھا کہ میں ان کے مذہب ہی کو چھوڑ دوں۔ مگر ان کے انتقال کے تین دن کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ سفید ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا بابا یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ بیٹے وہ جو تم نے دیکھا تھا کہ میرا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اور زبان بیٹھ گئی تھی تو یہ دار دنیا میں میری شراب نوشی کی وجہ سے ہوا تھا اور میں یہاں آکر ایسا ہی رہا کہ اتنے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہو گیا وہ سفید لباس اور سفید ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم دعبل ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا میری اولاد کی مدح میں جو تم نے اشعار کہے ہیں وہ سناؤ تو میں نے یہ دو شعر سنائے۔

ترجمہ: جس دن آل احمد پر ظلم ہو رہا ہو۔ وہ بے چارے مظلوم ہوں اور دنیا کھڑی ہنس رہی ہو تو اللہ ان کے چہرے کی ہنسی کو سلب کر لے گا۔

یہ غریب اپنے گھروں سے زبردستی نکال دیئے گئے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا بڑا جرم کر دیا ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔۔۔ ماشاءاللہ بہت خوب کہا۔ پھر آپ نے اللہ سے میری شفاعت فرمادی اور آپؐ نے اپنا لباس مجھے دے دیا اور یہ وہی ہے جو اب میرے جسم پر ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۶۶)

(۱۳) ═══ دعبل کی لوح قبر

ابو نصر محمد بن حسن کرخی کاتب کا بیان ہے کہ میں نے دعبل بن علی خزاعی کی لوح قبر پر مندرجہ ذیل تین شعر کندہ کئے ہوئے دیکھے۔

۱۔ دعبل نے اللہ سے ملاقات کے دن کے لئے (کلمۂ توحید) لا الٰہ الا اللہ کا سامان فراہم کر رکھا ہے۔

۲۔ وہ یہ کلمہ بہت اور صدق دل سے پڑھتا تھا ہو سکتا ہے کہ اس کلمہ کے صدقہ میں اللہ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے۔

۳۔ دعبل اللہ کو اپنا مولا پھر رسول کو اپنا مولا اور ان دونوں کے بعد وصی رسول (حضرت علی) کو اپنا مولا جانتا تھا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۶۷

دعبل نے یہ اپنا قصیدہ ایک کپڑے پر تحریر کیا اور اسی کپڑے میں وہ احرام باندھا کرتا تھا اور وصیت کی کہ یہ کپڑا اس کے کفن میں استعمال کیا جائے۔ دعبل کی زبان ہمیشہ پر خطر رہی، اس کی ہجو سے خلفاء ڈرتے تھے۔

ابن مدبر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں دعبل سے ملا اور اس سے کہا کہ تم بہت نڈر اور جرأتمند انسان ہو، تم نے مامون کے لئے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ۱۔ میں اس قوم سے ہوں کہ جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کر کے تجھے تخت خلافت پر بٹھایا۔

۲۔ تو ایک عرصہ سے گمنامی کے گوشے میں پڑا ہوا تھا، میری قوم نے تیرے مرتبہ کو بلند کیا اور تجھے پستی سے بلندی پر پہونچا دیا۔

دعبل نے جواب دیا اے ابو اسحٰق میں اپنا تختۂ دار تو چالیس سال سے اپنے کاندھے پر اٹھائے پھرتا ہوں کوئی ایسا نہیں ملتا جو مجھے اس تختۂ دار پر چڑھا دے۔

(الاغانی جلد ۲۰ ص ۶۹-۸۱)

بحار الانوار

باب ۱۷

آپؑ کے اصحاب ومعاصرین

ANSAR

(۱) حضرت علیؑ سے احمد بن حنبل کی مخالفت کا سبب

عبدالرحمٰن بن محمد ابن محمود کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن محمد بن سفیان کو کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے احمد ابنِ حنبل کی مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ احمد ابنِ حنبل کا جداعلیٰ ذوالثدیہ تھے جن کو حضرت علیؑ نے یوم نہروان قتل کیا تھا یہ خوارج کا سردار تھا ابوسعید کا بیان ہے کہ انھوں نے بھی یہ بات بعینہٖ ابراہیم بن محمد بن سفیان سے سنی ہے۔

(عیون)

محمد بن عورک ہروی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن حشرم کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ میں احمد بن حنبل کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر چھڑ گیا تو احمد بن حنبل نے کہا،۔

لایکون الرجل سنیاً حتیٰ یبغض علیاً قلیلاً۔ ایسا کوئی شخص نہیں ہو سکتا جو کہ علی سے تھوڑا بغض نہ رکھتا ہو۔

علی بن حشرم کا بیان ہے کہ میں نے فوراً اس کے جواب میں کہا،۔

لایکون الرجل سنیاً حتیٰ یحب علیاً کثیراً۔ کوئی شخص سنی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حضرت علی سے بہت زیادہ محبت نہ کرتا ہو۔

اور یہی حکایت دوسرے مقام پر بھی ہے جس میں علی بن حشرم کا بیان یہ ہے کہ میرے اس کہنے پر مجھے لوگوں نے مار پیٹ کر مجلس سے باہر نکال دیا۔

(۲) ابنِ یقطین کے غلام یونس کی جسارت

محمد بن فضیل بصری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کو حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام بصرہ تشریف لاتے اور مغرب کی نماز آپ نے چھت پر ادا فرمائی اس کے بعد سجدے میں گئے تو فرمایا اللھم العن الفاسق ابن الفاسق پروردگار تو فاسق ابنِ فاسق پر لعنت کر۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو میں نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے یہ کون ہے جس پر آپ سجدے میں لعنت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ابن یقطین کا غلام یونس ہے۔ میں نے عرض کیا درست ہے اس نے آپ کے بہت سے ماننے والوں کو گمراہ کر رکھا ہے اور آپ کے آبائے کرام کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو فتوے دیا کرتا ہے۔

۳ ـــــ آپ کے اصحاب ورواۃ

آپ کا دربان محمد بن راشد تھا

آپ کے ثقہ رواۃ میں۔ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی۔ محمد بن فضل کوفی ازدی۔ عبداللہ بن جندب بجلی۔ اسماعیل بن سعد احوص اشعری۔ اور احمد بن محمد اشعری تھے۔

اور آپ کے اصحاب میں۔ حسن بن علی خزاز المعروف بہ دشاء۔ محمد بن سلیمان دیلمی۔ علی بن حکم انباری۔ عبداللہ ابن مبارک نہاوندی، حماد بن عثمان ناب۔ سعد بن سعد۔ حسن بن سعید اہوازی۔ محمد بن فضل رخجی۔ خلف بصری، محمد بن سنان۔ بکر بن محمد ازدی۔ ابراہیم بن محمد ہمدانی۔ محمد بن احمد بن قیس بن غیلان اور اسحاق بن معاویہ خصیبی تھے۔

۴ ـــــ حضرت معروف کرخی اور خدمت امام رضاؑ

ابن شہر آشوب نے مناقب الابرار تحریر کیا ہے کہ حضرت معروف کرخی حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے دوستدار اور خادموں میں سے تھے ان کے والدین نصرانی تھے۔ انھوں نے بچپن میں ان کو ایک معلّم کے سپرد کیا اس نے کہا کہو تین سے تیسرا۔ اور وہ کہتے رہے کہ نہیں بلکہ وہ ایک۔ پس معلّم نے ان کی خوب پٹائی کی۔ یہ بھاگ کر حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے آپ کے ہاتھوں پر اسلام لاتے۔ پھر اپنے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا کون؟ انھوں نے کہا معروف۔ پوچھا کس دین پر ہو؟ کہا دین حنیف (اسلام) پر۔ پھر ان کے باپ بھی حضرت امام رضا کی برکت سے اسلام لاتے۔

حضرت معروف کرخی کا بیان ہے کہ پھر میں ایک عرصہ تک معصیت کی زندگی بسر کرتا رہا بالآخر دنیا کا سارا کاروبار چھوڑ کر صرف اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں لگ گیا۔

۵ ـــــ نورِ خدا کو ہر دور میں بجھانے کی کوشش کی گئی

بزنطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے حضرت امام رضا نے ہم سے ایک شب مسجد دار معاویہ میں تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا وہ تشریف لاتے اور سلام کرنے کے بعد کہا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے لوگ اس کوشش میں لگے ہوتے تھے کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن اللہ نے اپنے نور کو اتمام تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔

اور جب حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو اس وقت علی بن حمزہ نے کوشش کی کہ اللہ کے نور کو بجھا دے مگر اللہ نے اس وقت بھی اپنے نور کو بچایا اور جس امر سے لوگ ناواقف تھے اللہ نے اس کی طرف تمھاری ہدایت کر دی۔ لہٰذا اللہ کے اس احسان پر تم شکر ادا کرو۔

اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۹۸ میں لفظ مستقرؑ و مستودعؑ کے متعلق حضرت امام صادق کا ارشاد ہے کہ مستقر سے مراد ایمان میں ثابت قدمی ہے اور مستودعؔ سے مراد عارضی اور چند روزہ ایمان ہے۔ اللہ نے تمھیں اس امر کی ہدایت کر دی ہے۔ جس سے لوگ ناواقف ہیں لہٰذا اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ (قرب الاسناد صـ۲۰۲)

(۶) —— حرمتِ غنا کی ایک دلیل

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہشام بن ابراہیم عباسی نے مجھے بتایا کہ آپ نے گانا سننے کی اجازت دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ زندیق اور بے دین جھوٹ بولتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس نے گانا سننے کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے کہا اے شخص یہ بتا کہ جب اللہ تعالیٰ اہلِ حق اور اہلِ باطل کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو اہلِ غنا کس گروہ میں ہوں گے۔ اس نے کہا اہلِ باطل کے گروہ میں۔ میں نے کہا تھا بس یہی کافی ہے تو نے تو خود فیصلہ کر دیا تو یہی بات میں نے عباسی سے بھی کہی تھی۔ (قرب الاسناد صـ۱۹۸، دعون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۱۴)

(۷) —— ہشام بن ابراہیم عباسی زندیق

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ ایک دن میں ہشام بن ابراہیم عباسی کے پاس گیا تو اس نے فوراً دوات اور کاغذ منگوایا، میں نے پوچھا اس کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ اس نے جواب دیا میں نے امام رضا سے چند باتیں سُنی ہیں چاہتا ہوں کہ لکھ لوں ورنہ کہیں بھول نہ جاؤں اس کے بعد اس نے کچھ لکھا اور یہ واقعہ مقام مَرو کا ہے اور دوپہر کے وقت نمازِ جمعہ کے بعد اس کے میرے پاس آنے سے پہلے کا ہے۔ جب وہ بعد نمازِ جمعہ میرے پاس آیا تو میں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو؟ جواب دیا "اس کے پاس سے"۔ میں نے پوچھا "مامون کے پاس سے"؟ بولا "نہیں" "اس کے پاس سے"، میں نے کہا "فضل بن سہیل کے پاس سے" اس نے کہا "نہیں"۔ "اس کے پاس سے" میں نے کہا "تمھارا اس کے پاس سے کون مراد ہے" عباسی نے کہا "علی بن موسیٰ"۔

میں نے کہا تجھ پر واتے ہو معاملہ کیا ہے۔ اس نے کہا اس بات کو چھوڑو۔ ان کے آباؤ اجداد ولی عہدی کی بیعت کے لئے کب کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے جیسا کہ انھوں نے کیا ہے۔ میں نے کہا تیرا اللہ برا کرے اللہ سے توبہ واستغفار کر۔ اس نے کہا۔ میری فلاں کنیز ان سے زیادہ علم رکھتی ہے۔ اس کے بعد بولا کہ اگر میں کہوں کہ میرے سر کی قسم یہ بات ہے تو شیعہ کہیں گے کہ تمہیں ہمارے سر کی قسم یہ بات نہیں ہے۔ میں نے کہا تجھے خبر نہیں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام جس وقت جو اقدام کرتا ہے وہ اطاعتِ الٰہی میں ہوتا ہے۔

پھر مختلف اوقات میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ذکر آتا رہا۔ ایک دن میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عباسی مجھ سے آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتا ہے۔ وہ اکثر ہمارے پاس سوتا اور قیلولہ کرتا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبا دوں، وہ مر جائے اور شور کر دوں کہ وہ ناگہانی طور پر مر گیا ہے۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین بار چٹخائیں اور کہا۔ نہیں اے ریان۔ نہیں اے ریان۔ نہیں اے ریان۔ میں نے عرض کیا اچھا فضل بن سہیل مجھے اپنے ایک کام کے لئے عراق بھیج رہا ہے اور عباسی بھی میرے جانے کے چند دن بعد عراق کے لئے نکلنے والا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں ساکنانِ قم جو آپ کے دوستدار ہیں ان سے کہہ دوں کہ ان میں سے بیس تیس آدمی رہزنوں یا گداگروں کے بھیس میں نکلیں اور جب اس کا سامنا ہو تو اس کا کام تمام کر دیں اور لوگ کہیں گے کہ اُسے گداگروں نے قتل کر دیا۔ یہ سُن کر آپ خاموش رہے نہ ہاں کہا نہ نہیں کہا۔

الغرض میں عراق کے لئے چلا اور مقام حلوان پر پہنچا تو ایک سوار کو زکریا بن آدم کے پاس بھیجا اور اسے خط لکھا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو خط میں تحریر نہیں کی جا سکتیں اگر مناسب ہو تو فلاں روز مقامِ مشکوٰۃ پر آ جاؤ وہاں انشاء اللہ میری تمہاری ملاقات ہوگی۔ اب جو میں مشکوٰۃ پہنچا تو وہ پہلے ہی سے وہاں آتے ہوتے تھے۔ میں نے انھیں تمام قصہ سنایا اور کہا کہ وہ (عباسی)، یہاں فلاں فلاں دن پہنچے گا۔ انھوں نے کہا اچھا مجھے چھوڑیں اس شخص کو دیکھ لوں گا میں نے انھیں رخصت کیا اور خود وہاں سے آگے روانہ ہو۔ زکریا بن آدم قم واپس گئے۔ وہاں ان کی معمر سے ملاقات ہوتی انھوں نے ان سے ہماری بات کے متعلق مشورہ کیا۔ معمر نے کہا کہ معلوم نہیں کہ امام کا سکوت امر ہے یا نہی۔ امام نے اس کا کوئی حکم تو دیا نہیں لہٰذا مناسب نہیں کہ اس سے کوئی تعرض کیا جائے۔ پس زکریا اس اقدام سے باز رہے اور عباسی سلامتی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر گیا۔

۸ ــــــ بزنطی کے خطوط اور اس کے جوابات

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ایک شخص ہوں۔ میرا کنبہ دین الٰہی کا پابند اور آپ حضرت کا اطاعت گذار ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ کچھ دینی مسائل معلوم کروں اور ان باتوں کے متعلق دریافت کروں جو لوگ آپ کے متعلق مجھ سے کہتے ہیں۔ اور آپ کے خلاف میرے سامنے دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے آپ سے چند باتیں دریافت کیں تو آپ نے اپنے آباؤ اقربا کے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر آپ نے اپنی ذات کے لئے تقیہ کی نفی کر دی ہے۔

پھر صفوان نے آپ سے ملاقات کی اور ان لوگوں نے جو سوالات آپ سے کئے تھے ان سے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے اس کا اقرار فرمایا۔ اس سے انکار بھی نہیں کیا۔ اور ان سوالات کے جوابات ان لوگوں کو کچھ اور دیئے تھے اور صفوان کو کچھ اور دیئے۔ میں اسی لئے حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہوں تاکہ معلوم تو کروں کہ وہ کیا سبب ہے۔ آپ نے صفوان کو جو جوابات دیئے وہ ان لوگوں کو نہیں دیئے۔ بات یہ ہے کہ اس میں میری اور ساری قوم کی زندگی کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (جس نے اس کو زندہ کیا اس نے گویا سارے لوگوں کو زندہ کیا۔)

(سورۂ مائدہ ص ۳۲)

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس خط کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمہارا خط موصول ہو کر کاشف بمافیہ ہوا۔ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو اور لوگوں نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے اور جن باتوں کو یہ لوگ میرے خلاف دلیل بنا کر تمھارے سامنے پیش کرتے نیز یہ کہ میں نے اپنے آباء کی روایات واحادیث کے خلاف ان کے کسی مسئلہ کا جواب دیا ہے ان سب کے متعلق تم مجھ سے بالمشافہ گفتگو لازمی سمجھتے ہو۔ تو مجھے اپنی جان کی قسم سوائے اللہ کے نہ کسی بہرے کو کوئی سنا سکتا ہے اور نہ کسی اندھے کو کوئی راستہ دکھا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو اسلام

کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور اتنا تنگ کہ گویا آسمان پر اڑ جاتے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح ایمان نہ لانے والوں کے اوپر رجس و پلیدگی کو باقی رہنے دیتا ہے۔ (سورہ الانعام ص۱۳۶)

دوسری جگہ ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اے رسولؐ تم جسے ہدایت دینا چاہو نہیں دے سکتے بس اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہدایت پانے کے لائق کون لوگ ہیں۔ (سورہ قصص ع۵۶)

نیز حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر لوگوں کے اختیار و استطاعت میں ہوتا تو سب کے سب ہمارے شیعہ بن جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے جس دن انبیاؑ سے عہد و میثاق لیا تھا اسی دن ہمارے شیعوں سے بھی شیعہ ہونے کا عہد و میثاق لیا تھا۔

حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری اتباع کرے ہماری مخالفت نہ کرے۔ ہمارا شیعہ وہ ہے کہ جس سے ہم ڈریں وہ ڈرے اور جس سے ہم نہ ڈریں وہ بھی نہ ڈرے درحقیقت وہ ہے ہمارا شیعہ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ نحل ا۴۳ سورہ الانبیاء ا۷)

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

ان آیات کے بموجب تم پر سوال کرنا اور جو معلوم نہ ہو اس کے متعلق ہم سے دریافت کرنا فرض ہے مگر ہم پر تمہارے ہر سوال کا جواب فرض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔

(سورہ القصص ا۵۰)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کے بغیر دینی مسائل میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو پھر خط لکھا کہ آپ

کے پدر بزرگوار کے متعلق یہ لوگ جو روایات بیان کرتے ہیں اس کی وجہ سے میرے دل میں ایک الجھن سی ہے۔

تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حضرت امام محمد باقر (ابو جعفر) علیہ السلام نے ارشاد کیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پہ کوئی شخص اتنا زیادہ جھوٹ نہیں باندھتا جتنا ہم اہلِ بیت کی طرف جھوٹ بات منسوب کی جاتی ہے یا ہمیں جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جو شخص ہماری تکذیب کرتا ہے یا ہماری طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی کیونکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی یا اس کے رسول کی کہی ہوتی کہتے ہیں۔

ایک شخص حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا آپ حضرات اہلِ بیت رحمت ہیں آپ کو اللہ نے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں ہم ایسے ہی ہیں خدا کا شکر ہے کہ ہم اہلِ بیت میں سے کوئی ایک شخص بھی کبھی نہ گمراہی میں داخل ہوا اور نہ ہدایت سے خارج ہوا۔ اور یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم اہلِ بیت میں سے ایک فرد کتاب خدا پر عمل نہ کراتے اور برائیوں کو ختم نہ کر دے۔

بزنطی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پھر عریضہ لکھا کہ میں آپ پر قربان، چونکہ ان لوگوں کی روایات کی وجہ سے میرے دل میں ایک الجھن سی تھی اس لئے میں آپ کے پدر بزرگوار کی وفات پر رسمِ تعزیت بھی ادا نہ کر سکا۔ اور اب مجھے یقین آگیا کہ واقعاً آپ کے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔ میری طرف سے تعزیت قبول فرمایئے۔ اللہ اس عظیم مصیبت میں صبر کرنے پر آپ کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بزنطی کہتا ہے پھر اس کے بعد میں نے مسلسل ایک کے بعد دوسرے امام کی امامت کی گواہی دیتا ہوا حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کی گواہی دی۔

بزنطی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:۔

حضرت ابو جعفر امام محمد باقر کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک حجت و اطاعت و حرام و حلال کے سلسلہ میں اس امر کا اعتقاد نہ ہو کہ آئمہ میں سے جو منزلت پہلے کی ہے وہی آخر کی بھی۔ سب ایک سطح کے ہیں، صرف

ان میں دو شخصیتیں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور حضرت امیر المؤمنین علی ابنِ طالب علیہ السلام ان سب میں افضل ہیں۔

اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مر جائے اور اس کا کوئی ایسا امام نہ ہو جو زندہ ہو اور اسے وہ پہچانتا ہو۔ تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

نیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق پر اللہ کی حجت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی ایسا امام نہ ہو جسے لوگ پہچانتے ہوں اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ و حجاب نہ ہو تا کہ یہ اللہ کو دیکھ سکے اور اللہ اس کو دیکھ سکے تو اُسے چاہئے کہ آلِ محمدؐ سے محبت کرے اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرے اور آلِ محمدؐ میں سے کسی امام کے دامن سے متمسک ہو۔ جب ایسا ہو گا تو اللہ اس کو دیکھے گا اور وہ اللہ کو دیکھے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت ابو جعفر علیہ السلام یہ ہرگز نہ فرماتے کہ و۔

ہمارے شیعوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کرو اس لئے کہ اگر ان کے ایک قدم میں لغزش آئے گی تو دوسرے قدم پر سنبھل جائیں گے۔ نیز اگر یہ نہ فرماتے کہ جو تمھارا ہے وہ تمھارے تمام بھائیوں کا ہے تو ابن ابی حمزہ اور ابن سراج اور اصحاب ابن ابی حمزہ کے متعلق ہم کچھ کہتے۔

ابنِ سراج نے لوگوں سے ہماری مخالفت کی اور ہمارے حلقۂ اتباع سے نکلنے کی دعوت دی۔ اس نے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مال پر عظیم دست درازی کی۔ اور حضرت ابو الحسن کی حیات ہی میں اس پر قابض ہو گیا اور ہم سے مکابرہ کیا اس کی واپسی سے انکار کیا۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا یہ اجتماعی فیصلہ تھا کہ تمام اشیاء میرے سپرد کر دی جائیں مگر حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کی رحلت سے جو باتیں پیدا ہوئیں۔ ان کو دیکھتے ہوتے علی بن ابی حمزہ کی علیحدگی میرے لئے غنیمت رہی اور اب اس میں کوئی خرابی نہیں سوائے اس کے کہ وہ مال ہڑپ کر گیا۔

اور ابنِ ابی حمزہ وہ شخص ہے کہ جس نے احادیث کی غلط تاویلیں کیں جبکہ اس کو اس کا علم ہی نہیں دیا گیا تھا۔ پھر اس نے ان تاویلیوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس پر ضِد کر گیا۔ اور احادیث میں اپنی تاویلات کی غلطیوں کے اقرار کے لئے تیار نہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر حضرت موسیٰ بن جعفر کے متعلق سابقہ آئمہ طاہرین کے اقوال کو ہم صحیح نہیں سمجھتے تو پھر

سفیانی وغیرہ کے متعلق ان کی پیشینگوئیوں کو لوگ کیسے سچ سمجھیں گے۔ اس لئے لوگوں سے کہنے لگا۔ امام رضا کے آباء کرام کے اقوال ناقابلِ تردید ہیں۔ اور واقعاً ہمارے آبائے کرام کے اقوال ناقابلِ تردید ہیں لیکن وہ اپنے علم کی کمی کی وجہ سے ان اقوال کے مقاصد اور حقائق تک نہ پہنچ سکا اور فتنہ وضلالت میں گرفتار ہو گیا اور وہ جس امر سے گریزاں تھا اسی میں پھنس کر رہ گیا۔

حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام امور سے فارغ ہو کر بیٹھ چکا ہے تو یہ غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ مخلوقات میں اللہ کی مشیت اب بھی کارفرما ہے وہ جانتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو کام چاہتا ہے کرتا ہے اور اس نے کہا ہے ذریۃ" بعضھا من بعض۔ نسل اور ذریت کی تمام فردیں ایک دوسرے پر مربوط ہیں آخر کا تعلق اوّل سے ہے اور اوّل کا تعلق آخر سے ہے لہٰذا اگر کسی ایک فرد کے لئے یہ خبر دی جاتے کہ اس کے متعلق یہ ہونے والا ہے مگر وہ بات بعینہ اس فرد میں رونما نہ ہو بلکہ اسی نسل اور ذریت کی دوسری فرد میں رونما ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ خبر دینے والوں نے ٹھیک خبر دی تھی۔ کیا ان لوگوں کے پاس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث موجود نہیں ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے متعلق کوئی بات کہی جائے مگر وہ بات اس میں رونما نہ ہو بلکہ اس کے بعد اس کی اولاد میں رونما ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات اس میں رونما ہوئی اور کہنے والے نے سچ کہا تھا۔ (قرب الاسناد ص۲۰۶-۲۰۳)

(۹) ——— "پس جب" کا مطلب

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں اور یونس بن عبدالرحمٰن دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوتے مگر ہم سے پہلے کچھ لوگ باریابی کی درخواست کر کے اذن کے منتظر تھے۔ ہماری درخواست ان کے بعد کی تھی پس اذن دینے والا برآمد ہوا اور کہا اندر آجاؤ۔ مگر اس نے یونس اور اس کے ساتھ آنے والے آل یقطین کو پیچھے کر دیا۔ سب لوگ اندر داخل ہوئے صرف ہم باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکلے تو ہمیں داخلہ کی اجازت ملی ہم داخل ہوئے اور ان کو سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور کہا بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد یونس نے چند سوالات کئے۔ آپ نے اس کے جواب دیئے۔

یونس نے دریافت کیا مولا وآقا۔ آپ کے چچا زید نے بصرہ سے خروج کیا ہے۔ اور انھوں نے مجھے طلب کیا ہے۔ مگر میں اپنے متعلق ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں لہٰذا میرے

لئے آپ کی کیا رائے ہے۔ بصرہ جاؤں یا کوفہ چلا جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ کوفہ جاؤ، "پس جب" تو بصرہ چلے جانا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم وہاں سے نکلے مگر ہمیں آپ کے "پس جب" کہنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ جب ہم قادسیہ پہنچے تو دیکھا کہ لوگ پس پا ہو کر چلے آ رہے ہیں۔ ابو سرایا کو شکست ہو چکی ہے اور ہرثمہ میں داخل ہو چکا ہے اور آل ابی طالب کا ایک گروہ قادسیہ میں ہم سے ملا جو حجاز جا رہا تھا۔ تو یونس نے مجھ سے کہا دیکھو آقا نے جو "پس جب" کہا تھا اس کا یہ مطلب ہے۔ اب ہم کوفہ جانے کے بجائے بصرہ چلے گئے اور ہر گزند سے بچ گئے۔

(قرب الاسناد ص ۲۰۱)

۱۰ — فخر کی کیا بات ہے تواضع ہمارا شیوہ ہے

ابن عیسیٰ نے بزنطی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنی سواری بھیجی۔ میں اس پر سوار ہو کر مقام صریا پہنچا۔ رات کو وہیں قیام کیا۔ جب رات کے کھانے سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ بزنطی کے لئے بستر لگا دو۔ تعمیل حکم میں ایک طبرستانی تکیہ خوشبو میں بسا ہوا، شب باشی کا لباس، قیاصری چادر اور مرو کا تیار کیا ہوا کمبل لایا گیا۔ جب میں رات کے کھانے سے فارغ ہوا تو مجھ سے فرمایا کیا تم سونا نہیں چاہتے؟ میں نے کہا جی ہاں سونا چاہتا ہوں میں آپ پر قربان۔ تو آپ نے چادر یا کمبل اڑھا دیا۔ اور فرمایا شب بخیر، اور ہم مکان کی چھت پر تھے۔

جب حضرت امام رضا علیہ السلام چھت سے اترے تو میں نے اپنے جی میں کہا۔ انھوں نے تو میری اتنی تواضع کی کہ اتنی کسی کے لئے نہ کی ہوگی۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال آ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی اے احمد۔ میں نے اس کی آواز نہیں پہچانی مگر آپ کا ایک غلام آیا اور اس نے کہا کہ مولا آپ کو بلاتے ہیں۔ میں چھت سے اترنے لگا تو دیکھا کہ مولا خود تشریف لا رہے ہیں آتے ہی آپ نے فرمایا۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور فرمایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور جب وہاں سے اٹھ کر جانے لگے تو فرمایا۔ یہ جو میں تمھاری عیادت کے لئے آیا ہوں اس پر ہرگز فخر و ناز نہ کرنا۔ بلکہ اپنی ذات پر نظر رکھنا اس لئے کہ تقریباً تمھارا معاملہ تم تک پہنچا ہی چاہتا ہے۔ دیکھو امیدیں تمھیں غافل نہ کر دیں۔ اب میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ تم پر بہت بہت سلام۔

(قرب الاسناد ص ۲۲۲)

ابنِ ولید نے صفار سے اور انھوں نے ابنِ عیسیٰ سے بعینہ یہی روایت کی ہے۔
عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۲۱۲

(۱۱) ایک قیدی کے خط کا جواب

حسن بن بشار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کا وہ خط پڑھا جو آپ نے داؤد بن کثیر رقی کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا وہ قید میں تھا اور آپ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ آپ نے یہ لکھا تھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہمیں اور تمھیں دونوں کو دنیا و آخرت میں بخیر و عافیت سے رکھے۔ میں تمھیں لکھ چکا ہوں کہ ہم لوگوں کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اللہ کی عطا کردہ ہیں اس کا شکر ادا کرو اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمھارا خط مجھے ملا۔ اے ابوسلیمان! میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمھارے کام کیلئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔ اگر تم یہاں موجود ہوتے تو ہو سکتا ہے کہ کوتاہی کرتا۔ لہٰذا اس خدائے علی و عظیم پر بھروسہ کرو جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (قرب الاسناد صہ ۲۳۲)

(۱۲) مجنونوں کے لئے نسوار

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی روایت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اور ان کے پاس ابوصلت ہروی اسحاق بن راہویہ اور احمد بن محمد بن حنبل بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ میں ہم لوگوں میں ہر ایک شخص ایک حدیث بیان کرے۔ تو ابوصلت ہروی نے یہ حدیث (پورے اسناد کے ساتھ) پیش کی کہ:۔

مجھ سے بیان فرمایا حضرت علی ابنِ موسیٰ رضا علیہ السلام نے (اور واقعاً وہ رضا ہی تھے جیسا ان کا نام تھا)، اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت موسیٰ بن جعفر نے اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت جعفر بن محمد نے اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت محمد بن علی نے اور ان سے بیان کیا ان کے باپ حضرت علی ابن الحسن نے اور ان سے بیان کیا ان کے باپ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے، ان کا بیان ہے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔

غرض جب مجلس برخاست ہوئی تو احمد بن حنبل نے میرے والد سے کہا یہ کیا اسناد تھیں جو ابوصلت ہروی نے اس حدیث کے ساتھ پیش کیں تو میرے والد نے جواب میں کہا، پتہ نہیں

یہ مجنونوں اور دیوانوں کے ناک میں چڑھانے کی نسوار ہے۔ اگر کسی مجنوں کی ناک میں یہ چڑھا دی جائے تو اس کا جنون دور ہو جائے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ا صہ ۲۲۸)

(۱۳) دور متوکل

احمد بن محمد بن فرات اور حسین بن علی باقطانی دونوں کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عباس اور اسحاق بن ابراہیم رخی زیدان کاتب المعروف زمن کے درمیان بڑی دوستی تھی۔ خراسان سے واپسی کے وقت اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اپنا ایک شعر اپنے ہاتھ سے اخی زیدان کی ڈائری میں لکھ دیا اور اس کے علاوہ بھی اس نے اپنے ہاتھ سے اس ڈائری میں بہت کچھ لکھا تھا وہ ڈائری اخی زیدان کے پاس محفوظ تھی۔ اتفاق سے ابراہیم بن عباس متوکل عباسی کی طرف سے اس کی جائیداد کا والی مقرر ہو گیا۔ اور اب اس کے اور اخی زیدان کے مابین کچھ دوری سی آگئی تھی پھر کسی وجہ سے ابراہیم بن عباس نے اخی زیدان کو اس جائیداد کی نگرانی سے معزول کر دیا جس پر وہ اب تک مقرر تھا۔ اور اس کی پیداوار کا شدت کے ساتھ مطالبہ کیا۔ تو اسحاق اخی زیدان نے اپنے ایک معتبر شخص نے کہا کہ ابراہیم بن عباس کے پاس جاؤ۔ اور اسے بتا دو کہ امام رضا علیہ السلام کی مدح میں تمہارے ہاتھ کا وہ لکھا ہوا شعر اب تک میرے پاس موجود ہے اگر تم اپنے اس مطالبہ سے باز نہ آئے تو میں وہ متوکل کے سامنے پیش کر دوں گا۔ الغرض وہ شخص گیا اور اس نے ابراہیم بن عباس کو اخی زیدان کا پیغام پہنچا دیا یہ سنتے ہی اس کے سامنے دنیا تنگ ہو گئی۔ وہ فوراً اپنے مطالبہ سے باز آیا۔ پھر آپس میں حلفیہ معاہدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے تمام لکھے ہوئے اشعار اخی زیدان سے واپس لے لئے۔

صولی کی روایت ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن علی منجم نے بیان کیا کہ ان دونوں کے درمیان میں سفیر بنا ہوا تھا اور وہ تمام اشعار اخی زیدان سے واپس لئے اور ابراہیم بن عباس نے میرے سامنے ان اشعار کو جلایا۔

صولی کہتا ہے کہ مجھ سے احمد بن ملحان نے بیان کیا کہ ابراہیم بن عباس کے دو لڑکے تھے ایک کا نام حسن تھا دوسرے کا نام حسین۔ ایک کی کنیت ابو محمد تھی اور دوسرے کی ابو عبداللہ۔ مگر جب متوکل عباسی خلیفہ ہوا تو مارے خوف کے اس نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بدل کر اسحاق رکھ دیا اور کنیت ابو محمد ہی رہنے دی۔ اور چھوٹے کا نام بدل کر عباس رکھ دیا۔ اور کنیت ابو عبداللہ کے بدلے ابو الفضل کر دی۔

صولی کا یہ بھی بیان ہے کہ مجھ سے احمد بن اسماعیل بن خضیب نے بیان کیا کہ ابراہیم

بن عباس اور موسیٰ بن عبدالملک نے کبھی شراب نہیں پی تھی مگر جب متوکل خلیفہ ہوا تو ان دونوں نے شراب پینی شروع کر دی بلکہ یہ دونوں کمینوں اور مُخنّثوں کو عمداً جمع کر کے ان کے ساتھ دن میں تین بار شراب پیا کرتے تھے تاکہ ان کی شراب نوشی کی خبر مشہور ہو جائے اور ان کے متعلق اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۱۴۹-۱۴۸)

(۱۴) ==== ادائیگیٔ قرض کے لئے مکان کے فروخت کی ممانعت

ابن ولید نے علی سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابن ابی عمیر ایک مرد بزّاز تھا اس کا ایک شخص پر دس ہزار درہم قرض تھا۔ اس کا سارا مال جاتا رہا وہ خالی ہاتھ ہو گیا مگر قرض کی ادائیگی کے لئے اس شخص کو اپنا رہائشی مکان دس ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور رقم لے کر ابن ابی عمیر کے پاس پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابن ابی عمیر باہر نکلے تو اس نے ان سے کہا یہ آپ کے قرض کی رقم ہے لے لیجئے۔ ابن ابی عمیر نے کہا یہ رقم تمھارے پاس کہاں سے آئی۔؟ کوئی مر گیا جس کی وراثت ملی؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا پھر یہ کسی کا عطیہ ہے؟ کہا نہیں بلکہ میں نے اپنا مکان فروخت کر دیا تاکہ قرض ادا کر دوں۔ تو ابن ابی عمیر نے کہا۔ سنو۔ ذریح محاربی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے اپنے جائے پیدائش و رہائشی مکان سے نہیں نکلے گا۔ یہ رقم واپس لے جاؤ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں اگرچہ خدا کی قسم میں بھی اس وقت ایک ایک درہم کو محتاج ہوں۔ مگر میں تمھاری اس رقم سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔ (علل الشرائع جلد ۲ صـ۲۱۶، الاختصاص صـ۸۶)

(۱۵) ==== ایسے ایسے دوست

محمد بن جعفر مودب کا بیان ہے کہ صفوان بن یحییٰ جس کی کنیت ابو محمد تھی اور جو ایک سابری پارچہ فروش کا غلام تھا وہ اصحاب حدیث میں سب سے زیادہ موثق اور ان میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھا اس کا حال یہ تھا کہ ہر روز ایک سو پچاس رکعتیں نماز کی ادا کرتا۔ سال بھر میں تین ماہ روزہ رکھتا۔ اور سال میں تین بار مال کی زکوٰۃ نکالتا تھا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان کے ساتھ خانہ کعبہ میں جا کر یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر ہم میں سے کوئی ایک مر جائے تو جو باقی رہے گا وہ اس کی طرف سے اس کی نماز پڑھے گا اس کا روزہ رکھے گا اس کی طرف سے حج کرے گا اور جب تک زندہ رہے اس کی طرف سے

زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اتفاق یہ کہ اس کے دونوں ساتھی مر گئے۔ صفوان تنہا باقی رہ گیا تو وہ ان لوگوں سے کئے ہوئے معاہدہ کو پورا کیا کرتا تھا۔ ان دونوں کی طرف سے نمازیں پڑھتا۔ زکوٰۃ دیتا اور ان دونوں کی طرف حج ادا کرتا اور جب بھی کوئی خیر وخیرات کرتا ان لوگوں کی طرف سے بھی کرتا۔

ایک مرتبہ اس کے کسی پڑوسی نے جو کوفہ کا رہنے والا تھا مکہ میں صفوان سے کہا میرے یہ دو دینار اپنے ساتھ لیتے جائیے میرے گھر دیجئے گا۔ تو انھوں نے کہا بات یہ ہے میں کرایہ کی سواری پر آیا ہوں اب میں اس کے متعلق اپنے جمّال سے مشورہ کر لوں تو تمھیں جواب دوں گا۔

(الاختصاص صـ ۸۸)

(۱۶) کسی کی طرف سے بدگمانی میں عجلت نہ کرو

محمد بن علی قمی کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابو جعفرؑ نے ایک آدمی کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ لہٰذا میں مدینہ پہنچا اور آپ دار خان بزیع میں مقیم تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام کیا۔ آپ نے صفوان اور ابنِ سنان کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں اس کا تذکرہ کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں زکریا ابن آدم کی طرف سے صفائی پیش کردوں تاکہ وہ ان الزامات سے بچ جائے جو اوروں کے متعلق ہیں۔ مگر پھر دل نے کہا کہ میں اس معاملہ میں کیوں دخل دوں یہ خود بہتر جانتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابو علی ابو یحییٰ جیسے لوگوں کے متعلق اتنی عجلت نہیں کرنی چاہئے جب کہ میرے پدر بزرگوار کے ساتھ اس کی خدمات ہیں۔

احمد بن عمر حلال سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ اخرس مکّہ کے اندر حضرت امام رضا علیہ السلام کی بدگوئیاں کرتا پھرتا تھا تو میں مکہ پہنچا اور ایک چھرا خریدا اور اسے دیکھا تو کہا خدا کی قسم جوں ہی یہ مسجد سے نکلا میں اس کو قتل کر دوں گا۔ اور اس ارادہ سے وہیں باہر کھڑا ہو گیا کہ اتنے میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک رقعہ مجھے ملا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تجھے میرے حق کی قسم اخرس سے خود کو روک لے۔ اس لئے کہ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔ بصائر الدرجات صـ ۲۵۲

(۱۷) آپ کے لائق ستائش اصحاب

آپ کے لائق ستائش اصحاب میں سے ایک عبداللہ بن جندب بجلّی بھی تھے یہ حضرت

ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفر) اور حضرت ابوالحسن رضا علیہما السلام کے وکیل تھے۔ یہ بڑے عبادت گذار تھے اور ان دونوں حضرات کے سامنے ان کی بڑی قدر و منزلت تھی جیسا کہ ان کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ اور ان لائق ستائش لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ چنانچہ ابوطالب قمی کی روایت ہے کہ میں حضرت ابوجعفر ثانی کی خدمت میں آپ کی عمر کے آخری حصّہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ صفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان و زکریا بن آدم و سعد بن سعد کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے ان لوگوں نے میرے ساتھ وفاداری نبھائی۔ اور زکریا بن آدم تو آپ کے دوستداروں میں سے تھے۔

اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے ایک خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ:۔

"تم نے جو ایک مرنے والے کا ذکر کیا ہے کہ وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا تو اللہ یوم ولادت یوم وفات اور یوم حشر اس پر رحم فرمائے۔ واقعاً وہ اپنی پوری زندگی حق کا عارف، حق کا قائل، حق پر صابر اور حق کے لئے محتسب رہا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو فریضہ اس پر عائد تھا وہ اس پر قائم رہا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ وہ مر گیا مگر اس نے نہ کبھی نکث بیعت کی۔ نہ اس میں کوئی تبدیلی آئی۔ اللہ اس کو اس کی نیت کا اجر اور اس کے عمل کی جزا عطا فرمائے۔

اور محمد بن سنان، تو ان کے متعلق علی بن الحسین بن داؤد سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر ثانی کو محمد بن سنان کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم اس سے راضی ہیں اللہ بھی اس سے راضی ہے۔ اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور نہ میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی۔ (غیبۃ الشیخ طوسی ص ۲۲۵)

(۱۸) —— رواۃِ نصِ امامت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت پر ان کے پدر بزرگوار کے جن خاص اصحاب ثقہ، اہلِ علم و ورع، فقیہ اور شیعہ حضرات نے نص کی روایت کی ہے ان میں سے داؤد بن کثیر رقی۔ محمد بن اسحاق بن عمار۔ علی بن یقطین۔ نعیم قابوسی۔ حسین بن مختار۔ زیاد بن مروان مخزومی داؤد بن سلیمان۔ نصر بن قابوس۔ داؤد بن زربی۔ یزید بن سلیط اور محمد بن سنان بھی ہیں۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۸۵)

(۱۹) عفو و درگذر

صفوان سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے محمد بن خالد کے حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت لی اور عرض کیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ اس نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میری ملاقات کا مقصد صرف یہ ہے کہ بات ختم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اسے بلا لو۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میں آپ پر قربان یقیناً میری کوتاہی اور تقصیر ہے میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ اور یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جن کے متعلق یہ گمان تھا کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی بدگوئیاں کرتے ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا میں اس کے لئے اللہ سے توبہ استغفار کرتا ہوں اور چاہتا ہوں آپ میری معذرت قبول فرمائیں، میری خطائیں معاف کریں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے تیری معذرت قبول کی، اگر نہ قبول کروں تو یہ اور ان کے ساتھیوں کی بات غلط ثابت ہو جائے گی اور یہ کہہ کر آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تمھارے مخالفین کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی سے کہتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (سورہ آل عمران ۱۵۹)

اس کے بعد آپ نے اس کے باپ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا تو آپ نے اس کے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

(۲۰) لباسِ حکمران

آبی نے اپنی کتاب "نثر الدر" میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ خراسان میں کچھ صوفیائے کرام حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین مامون نے نظر دوڑائی کہ دیکھیں اللہ نے اپنی طرف سے اولی الامر کن لوگوں کو بنایا ہے تو اس کی نظر آپ پر ٹھہری تو اس نے آپ کو سب سے اولیٰ پایا۔ لہٰذا اس نے ولی عہدی آپ کے سپرد کر دی۔ مگر قوم کو تو ایسے فرد کی ضرورت ہے جو موٹا جھوٹا کھائے اور موٹا جھوٹا پہنے۔ گدھے پر سواری کرے۔ لوگوں کی عیادت کو جایا کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام تکیہ لگائے تھے اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور وہ ریشم و دیباج کی ایسی قبائیں پہنتے تھے جس پر سونے کی تاروں کا کام کیا ہوا ہوتا۔ اور

آل فرعون کے تخت اور مسند پر بیٹھتے تھے اور حکومت کرتے تھے۔ لہٰذا امام سے قسط وعدل کی توقع رکھنی چاہیئے۔ وہ اپنے قول کا سچا ہو۔ جب کوئی فیصلہ کرے تو عدل کے ساتھ کرے جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے لباس اور اچھے کھانوں کو حرام تو نہیں کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود سورہ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ سورہ الاعراف ۳۲ (نثر الدر)

(۲۱) مدح محمد بن سنان

میں نے ان لوگوں کو سنا جو محمد بن سنان کی بدگوئی اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں لیکن شاید وہ اس پر طعنہ زنی ہی کرنا جانتے ہیں۔ اس کے محاسن اور پاکیزگی نفس کو نہیں جانتے۔

چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کمال شہر رمضان میں تحریر فرمایا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سے اس شخص کی تعریف میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔

مثلاً عبداللہ بن الصلت سے روایت ہے کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا اللہ محمد ابن سنان کو جزائے خیر دے وہ ہمارا وفادار تھا۔ علی بن حسین بن داؤد کی روایت کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے محمد بن سنان کو یاد کیا اور فرمایا ہم اس سے راضی ہیں اللہ اس سے راضی ہو اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور نہ کبھی میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی۔

پھر اس کی جلالت قدر اور علو شان کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے ہمارے آئمہ علیہم السلام میں سے تین اماموں سے ملاقات کی اور ان سے روایات لیں۔ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ اور حضرت امام ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام اور حضرت ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام۔

نیز ان کے ذریعہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ کہ حسب روایت محمد بن حسین بن ابی خطاب۔ بیچارے محمد بن سنان نابینا تھے۔ حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک پر مسح کیا اور ان کی بینائی پلٹ آئی۔

حسین بن احمد مالکی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن ملیک کرخی سے پوچھا کہ محمد بن سنان کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ غالی ہے آپ کا کیا خیال ہے۔ تو انھوں نے کہا خدا کی پناہ ایسی بات نہیں انھوں نے تو مجھے باب طہارت کی تعلیم دی۔ وہ ایک مرد مرتاض اور عبادت گذار تھے۔

(۲۲) ــــ شرائطِ شاہی نوکری

حسن بن حسین انباری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو خط لکھا اور ان سے شاہی نوکری کی اجازت چاہی نیز خط کے آخر میں یہ بھی لکھا کہ مجھے اپنی گردن زدنی کا بھی خطرہ ہے اس لئے کہ بادشاہ کہتا ہے تو رافضی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ میں نے رفض ہی کی وجہ سے شاہی نوکری چھوڑی۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا۔ میں نے تمھارے خط کا مطلب سمجھ لیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمھیں اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اگر تمھیں یہ معلوم ہے کہ اس شاہی نوکری میں تم جو کام کروگے وہ حکم خدا اور حکم رسول کے مطابق ہوگا اور پھر تمھارے ماتحت عملہ میں تمھارے اہلِ بیت ہوں گے اگر کوئی بات ہوئی تو تم ان غریب مومنین کے ساتھ ہمدردی کروگے خواہ عملہ میں ایک ہی مومن کیوں نہ ہو اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر نہیں۔

(۲۳) ــــ اصحاب ثقہ

ابو احمد محمد بن ابی عمیر۔ اور ابو عمیر کا نام زیاد تھا یہ ازد کے غلاموں میں سے تھے۔ عامہ اور خاصہ دونوں کے نزدیک سب سے زیادہ موثق سب سے زیادہ عبادت گذار سب سے زیادہ پرہیزگار تسلیم کئے گئے ہیں یہ یکتائے زمانہ تھے۔ انھوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر کا زمانہ بھی پایا مگر ان سے کوئی روایت نہ کرسکے۔ صرف حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرنے کا انھیں موقع ملا۔ (الاختصاص ص ۸۶)

(۲۴) ــــ ابو جویر

زکریا بن آدم کا بیان ہے کہ ایک دن میں اوّل شب حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی زمانہ میں ابو جویر رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو آپ نے ان کے متعلق پوچھا پھر ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اس کے بعد وہ ہم سے اور ہم ان سے مسلسل باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ فجر طالع ہوگئی پھر آپ نے اٹھ کر صبح کی نماز پڑھی۔ (الاختصاص ص ۸۶)

(۲۵) گھر چھوڑنے کی ممانعت

زکریا ابن آدم کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے خاندان اور کنبہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں۔ اس لئے کہ ان میں بیوقوفوں کی کثرت ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اس لئے کہ تمھاری ہی وجہ سے اہلِ قم ان کی حمایت کرتے ہیں۔ جس طرح ابو الحسن علیہ السلام کی وجہ سے اہلِ بغداد کا دفاع ہوتا ہے۔

(الاختصاص ص۸۷)

(۲۶) دینی مسائل کی دریافت

علی بن مسیب کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا گھر دور ہے میں ہر وقت آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے فرمائیں کہ میں وہاں دینی معلومات کس سے حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا زکریا ابن آدم سے اس لئے کہ اس کا دین اور اس کی دنیا دونوں محفوظ ہیں۔ ابنِ مسیب کا بیان ہے جب میں وہاں سے واپس ہوا تو زکریا ابن آدم کے پاس گیا اور ان سے اپنی ضرورت کے مسائل دریافت کئے۔ (الاختصاص ص۸۷)

(۲۷) صفوان اور محمد بن سنان کا کردار

ابنِ عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے ایک آدمی کو اپنا خط دے کر میرے پاس بھیجا۔ اور اس میں مجھے حاضرِ خدمت ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت آپ مدینہ میں دار خان بزیع کے اندر مقیم تھے۔ میں وہاں پہنچا اندر داخل ہوا اسلام کیا۔ آپ نے صفوان اور محمد بن سنان کا ذکر فرمایا اور ان کے متعلق جو متعدد خبریں ملی تھیں اسے بیان کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں زکریا ابن آدم کی صفائی پیش کر دوں تاکہ وہ ان الزامات سے بچ جائیں جو ان پر عائد ہیں۔ مگر پھر دل میں کہا کہ مجھے کیا مطلب کہ اس معاملہ میں دخل دوں۔ جبکہ مولا ان لوگوں سے مشکوک ہیں۔ امام بہتر جانتے ہیں کہ وہ کیا کریں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابو علی سنو۔ ابو یحییٰ ایسے شخص کے لئے رائے قائم کرنے میں تعجیل نہیں کرنی چاہیئے میرے پدر بزرگوار کے ساتھ ان کی خدمات ہیں ان کے بعد میرے نزدیک اس کی منزلت ہے مگر میرا مال جو ان کے پاس ہے اس کی مجھے ضرورت ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان۔ وہ مال آپ کے پاس بھیجنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم اس سے ملو تو

یہ بتادو کہ مال جور کا ہے وہ میمون اور مسافر کے اختلافات کی وجہ سے رکا ہے اور میرا خط لے جاؤ اسے دے دو اور کہو کہ وہ میرے پاس مال بھیج دے۔ میں آپ کا خط لے کر زکریا بن آدم کے پاس گیا اور وہ مال لے کر آپ کے پاس گئے۔ (الاختصاص ص۸۷)

(۲۸) ——— امامت و خلافت پر بحث

ابو ہذیل سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اس کا بیان ہے کہ میں مقام رقّہ پہنچا تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ دیر زکی میں ایک مجنوں شخص ہے مگر باتیں اچھی کرتا ہے یہ سن کر میں بھی اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا خوش منظر شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اپنے سر اور داڑھی کو کنگھی کر رہا ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور پوچھا تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہلِ عراق کا ہوں۔ بولا بہت خوب عراق والے تو بڑے ظریف اور صاحبِ ادب ہوتے ہیں۔ اس نے پھر پوچھا عراق میں کہاں سے تعلق ہے؟ میں نے کہا بصرہ کا رہنے والا ہوں۔ کہا۔ بصرہ والے تو بڑے تجربہ کار اور اہلِ علم ہوا کرتے ہیں۔ پوچھا مگر ان میں کس طبقہ سے ہو؟ ابو ہذیل نے کہا میرا تعلق طبقہ متکلمین سے ہے۔ یہ سنتے ہی وہ بوڑھا اپنے تکیہ سے ہٹا اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا۔

پھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے پوچھا۔ امامت کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا آپ کی مراد امامت سے کیا ہے؟ بولا۔ یہی کہ تم بعد نبی کس کو مقدّم سمجھتے ہو؟ میں نے کہا اسی کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقدم کیا تھا۔ بولا۔ وہ کون؟ میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ۔ اس نے کہا اے ابو ہذیل بتاؤ ان کو کس بنیاد پر مقدم کیا؟ میں نے کہا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اپنے میں سے جو سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو مقدم کرنا۔ اور سب لوگ ان کے مقدم کرنے اور خلیفہ بنانے پر راضی ہو گئے۔

اس بوڑھے نے کہا اے ابو ہذیل یہی تو تم ٹھنگنی کھا گئے۔ کیا تم نے یہ ابھی نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنے سے بہتر کو مقدم کرنا اور اپنے سے افضل کو والی امر بنانا۔ اور میں تم کو اس کا ثبوت دوں گا کہ حضرت ابو بکرؓ بعد بیعت جب منبر پر گئے تو بولے۔ تم لوگوں نے مجھے اپنا ولی تو بنا لیا مگر میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو واقعاً وہ سب سے بہتر نہ تھے مگر لوگوں نے ان کو والی بنا لیا۔ ایسی صورت میں ان لوگوں نے حکم نبیؐ کی مخالفت کی یا حضرت ابو بکرؓ نے غلط کہا کہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔

اب تمھارا یہ کہنا کہ سب لوگ ان کی خلافت پر راضی ہو گئے تھے تو یہ بھی غلط۔ اکثر انصار

نے کہا تھا کہ منا امیر و منکم امیر ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ اب رہ گئے مہاجرین تو ان میں سے حضرت زبیر بن العوام نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ تو ان کی تلوار توڑ دی گئی پھر حضرت ابوسفیان بن حرب نے حضرت علیؑ سے آکر کہا اگر آپ چاہیں تو میں ابھی اس مدینہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں۔ حضرت سلمان نکلے تو وہ بولے کہ (کردند و نکردند) ان لوگوں نے بہت کیا پر کچھ بھی نہ کیا۔ ان لوگوں کو خود نہیں معلوم کہ ہم نے کیا کیا اور پھر حضرت مقداد اور حضرت ابوذر یہ سب بھی تو آخر مہاجرین ہی میں سے تھے۔

اب تمہی بتاؤ اے ابو ہذیل کہ حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میرا ایک شیطان ہے جو اکثر میرے سر آجاتا ہے لہٰذا جب تم مجھے غضبناک دیکھو تو بچ کر رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کھال ادھیڑ دیں سر پہ ایک بال نہ رہنے دیں۔

اور یہ بھی بتاؤ اے ابو ہذیل کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ کاش میں ابوبکرؓ کے سینہ کا ایک بال ہوتا۔ پھر وہی جب دوسرے جمعہ کو منبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت تو بالکل اتفاقیہ اور ناگہانی طور پر ہو گئی۔ اللہ نے اس کے شر سے سب کو محفوظ رکھا۔ اب اگر انہی کی مثل کسی اور کی بیعت کی جائے تو اس کو قتل کر دو۔

اے ابو ہذیل اسے کیا کہو گے کہ بعض لوگوں کے گمان کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا مگر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت عمر نے خود کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ انھوں نے چھ آدمیوں پر مشتمل ایک شوریٰ کمیٹی بنائی اور یہ سمجھ کر کہ یہ سب کے سب جنتی ہیں۔ مگر حکم یہ دیا کہ اگر یہ لوگ کسی ایک پر متفق نہ ہوں، چار کی رائے ایک ہو اور دو کی رائے ان چاروں کے مخالف تو ان دونوں کو قتل کر دو۔ اور تین ایک رائے ہوں اور تین دوسرے اس کے مخالف تو جس گروہ میں عبدالرحمٰن بن عوف نہ ہوں اس کو قتل کر دو۔

اور پھر اے ابو ہذیل اسے کیا کہو گے کہ جب حضرت عمرؓ گھائل ہوئے تو عبداللہ بن عباس ان کو دیکھنے گئے اور ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر کو جزع فزع کرتے دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین یہ جزع فزع یہ ہائے وائے کیسی؟ انھوں نے فرمایا اے ابن عباس یہ میری ہائے وائے خود اپنے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ہائے وائے امر خلافت کے لئے ہے کہ میرے بعد کون خلافت کے لائق ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے کہا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے اب طلحہ بن عبید اللہ کو خلیفہ بنا جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمھیں معلوم ہے کہ وہ بہت گرم مزاج

ہیں اور رسول اللہؐ بھی ان کو جانتے تھے۔ اور گرم مزاج آدمی مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے کہا پھر زبیر بن العوام کو خلیفہ بنا دیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ بہت بخیل انسان ہیں یہ اپنی زوجہ سے دھاگے کا ایک ایک کبہ بچاتے ہیں۔ پھر بھلا بخیل شخص مسلمانوں کا خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا اچھا پھر سعد بن ابی وقاص کو سہی تو بولے کہ وہ تو محض گھوڑسواری اور تیر اندازی کر لیں وہ میدانِ خلافت کے شہسوار نہیں۔

میں نے کہا خیر عبدالرحمٰن بن عوف کو خلافت سپرد کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ بولے یہ شخص تو اپنے اہل وعیال کو بھی نہیں سنبھال سکتا تو خلافت کیا سنبھالے گا۔

میں نے کہا سب کو چھوڑیئے عبداللہ بن عمر کے حوالے یہ خلافت کر دیجئے۔ یہ سُن کر حضرت عمر سیدھے ہو بیٹھے اور بولے۔ اے ابن عباس خدا کی قسم اس کا تو میں نے کبھی ارادہ ہی نہیں کیا۔ کیا ایسے کو خلیفہ بنا دوں جو سیدھے سے اپنی زوجہ کو طلاق بھی نہ دے سکے۔

میں نے کہا اچھا عثمان بن عفان ہیں انہیں بنا دیجئے۔ تو جواب دیا خدا کی قسم اگر میں انہیں خلیفہ بنا دوں تو وہ سارے آل ابی معیط کو مسلمانوں کے گردنوں پر بٹھا دیں گے اور میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو خلیفہ بنا جاؤں تو (یہ ایسے کام کریں گے کہ) قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ بات انھوں نے تین مرتبہ کہی۔

بالآخر میں چپ ہو گیا مجھے چپ دیکھ کر انھوں نے خود ہی پھیڑا اور کہا کہ ان صاحب کا نام کیوں نہیں لیتے؟ میں نے کہا اچھا تو پھر حضرت علی کو خلیفہ بنا دیں

حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم اسی کا تو مجھے آج رونا ہے کہ صاحبانِ حق سے ان کا حق لے لیا گیا۔ خدا کی قسم اگر میں علی کو خلیفہ بنا جاؤں تو یہ ساری امّت کو صحیح راہ پر چلانے کی کوشش کریں گے اور اگر امّت نے ان کی اطاعت کی تو سیدھے جنّت میں جائے گی۔

اے ابوھذیل کہاں تو حضرت عمر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے متعلق یہ کہتے ہیں اور چھ آدمیوں کا شوریٰ قائم کر دیتے ہیں۔ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔

ابوھذیل کا بیان ہے کہ ابھی وہ ہم سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اسی اثنا میں ان کی عقل پھر جاتی رہی بہر حال میں نے یہ قصہ جب مامون رشید سے بیان کیا اور درحقیقت اس بیچارے کا سارا قصہ یہ تھا کہ اس کا سارا مال، ساری جائیداد دغا بازی اور غداری کی بنا پر جا چکی تھی پھر وہ کیوں نہ دیوانہ ہو جاتا۔ تو مامون نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا۔ اس کا علاج کرایا پھر

اس کا سارا مال اور ساری جائیداد اس کو واپس دلائی۔ اور اسے اپنا مصاحب اور ندیم بنا لیا۔
مامون اسی طرح تشیع کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اور اللہ کی حمد ہر حال میں۔ احتجاج صد ۱۹۶
(تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی صد ۳۵) (کتاب عقلاء المجانین)

(۴۹) ——— دین کامل ہونے کا مطلب

ابو علی محمودی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو ھذیل علاف سے کہا کہ میں آپ کے پاس چند باتیں پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا پوچھو۔ اللہ مجھے اس کے جواب کی توفیق دے اور غلطی سے بچائے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے والد نے پوچھا کیا آپ کے دین میں یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے عصمت اور توفیق انسان کو اسی وقت ملتی ہے جب وہ اپنے عمل سے اس کا مستحق بن جائے۔ ابو ھذیل نے کہا ہاں۔ میرے والد نے کہا پھر آپ کی اس دعا کے کیا معنی ؟ "عمل کیجئے اور لیجئے" ابو ھذیل نے کہا اچھا بتاؤ تمہارا سوال کیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ مجھے قرآن کی اس آیت کا مطلب سمجھائیے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ سورہ مائدہ آیت ۳" ابو ھذیل نے کہا مطلب صاف یعنی یہ کہ اللہ نے ہم لوگوں کے لئے دین کو کامل کر دیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ اگر میں آپ سے ایک مسئلہ ایسا پوچھوں کہ جس کا حل نہ آپ کو قرآن میں ملے نہ سنتِ رسولؐ میں، نہ قولِ صحابہ میں اور نہ فقہا کے اجتہاد اور حیلہ میں تو پھر آپ کیا کریں گے۔ ؟ انھوں نے کہا بتاؤ تو وہ مسئلہ کیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ! وہ مسئلہ یہ ہے کہ دس نامردوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا مگر ان کی نوعیتیں مختلف تھیں۔ کسی نے نصف حد تک اپنی حاجت پوری کی اور کسی نے تا بحد امکان مقاربت کی۔ کیا دنیا میں اس وقت کوئی ایسی ہستی ہے جو یہ جانتا ہو کہ ان دس نامردوں میں سے ہر ایک کو اس کے ارتکاب جرم کے مطابق کتنی کتنی شرعی سزا ملنی چاہئیے تاکہ دنیا میں اس پر حد جاری کر دی جائے اور وہ آخرت کی سزا سے بچ سکے اور اب ہم دیکھتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں کیا دین ہمارے لئے کامل ہو گیا۔ ابو ھذیل نے کہا افسوس۔ اب معلوم ہوا کہ اس آیت کا آخری حصہ امامت کے متعلق ہے۔ (رجال کشی صد ۴۷ نمبر ۴۴)

بحار الانوار

باب ۱۸

شہادت کے متعلق پیشینگوئیاں

(۱) شیطان کسی نبی یا امام کی شکل میں نہیں آسکتا

حضرت امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہلِ خراساں میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فرزندِ رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرا ایک لختِ جگر تمہاری سرزمین میں دفن کیا جائے گا. میری امانت تمہارے سپرد ہوگی اور میرا ایک ستارہ تمہاری خاک میں غروب ہوجائے گا؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا سنو۔ میں تمہاری سرزمین میں دفن ہوں گا۔ میں تمہارے نبی کا لختِ جگر ہوں۔ اس امانت اور اس ستارہ سے مراد میں ہوں۔ اور آگاہ رہو کہ جو شخص ہمارے اس حق کو پہچانتے ہوئے جو اللہ کی طرف سے واجب ہے اور میری اطاعت کا دم بھرتے ہوئے میری قبر کی زیارت کو آئے گا تو قیامت کے دن ہم اور ہمارے آبائے کرام اس کے شفیع ہوں گے اور جس کے ہم لوگ شفیع ہوں وہ نجات پاجائے گا خواہ اس پر گناہوں کا بوجھ دو عالم کے جن وانس کے بوجھ کے برابر کیوں نہ ہو۔ اور سنو میرے پدر بزرگوار نے میرے پدر سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

جس شخص نے اپنے خواب میں مجھے دیکھا۔ اس نے واقعاً مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان کبھی میری صورت میں یا میرے اوصیاء کی صورت میں یا میرے کسی شیعہ صورت میں متمثل و متشکل نہیں ہوسکتا سچا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حِصہ ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۵۷) (امامی شیخ صدوق صفحہ ۶۴)

(۲) ہر امام قتل ہوگا یا شہید

ہروی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم (آئمہ) میں سے ہر ایک مقتول ہوگا یا شہید۔ تو عرض کیا گیا کہ فرزندِ رسولؐ آپ کو کون قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا میرے زمانے کا بدترین شخص مجھے زہر سے قتل کرے گا اور مجھے دار مضیعہ میں اور مسافرت کے عالم میں دفن کردے گا۔ آگاہ ہو کہ جو شخص میری غریب الوطنی میں میری قبر کی زیارت کو آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ شہیدوں۔ ایک

لاکھ صدیقین - ایک لاکھ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور ایک لاکھ مجاہدین کا ثواب تحریر کر دے گا - اور وہ ہمارے گروہ میں محشور ہوگا - اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بلند درجات میں ہمارا رفیق بنا دے گا۔ (امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۶۳)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۶)

(۳) ثواب زیارت روضۂ رضویہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرا ایک لختِ جگر سرزمین خراساں میں دفن ہوگا۔ جو بھی بندہ مومن اس کی قبر کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو واجب اور اس کے جسم پر جہنم حرام کر دے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۶، امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۶۲)

(۴) قاتل کے بارے میں پیش گوئی

حسن بن جہنم کی روایت ہے کہ میں مامون کے دربار میں ایک دن پہنچا تو وہاں حضرت علی ابن موسیٰ رضا بھی تشریف فرما تھے اور وہاں فقہا متکلمین کا مجمع تھا اور پھر اس سلسلے میں راوی نے امام رضا علیہ السلام سے لوگوں کے اور مامون کے سوالات اور امام کی طرف سے ان سب کے جوابات کا ذکر کیا اس کے بعد کہا جب حضرت امام رضا علیہ السلام دربار سے اٹھے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا آپ اپنے دولت سرا پر واپس پہونچے اور میں بھی وہیں پہونچا اور عرض کیا فرزند رسولؐ خدا کا شکر ہے اس نے آپ کے متعلق امیر المومنین کی اچھی رائے قائم کر دی میں دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کا بے حد احترام کرتا ہے اور آپ کی بات مانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن جہنم تم نے جو اس کو میرا اکرام کرتا ہوا اور میری بات سنتا ہوا دیکھا ہے اس سے دھوکہ نہ کھانا۔ یہ عنقریب مجھ کو زہر سے شہید کرے گا یہ میرا قاتل ہے میرے آبائے کرام نے میرے متعلق جو پیش گوئیاں کی ہیں وہ اس سے خوب واقف ہے مگر دیکھو جب تک میں زندہ ہوں یہ بات کسی سے نہ کہنا۔

حسن بن جہنم کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات کسی سے نہ بتائی یہاں تک حضرت امام رضا علیہ السلام طوس میں زہر سے شہید کئے گئے۔ اور قحطبہ طائی کے گھر میں اس قبر کے نیچے جہاں ہارون رشید کی قبر ہے آپ دفن کر دیئے گئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۲)

(۵) ہروی سے ایک طویل روایت ہے جس میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان لوگوں کے قول کو باطل کیا جو شہادتِ حسینؑ سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ

ان کی شبیہہ قتل ہوئی۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم حسین علیہ السلام شہید ہوئے بلکہ امام حسین علیہ السلام سے بھی بہتر اور افضل حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ شہید ہو چکے۔ اور ہم آئمہ میں سے ہر ایک مقتول یا شہید ہوگا۔ خدا کی قسم میں بھی زہر سے شہید ہونگا۔ اور مجھے در پردہ وہ شخص قتل کرے گا جو میرے متعلق اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ان خبروں کو جو بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں جانتا ہوگا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۲)

(۶) حضرت امام جعفر صادق کی پیش گوئی

حسین بن زید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے فرزند موسی بن جعفر کی اولاد میں سے ایک فرد جس کا نام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام پر ہوگا وہ یہاں سے نکل کر طوس یعنی خراساں جائے گا۔ جہاں وہ زہر سے شہید ہوگا اور وہیں عالمِ مسافرت میں دفن ہوگا۔ جو شخص اس کے حق کو پہچانتے ہوئے اس کی قبر کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو قبل فتح مکہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے کے برابر اجر دے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۵)

(۷) حضرت امیر المومنین کی پیش گوئی

نعمان بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص سرزمین خراساں میں زہر سے شہید ہوگا جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام موسی بن عمران کا نام ہوگا۔ آگاہ رہو جو شخص اس کی غربت میں جا کر اس کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ خواہ وہ تعداد میں ستاروں کے برابر یا بارش کے قطروں کے برابر یا درختوں کے پتوں کے برابر کیوں نہ ہوں۔

بحار الانوار

باب ۱۹

اسباب شہادت

(۱) ایک صوفی کی حکایت

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس خراسان میں تھا اور مامون جب دوشنبہ اور پنجشنبہ کو دربارِ عام لگاتا تو آپ کو اپنے داہنے جانب مسند پر بٹھاتا تھا۔ مامون کو اطلاع دی گئی کہ صوفیوں میں سے ایک شخص نے چوری کی ہے۔ حکم دیا کہ اس صوفی کو حاضرِ دربار کیا جائے۔ جب وہ صوفی سامنے لایا گیا تو مامون نے دیکھا کہ اس کا لباس زاہدانہ اور پیشانی پر سجدے کا نشان ہے۔ تو بولا۔ تمہارا یہ حلیہ اور اس پر یہ کرتوت ؟ دیکھنے میں زاہدانہ لباس سجدہ کا نشان اور چوری کا الزام ؟ صوفی نے کہا ہاں یہ جرم مجھ سے سرزد ہوا مگر مجبوراً۔ اختیاراً نہیں۔ اس لئے کہ ہمارا حق مالِ خمس اور مالِ غنیمت آپ نے روک رکھا ہے۔

مامون نے کہا خمس اور مال (فئ) غنیمت میں تمہارا حق کیسا؟ صوفی نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اس کا ارشاد " وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ " سورۃ الانفال آیت ۴۱

اور اسی طرح اللہ نے مالِ فئ کو بھی چھ حصوں پر تقسیم کیا چنانچہ ارشاد ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ سورۃ الحشر آیت ۷

تو بتائیں کہ آپ نے میرے حقوق جو اللہ کی طرف سے واجب ہیں کیوں نہیں دیئے جبکہ میں مسافر (ابن سبیل) بھی ہوں اور مسکین و خالی ہاتھ بھی ہوں، مسلمان و اہلِ قرآن بھی ہوں۔

مامون نے کہا اچھا تو کیا تمہاری ان دلیلوں سے میں چور کے متعلق جو اللہ نے حکم دیا ہے اور سزا تجویز کی ہے اسے معطل کر دوں ؟ صوفی نے جواب دیا اگر ایسا ہے تو پہلے تم اس سزا کو اپنی ذات سے شروع کرو پہلے خود کو پاک کرو اس کے بعد دوسرے کو پاک کرو پہلے خود اپنے پر حد جاری کرو پھر دوسرے پر حد جاری کرو۔

یہ سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ بتایئے آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے چوری کی ہے چوری تو چوری ہے اس میں الجھن کی کیا بات ہے۔

مامون غصہ میں آیا اور اس نے صوفی سے کہا خدا کی قسم میں سزا میں تیرے ہاتھ کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا۔ کیا تو میرے ہاتھ کاٹے گا جبکہ تو میرا غلام ہے (غلام کو حق نہیں کہ مالک کا ہاتھ کاٹے) مامون نے کہا تیرا ستیا ناس جائے کمبخت! میں تیرا غلام کیسے ہو گیا؟ صوفی نے کہا۔ اس طرح کہ تیری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی لہٰذا مشرق و مغرب میں جس قدر مسلمان ہیں ان سب کا تو غلام ہے جب تک کہ یہ سب تجھ کو آزاد نہ کر دیں خواہ کسی نے تجھے آزاد کیا ہو یا نہ کیا ہو میں نے تو تجھے آزاد نہیں کیا ہی نہیں اس کے علاوہ تم مال خمس بھی نگل گئے اور نہ تم نے آلِ رسول کا حق دیا اور نہ ہم جیسے مستحقین کا حق دیا۔

دوسری بات یہ کہ جو خود نجس ہو گا وہ دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ ہاں طاہر دوسرے کو طاہر کر سکتا ہے اور جس شخص پر حد شرعی خود عائد ہو وہ دوسرے پر حد شرعی جاری نہیں کر سکتا۔ کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ البقرہ آیت ۴۴

یہ سن کر مامون نے پھر حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور بولا۔ اس شخص کے معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے "فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ" سورہ الانعام آیت ۱۴۹ اور یہ حجۃ بالغہ وہ ہے کہ یہ جاہل باوجود اپنی جہالت کے اس تک پہونچ گیا جیسے ایک عالم اپنے علم کے ذریعہ پہونچتا ہے اور آخرت کا ہر کام حجۃ ہی پر قائم ہے۔ اس جاہل نے حجت و دلیل پیش کر دی۔

یہ سن کر مامون نے اس صوفی کو تو رہا کر دینے کا حکم دے دیا مگر دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف سے اس کے دل میں ایسی کدورت بھر گئی کہ بالآخر اس نے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ اور اس سے پہلے وہ فضل بن سہل اور شیعوں کی ایک خاصی تعداد کو قتل کر چکا تھا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حکایت تحریر تو کر دی ہے مگر میں اس کی صحت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۸، ۲۳۷ علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۸

(۲) ابو صلت ہروی کا بیان

احمد بن علی انصاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابو صلت ہروی سے دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ مامون باوجودیکہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا بڑا اکرام کرتا اور ان سے محبت کرتا تھا بلکہ اس نے ان کو اپنا جانشین اور ولی عہد بھی بنا دیا تھا پھر اس کا نفس کیسے امام رضا علیہ السلام کے قتل

پر آمادہ ہو گیا۔

ابو صلت نے جواب دیا۔ مامون آپ سے محبت اور آپ کا اکرام تو آپ کے فضل و شرف کی وجہ سے کرتا تھا اور آپ نے بعد کے لئے ان کو ولیعہد اس لئے بنایا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ یہ دنیا کی طرف کس قدر مائل ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی منزلت نہ رہ جائے مگر لوگوں کے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی منزلت اور بڑھ گئی تو اس نے شہر شہر کے متکلمین کو بلا بلا کر آپ سے مباحثے کرائے کہ یہ شاید کسی سے شکست کھا جائیں اور علماء کی نگاہ میں ان کا وقار جاتا رہے اور ان کا نقص عوام میں مشہور ہو جائے۔ مگر آپ سے جو بھی بحث کرنے کے لئے آیا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، مجوسی ہو یا صابئی، برہمن ہو یا ملحد، دین والا ہو یا بے دین یا اسلام کے کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو۔ آپ نے اسے لاجواب کر دیا اور اپنی دلیل اس سے منوالی۔ اور لوگ یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم مامون سے زیادہ تو خلافت کے یہ حقدار ہیں اور مامون کے خبر رساں یہ خبریں مامون تک پہونچاتے رہے۔ اس لئے وہ ان سے حسد و رشک کی آگ میں جلنے لگا۔ حالانکہ حضرت امام علیہ السلام کبھی اپنے حق کے لئے اس سے ملتجی نہ ہوئے بلکہ اکثر مواقع پر اس سے تعاون ہی کرتے رہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ان سے دل میں دشمنی رکھنے لگا۔ اور موقع کی تلاش میں رہا جب موقع مل گیا تو زہر سے ان کو شہید کر دیا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۹

(۳) ═══ ابراھیم بن عباس کا بیان۔

قاسم بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں نے ابراھیم ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ جب مامون نے لوگوں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لئے بیعت لی تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس سے کہا، یا امیر المومنین آپ کو نصیحت کرنا ہم پر واجب ہے اور کسی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ کسی کو دھوکہ میں رکھے۔ صاف بات یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے عوام اس کو پسند نہیں کرتے اور آپ نے فضل بن سہل کے ساتھ جو کیا (وزارت دے دی۔) اس کو خواص پسند نہیں کرتے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ہمیں اور فضل دونوں کو ہٹا دیں تاکہ لوگ آپ کی حکومت کو پسند کرنے لگیں اور امور سلطنت درست ہو جائیں۔

ابراہیم کا بیان ہے کہ خدا کی قسم آپ کا یہی مشورہ آپ کی شہادت کا سبب بن گیا۔

نوٹ: سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا کی ولیعہدی کی بیعت لی تو بنی عباس اس کے اس قدر مخالف ہوئے کہ اس سے خلع خلافت کر کے ابراھیم بن مہدی کو خلیفہ بنا لیا۔ مامون اس

وقت مرو میں تھا اور بنی عباس کے سارے ماننے والے مامون سے جدا ہو گئے۔ تو اس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون سے کہا کہ اے امیرالمومنین مجھ پر واجب ہے کہ میں آپ کو صحیح مشورہ دوں اور کسی مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی کو دھوکہ میں پڑا رہنے دے۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے ساتھ آپ نے جو یہ کیا اسے آپ کے عوام پسند نہیں کرتے اور فضل کے ساتھ جو آپ نے کیا اسے آپ کے خواص پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا ہم دونوں کو ہٹا دیجئے تاکہ آپ کی حکومت مضبوط اور مستحکم ہو۔

بحار الانوار

باب ۲۰

شہادت اور تجہیز و تکفین
کی تفصیل

(۱) روایات درباره شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماہ صفر ۲۰۳ھ میں بمقام طوس وفات پائی اس وقت آپ کا سن پچپن ۵۵ سال کا تھا۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کو ام البنین کے نام سے پکارا جاتا۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ کی خلافت وامامت کا دور بیس ۲۰ سال رہا۔ الارشاد ص ۲۸۵

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے انچاس ۴۹ سال چند ماہ کی عمر میں ۲۰۳ھ میں وفات پائی اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ دو یا تین ماہ کم بیس سال زندہ رہے۔
الکافی جلد ۱ ص ۴۹۳

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات ۱۷ صفر بروز سہ شنبہ ۲۰۳ھ کو ہوئی مامون نے آپ کو انگور میں زہر پیوستہ کر کے کھلا دیا تھا۔ اس وقت آپ کا سن اکیاون ۵۱ سال کا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی وفات بروز جمعہ ماہ رمضان ۲۰۳ھ ہوئی اس وقت آپ کا سن پچپن سال کا تھا۔ آپ کی مدت امامت وخلافت بیس سال رہی۔

تیسری روایت میں ہے کہ آپ کی وفات مقام طوس میں ۲۰۳ھ کے اندر ہوئی۔

چوتھی روایت میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی وفات ۲۳ ذی القعد کو ہوئی اور کتاب موالید ائمہ میں سنہ وفات ۲۰۳ ھجری تحریر ہے۔ اور کتاب مناقب میں یوم جمعہ ۲۳ رمضان ۲۰۲ھ تحریر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنہ وفات ۲۰۳ ھجری ہے۔ اور کتاب الدر میں تاریخ وفات بروز جمعہ یکم ماہ رمضان ۲۰۲ھ مرقوم ہے۔ اور کتاب الذخیرہ میں بھی یہی ہے۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات آخر صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات روز دوشنبہ ۱۴ صفر ۲۰۲ھ میں دور مامون میں انگور کے اندر زہر پیوست کر کے دینے سے مقام طوس میں ہوئی۔

(۲) جائے دفن

حضرت امام رضا علیہ السلام نے پچپن سال کی عمر میں ماہ صفر ۲۰۳ھ میں طوس کے ایک قریہ سناباد کے اندر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ مامون رشید آپ کو مدینہ سے نکال کر

براستہ بصرہ وفارس مقام مرو میں لایا اور جب وہ مرو سے خود نکل کر بغداد چلا تو آپ کو بھی ساتھ لیا اور بغداد پہنچنے سے پہلے سناباد میں آپ نے وفات پائی۔

(الکافی جلد ۱ ص ۴۸۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ طوس کے ایک قریہ سناباد کے اندر حمید بن قحطبہ کے مکان میں دفن ہوئے اور اسی میں ہارون رشید کی بھی قبر ہے اس وقت آپ کی عمر پچپن سال کی تھی اور بعض کہتے ہیں انچاس سال چار ماہ۔ بعض کا قول ہے کہ آٹھ دن کم انچاس سال تھی۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۲۹ سال چند ماہ بسر کئے اور ان کی وفات کے بعد چند ماہ کم بائیس سال زندہ رہے اور بعض کہتے ہیں کہ بیس سال زندہ رہے۔

(۲) ہرثمہ کو ہدایات امام برائے تجہیز و تکفین

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شب میں مامون کے پاس تھا جب رات کی چار ساعات گذر گئیں تو مجھے گھر واپسی کی اجازت ملی جب میں گھر واپس آیا تو نصف شب کے قریب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میرا ایک غلام دروازے پر پہنچا آنے والے نے کہا کہ جاکر ہرثمہ سے کہہ دو کہ تمہارے آقا تم کو یاد کرتے ہیں۔ یہ پیغام سُن کر میں فوراً اٹھا کپڑے پہنے اور تیزی کے ساتھ اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس روانہ ہوا۔ آپ کا فرستادہ غلام آگے آگے تھا۔ وہ پہلے اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ میرے آقا اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے ہرثمہ میں نے عرض کیا لبیک فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا فرمایا سنو اور غور سے سنو اور اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ وقت آپہنچا ہے کہ میں رحلت کر کے اپنے آباؤ اجداد سے ملحق ہو جاؤں۔ کاتب تقدیر کا لکھا پورا ہو گا۔ اس سرکش (مامون) نے ارادہ کر لیا ہے کہ مجھے انگور اور انار میں زہر پیوست کر کے کھلائے۔ انگور میں زہر اس طرح پیوست کرے گا کہ زہر آلود دھاگے کو اس میں سے گذار دے گا۔ اور انار میں یہ ترکیب کرے گا کہ اپنے کسی غلام کے ہاتھوں میں زہر ملوائے گا اور اس کے انہی زہر آلود ہاتھ سے وہ اس انار کو تڑوائے گا تاکہ زہر تمام دانوں میں پیوست ہو جائے اور اب وہ آئندہ دن (کل) مجھے بلائے گا اور میرے سامنے وہ انگور اور انار پیش کرے گا۔ اور مجھ سے اس کے کھانے پر اصرار کرے گا اور مجھے کھانا پڑے گا۔ پھر میری مدت حیات ختم ہو جائے گی اور قضا آپہنچے گی۔ جب میں انتقال کر جاؤں گا تو وہ کہے گا کہ میں اپنے ہاتھ سے ان کو غسل دوں گا۔ جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ تم درمیان سے ہٹ جاؤ اس لئے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام

تیرے لئے فرما گئے ہیں کہ تو میرے غسل و کفن اور دفن سے دور رہ اور ہاتھ نہ لگا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو وہ عذاب جو آخرت پر ٹال دیا گیا ہے وہ ابھی تجھ پر نازل ہو جائے گا اور تجھے فوراً اپنے کیئے کی سزا مل جائیگی۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا میرے مولا و آقا بہتر ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ سن کر میرے غسل میں دخل نہ دے گا اور یہ کام تیرے حوالے کر دے گا مگر اپنے مکان کی بلند چھت پر بیٹھ جائے گا تاکہ دیکھ سکے کہ غسل کون دے رہا ہے اور کیسے دے رہا ہے۔

اور اے ہرثمہ تم بھی میرے غسل میں ہاتھ نہ لگانا اس لئے کہ تھوڑی ہی دیر میں تم خود دیکھو گے کہ میرے مکان کے ایک گوشہ میں ایک خیمہ خود بخود نصب ہو گیا۔ جب تم یہ دیکھو تو میری میت کو مع لباس وغیرہ کے خیمہ کے اندر پہنچا دینا پھر تم باہر نکل کر خیمے کے پیچھے کھڑے ہو جانا اور جو لوگ تمہارے ساتھ میت اٹھانے والے ہوں انہیں بھی ہٹا لینا۔ کوئی شخص خیمے کے اندر جھانک کر بھی نہ دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ جو اندر جھانک کر دیکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ بہر حال اس کے بعد وہ خود آکر تجھ سے کہے گا

اے ہرثمہ کیا تم لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے دوسرا نہیں دیتا اب بتاؤ کہ ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا کو کس نے غسل دیا۔ ان کے بیٹے محمد تو مدینہ میں ہیں جو ملک حجاز میں واقع ہے اور ہم لوگ اس وقت طوس میں ہیں؟

جب وہ یہ کہے کہ تم اس کو جواب دینا کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی امام کے لئے یہ واجب نہیں کہ جب اس کا انتقال ہو تو اس کو کوئی امام ہی غسل دے (ورنہ میت پڑی رہے) اب اگر زبردستی کوئی دوسرا شخص اس کو غسل دیتا ہے تو اس سے امام کی امامت باطل نہیں ہوتی اور نہ اس امام کی امامت باطل ہوگی جو اس کے بعد امام ہوگا محض اس بنا پر کہ اس کے باپ کو کسی دوسرے نے غسل دیدیا۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا مدینہ میں چھوڑ دئے جاتے اور وہاں آپ کا انتقال ہوتا تو دیکھ لیتے کہ کھل کر سب کے سامنے ان کے فرزند محمد ہی ان کو غسل دیتے لیکن اب اُنہوں نے غسل دیا مگر در پردہ دیا۔ غرض اب جب تم خیمہ کا پردہ اٹھاؤ گے تو دیکھو گے کہ میری میّت کو غسل دے کر کفن وغیرہ سب پہنا دیا گیا ہے۔ اب تم میری میت کو اٹھا کر تابوت میں رکھنا اور دفن کے لئے جانا۔ جب میری قبر کھودنے کا موقع ہوگا تو وہ چاہے گا کہ اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنائے مگر یہ اس سے تا ابد ممکن نہیں ہوگا جب بھی کودال چلے گی زمین سے اُچٹ جائیگی۔ اور ذرا بھی زمین نہ کھودے گی بلکہ ناخن برابر بھی نہیں ترشے گی۔ جب قبر کھودنے والے اپنی پوری کوشش کر لیں اور پھر بھی ان سے ممکن نہ ہو تو تم ان سے کہنا کہ تم لوگ دور ہٹو۔ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اس کے باپ ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کی جانب ایک کدال چلانا۔ جب ایسا کرو گے تو فوراً ایک قبر بالکل کھدی ہوئی تیار ظاہر ہوگی۔

اور مجھے قبر میں اس وقت تک نہ اتارنا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس قبر کی ضریح سے صاف و شفاف و سفید بُراق پانی اُبلا ہے اور پوری قبر پانی سے بھر گئی اور پانی زمین کی سطح تک آ گیا ہے اور اس پانی پر ایک مچھلی طول قبر میں تڑپ رہی ہے۔ اس وقت تک ٹھہرے رہنا اور جب یہ دیکھ لینا کہ مچھلی غائب ہو گئی ہے اور پانی بھی زمین جذب کر گئی تو میری میت کو قبر میں اتارنا اور ضریح میں رکھ دینا۔ اور میری قبر پر لوگوں کو مٹی نہ ڈالنے دینا اس لئے کہ میری قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو جائے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میرے مولا و آقا بہتر ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا میری باتوں کو خوب یاد رکھنا، بھول نہ جانا اس پر عمل کرنا اور زنہار اس کے خلاف نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا جی ایسا ہی ہو گا۔ خدا کی پناہ بھلا میں اپنے آقا کے حکم کے خلاف کر سکتا ہوں؟ میری کیا مجال۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ پھر میں آپ کی بارگاہ سے روتا ہوا نکلا اور اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے جلتے ہوئے توے پر مچھلی۔ اس وقت میرے دل کا کیا حال تھا اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ دوسرے دن صبح کو مجھے مامون نے بلایا میں گیا اور اس کے پاس ظہر تک رہا۔ دوپہر کے بعد مامون نے مجھ سے کہا اے ہرثمہ ابوالحسن بن موسیٰؑ رضا کے پاس جاؤ میرا سلام کہو اور میری طرف سے یہ کہو کہ آپ میرے پاس آئیں گے یا میں ہی آپ کے پاس آ جاؤں؟ اور جب وہ کہیں کہ میں آؤں گا تو کہنا کہ پھر تشریف لائیں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جوں ہی سامنے پہنچا آپ نے فرمایا اے ہرثمہ میں نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب یاد ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میری نعلین لاؤ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں مامون نے کیوں بھیجا ہے میں نے بڑھ کر آپ کی نعلین آپ کے سامنے پیش کی اور آپ مامون کے پاس تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کی مجلس میں پہنچے تو مامون کھڑا ہو گیا بڑھ کر معانقہ کیا پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے تخت پر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور تقریباً ایک ساعت آپ سے مختلف باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کسی غلام سے کہا کہ انگور اور انار لاؤ۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ جب میں نے انگور و انار کا نام سنا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میرا پورا جسم کانپنے لگا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میرے جسم کی کپکپاہٹ کسی پر ظاہر ہو اس لئے میں باہر نکل آیا۔ اور وہیں ایک گوشہ میں جا کر گر پڑا۔ جب زوال کا وقت آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے آقا مامون کے پاس سے نکلے اور اپنے گھر واپس پہنچے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مامون نے حکم دیا کہ اطبا اور معالجین کو بلاؤ میں نے مامون سے پوچھا کہ یہ اطبا اور معالجین کیا ہوں گے؟ اس نے کہا کہ ابوالحسنؑ یک بیک بیمار ہو گئے ہیں جو نہیں جانتا تھا اسے تو اس میں شک تھا مگر چونکہ مجھے معلوم تھا کہ اصل معاملہ کیا ہے اس لئے مجھے یقین تھا۔

جب رات ہوئی اور رات کے تین حصوں میں سے دو حصّے گذر گئے اور صبح نمودار ہوئی تو مامون کے گھر سے ایک شور بلند ہوا۔ اور لوگوں کے ساتھ میں بھی دوڑا ہوا پہنچا تو دیکھا کہ مامون سر برہنہ گریبان چاک کھڑا ہوا ہائے وائے کر رہا ہے اور رُو رہا ہے۔ کچھ لوگ اور بھی کھڑے تھے میں بھی انہیں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈی سانسیں بھر رہا تھا الغرض جب بالکل صبح ہو گئی تو مامون تعزیت لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھا جہاں میرے آقا کی میّت تھی وہاں پہنچا اور کہا جائے غسل تیار کرو۔ چاہتا ہوں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں غسل دوں۔ جب میں نے یہ سنا تو قریب گیا اور جو کچھ آقا نے غسل اور تکفین وتدفین کے لئے کہا تھا وہ کہدیا۔ مامون نے جواب دیا اچھا اگر ان کی وصیّت ہے کہ تم غسل کا اہتمام کرو مجھے اعتراض نہیں جاؤ تمہیں اہتمام کرو۔

ہرثمہ کا بیان کہ میں مسلسل کھڑا رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ایک شامیانہ خود بخود نصب ہو گیا۔ میں جا کر اس شامیانہ کے باہر کھڑا ہو گیا اور سارے گھر والے میرے پیچھے کھڑے تھے میں سُن رہا تھا کہ شامیانہ کے اندر سے تکبیر وتہلیل وتسبیح کی آوازیں اور برتنوں کی کھڑکھڑاہٹ اور پانی گرنے کی مسلسل صدائیں آرہی تھیں۔ اور اندر سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ میں نے ایسی خوشبو کبھی سونگھی ہی نہ تھی۔ اسی اثنائیں مامون نے اپنے گھر کی چھت سے گردن اٹھائی اور مجھے آواز دی اے ہرثمہ تم لوگوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ امام کو سوائے امام کے کوئی اور غسل نہیں دیتا بتاؤ ان کے فرزند محمد بن علی کہاں ہیں؟ وہ تو مدینہ میں ہیں اور ابوالحسن کی میّت یہاں طوس میں ہے جو خراسان کے اندر ہے۔ ہرثمہ نے جواب میں کہا! امیرالمومنین ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے یہ واجب نہیں ہے اس کو اسی جیسا امام غسل دے اگر کوئی زبردستی اور تعدّی سے کام لے کر امام کو غسل دیتا ہے تو زبردستی کرنے والے کی زبردستی کی وجہ سے امام کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ اس امام کی امامت ہی باطل ہوتی ہے جو اس کے بعد امام ہونے والا ہے محض اس بنا پر کہ اس نے اپنے باپ کو غسل نہیں دیا۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا ہوتا اور وہ وہاں انتقال فرماتے تو لازم تھا ان کے فرزند محمد ان کو غسل ظاہر بظاہر دیتے۔ مگر اب ظاہر بظاہر نہیں تو غائبانہ سہی۔ میرا یہ جواب سُن کر مامون خاموش ہو گیا۔

الغرض اس کے بعد خیمہ کا پردہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ آقا کی میّت کفن میں لپٹی ہوئی ہے۔ میں نے بڑھ کر آپ کی میّت کو تابوت میں رکھا اور آپ کا جنازہ لے چلے۔ مامون اور تمام حاضرین نے آپ کی نماز میّت پڑھی اس کے بعد ہم لوگ جنازے کو لئے ہوئے مقام قبر تک آئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے کدال لئے ہوئے ہارون کی قبر کے پیچھے قبر کھود رہے ہیں تاکہ ہارون کی قبر امام کی قبر کے قبلہ میں ہو مگر کدال چلانے والے تھک کر چور ہو گئے اور زمین ذرہ برابر بھی نہ کھد سکی۔ تو مامون نے مجھ سے کہا

اسے ہرثمہ تم نے دیکھا کہ زمین بھی ان کی قبر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میں نے کہا یا امیر المومنین حضرت ابوالحسنؑ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ کے والد ہارون رشید کے قبلہ کی جانب صرف ایک کدال مارا جائے لہٰذا میں ایک کدال ماروں گا۔ مامون نے پوچھا اگر تم نے وہاں ایک کدال مارا تو کیا ہوگا میں نے کہا۔ انہوں نے بتایا تھا کہ ان کی قبر کے قبلہ میں ہارون رشید کی قبر نہیں ہونی چاہئیے اور اگر میں ایک کدال ہارون کی قبر کے قبلہ کی جانب ماروں گا تو کھدی کھدائی ایک قبر نمودار ہوگی اور اس کے درمیان ضریح ہوگی۔ مامون نے کہا۔ سبحان اللہ کتنی تعجب کی بات ہے مگر ابوالحسن کے معاملہ میں یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ اچھا اے ہرثمہ وہاں کدال مارو میں بھی تو دیکھوں کہ واقعی یہ سچ ہے۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کدال لیا اور ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کے جانب ایک مرتبہ کدال مارا اور فوراً ایک کھدی ہوئی قبر نمودار ہوگئی اور اس قبر کے درمیان ضریح بنی ہوئی تھی اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ مامون نے کہا اچھا اب ان کی میت قبر میں اتار دو۔ میں نے کہا یا امیر المومنین میرے آقا نے فرمایا تھا کہ انتظار کرنا جب قبر کے اندر سے پانی پھوٹ نکلے اور اور پوری قبر پانی سے لبالب ہو جائے اس میں ایک مچھلی نمودار ہو پھر وہ مچھلی غائب ہو جائے اور سارا پانی زمین میں واپس چلا جائے تب ان کی میت کو قبر میں اتاروں۔ مامون نے کہا اچھا جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی کرو۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے پانی اُبلنے اور مچھلی ظاہر ہونے کا انتظار کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ پانی اُبلا اُس میں مچھلی ظاہر ہو کر غائب ہوگئی۔ پانی بھی اندر زمین میں بیٹھ گیا تو میں نے آپ کی میت کو قبر کے پہلو میں رکھا اور اس پر اور قبر پر ایک سفید چادر ڈالدی۔ میت بغیر میرے ہاتھ لگائے یا کسی دوسرے کے ہاتھ لگائے قبر میں اتر گئی۔ مامون نے لوگوں سے کہا کہ آؤ اب قبر پر مٹی ڈالو۔ میں نے کہا یا امیر المومنین ایسا نہ کریں مامون نے کہا پھر کیا قبر ایسی کھلی رہے گی پُر کیسے ہوگی۔ میں نے کہا مولا نے فرمایا تھا کہ میری قبر پر کوئی مٹی نہ ڈالے۔ بلکہ قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو کر چوکور اور زمین کے برابر ہو جائے گی۔ تو مامون نے لوگوں سے کہا اچھا تو پھر مٹی نہ ڈالو۔ اور لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں میں مٹی اٹھائی ہوئی تھی پھینک دی۔ قبر خود بخود مٹی سے پُر ہوگئی اور زمین کی سطح کے برابر ہو کر چوکور ہوگئی۔ اب مامون بھی دفن کے بعد واپس ہوا اور میں بھی۔ اس کے بعد مامون نے مجھے تنہائی میں بلایا اور کہا اے ہرثمہ خدا کے لئے بتا کہ جو کچھ میں نے حضرت ابوالحسن قدس اللہ روحہ کے متعلق ہے تجھ سے سُنا ہے کیا یہ باتیں سچ ہیں اور واقعاً انھوں نے تجھے یہ سب بتایا تھا؟ میں نے کہا یا امیر المومنین میں نے اپنی طرف کچھ نہیں کہا بس وہی کہا جو انھوں

نے بتایا تھا مامون نے کہا میرا مطلب یہ ہے جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اس کے علاوہ اور تو کچھ نہیں کہا تھا؟ میں نے کہا یا امیرالمومنین آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ مامون نے کہا یعنی یہ کہ کوئی اور راز کی بات تو نہیں بتا گئے؟ میں نے کہا جی ہاں بتا گئے ہیں۔ مامون نے کہا وہ کیا؟ میں نے کہا وہ انگور اور انار والی بات۔ بس یہ سنتے ہی مامون کا رنگ کبھی زرد ہو جاتا کبھی سُرخ اور کبھی بالکل سیاہ اور بالآخر وہ غش کھا کے گر پڑا اور اسی غشی کے عالم میں وہ بڑبڑانے لگا۔ مامون پر اللہ کی نفرین مامون پر رسول اللہ کی نفرین۔ مامون پر علی کی نفرین۔ مامون پر فاطمہ زہرا کی نفرین۔ مامون پر حسن و حسین کی نفرین۔ مامون پر علی ابن الحسین کی نفرین۔ اس پر محمد بن علی کی نفرین۔ اس پر جعفر بن محمد کی نفرین اس پر موسیٰ بن جعفر کی نفرین۔ اس پر علی ابن موسیٰ رضا کی نفرین۔ خدا کی قسم یہ کھلا ہوا صاف صاف خسارہ اور گھاٹا ہوا۔ اور یہی فقرات وہ بار بار دہرانے لگا۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں نے اس کا یہ حال دیکھا تو اس کے پاس سے اٹھ کر ایک کنارے جا کر بیٹھ گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ غش سے اُٹھ بیٹھا اور اس نے مجھے پھر بلایا اور اس کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی نشہ میں چور کھڑا ہو۔ اور بولا۔ یاد رکھو۔ تمہاری اہمیت میرے نزدیک نہ ان سے زیادہ ہے نہ دنیا کی کسی اور چیز سے زیادہ ہے اگر میں نے سُن لیا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یا تم نے جو کچھ دیکھا وہ کسی اور سے بھی کہا ہے تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔

میں نے کہا یا امیرالمومنین میں کسی سے نہ کہوں گا اور اگر ثابت ہو جائے کہ میں نے ان میں سے کوئی بات کسی سے کہہ دی ہے تو میرا خون آپ پر حلال ہے۔ مامون نے کہا نہیں تم مجھ سے اس کا پختہ عہد کرو کہ اس راز کو چھپائے رکھو گے اور کسی سے نہ کہو گے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پختہ عہد لیا اور اس کی پوری تاکید کر دی۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں اس کے پاس سے پلٹا تو اس نے تالی بجائی اور قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا۔ سورہ النساء ۱۰۸

(۴) ═══ امام محمد تقی علیہ السلام کا مدینہ سے آنا

یاسر خادم کا بیان ہے کہ ابھی ہمارے اور طوس کے درمیان سات منزلیں باقی رہ گئیں تھیں کہ وہیں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی مگر سفر جاری رہا اور اسی حالت میں طوس پہنچے پھر بیماری اور شدید ہو گئی اس لئے ہم لوگ چند دنوں کے لئے طوس میں ٹھہر گئے اور مامون روزانہ دن میں دو مرتبہ آپ کی مزاج پرسی کو آیا کرتا۔ آخری دن جس میں آپ کی وفات ہوئی

کمزوری بہت آگئی تھی۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے یاسر لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے؟ میں نے کہا مولا آپ کا تو یہ حال ہے ایسے میں کھانا کون کھائے گا؟

یہ سُن کر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا دسترخوان بچھاؤ۔ اور آپ نے اپنے ایک ایک ملازم اور غلام کو تلاش کرا کے دسترخوان پر بٹھایا۔ اور جب سارے مرد کھا چکے تو فرمایا اب عورتوں میں کھانا پہنچاؤ۔ عورتوں میں کھانا گیا اور وہ سب بھی کھانے سے فارغ ہو چکیں تو آپ میں ضعف اور بڑھ گیا اور غشی طاری ہو گئی۔ یہ دیکھ کر سب میں رونے کی آواز بلند ہوئی جسے سُن کر مامون کی کنیزیں اور عورتیں سر و پا برہنہ دوڑی ہوئی آئیں اور پورے طوس میں ایک شور و غل برپا ہو گیا۔ اور خود مامون سر و پا برہنہ سر پیٹتا داڑھی پکڑتا افسوس کرتا روتا اور آنسو بہاتا حضرت امام رضا کے پاس آیا اور اس وقت آپ کو غش سے افاقہ ہوا تھا اور آکر کہنے لگا کہ اے میرے سیّد میں نہیں سمجھ سکتا کہ دو۲ مصیبتوں میں سے میرے لئے کونسی مصیبت سب سے بڑی ہے۔ آپ کی جدائی اور فراق یا لوگوں کی تہمت کہ میں نے کسی حیلے سے آپ کو قتل کر دیا۔ یہ سُن کر آپ نے مامون کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا یا امیر المومنین آپ ابو جعفر کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیجئے گا کیونکہ آپ کی عمر اور ان کی عمر اس طرح ہے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگشت سبابہ ملا کر دکھایا۔

یاسر کا بیان ہے اسی شب کو اس کا ایک حصّہ جاتے جاتے آپ نے انتقال فرمایا جب صبح ہوئی تو سارے لوگ جمع ہو گئے۔ اور ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی کہ اسی نے (یعنی مامون نے) ان کو کسی حیلے سے قتل کیا ہے۔ افسوس فرزندِ رسول کو قتل کر دیا اور طرح طرح کی بہت سی باتیں ہونے لگیں اس وقت محمد بن جعفر بن محمد، مامون سے امان طلب کرنے خراسان آئے تھے یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے چچا تھے۔ مامون نے ان سے کہا اے ابو جعفر تم جا کر مجمع سے کہہ دو کہ آج ابوالحسن برآمد نہ ہوں گے۔ مامون کو ڈر تھا کہ کہیں جنازہ برآمد ہوا اور انقلاب برپا ہو جائے۔ بہر حال محمد بن جعفر نے نکل کر مجمع سے کہا کہ لوگو واپس جاؤ آج ابوالحسن کا جنازہ نہیں برآمد گا۔ مجمع متفرق ہو گیا اور رات ہی رات ابوالحسن علیہ السلام کو غسل دے کر دفن کر دیا گیا۔

علی بن ابراھیم کا بیان ہے کہ یاسر نے مجھ سے چند ایسی باتیں کیں کہ جن کا ذکر میں اس کتاب میں مناسب نہیں سمجھتا۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ صد ۲۴۲-۲۴۱

⑤ ابوصلت کی روایت

ابوصلت ہروی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا اے ابوصلت اس قبہ کے اندر جاؤ جس میں ہارون رشید کی

قبر ہے اور اس کی قبر کے ہر چہار جانب کی الگ الگ تھوڑی مٹی لاؤ میں اندر گیا اور چاروں طرف کی مٹی لایا۔ آپ نے دروازے کے سامنے والی مٹی کے لئے فرمایا یہ مٹی دینا۔ میں نے وہ مٹی پیش کی تو آپ نے اسے سونگھا اور پھینک دیا اور کہا میری قبر یہاں بھی کھودنے کی کوشش ہوگی مگر یہاں ایسی چٹان ہے کہ اگر خراسان کے سارے کدال چلانے والے بھی مل کر کدال چلائیں تو بھی اس کو نہیں کھود سکتے۔ پھر پاؤں کی طرف کی اور سر کی طرف کی مٹی کے لئے بھی آپ نے یہی فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا اب وہ چوتھے طرف کی مٹی دو وہی میری قبر کی مٹی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا لوگ میری قبر یہاں کھودیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ سات زینے تک نیچے کھودیں وہاں ایک ضریح تیار ملے گی اور اگر وہ لوگ لحد کھودنا چاہیں تو کہہ دینا کہ لحد کو دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی بنائیں اللہ تعالیٰ اس کو جس قدر چاہے گا وسیع کردے گا۔ اور جب وہ ایسا کریں گے تو تمہیں مرے سر کی طرف کچھ نمی اور تری نظر آئے گی وہاں وہ پڑھ کر دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ وہاں پانی کا ایک چشمہ ہے وہ چشمہ پھوٹے گا اور ساری لحد پانی سے بھر جائے گی اس میں تمہیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی میں تمہیں روٹی دوں گا تم اس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اس میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اس کو کھائیں گی اور جب وہ سارے روٹی کے ٹکڑے کھا کر ختم کرلیں گی تو ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی۔ اس کے بعد وہ غائب ہو جائے گی۔ جب وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائے تو پھر تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہ چیز دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ اور سارا پانی زمین کے اندر واپس چلا جائے گا اور کچھ نہ رہے گا اور یہ سارا کام تم مامون کی نظروں کے سامنے کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اے ابوصلت یہ مرد فاجر کل مجھ کو اپنے پاس بلائے گا۔ اگر میں اس کے پاس سے اس طرح نکلوں کہ سر کھلا ہوا ہو تو پھر تو مجھ سے مخاطب ہونا میں جواب دوں گا۔ اور اگر میں اس طرح نکلوں کہ سر ڈھکا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو آپ نے اپنا لباس پہنا اور اپنی محراب عبادت میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں مامون کا غلام آیا اور اس نے کہا کہ امیرالمومنین آپ کو یاد کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نعلین پاؤں میں پہنی اور ردا دوش پر ڈالی اور کھڑے ہو گئے اور روانہ ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا آپ مامون کے پاس پہنچے اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا جس میں انگور تھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی طبق تھے جن میں مختلف پھل تھے اور مامون کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس میں سے وہ بعض دانوں کو توڑ کر کھا لیتا تھا اور بعض دانوں کو چھوڑ دیتا تھا۔

جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا بڑھ کر گلے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اور بولا فرزند رسول میں نے اس سے بہتر انگور آج تک نہیں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا ہاں بعض انگور ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ ویسے شاید جنت ہی میں ہوں۔ مامون نے کہا لیجئے آپ بھی نوش فرمائیے۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھے معاف کرو۔ مامون نے کہا نہیں یہ تو آپ کو کھانا ہی پڑے گا۔ آپ اس لیئے پرہیز کر رہے ہیں کہ آپ کو میری طرف سے بدگمانی ہے اور یہ کہہ کر اس نے وہ انگور کا گچھا لیا اور اس میں سے چند دانے خود کھائے اور باقی گچھے میں اب وہ دانے رہ گئے جن میں زہر پیوست تھے وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف بڑھایا۔ آپ نے اس میں سے صرف تین دانے کھائے بقیہ پھینک دیئے اور اٹھ کھڑے ہوئے مامون نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جہاں تو مجھے بھیج رہا ہے اور یہ فرما کر آپ نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا۔ ابوالصلت کہتا ہے کہ جب میں نے یہ صورت دیکھی تو پھر کوئی بات نہ کی آپ سیدھے اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو اور آپ اپنے بستر پر لیٹ رہے اور میں گھر کے صحن میں مہموم و مغموم بیٹھ گیا۔

اور ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک حسین و جمیل نوجوان، پُر پیچ و خم زلفیں شکل و صورت میں حضرت امام رضا کے بالکل مشابہہ مکان کے اندر داخل ہوا۔ میں فوراً اس کی طرف بڑھا اور کہا دروازہ تو بند ہے تم کدھر سے آگئے۔؟ اس نے جواب دیا جو ذات مجھے مدینہ سے اس وقت یہاں لائی ہے اسی نے مجھے گھر کے اندر داخل کر دیا دروازہ بند ہے تو ہوا کرے۔ میں نے پوچھا کون ہو تم؟ کہا ابوالصلت میں تم پر حجت خدا ہوں میرا نام محمد بن علی ہے۔ یہ کہہ کر آپ اپنے والد کی طرف بڑھے اندر داخل ہوئے اور مجھے بھی اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ جب امام رضا نے ان کو دیکھا فوراً گلے سے لگایا۔ سینے سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں اپنے بستر پر لٹا لیا۔ پھر حضرت محمد بن علی ان پر جھک گئے ان کے بوسے لیئے اور رازدارانہ انداز سے آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے جس کو میں نہیں سمجھا۔

اور میں نے دیکھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے لبہائے مبارک پر برف کے مانند کوئی سفید سی شیئے تھی جسے حضرت ابوجعفر علیہ السلام اپنے دہن اقدس میں رکھ لیا۔ پھر حضرت امام علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اپنے لباس اور سینے کے درمیان ڈالا اور اس میں کوئی شیئے جو عصفور (چڑیا) سے مشابہہ تھی نکالا اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے اسے بھی اپنے دہن مبارک میں رکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالصلت اٹھو اور توشہ خانہ سے غسل کا برتن اور پانی نکال لاؤ۔ میں نے عرض کیا توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں تم جاؤ تو سہی آپ کے فرمانے پر میں گیا تو دیکھا کہ توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی رکھا ہوا ہے میں اسے نکال لایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لباس سمیٹے تاکہ غسل دینے میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت تم ہٹ جاؤ غسل دینے میں میری مدد کرنے والا موجود ہے۔ میں ہٹ گیا اور آپ نے غسل دیا۔

اس کے بعد فرمایا اے ابوالصلت توشہ خانہ میں جاؤ وہاں ایک ٹوکری ہے جس میں کفن اور حنوط رکھا ہوا ہے اُٹھا لاؤ میں اندر گیا تو دیکھا کہ واقعاً ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے جسے میں نے اس توشہ خانہ میں کبھی نہیں دیکھا تھا میں اٹھا لایا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ پھر مجھ سے فرمایا تابوت لاؤ۔ میں نے عرض کیا بہتر میں ابھی کسی نجار (بڑھئی) کے پاس جا کر بنوا لاتا ہوں آپ نے فرمایا اٹھو اس توشہ خانہ میں تابوت بھی رکھا ہوا ہے۔ میں توشہ خانہ میں گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک تابوت بھی رکھا ہوا ہے جسے میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا بہر حال میں اسے بھی اٹھا لایا۔

آپ نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے میت کو تابوت میں رکھ دیا اور میت کے پاؤں وغیرہ برابر کر دیئے پھر دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ تابوت خود بخود بلند ہوا۔ چھت شگافتہ ہوئی اور وہ تابوت روانہ ہو گیا۔

میں نے عرض کیا فرزند رسول ابھی ابھی مامون آئے گا اور مجھ سے حضرت امام رضا کی میت کا مطالبہ کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ تابوت ابھی واپس آئے گا۔ اے ابوالصلت اگر کوئی نبی مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں وفات پائے تو اللہ ان کے اجساد و ارواح کو لازماً جمع کر دیتا ہے۔ (یہ مدینہ میں روضۂ رسولؐ پر حاضری کے لئے گیا ہے) ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ چھت دوبارہ شق ہوئی اور تابوت اتر کر آ گیا۔ پھر آپ اُٹھے اور حضرت امام رضا کی میت کو تابوت سے نکالا اور ان کے بستر پر اس طرح لٹا دیا جیسے غسل و کفن کچھ نہیں دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا اے ابوالصلت اب دروازہ کھول دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو مامون اپنے غلاموں کے ساتھ گریبان چاک روتا سر پیٹتا اندر داخل ہوا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا فرزند رسولؐ تمہارے مرنے کا مجھے بیحد افسوس ہے۔ پھر آ کر میت کے سرہانے بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ تجہیز و تکفین کا سامان کیا جائے اور قبر کھودی جائے۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ قبر کھودی گئی تو حضرت امام رضا کے ارشاد کے بموجب قبر نہ کھد سکی۔ مجبوراً اس نے کہا کہ جانب قبلہ کھود۔ ابوالصلت کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ امام رضا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سات زینہ نیچے تک کھودی جائے تو ایک ضریح برآمد ہو گی۔ مامون نے کھودنے والوں سے کہا ابوصلت جس طرح کہتا ہے اس طرح کھودو مگر ضریح تک نہیں بلکہ اس میں بغلی لحد بنا دو۔

جب لحد کھودی گئی تو مامون نے اس میں نمی، پانی کا چشمہ پھر اس میں مچھلیاں وغیرہ سب دیکھیں تو بولا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی زندگی میں تو عجائبات دکھاتے ہی تھے مرنے کے بعد بھی وہی عجائبات دکھا رہے ہیں۔ تو اس کے ایک وزیر نے اس سے کہا۔ معلوم ہے ان مچھلیوں وغیرہ سے حضرت امام رضاؑ آپ کو کیا بتانا چاہتے ہیں؟ مامون نے کہا نہیں۔ اس نے کہا وہ آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اے بنو عباس تمہاری سلطنت باوجود تمہاری کثرت اور طول مدت کے ان مچھلیوں کے مانند ہے جب اس کا وقت پورا

ہو جائے گا اور تمہاری سلطنت ختم ہونے والی ہو گی تو اللہ تعالیٰ ہم اہلبیت میں سے ایک فرد کو تم لوگوں پر مسلط کردے گا اور وہ تم لوگوں میں سے ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا۔ (جس طرح بڑی مچھلی نے ساری مچھلیوں کو ختم کردیا ہے) مامون نے کہا سچ کہتے ہو واقعاً اُس کا مطلب یہی ہے۔

اس کے بعد مامون نے کہا کہ ابوالصلت مجھے وہ تمام باتیں بتاؤ جو تم سے حضرت امام رضاؑ نے کہی ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں تو وہ تمام باتیں بھول گیا اور واقعاً میں نے سچ کہا بھی تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ قید میں ڈال دو۔ اس کے بعد اس نے حضرت امام رضاؑ کو دفن کیا اور میں ایک سال تک قید میں پڑا رہا۔ جب میں قید سے تنگ آگیا تو ایک رات کو جاگ کر اور محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر اپنی رہائی کے لئے اللہ سے دعا مانگی۔

ابھی میری دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ دیکھا کہ حضرت ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام قیدخانہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا ابوصلت تم واقعاً اس قید سے تنگ آچکے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں خدا کی قسم۔ آپ نے فرمایا، اچھا تو پھر اُٹھو اور آپ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور وہ سب جدا ہوگئیں پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قید سے نکال لے گئے۔ میں گھر کے صدر دروازے سے نکلا سارے پہرے دار اور غلام دیکھتے رہ گئے مجھ سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے کہا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا اب وہ تاابد تم کو گرفتار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ آج تک اس کی گرفت سے باہر ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴۵-۲۴۲)

⑥ ——— کیا موت سبب مرض اسہال تھا؟

علی بن الحسین کاتب بقاالکبیر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخار آگیا تو آپ نے فصد کھلوانے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر مامون کو ملی تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ میں مٹی کی برنی میں سے ایک شئے نکال کر دیتا ہوں تم اسے چینی کے برتن میں اپنی انگلیوں سے خوب چور کرو۔ پھر بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے میرے ساتھ آؤ الغرض دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنے سامنے آپ کی فصد کھلوادی۔ اور عبیداللہ کا بیان ہے کہ اس نے فصد کو ملتوی کردیا اور اپنے غلام سے کہا جاؤ امام رضاؑ کے پائین باغ میں جو انار کا درخت ہے اس سے انار توڑ لاؤ۔ وہ توڑ لایا تو کہا اس کو توڑو اس نے اس کو ایک پیالے میں توڑا کہا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دھولاؤ۔ جب یہ سب ہو چکا تو امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ لیجئے یہ آپ ہی کے درخت کے انار کے دانے ہیں اسے نوش کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا رکھ دیجئے جب آپ چلے جائیں گے تو کھالوں گا۔ مامون نے کہا نہیں اسے آپ میرے سامنے کھائیں اور اگر اس کا ڈر نہ ہوتا کہ میرا معدہ مرطوب ہو جائے گا تو میں بھی آپ کے ساتھ کھاتا۔ تو آپ نے چند چمچے اس میں

سے نوش فرمائیے اور مامون واپس چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ عصر کے وقت تک حضرت امام رضا علیہ السلام کو پچاس مرتبہ اسہال ہوا۔ مامون پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کوئی بات نہیں میرا خیال ہے کہ آپ کے معدے میں جو فاضل و فاسد مادہ ہے وہ نکل رہا ہے اور رات تک تو اس اسہال میں اور زیادتی ہوگئی پھر صبح ہوتے ہوتے آپ نے انتقال فرمایا۔ اور انتقال سے پہلے آخری الفاظ جو آپ کی زبان پر جاری ہوئے وہ قرآن کی یہ آیات تھیں۔ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ سورہ ال عمران آیت ۱۵۴ اور وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا سورہ الاحزاب آیت ۳۸۔

جب مامون صبح کو سو کر اٹھا تو اس نے غسل و کفن کا حکم دیا اور آپ کے جنازے کے پیچھے سر و پا برہنہ چلا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ ہائے میرے بھائی تمہاری موت سے اسلام کی دیوار میں شگاف پڑ گیا افسوس میرے مقدر ہی میں آپ سے جدائی تھی سو پوری ہوئی پھر رشید کی لحد کو کھولا اور اس کے ساتھ اس کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا اور کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قرب کی وجہ سے میرے باپ کو بھی رحمت سے نوازے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۴۰)

(۷) خواب میں رسولِ خداؐ کا موت کی خبر دینا

وشاء سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مسافر سے کہا اے مسافر دیکھنا اس پانی کی نالی میں مچھلیاں ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا میں نے کل شب خواب میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ اے علی تمہارے لئے وہ بہتر ہے جو میرے پاس ہے۔ (بصائر الدرجات صـ ۴۸۳)

(۸)

محمد بن عبداللہ بن الحسن الافطس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس تھا وہاں مجلسِ شراب جمی ہوئی تھی اور وہ مجھے چھوڑ کر اپنے تمام مصاحبین کو شراب انڈیل انڈیل کر دے رہا تھا پھر اس کی کنیزوں نے نکل کر گانا بجانا شروع کیا تو اس نے کسی کنیز سے فرمائش کی کہ ساکن طوس والا مرثیہ سناؤ۔ کنیز نے مرثیہ شروع کیا۔

"اللہ طوس کو اور عترتِ مصطفیٰ میں سے اس فرد کو اپنی رحمتوں سے سیراب کرے جو یہاں آ کر ہمیشہ کے لئے ساکن ہو گیا اور ہم لوگوں کو رنج و غم میں مبتلا کر گیا۔ یعنی امید گاہ خلق حضرت ابو الحسن علیہ السلام جن کی موت پر غم منانا ہر شخص کا فرض ہے۔"

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اسے سن کر مامون رونے لگا اور ہم بھی رونے لگے۔ پھر بولا افسوس اے محمد تمہارے اور ہمارے اہل خاندان ہمیں صرف اس بات پر برا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن کو اپنا ولیعہد بنایا۔ خدا کی قسم اگر یہ باقی رہ جاتے تو یقین کرو کہ میں حکومت و خلافت سے دست بردار ہو کر انہیں اپنی جگہ بٹھا دیتا۔ مگر کیا بتاؤں کہ موت نے جلدی کر دی۔ اللہ تعالیٰ عبیداللہ بن حسن اور حمزہ بن حسن پر لعنت کرے ان دونوں نے ان کو قتل کر دیا۔ پھر بولا۔ اے محمد بن عبداللہ خدا ہیں تم سے ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہوں مگر اسے راز میں رکھنا۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین وہ کیا واقعہ ہے بیان فرمائیں۔ مامون نے کہا کہ جب میری کنیز زاہریہ حاملہ ہوئی تو میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں پہنچا اور کہا میں آپ پر قربان میں نے سنا ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر و جعفر بن محمد و محمد بن علی و علی ابن الحسین اور حسین علیہم السلام رد بلاو آسیب کے لئے تعویذ دیتے تھے جو تیر بہدف ہوتا تھا۔ آپ ان کے وصی ہیں اور وہی علم آپ کے پاس بھی ہے جو ان لوگوں کے پاس تھا زاہریہ میری ایسی پسندیدہ کنیز ہے کہ میں اس پر اپنی کسی کنیز کو ترجیح نہیں دیتا۔ وہ کئی بار حاملہ ہوئی مگر اسقاط ہو گیا کیا آپ کے پاس بھی کوئی ایسی شئے ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آپ نے فرمایا اسقاط سے نہ ڈرو حمل سلامت رہے گا اور اس کے لڑکا پیدا ہو گا جو اپنی ماں سے شکل و صورت میں بہت مشابہہ ہو گا۔ اللہ نے اس کی خلقت میں اضافہ کر دیا ہے۔ یعنی اس کے داہنے ہاتھ میں ایک زائد چھنگلیا اور داہنے پاؤں میں بھی ایک زائد چھنگلیا ہو گی۔

میں نے اپنے دل میں کہا یہ اچھا موقع ملا اگر ان کی بات سچ نہ ہوئی تو اسی بہانے میں ان کو ولیعہدی سے ہٹا دوں گا پھر میں مسلسل اس وقت کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ زاہریہ کو درد زہ عارض ہوا۔ میں نے دایہ (بچہ پیدا کرانے والی) سے کہا جب بچہ پیدا ہو جائے تو میرے پاس لانا خواہ لڑکا ہو خواہ لڑکی۔ تھوڑی دیر میں وہ دایہ لڑکا لے کر آئی اور آپ کے کہنے کے مطابق واقعاً اس کے ہاتھ اور پاؤں میں ایک ایک زائد انگلی تھی اور شکل و صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کوکب دری ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اسی دن ارادہ کیا کہ میں خلافت و حکومت سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنے قبضہ میں جو کچھ ہے وہ سب ان کے حوالہ کر دوں۔ مگر پھر میرا نفس اس پر راضی نہ ہوا۔ لہٰذا میں نے اپنی مہر ان کے حوالہ کر دی اور کہہ دیا کہ آپ جس طرح چاہیں حکومت چلائیں مجھے کوئی عذر نہ ہو گا۔ آپ کا حکم سب پر بالا ہو گا اور خدا کی قسم اگر وہ ایسا کرتے تو مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔

(غیبۃ الشیخ ص ۵۴-۵۳) (کتاب الجلاء والشفا) (کتاب المناقب جلد ۴ ص ۳۳۳)

(نوٹ) یہ روایت باب معجزات میں عیون اخبار الرضا کے حوالہ سے نقل کی جا چکی ہے۔

۹ زہر دینے کے اسباب

حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر تنہائی میں مامون کو نصیحتیں کیا کرتے اور خوفِ خدا دلایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی اس سے شرع کے خلاف کوئی امر سرزد ہوتا تو آپ اسے ٹوک دیا کرتے اور مامون بظاہر تو اسے تسلیم کر لیتا کہ ہاں غلطی ہوئی مگر اس میں بُرا محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرت امام رضاؑ مامون کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا وضو کر رہا ہے۔ اور اس کا غلام اس کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یا امیر المومنین اپنے ربّ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کیا کیجئے۔ مامون نے اس وقت غلام کو تو ہٹا دیا اور خود اس نے پورا وضو کیا مگر اس ٹوکنے پر اور جل بھن گیا۔

نیز مامون سے جب فضل بن سہل اور حسن بن سہل کا ذکر آتا تو آپ مامون سے فرماتے کہ ان دونوں کی باتوں میں نہ آیا کریں ان میں یہ یہ خرابیاں ہیں۔ چنانچہ ان دونوں کو بھی اس کی خبر ہوگئی تو ان دونوں نے بھی آپ کے خلاف جھوٹ سچ کہنا شروع کر دیا اور ایسی باتیں کہنے لگے جس سے مامون حضرت امام رضا علیہ السلام سے دوری اختیار کر لے اس کو ڈرانے لگے کہ کہیں کسی دن یہ آپ کے خلاف لوگوں کو نہ ابھاریں۔ ایسا مسلسل کہنے کی وجہ سے مامون نے آپ کے متعلق اپنی رائے بدل دی اور بالآخر اس نے حضرت امام رضا کو قتل ہی کروا دیا۔

اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اور مامون دونوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ حضرت امام رضاؑ تو کھاتے ہی بیمار پڑ گئے اور مامون جھوٹ موٹ بیمار بن گیا۔ عبداللہ بن بشیر کا بیان ہے کہ مامون نے مجھ سے کہا کہ اپنے ناخن بڑھا لو مگر کسی پر ظاہر نہ ہو۔ میں نے ناخن بڑھا لئے تو اس نے مجھے بلایا اور املی (تمر ہندی) کی طرح کی ایک چیز مجھے دی اور کہا اسے اپنے ہاتھوں سے خوب ملو اور گوندھو میں نے ایسا ہی کیا پھر مامون امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا رو بصحت ہوں۔ مامون نے کہا میں بھی بحمد اللہ آج خود کو صحیح محسوس کر رہا ہوں اچھا آج معالجین میں سے کوئی آپ کے پاس آیا تھا۔؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ مامون نے غصّہ کا اظہار کیا اور اپنے غلاموں پر بگڑا اور کہا کہ آپ انار تیار کر و اس وقت ان کو اس کی ضرورت ہے پھر مجھے بلایا اور کہا جاؤ ایک انار لاؤ جب میں لایا تو مجھ سے کہا اس کو اپنے ہاتھ سے نچوڑو اور عرق نکالو۔ جب میں عرق نکال چکا تو مامون نے وہ عرق انار اپنے ہاتھوں سے حضرت امام رضا کو پلایا اور یہی آپ کی موت کا سبب بنا۔ دو ہی دن کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔

ابو صلت ہروی کا بیان ہے کہ جب مامون آپ کو عرق انار پلا کر چلا گیا تو میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابو الصلت لوگ کام کر گئے۔ اس کے بعد آپ کلمۂ شہادتین

زبان پر جاری کرنے لگے۔

اور محمد بن جہنم کہتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو انگور بے حد پسند تھے تو مامون نے آپ کے لئے کچھ انگور لئے اور اس کی جڑوں میں زہر آلود سوئیاں کئی دن تک پیوست رکھیں اس کے بعد ان سوئیوں کو نکال کر وہ انگور آپ کے پاس لایا۔ آپ بیمار تو تھے ہی جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے آپ نے اس میں سے چند دانے کھائے اور اسی نے ان کی جان لے لی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سوئیاں کسی لطیف زہر میں بجھی ہوئی تھیں

اور جب حضرت امام رضا علیہ السلام کا انتقال ہوا تو مامون نے آپ کی موت کو ایک دن اور ایک رات چھپائے رکھا پھر محمد بن جعفر کے پاس اور جماعت طالبین میں سے جو لوگ اس کے ہمرکاب تھے آدمی بھیجا جب وہ لوگ آئے تو انہیں آپ کی موت کی اطلاع دی اور دکھاوے کے لئے رونے اور غم کا اظہار کرنے لگا اور ان لوگوں کو آپ کی میت کا جسم دکھانے لگا کہ دیکھ لیں یہ بالکل صحیح اور درست حالت میں ہے اور پھر چیخ کر کہنے لگا اے برادر عزیز تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے بیحد صدمہ ہے، مجھے تو یہ اُمید تھی کہ میں تم سے پہلے مروں گا مگر اللہ کو یہی منظور تھا۔

پھر اس نے تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ اور آپ کے جنازے کے ساتھ اس مقام تک آیا جہاں آپ اس وقت دفن ہیں۔ اس نے آپ کو دفن کیا اور وہ جگہ حمید بن قحطبہ کا گھر ہے جو قریہ سناباد میں واقع ہے اور سناباد طوس میں ہے۔ وہیں ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کی جانب حضرت ابوالحسن علیہ السلام دفن ہیں۔ اور جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت امام رضا علیہ السلام نے سوائے امام محمد تقی کے اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا، امام محمد تقی علیہ السلام کا سن اپنے والد کی وفات کے وقت صرف سات سال اور چند ماہ کا تھا۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۹۷-۲۹۶)

(۱۰) مامون کی تشویش

ابوالصلت ہروی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی عیادت کے لئے آیا اور دیکھا کہ آپ عالم جانکنی میں ہیں تو رونے لگا اور بولا اے برادر عزیز یہ امر مجھ پر بہت گراں ہے کہ آج آپ کو اس حالت میں دیکھنے کے لئے میں زندہ ہوں کیونکہ ابھی تو یہ آپ کے مرنے کے نہیں جینے کے دن تھے۔ اور اس سے زیادہ گراں اور تکلیف دہ میرے لئے یہ امر ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے آپ کو زہر پلایا ہے اور اللہ گواہ ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عیادت کر کے مامون واپس ہوا اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ اور آپ کی قبر کھودنے سے پہلے مامون پھر آیا اور حکم دیا کہ میرے والد کے پہلو میں آپ کی قبر کھودی جائے۔ پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہوا اور کہا حضرت امام رضا نے مجھ سے بھی بیان کیا تھا کہ جب ان کی قبر کھودی جائے گی تو اس میں سے پانی اور

مچھلی نکلے گی۔ قبر کھودو ہم بھی دیکھیں۔ لوگوں نے قبر کھودنا شروع کیا جب لحد تک پہنچے تو اس میں سے پانی اور مچھلی نمودار ہوئی پھر یہ دونوں چیزیں لحد میں دھنس گئیں۔ اس کے بعد آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

(مقاتل الطالبین ص ۳۷۴-۳۷۱)

(۱۱) حضرت امام محمد تقی کا باعجاز خراسان پہنچنا

دلائل حمیری میں منقول ہے کہ حضرت امام ابوجعفر (محمد تقی) علیہ السلام نے معمر بن خلاد سے (مدینہ میں) کہا اے معمر اپنی سواری لے لو اور میرے ساتھ چلو۔ میں نے کہا کہاں چلوں؟ فرمایا جہاں تم سے کہا جائے وہاں چلو۔ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر چلا جب ایک وادی یا ایک نشیب میں پہنچا، تو مجھ سے فرمایا تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ جب واپس آئے تو میں نے پوچھا میں آپ پر قربان کہاں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا کہ میں ابھی ابھی اپنے پدر بزرگوار کو خراسان میں دفن کر کے آرہا ہوں۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۱۶) (الخرائج والجرائح ص ۲۳۷)

(۱۲) اہلِ خاندان کو گریہ و ماتم کا حکم

اُمیّہ بن علی کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں حضرت ابوجعفر (امام محمد تقی) کے پاس برابر آیا جایا کرتا تھا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام اس وقت خراسان میں تھے اور حضرت ابوجعفرؑ کے پاس ان کے اہلِ خاندان، ان کے والد کے چچا وغیرہ برابر آتے رہتے اور ان کو سلام کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت ابوجعفر نے ایک کنیز کو بلایا اور کہا۔ ان لوگوں سے کہہ دے کہ صف ماتم بچھانے کا انتظام کریں لوگ جب واپس ہوئے تو آپس میں کہنے لگے ہم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کس کی صف ماتم؟ جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے پھر صفِ ماتم کے لئے کہا لوگوں نے پوچھا آخر یہ کس کی موت پر صفِ ماتم ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی صفِ ماتم جو روئے زمین پر سب سے بہتر تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد یہ خبر آئی کہ حضرت امام رضاؑ کا اسی روز انتقال ہوا تھا۔

بحار الانوار

باب ۲۱

شہادتِ امامؑ پر شعراء کی
مرثیہ نگاری

ANSAR

① ابو فراس اور دعبل خزاعی

ابو فراس نے آپ کی شہادت پر چند اشعار کہے۔

ترجمہ: ان لوگوں نے بیعت ولیعہدی کے بعد ان کو قتل کر دیا۔ افسوس یہ لوگ صحیح راستہ دیکھنے کے بعد پھر اندھے ہو گئے۔ یہ ایک گروہ ہے جو سعید ہونے کے بعد پھر شقی ہو گیا۔ یہ ایک جماعت ہے جو سلامتی پانے کے بعد پھر ہلاک ہو گئی۔ افسوس آلِ محمد کا خون بہانے سے ان لوگوں کو نہ بیعت ولیعہدی نے روکا نہ عہد و پیمان نے اور نہ خاندانی رشتہ و قرابت نے۔

دعبل خزاعی نے آپ کی شہادت پر سب سے زیادہ مرثیے کہے جو مختلف زمینوں میں ہیں۔

مرثیہ نمبر ۱ کا ایک شعر

ترجمہ: علی ابنِ موسیٰ بن جعفر بن محمد کی موت پر بار بار قلق ہوتا ہے اور آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

مرثیہ نمبر ۲ کا ایک شعر

ترجمہ: علی ابن موسیٰ رضا کی موت کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے سخت ناراض ہے۔

مرثیہ نمبر ۳ کے چند اشعار

ترجمہ: ان آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آنسو بہا رہی ہیں۔ اگر یہ اپنی تمام آنسوؤں کی رگوں کو نچوڑ دیں تب بھی آنسو کم پڑ جائیں گے۔

اس ذات پر رونا آسمان نہیں جس پر زمین روئی۔ اور جس کی موت کی خبر سن کر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں نے " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ " کہا اور سرنگوں ہو گئیں۔

ان کی جدائی پر آسمان رو رہا ہے۔ ستارے نوحہ ماتم کر رہے ہیں۔ ان کی روشنی مدھم پڑ گئی ہے۔ پھر تو ہمیں ان پر بہت زیادہ رونا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ مصیبت ہمارے لئے ایک عظیم مصیبت ہے۔

مرثیہ نمبر ۴ کا ایک شعر

ترجمہ: اے وہ قبر جو ایک غریب و مسافر کی ہے اور جو طوس میں واقع ہے۔ تجھ پر گذرتے ہوئے بادل آنسو برسا کر گذر جاتے ہیں۔

(۲) ابنِ مشیع مرقی اور علی ابن ابی عبداللہ خوانی

ابنِ مشیع مرقی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات پر یوں مرثیہ کہا

ترجمہ: اے وہ خطۂ زمین جس میں میرے سید و آقا نے وفات پائی۔ واقعی ان جیسا سید و سردار تو پوری عالمِ انسانیت میں نہیں ہے۔ علی بن ابی عبداللہ خوانی مرثیہ یوں شروع کرتے ہیں۔

ترجمہ: اے طوس اللہ تجھے اپنے آبِ رحمت سے سیراب کرے تو نے کیا کیا خیرات و برکات اپنے دامن میں چھپا لئے۔

(۳) دعبل خزاعی کا ایک طویل مرثیہ

دعبل کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی خبر وفات آئی تو میں اس وقت قم میں تھا اور وہیں میں نے یہ مرثیہ کہا اس مرثیہ کے چند اشعار:۔

ترجمہ: اگر بنی امیہ نے آل محمد کو قتل کیا تو ان کے پاس ایک طرح کا عذر بھی ہے کہ ان کے اسلاف ان کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے لیکن بنی عباس کے پاس تو ان کے قتل کا کوئی عذر نظر نہیں آتا۔

اس مرثیہ میں آگے بڑھ کر کہتے ہیں۔

ترجمہ: طوس میں دو قبریں ہیں ایک قبر بہترین خلق کی ہے اور دوسری قبر بدترین خلق کی ہے اور یہ انتہائی عبرت کا مقام ہے۔

مگر ایک ناپاک کسی پاک کی قربتِ قبر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ ایک پاک و طاہر کو ایک ناپاک کی قربتِ قبر سے کوئی ضرر پہونچ سکتا ہے۔

(۴) ابو محمد یزیدی اور محمد بن حبیب ضبی

ابو محمد یزیدی کہتا ہے۔

طوس کو کیا ہو گیا ہے خدا اس کا برا کرے۔ یہ آئے دن کسی نہ کسی بڑی ہستی کو لے لیتا ہے۔ اس نے پہلے رشید کو لیا اور اب علی ابن موسیٰ رضا کو لیا۔ علی ابن موسیٰ رضا فضل و شرف میں دیگر عام آئمہ کے مانند نہ تھے ان کی وفات سے زمانے کی سعادت نحوست سے بدل گئی۔

محمد بن حبیب ضبی کی کتاب میں ایک طویل مرثیہ مرقوم ہے چند اشعار کا ترجمہ:

: طوس میں ایک قبر ہے جس میں امام محو خواب ہیں اس کی زیارت کے لئے جمع ہونا حتمی اور ضروری ہے یہ وہ قبر ہے کہ جس کی روشنی سے اندھوں کی آنکھوں میں بھی بینائی آجاتی ہے یہ وہ قبر ہے جس کی خاک سے تمام اسقام و امراض رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ قبر ہے جس کو دیکھ کر محمدؐ اور ان کے وصی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ وہ قبر ہے کہ اس کی زیارت کیلئے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور جب واپس جانے لگتے ہیں تو ان کے تمام گناہ دُھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور آخر میں کہتا ہے۔

اے آل محمد لوگوں کو تمہاری محبت بذریعہ تعلیم حاصل ہوئی اور مجھے تم لوگوں کی محبت بذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

⑤ ═══ مامون پر دعبل کے مرثیہ کا اثر

روایت ہے کہ دعبل خزاعی ایک مرتبہ مامون کے پاس آئے۔ مامون نے کہا۔ ذرا وہ اپنا طویل مرثیہ تو سناؤ جو تم نے حضرت امام رضا کے متعلق کہا ہے۔ دعبل نے کہا کیسا مرثیہ میں تو اسے جانتا بھی نہیں۔ مامون نے کہا نہیں ڈرو نہیں تمہیں ہر طرح کی امان ہے۔

دعبل نے قصیدہ سنانا شروع کیا اور جب اس شعر پر پہنچے کہ

اگر بنی امیہ نے آل محمد کو قتل کیا تو ان کے پاس ایک طرح کا عذر بھی ہے مگر بنی عباس کے پاس تو کوئی عذر بھی نظر نہیں آتا یہ سن کر مامون نے اپنا عمامہ سر سے زمین پر ٹپک دیا اور کہا دعبل تم نے سچ کہا واقعاً کوئی عذر نہیں ہے۔

⑥ ═══ ابوالعیناء

ابوالعیناء نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات پر آپ کے فرزند حضرت ابوجعفر (امام محمد تقیؑ) علیہ السلام کے سامنے رسم تعزیت ادا کرتے ہوئے کہا۔

آپ حضرات ہماری تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں۔ ہم آپ کی تعریف کیا کر سکتے ہیں۔ آپ کی تعریف کے لئے اللہ کافی ہے آپ کو مصائب پر صبر کا ثواب اللہ ہی دے گا۔

⑦ ═══ عبداللہ بن ایوب خیریتی

حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد عبداللہ بن ایوب خیریتی شاعر نے آپ کے فرزند

حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے یہ مرثیہ کہا۔
اے ذبیح کے فرزند اے اس شجرہ طیبہ کے فرزند جس کی جڑ اور شاخیں دونوں طیب و طاہر ہیں۔ اے افضل الرسل یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصی کے فرزند۔ اے ان آٹھ آئمہ طاہرین کے فرزند جو دنیا کو روشن کر کے غروب ہو گئے اور اے ان تین آئمہ کے پدر عالی مقدار جو آئندہ طلوع ہوں گے۔

درحقیقت مشارق و مغارب سے مراد آپ ہی لوگ ہیں اور خود قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔

بحار الانوار

باب ۲۲

معجزات وکرامات در روضۂ

حضرت امام رضا علیہ السلام

① روضۂ اقدس سے نور بلند ہونا اور مقفّل دروازے کا کھلنا

عبداللہ بن بنان طائی کی روایت ہے کہ میں نے محمد بن عمر نوقانی کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ ایک مرتبہ میں شب تاریک میں اپنے بالاخانہ پر نوقان میں سویا ہوا تھا کہ اتفاقیہ میری آنکھ کھل گئی اور مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام (سناباد) کی طرف جو نظر گئی تو دیکھا کہ آپ کے روضہ اقدس سے ایک نور بلند ہو رہا ہے جس سے سارا مشہد مقدس اس طرح روشن ہے جیسے دن۔ اس سے پہلے حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کے بارے میں مجھے شک رہتا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کی امامت حق ہے۔ میری ماں نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے مشہد مقدس سے ایک نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ میری ماں بھی مخالف تھی اس نے کہا یہ کچھ نہیں شیطانی خیالات ہیں۔

پھر دوسری شب کو جو پہلی سے بھی زیادہ تاریک تھی اس میں بھی میں نے ویسا ہی نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا جس سے سارا مشہدِ مقدّس منور ہو رہا تھا۔ میں نے جا کر اپنی ماں کو بتایا اور اس کو لے کر اس بالاخانہ پر آیا جہاں سے مجھے وہ نور بلند ہوتا ہوا نظر آیا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے بے حد تعجب ہوا وہ الحمداللہ کی تسبیح پڑھنے لگی۔ حالانکہ وہ بھی میری طرح اُن پر ایمان نہیں رکھتی تھی۔ بہر حال میں اُسی وقت دوڑا ہوا مشہد پہونچا تو دیکھا کہ روضہ کا دروازہ بند ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا پروردگار اگر حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت واقعاً حق ہے تو میرے لئے اس روضہ کا دروازہ کھول دے یہ کہہ کر میں نے اپنے ہاتھ سے دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح سے بند نہیں تھا اس لئے کھل گیا ہے یہ سوچ کر میں نے دروازے کو خوب اچھی طرح بند کر دیا اور پورا اطمینان کر لیا کہ اب یہ بغیر کنجی کے نہیں کھل سکتا۔ اس کے بعد میں نے پھر کہا کہ پروردگار۔ اگر حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت حق ہے تو میرے لئے اس دروازے کو کھول دے یہ کہہ کر میں نے دروازے کو پھر اپنے ہاتھوں سے دھکّا دیا اور وہ دروازہ کھل گیا۔ میں اندر گیا زیارت کی وہیں نماز پڑھی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا قائل ہو گیا۔ اس کے بعد اب تک میں ہر جمعہ کو نوقان سے مشہد مقدّس زیارت کے لئے آتا ہوں اور وہاں نماز پڑھتا ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۷۸)

(۲) روضۂ اقدس پر استجابتِ دُعا

ابو طالب الحسین بن عبد اللہ بن نبان طائی سے روایت ہے کہ ابو منصور بن عبد الرزاق نے حاکم طوس بیوردی سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ ابو منصور نے کہا پھر تم مشہد مقدس روضہ امام رضا علیہ السلام پر جا کر اللہ سے کیوں دُعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عنایت کرے؟ میں نے تو آپ کے روضہ پر جو دُعا مانگی وہ قبول ہوئی۔ حاکم طوس کا بیان ہے کہ ابو منصور کے مشورہ پر میں روضہ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر حاضر ہوا اور اللہ سے دُعا مانگی کہ مجھے لڑکا عطا کرے تو خدا نے مجھے فرزند عطا فرمایا پھر میں ابو منصور بن عبد الرزاق کے پاس گیا اور اس سے بتایا کہ میں نے روضۂ اقدس پر جا کر دُعا مانگی تھی میری دُعا قبول ہوئی اللہ نے کرم کیا اور مجھے فرزند عنایت کیا۔

صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر سعید رکن الاولہ سے زیارتِ مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی اور اُس نے مجھے ماہِ رجب ۳۵۲ھ میں اجازت دی اور جب میں اس سے اجازت لے کر پلٹا تو اُس نے مجھے پھر واپس بلایا اور کہا۔ یہ بہت بابرکت روضہ ہے۔ میں نے بھی وہاں کی زیارت کی ہے اور اللہ سے جو دُعا مانگی وہ قبول ہوئی ہے لہٰذا آپ وہاں جا رہے ہیں تو میرے لئے دُعا اور میری طرف سے زیارت میں کوتاہی نہ کیجئے گا اس لئے کہ وہاں جو دُعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا اور وعدہ کو پورا کیا۔ پھر جب میں مشہد سے پلٹ کر آیا تو امیر سعید رکن الاولہ کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا کیا آپ نے میرے لئے وہاں پر دُعا کی تھی اور میری طرف سے زیارت پڑھی تھی؟ میں نے کہا جی ہاں اُس نے کہا آپ نے مجھ پر احسان فرمایا اور میرے لئے اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ واقعاً اس روضہ اقدس میں دُعا قبول ہوتی ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۷۹)

(۳) نشاندہیٔ مقامِ دفنِ امانت

مجھ سے ابو نصر احمد بن حسین ضبی نے بیان کیا اور یہ وہ شخص ہے کہ اس سے بڑا خارجی اور دشمن اہلبیت آج تک مجھے نہیں ملا۔ اس کی خارجیت کا یہ حال تھا کہ وہ درود میں صرف اَللّٰھُمَّ صلی علیٰ محمَّد کہتا تھا وَعلیٰ آلہٖ نہیں کہتا تھا۔

بہرحال اس کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو بکر حمامی الفراء نے سکّہ حرب نیشاپور

میں یہ واقعہ بیان کیا (اس کا شمار بھی اصحاب حدیث میں ہوتا تھا) وہ کہتا تھا کہ ایک شخص نے اپنی ایک امانت میرے سپرد کی میں نے اُسے زمین میں دفن کردیا۔ اور اب بھول گیا کہ کہاں دفن کی ہے جب ایک مدت گذر گئی تو وہ شخص آیا اور اس نے اپنی امانت واپس مانگی مگر میں دفن کی جگہ بھول گیا تھا اس لئے بہت پریشان تھا اور وہ مجھ پر بددیانتی کا الزام لگا رہا تھا۔ اس پریشانی میں میں مغموم و رنجیدہ اپنے گھر سے نکلا دیکھا کہ ایک قافلہ روضہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد جا رہا ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ مشہد کے لئے روانہ ہوگیا وہاں پہونچ کر زیارت کی اور اللہ سے دُعا کی کہ اس شخص کی امانت کے دفن کی جگہ کا کسی طرح پتہ چل جائے۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ تم نے وہ امانت فلاں مقام پر دفن کی ہے۔ بہر حال جب زیارت سے واپس آیا تو میں نے صاحب امانت سے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کردیا۔ مگر خود مجھے اپنے خواب پر اعتبار نہ تھا (اس لئے میں تو وہاں گیا نہیں) صاحبِ امانت خود گیا اور اُس نے اس جگہ کو کھودا تو اُس کی امانت مہر شدہ اس مقام پر مدفون مل گئی۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے اس واقعہ کو سب سے بیان کیا کرتا اور مشہد مقدس کی زیارت کا لوگوں کو شوق دلایا کرتا تھا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۰-۲۷۹)

(۴) دیوار پر معجزانہ تحریر

ابو جعفر محمد بن ابی القاسم بن محمد بن فضل تمیمی ہروی سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن علی بن الحسن قہستانی سے سُنا۔ ان کا بیان ہے کہ میں مرد الرود میں تھا کہ ایک حمزہ نامی مصری شخص ادھر سے گذرا اس نے بتایا کہ میں مصر سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے طوس آیا ہوں۔ جب روضہ اقدس پر پہونچا تو آفتاب غروب کے قریب تھا اس نے زیارت کی اور نماز پڑھی اتفاق کی بات تھی کہ اُس دن اس مصری کے سوا اور کوئی زائر نہیں آیا تھا۔ غرض جب رات ہو گئی تو خادم قبر روضہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے آیا تو اس مصری نے اس سے درخواست کی کہ وہ اس کو روضہ کے اندر ہی چھوڑ کر دروازہ بند کرلے یہ روضہ میں نماز وغیرہ پڑھتا رہے گا۔ اس لئے کہ یہ ایک دور دراز مقام سے آیا ہے اس کو باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔ خادم نے اس کو روضہ میں چھوڑ کر دروازہ بند کردیا۔ وہ تنہا اس میں نماز پڑھتا رہا۔ جب تھک گیا تو اپنا سر گھٹنے پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ تاکہ ذرا دم لے سکے۔ پھر جب اُس

نے گھٹنے سے سر اُٹھایا تو اس کے چہرے کے سامنے دیوار پر ایک رقعہ چسپاں تھا جس پر یہ دو شعر تحریر تھے۔

ترجمہ:۔ جو شخص چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کو دیکھے کہ جس کی زیارت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ تمام پریشانیاں دُور کر دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قبر کی زیارت کرے جس میں اللہ تعالیٰ نے خاندانِ رسالت کی ایک منتخب ہستی کو ساکن کر دیا ہے۔

اس مفری کا بیان ہے کہ یہ پڑھ کر میں پھر اٹھا اور صبح تک نمازیں پڑھتا رہا پھر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سر اُٹھایا، تو اب دیوار پر کچھ نہ تھا حالانکہ وہ تحریر تازہ لکھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کسی نے ابھی ابھی لکھی ہو۔ مفری کا بیان ہے کہ جب صبح نمودار ہوئی تو دروازہ کھلا اور میں روضہ سے نکلا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۸۰-۲۸۱)

حاکمِ خراسان نے کتاب مقتضی میں تحریر کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں روضۂ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام میں ہوں کہ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جو سبز لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُس نے لوحِ قبر پر یہ دو اشعار لکھ دیئے۔

ترجمہ:۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کی زیارت کرے جس کی زیارت کے بعد اس کی تمام پریشانیاں دُور ہو جائیں تو وہ اِس قبر کی زیارت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں آلِ رسولؐ کی ایک منتخب ہستی کو ساکن کر دیا ہے۔

۵ احترامِ اسمِ امامؑ

ابوالحسن علی بن احمد بن علی نصری معدل کا بیان ہے کہ صالحین میں سے ایک شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا، یا رسولؐ اللہ میں آپ کی اولاد میں سے کس کی زیارت کروں؟ آپ نے فرمایا۔ میری اولاد میں سے اُن لوگوں کی قبر کی زیارت کرو جو زہر سے شہید ہو کر میرے پاس آئے ہیں اور میری اولاد میں سے اُن کی قبر کی زیارت کرو جو قتل ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔ اُس مردِ صالح نے کہا، یا رسولؐ اللہ مگر اُن کی قبر تو مختلف مقامات پر ہیں اُن میں سے کس قبر کی زیارت کروں؟ فرمایا اُس کی قبر کی زیارت کرو جو تم سے قریب واقع ہو اور عالمِ غربت میں مدفون ہو۔ اُس مردِ صالح نے کہا، یا رسولؐ اللہ

کیا آپ کی مراد حضرت امام رضا سے ہے۔؟ آپ نے فرمایا (ارے خالی نام لے لیا) اُن کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو۔ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو صلی اللہ علیہ وآلہ کہو۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۱)

⑥ بازگشتِ تلاوت

ابو عمرو محمد بن عبداللہ حکمی حاکم نوقان کا بیان ہے کہ میرے پاس دو۲ شخص امیر نصر بن احمد بخاری کے نام کسی بادشاہ کا خط لے کر آئے ان میں سے ایک مقام رے کا باشندہ تھا اور ایک قم کا رہنے والا تھا۔ قمی شخص قم کے قدیمی مذہب خارجیت سے منسلک تھا اور رے والا یعنی رازی شیعیت سے متعلق تھا۔ جب دونوں نیشاپور پہونچے تو رازی نے قمی سے کہا ایسا نہ کریں کہ پہلے ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کر لیں اس کے بعد بخارا چلیں؟ قمی نے کہا بادشاہ نے ہمیں خط دے کر بخارا بھیجا ہے جب تک ہم اس کام سے فارغ نہ ہو لیں جائز نہیں کہ دوسرا کوئی کام کریں۔ الغرض دونوں بغیر زیارت بخارا روانہ ہو گئے اور بادشاہ کا خط پہونچا کر واپس ہوئے اور جب طوس کے قریب پہونچے تو مرد رازی نے اس قمی سے کہا ہم امام رضا علیہ السلام کی زیارت نہ کر لیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہم رے سے چلے تھے تو مرجبۂ مذہب پر تھے اب وہاں رافضی بن کر تو نہ پلٹیں گے۔

بہر حال اس مرد رازی نے اس شخص قمی کو اپنا سارا سامان اور سواری سپرد کر دی اور ایک گدھے پر سوار ہو کر روضہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو آیا۔ اور خدامِ روضہ سے کہا آج کی شب میرے لئے روضہ کا دروازہ کھول دو اور اس کی کنجی مجھے دے دو۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ مرد رازی کا بیان ہے کہ میں روضہ اقدس میں داخل ہوا اندر سے دروازہ بند کر لیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی پھر قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں اس کے بعد قرآن کی ابتدا سے تلاوت شروع کی۔ تو جس طرح میں پڑھ رہا تھا اسی طرح قرآن پڑھنے کی کوئی اور آواز بھی سنائی دینے لگی۔ اب میں نے قرات روک دی اور روضہ کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا لہٰذا پھر اپنی جگہ واپس آ گیا اور قرآن کی قرات شروع کی تو پھر اُسی طرح قرات کی آواز آنے لگی تو میں تھوڑا خاموش ہو کر خوب غور سے سننے لگا معلوم ہوا کہ یہ آواز قبر کے اندر سے آرہی ہے۔ پھر میں اسی طرح قرات کرتا رہا اور اسی کے ساتھ ساتھ جو میں پڑھتا اسی کی آواز سنتا رہا۔ یہاں تک کہ جب میں سورہ مریم کی اِس آیت پر

پہونچا کہ۔ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًاo وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرْدًاo (سورہ مریم آیت ۸۶۔۸۵) تو قبر سے آواز آئی یَوْمَ یُحْشَرُ الْمُتَّقُوْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًاo وَّیُسَاقُ الْمُجْرِمُوْنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرْدًاo الغرض میں نے قرآن کی تلاوت ختم کی اور اُدھر سے بھی تلاوت ختم ہوگئی۔

جب صبح ہوئی تو میں نوقان واپس آیا تو وہاں کے قاریانِ قرآن سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا یہ قرأت لفظاً اور معناً تو درست ہے مگر ہمیں نہیں معلوم کہ سات قاریانِ قرآن میں سے کسی ایک کی بھی یہ قرأت ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نیشاپور آیا اور وہاں کے قاریوں سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا کہ اس آیت کو یوم یحشر المتقون الی الرحمٰن وفداo ویساق المجرمون الی جہنم وردًاo سات مشہور قاریوں میں سے کس نے پڑھا ہے۔ وہاں کے قاریوں نے پوچھا تم یہ کہاں سے لے کر آرہے ہو؟ میں نے کہا ایک بات ہے اس لئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کس کی قرأت ہے۔ تو اُنہوں نے جواب یہ دیا کہ روایات اہلبیت کی بنا پر رسول اللہؐ کی قرأت ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے پوچھا آخر واقعہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تم اس قرأت کو پوچھ رہے ہو۔ تو میں نے سارا قصہ بیان کیا اور ہماری قرأت صحیح ہوگئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۲)

اسی مثل کی ایک روایت کشف الغمہ جلد ۲ ص ۹۱-۹۰ پر بھی مذکور ہے۔

(۷) غلام کی دُعا کی فوری قبولیت

ابوالحسن محمد بن شبداللہ ہروی سے روایت ہے کہ بلخ کا ایک شخص مشہدِ مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو آیا اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ دونوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی پھر مالک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا اور غلام پاؤں کی طرف مشغولِ نماز ہوا۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو دیر تک سجدہ میں رہے۔ مجھ سے پہلے مالک نے سجدے سے سر اُٹھایا اور غلام کو آواز دی تو غلام نے فوراً سجدے سے سر اُٹھایا اور کہا "لبیک یا مولای" سرکار حاضر۔ پوچھا آزادی چاہتے ہو؟ غلام نے کہا جی ہاں۔ مالک نے کہا اچھا جاؤ تم راہِ خدا میں آزاد ہو اور میری فلاں کنیز جو بلخ میں ہے اُس کو بھی میں نے آزاد کیا اور اُس کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا اور تمہاری طرف سے مہر کی ادائیگی میں کروں گا اور میری فلاں جائیداد ہے اُسے میں نے تمہاری اولاد کے لئے بلکہ اولاد در اولاد کے لئے وقف کر دیا اور اس پر میں اس امام کو گواہ بناتا ہوں۔

یہ سُن کر غلام مارے خوشی کے زار وقطار رونے لگا اور اللہ کی اور امام رضاؑ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ ابھی ابھی میں نے سجدہ میں یہی دُعا کی تھی اور اتنی جلد اللہ نے میری یہ دعا قبول کرلی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۲)

(۸) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کرامت

ابونصر موذن نیشاپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایسا شدید بیمار ہوا کہ اس کے اثر سے میری زبان بند ہوگئی میں بالکل بات نہیں کرسکتا تھا۔ میرے جی میں آیا کہ چل کر حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کروں اور وہیں آپ کے روضہ پر اللہ سے دُعا کروں اور آپ کو اپنا وسیلہ بناؤں تاکہ اللہ مجھے صحت دے اور میری زبان کھل جائے۔ یہ سوچ کر میں سواری پر سوار ہوا اور مشہد پہونچا امام رضا کی زیارت کی پھر قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھی پھر سجدہ میں گیا اور صاحبِ قبر کا واسطہ دے کر میں نے اللہ سے انتہائی تفرّع کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ تو مجھے صحت دے اور میری بند زبان کھول دے۔ پھر میں وہیں سوگیا۔ تو خواب دیکھا کہ جیسے قبر شگافتہ ہوئی اور اس میں سے ایک بزرگ گندمی رنگ کے نکلے اور مجھ سے کہا اے ابونصر کہہ لا الہ الا اللّٰہ۔ میں نے اشارے سے جواب دیا کیسے کہوں میری زبان کو چلتی ہی نہیں بالکل بند ہے۔ ان بزرگ نے مجھ سے ڈانٹ کر کہا کیا تو قدرتِ خدا کا منکر ہے۔ کہہ لا الہ الا اللّٰہ۔ راوی کا بیان ہے کہ فوراً میری زبان چل پڑی میں نے لا الہ الا اللّٰہ کہا۔ اور پا پیادہ اپنی قیام گاہ پر آیا راستے بھر لا الہ الا اللّٰہ کہتا رہا اور میری زبان چلتی رہی اس کے بعد کبھی بند نہ ہوئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۳)

(۹) سیلاب اور روضۂ اقدس

یہ بھی ابونصر موذن ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سناباد میں بہت زبردست سیلاب آیا۔ وہاں کی وادی روضہ اقدس سے بلند تھی اور پانی روضہ اقدس کے قریب تک پہونچ گیا تو اللہ کے حکم سے روضۂ اقدس اس وادی سے بھی بلند ہوگیا اور روضہ اقدس میں سیلاب کا کوئی اثر نہ ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۳)

⑩ مسروقہ رقم کی برآمدگی

محمد بن احمد سنانی نیشاپوری کا بیان ہے کہ میں امیر ابونصر بن ابی علی ضفانی سردارِ فوج کی خدمت میں تھا۔ اور اس کی مصاحبت میرے لئے بہت اچھی تھی۔ اسی بنا پر اس کے دوسرے مصاحبین مجھ سے جلتے تھے کہ ضفانی اس کی طرف اس قدر مائل کیوں ہے اور اس پر اتنا کرم کیوں کرتا ہے۔

ایک دن ابونصر ضفانی نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں تین ہزار درہم تھے اس نے اس پر اپنی مُہر لگادی اور مجھے حکم دیا کہ اسے میرے خزانہ میں لے جا کر جمع کر دو۔ میں وہ تھیلی لے کر اُس کے پاس سے اُٹھا اور جا کر وہاں بیٹھ گیا جہاں اس کے دربان وغیرہ بیٹھے تھے وہ تھیلی میں وہیں رکھ کر لوگوں سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں وہ تھیلی چوری ہو گئی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ امیر ابونصر کا ایک غلام جس کا نام خطلخ تاش تھا وہ بھی اُس وقت وہاں موجود تھا جب میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھتا ہوں کہ وہ تھیلی غائب ہے میں نے سب سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم بلکہ وہ لوگ مجھے جھٹلانے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے تھیلی یہاں رکھی ہی نہیں تھی۔ میں ان لوگوں کے حسد و بغض کو جانتا تھا سمجھ گیا ان لوگوں نے چال چلی ہے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ امیر ابونصر سے اس کا تذکرہ کروں اس خیال سے کہ کہیں وہ مجھ پر ہی الزام نہ لگا دے مگر میں بہت حیرت اور فکر مند تھا کہ آخر وہ تھیلی کون لے گیا اور میرے والد کا یہ دستور تھا کہ انہیں جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فوراً روضہ حضرت امام رضا علیہ السّلام کا قصد کرتے زیارت کرتے اور اللہ سے دُعا کرتے آپ کی پریشانی دُور ہو جایا کرتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی میں امیر ابونصر کے پاس دوسرے دن گیا اور کہا ایہا الامیر مجھے طوس جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے میرا وہاں ایک کام ہے اس نے پوچھا کیا کام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا ایک طوسی غلام تھا وہ بھاگ گیا اور وہ تھیلی غائب ہے اور میرا خیال ہے کہ وہی لے گیا ہے۔ امیر نے کہا دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے سامنے اپنے اعتبار کو کھو بیٹھو۔ میں نے کہا خدا کی پناہ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ امیر ابونصر نے کہا اچھا اگر تمہارے آنے میں تاخیر ہوئی تو میری تھیلی کا ضامن کون ہے؟ میں نے کہا اگر میں چالیس دن کے بعد نہ آؤں تو میری ساری ملکیت میرا مکان سب آپ کے سامنے ہے آپ ابوالحسن خزاعی کو لکھ دیں کہ وہ طوس میں میرے سارے اثاثے پر قبضہ کر لے۔ یہ سُنکر اس نے مجھے

طوس جانے کی اجازت دے دی۔

اور میں منزل بہ منزل کرایہ پر سواری لیتا رہا یہاں تک کہ میں مشہد مقدس پہونچ گیا وہاں میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کی کہ جہاں وہ تھیلی رکھی ہوئی ہے اس جگہ سے مجھے مطلع کر دے۔ اس دعا کے بعد مجھے نیند آگئی اور میں وہیں سو گیا۔ تو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اٹھو اللہ نے تمہاری دعا قبول کی۔ یہ خواب دیکھ کر میں اٹھا دوبارہ وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور دعائیں مانگیں۔ دعا مانگتے مانگتے مجھے دوبارہ نیند آگئی تو پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ وہ تھیلی خطلخ تاش نے چرائی ہے اور اپنے گھر میں آتشدان کے نیچے دفن کئے ہوتے ہے۔ وہ وہیں ہے اور اس پر ابونصر ضفانی کی مہر بھی ہے۔

یہ خواب دیکھ کر میں تین ہی دن کے اندر مقررہ مدت سے پہلے ہی واپس آگیا اور اپنا لباس تبدیل کر کے امیر ابونصر کے پاس گیا اس نے کہا وہ تھیلی کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ خطلخ تاش کے پاس ہے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کے پاس ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کے اندر بتایا ہے۔ یہ سنکر وہ کانپنے لگا۔ اور حکم دیا کہ خطلخ تاش کو بلا لاؤ اور اس سے کہا وہ تھیلی کہاں ہے جو تم چوری کر کے لے گئے ہو اس نے انکار کیا۔ خطلخ تاش اس کا بہت پسندیدہ غلام تھا۔

ابونصر نے حکم دیا کہ اس کی پٹائی کی جائے تب یہ بتائے گا۔ میں نے کہا ایہا الامیر پٹائی کی ضرورت نہیں جناب رسول خدا نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس نے وہ تھیلی کہاں رکھی ہے۔ امیر ابونصر نے پوچھا اس نے کہاں رکھی ہے؟ میں نے کہا وہ تھیلی اس کے مکان کے اندر آتشدان کے نیچے مدفون ہے جس پر امیر کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس نے اپنے ایک موثق آدمی کو اس کے گھر بھیجا اور کہا کہ آتشدان کی جگہ کو کھود کر دیکھو۔ اس شخص نے جا کر وہ جگہ کھودی اور وہ مہر شدہ تھیلی نکال کر لایا اور امیر ابونصر کے سامنے رکھ دی۔

جب امیر ابونصر نے تھیلی کو دیکھا اور اس پر اپنی مہر دیکھی تو مجھ سے کہا اے محمد بن احمد سنانی میں آج تک تمہارے فضل اور مرتبہ کو نہیں پہچان سکا تھا اب میں تمہارے تقرب و مرتبہ میں اور اضافہ کروں گا۔

محمد بن احمد سنانی نیشاپوری کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں ان

ترکون سے ڈرا کہ کہیں یہ ہمیں کسی اور مصیبت میں نہ پھنسا دیں اس لئے میں نے امیر سے اجازت لی اور نیشاپور آگیا اور وہاں ایک دکان لے کر اب تک وہاں بیٹھ کر انجیر فروخت کرتا ہوں۔ ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۵-۲۸۴)

(۱۱) احاطۂ امام پناہ گاہِ وحوش

ابو الفضل محمدؒ بن احمد بن اسماعیل سلیطی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر عتبی کے مصاحب حاکم رازی کہتے ہوئے سُنا ہے کہ مجھے انھوں نے اپنا پیغامبر بنا کر ابو منصور بن عبدالرزّاق کے پاس بھیجا چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا میں نے ان سے زیارت روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی تو اُنہوں نے کہا تم اس روضہ اقدس کی بات مجھ سے سنو۔ میں اپنے ایام جوانی میں اس روضہ کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ بہت تعصب رکھتا تھا۔ یہاں آنے والے زائرین کو راہ میں روک کر اُن کے لباس اور اُن کا سامان وغیرہ سب چھین لیا کرتا تھا۔

ایک دن میں شکار کی تلاش میں نکلا اور ایک چیتے کو ایک ہرن کے پیچھے چھوڑا اس چیتے نے ہرن کا پیچھا کیا۔ اس ہرن نے مسجد کے احاطے میں پناہ لی اور کھڑا ہوگیا۔ اور چیتا بھی باہر اُس کے سامنے کھڑا ہوگیا اس کے قریب نہیں گیا۔ میں نے ہرچند کوشش کی کہ چیتا آگے بڑھے مگر وہ آگے نہیں بڑھا۔ مگر جب بھی ہرن اس احاطے سے باہر نکلتا تو چیتا اُسکا پیچھا کرتا اور جب وہ اس احاطے میں داخل ہو جاتا تو چیتا باہر کھڑا ہو جاتا اندر نہیں جاتا تھا بالآخر وہ ہرن اس مشہد کے احاطے کے اندر ایک حجرہ میں داخل ہو گیا تو میں نے اندر داخل ہو کر ابو نصر سقری سے دریافت کیا کہ ابھی ابھی اس میں ایک ہرن داخل ہوا تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو یہاں کسی ہرن کو نہیں دیکھا۔ پھر میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں ہرن داخل ہوا تھا۔ تو میں نے اس میں ہرن کی مینگنی اور پیشاب تو دیکھا لیکن ہرن نظر نہیں آیا۔

اس کے بعد میں نے اللہ سے عہد کیا کہ آج کے بعد میں کسی زائر کو نہیں ستاؤں گا اور جب بھی کوئی زائر ملے گا اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤں گا۔ اور آئندہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی میں اسی روضہ پر آتا زیارت پڑھتا اور اللہ سے دُعا کرتا طلبِ حاجت کرتا اللہ میری حاجت پوری کر دیتا۔

ایک مرتبہ میں نے اس روضہ میں اللہ سے دُعا کی کہ مجھے ایک فرزند عطا کر۔ اُس

اُس نے مجھے فرزند عطا کیا مگر جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو قتل کر دیا گیا۔ میں دوبارہ اس روضہ میں اُس مقام پر آیا جہاں میں نے دُعا مانگی تھی۔ یہاں کھڑے ہو کر میں نے پھر دعا مانگی کہ پروردگار مجھے ایک فرزند عطا کر میری دعا قبول ہوئی اور اللہ نے مجھے دوبارہ فرزند عطا کیا۔ اور اس روضہ میں جب بھی کوئی دعا مانگی اللہ نے میری وہ دعا قبول کر لی۔ تو یہ ہے وہ فیض اور برکت جو اس روضۂ اقدس سے مجھے حاصل ہوئی (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۲۸۶-۲۸۵)

⑫ حمویہ کی خراسان کی حکومت کیلئے دُعا

ابو طیب محمد بن ابی الفضل سلیطی کا بیان ہے کہ سردار لشکر خراسان حمویہ ایک دن نیشاپور میں میدان حسین بن زید پر آیا تا کہ ان سرداروں کے مکان کو دیکھے جو اس کے ساتھ باب عقیل پر تھے اور جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہاں ایک بیمارستان (شفا خانہ) تعمیر کیا جائے۔ الغرض وہ گھوم پھر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک شخص گذرا۔ حمویہ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اس شخص کو لے کر میرے گھر پہونچو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

الغرض جب حمویہ اپنے گھر واپس آیا اور اپنے ساتھ کے سرداران کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا تو غلام سے پوچھا وہ شخص کہاں ہے۔ غلام نے کہا وہ دروازے پر ہے حکم دیا اُس کو بھی اندر بُلا لو۔ جب وہ اندر آیا تو کہا اُس کے ہاتھ دھلاؤ اور میرے ساتھ اسے بھی دسترخوان پر بٹھاؤ۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو حمویہ نے اس شخص سے پوچھا کیا تمہارے پاس سواری کے لئے گدھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اسے ایک گدھا دیدو۔ پھر پوچھا کیا تمہارے پاس خرچ اخراجات کے لئے کچھ نقد رقم بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم اور دو عدد خوزستانی ٹوکرے اور ایک سفرہ اور فلاں فلاں آلات دے دو۔ وہ سب لا کر اُس کو دے دیا گیا۔

اس کے بعد حمویہ اپنے سرداروں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں اُس نے کہا اچھا سنو۔ جب میں جوان تھا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو گیا میرے جسم پر بیحد بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ وہاں میں نے اس شخص کو دیکھا۔ میں قبر کے پاس کھڑا ہوا دُعا مانگ رہا تھا کہ پروردگار تو مجھے خراسان کی حکومت عطا کر دے اور میں نے سُنا کہ یہ شخص اُن چیزوں کے لئے دُعا مانگ رہا تھا جو

ابھی میں نے دینے کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ اللہ نے میری دُعا اس روضۂ اقدس کی برکت سے قبول کی تو میں نے چاہا کہ اس کی دعا بھی میرے ہاتھوں اللہ قبول کرے۔ مگر اس شخص کے ذمہ میرا ایک قصاص ہے۔ لوگوں نے پوچھا قصاص کیسا؟ حمویہ نے کہا اس شخص نے جب مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں حکومت خراسان کے لئے دُعا مانگتے سنا تو مجھے نفرت سے دیکھا اور ایک لات ماری اور کہا اپنی حالت اور حیثیت نہیں دیکھتا اور چلا ہے حکومت خراسان اور سرداری فوج کی دعا مانگنے۔ سرداروں نے کہا ایہا الامیر مگر اب آپ اسے معاف کردیں اور بے چارے کو چھوڑ دیں تاکہ اس کے ساتھ آپ کا حسنِ سلوک مکمل ہوجائے۔ حمویہ نے کہا اچھا میں نے اسے اپنا قصاص معاف کیا۔

اس کے بعد حمویہ برابر اس روضہ اقدس کی زیارت کرتا رہا۔ اس نے اپنی لڑکی کا عقد زید بن محمد بن زید علوی سے جرجان میں ان کے والد کے قتل کے بعد کردیا۔ اور اُن کو اپنے قصر میں منتقل کرلیا۔ اور اُن کے سپرد بہت کچھ نعمت و دولت کی۔ اور یہ سب اس روضہ اقدس کی برکات کو دیکھتے ہوئے کیا۔

نیز جب ابو الحسین محمد بن زیاد علوی رحمۃ اللہ نے خُروج کیا اور نیشاپور میں بیس ہزار افراد نے ان کی بیعت کرلی تو خلیفہ نے ان کو گرفتار کرکے بخارا بھیجدیا۔ حمویہ وہاں پہونچا اور انہیں قید سے آزاد کرانے کی کوشش کی اور امیر خراسان سے کہا کہ یہ لوگ اولادِ رسول ہیں اور بھوکے ہیں مناسب یہ ہے کہ ان کے اخراجات پورے کئے جائیں تاکہ طلبِ معاش سے بے نیاز ہوجائیں۔ اس کے بعد ہر ماہ ان کا وظیفہ مقرر ہوگیا وہ چھوڑ دے گئے اور انہیں نیشاپور واپس بھیجدیا گیا (سادات بخارا کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ اسی بنا پر تھا) اور یہ سب کچھ اس روضہ اقدس کی برکت کیوجہ سے ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۶)

(۱۳) گم شدہ فرزند کی بازیابی

ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن الحسین حاکم کی روایت ہے کہ میں نے ابو علی عامر بن عبد اللہ بیرودی حاکم مرد رود کو بیان کرتے سُنا اور یہ بھی اصحاب حدیث میں سے تھے کہ میں نے طوس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضری دی تو دیکھا کہ ایک مرد ترکی داخل قبہ اقدس ہوا اور سر بالین قبر کھڑے ہوکر رونے لگا اور دُعا مانگنے لگا کہ پروردگار اگر میرا لڑکا زندہ ہے تو مجھے اس سے ملادے اور اگر وہ مرگیا ہے تو مجھے اس کا صحیح علم تو ہوجائے کہ واقعی وہ مرگیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ترکی زبان سے ناواقف تھا

میں نے اُس سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا میرا ایک لڑکا تھا جو جنگ اسحاق آباد میں گم ہوگیا تھا آج تک مجھے اس کی خبر نہیں ملی کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے اس کی ماں جدائی میں مسلسل روتی ہے۔ میں اس کے لئے یہاں دُعا مانگ رہا ہوں اس لئے کہ سُنا ہے کہ اس روضہ میں دُعا مستجاب ہوتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مجھے اس بیچارے پر ترس آیا اور میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا تاکہ اسے لے جا کر اس دن اُس کی ضیافت اور مہمانی کروں جونہی ہم روضہ اقدس سے نکلے ایک طویل القامت شخص گدڑی پوش نظر آیا۔ جب اس مرد ترکی نے اس کو دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھا اسے گلے لگایا اور رونے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ یہ اس کا وہی لڑکا تھا جس کے لئے یہ ترکی روضہ اقدس امام رضا علیہ السلام میں دُعا مانگ رہا تھا۔

میں نے اس لڑکے سے پوچھا تم یہاں تک کیسے پہونچے تو اس نے بیان کیا کہ میں جنگ اسحاق آباد کے بعد طبرستان پہونچ گیا وہاں میری پرورش ایک حبشی دیلمی نے کی جب وہاں بڑا ہوا تو اپنے باپ اور ماں کی تلاش میں نکلا اس لئے کہ مجھے ان دونوں کا کوئی پتہ نہ تھا۔ میں وہاں ڈاکوں اور رہزنوں کے گروہ میں شامل تھا۔ اور انہیں کے ساتھ یہاں پہونچا۔

اس مرد ترکی نے کہا اس روضہ اقدس کی برکات و کرامت صاف ظاہر ہوگئیں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اس روضہ کے در کو نہ چھوڑوں گا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۸۸-۲۸۷)

(۱۴) مسجدِ زرد

مرو کے مضافات میں ایک مسجد ہے جو مسجد زرد کے نام سے موسوم ہے وہاں جس مقام پر حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی لوگوں نے وہاں ایک مسجد کی تعمیر کرلی پھر وہیں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک صاحبزادے مدفون ہوئے وہاں کی بھی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۶۲)